انسائکلوپیڈیا تاریخِ عالم
www.KitaboSunnat.com
HOLLANDI
تالیف: ولیم ایل لینگر
ترجمہ: مولانا غلام رسول مہر

انسائیکلوپیڈیا تاریخِ عالم

(جلد سوم)

تالیف

ولیم ایل لینگر

ترجمہ

مولانا غلام رسول مہر

335-K2 Wapda Town, Lahore.

ناشر : سید وقار معین

0300-8408750

0321-8408750

042-35189691-92

سال اشاعت: جون 2010ء

طابع : گنج شکر پریس، لاہور

قیمت (جلد سوم) : -/655 روپے

قیمت (مکمل سیٹ) : -/1845 روپے

فہرست

جزائرِ برطانیہ

اقتصادی مشکلات:

نپولین کی گرفتاری اور اسیری کے ساتھ جنگ ختم ہوگئی، لیکن خوشحالی کا وہ دور نہ آیا جس کی امید عام طور پر جاتی تھی، بلکہ ایک طویل اور شدید اقتصادی بدحالی کا دور شروع ہوگیا۔ برطانوی کارخانوں میں جو سامان بنتا تھا وہ دو قسم کا تھا: ایک عام صنعتی سامان، دوسرا جنگی سامان۔ صنعتی سامان کے لیے یورپ کے بازاروں میں کھپت کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی اور جنگی سامان اس وجہ سے بے کار ہوگیا کہ جنگ ختم ہو چکی تھی۔ بدحالی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے مزدور اور کارکن بے کار ہو گئے۔ ادھر چار لاکھ کے قریب آدمی فوجی خدمات سے فارغ ہوئے تو بے روزگاروں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ طویل جنگ کے زمانے میں نظم ونسق کا جو ڈھانچہ قائم ہو چکا تھا، وہ ٹوٹ گیا اور اقتصادی نظام درہم برہم ہوگیا۔

حکومت کے جو اصلاحی قوانین منظور کیے، ان میں زراعت کو خاص طور پر ترجیح دی گئی۔ 1815ء میں غلے کا جو قانون بنا تھا وہ بڑے زمینداروں کے لیے بہت مفید تھا۔ جب تک غلہ زیادہ سے زیادہ گراں نہ ہو جاتا، مثلاً ایک کوارٹر[1] کی قیمت اسی شلنگ تک نہ پہنچ جاتی، باہر کے کسی ملک سے غلہ منگوایا جاتا۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑے زمینداروں کو زیادہ نفع اٹھانے کا موقع دے دیا گیا اور غریبوں کو خاصی تکلیف ہوئی۔

حکومت کے خلاف جوش:

ان حالات کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ حکومت کے خلاف لوگوں میں عام جوش پیدا ہو جاتا۔ چنانچہ جوش پیدا ہوا اور پارلیمنٹ کے نظام میں اصلاح کا مطالبہ شروع ہوگیا۔ عوام کی تکلیفیں بڑھیں تو انتہا پسندوں کی سرگرمیاں بھی تیز ہوگئیں۔ چنانچہ دسمبر 1816ء میں لندن کے ایک مجمعے نے تشدد آمیز حرکتیں کیں۔ اگست 1819ء میں مانچسٹر کے اندر ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ پولیس کو حکم دے دیا گیا کہ اجتماع کے ذمہ دار لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ جو شخص تقریر کر رہا تھا، اسے گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی تو ہنگامہ برپا ہوگیا۔ گولی چلی اور بہت سے آدمی مارے گئے۔

حکومت نے ان تحریکات کو دبانے کے لیے سخت قوانین منظور کیے۔ ان کی وجہ سے وزارت کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی۔ ایک سازش ہوئی جس کا مدعا یہ تھا کہ وزیر جب کھانا کھا رہے ہوں تو انھیں ڈائنا میٹ سے اڑا دیا جائے۔ پھر بنک آف انگلینڈ پر قابض ہو کر عارضی حکومت قائم کر لی۔ یہ کیٹو سٹریٹ[1] کی

شازش کہلاتی ہے۔اس کا بروقت انکشاف ہو گیا اور بیس انتہا پسندوں کی جو جماعت اس کی ذمہ دار تھی، اسے گرفتار کر لیا گیا۔نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں میں انتہا پسندانہ خیالات اور پھیل گئے۔

جارج چہارم:

جارج سوم بادشاہ انگلستان کو دیوانہ قرار دیا جا چکا تھا اور 1811ء سے ولی عہد نائب السلطنت کی حیثیت میں کام کر رہا تھا۔29 جنوری 1820ء کو جارج فوت ہو گیا تو نائب السلطنت جارج چہارم کے لقب سے بادشاہ بنا۔اس نے بادشاہ بنتے ہی وزارت کو حکم دے دیا کہ ملکہ کے خلاف طلاق کے لیے کاروائی شروع کی جائے۔وہ بیچاری جارج چہارم سے الگ تھلگ رہتی تھی۔شوہر کی تخت نشینی پر اس لیے واپس آئی کہ ملکہ بننے کا حق بہر حال اسی کو حاصل تھا۔بادشاہ نے اس کے ساتھ غیر مناسب برتاؤ کیا تو عوام پر اس سے بہت بُرا اثر پڑا،لیکن وزارت نے بادشاہ کا حکم مانا۔طلاق کی کاروائی شروع کر دی پھر یکا یک تمام کاروائی روک دی گئی۔اس سے وزارت کے وقار کو بہت صدمہ پہنچا۔

جولائی 1825ء میں ایک قانون منظور ہوا تھا جس کا مدعا یہ تھا کہ مزدور اور کارکن اپنی تنخواہوں یا کام کے اوقات کی تنظیم کے لیے جماعتیں بنا سکتے ہیں،لیکن انھیں دھمکی یا تشدد سے روک دیا گیا تھا۔اس قانون سے ٹریڈ یونین کی تحریک کو بڑا فائدہ پہنچا،اگر چہ جا بجا ہڑتالیں بھی ہوئیں اور ان میں تشدد بھی استعمال کیا گیا۔

متعدد آدمیوں نے وزارت بنائی،لیکن کوئی وزارت زیادہ دیر تک جم نہ سکی۔1828ء میں ڈیوک آف ولنگٹن کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔وہ اگر چہ قدامت پسند تھا،تاہم حالات سے مجبور ہو کر اس نے 1815ء کو قانون غلہ میں ترمیم کرائی۔اس وجہ سے بڑے زمیندار ڈیوک کے مخالف ہو گئے اور اس کی قدامت پسندی کے باعث دوسرے گروہ اسے پسند نہ کر سکتے تھے۔اب تک کیتھولکوں پر پابندیاں عائد تھیں۔1829ء میں یہ پابندیاں اٹھا دی گئیں۔ولنگٹن پابندیاں اٹھانے کے حق میں نہ تھا،لیکن اسے یہ خوف لاحق تھا کہ اگر کیتھولکوں کو برابر کے حقوق نہ ملے تو آئر لینڈ میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔چنانچہ قدامت پسند ٹوریوں کے باوجود کیتھولکوں کے حقوق کا قانون منظور کرا لیا گیا،یعنی انھیں رائے دینے اور پارلیمنٹ کا ممبر بننے کے حقوق مل گیے۔وہ تمام سرکاری عہدے بھی لے سکتے تھے،صرف دو عہدے مستثنٰی رکھے گئے:ایک لارڈ چانسلر کا عہدہ،دوسرا آئر لینڈ کے لارڈ لیفٹیننٹ کا عہدہ،البتہ ان کے لیے یہ حلف اٹھانا ضروری تھا کہ پوپ کو سلطنت کے داخلی معاملات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔

پارلیمنٹ کی اصلاح کے لیے جدو جہد تیز ہو گئی۔جولائی 1829ء میں فرانس کے اندر جو انقلاب ہوا

وہ درمیانے طبقے کے لیے ایک بہت بڑی کامیابی کی دستاویز تھا۔اس سے تحریک میں تیزی پیدا ہوگئی۔

ولیم چہارم:

جون 1830ء میں جارج چہارم فوت ہوا۔اس کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اوراس کا بھائی ولیم چہارم کے لقب سے بادشاہ بنا۔یہاں سے اصلاحات کا دور شروع ہوگیا تھا۔چنانچہ اصلاحات کا پہلا قانون 22 مارچ 1831ء کو پیش ہوا۔اس میں ایک موقع پر رکاوٹ پیدا ہوئی تو پارلیمنٹ توڑ دی گئی۔ نئے انتخابات ہوئے اور وہگ پارٹی کو اکثریت حاصل ہوگئی۔اصلاحات کا دوسرا قانون 21 دسمبر 1831ء کو پیش ہوا۔ دارالعلوم میں بھاری اکثریت سے اسے منظور کرلیا گیا۔دارالامراء میں یہ نامنظور ہوا۔وزارت نے پارلیمنٹ کا اجلاس روک دیا اور نیا قانون تیار کیا۔عوام کے اندر غیض وغضب کی لہر دوڑ گئی۔جگہ جگہ تشدد کے واقعات پیش آئے۔برسٹل دو روز تک عوام کے قبضے میں رہا۔1832ء میں تیسرا قانون پیش ہوا۔دارالامراء نے اس کی بھی مخالفت کی،تو بادشاہ نے مختلف امراء کو مخالفت ترک کردینے کی ترغیب دی۔اس طرح یہ قانون منظور ہوا۔اس کے مطابق پارلیمنٹ کی ممبری کے لیے حلقہ ہائے انتخاب میں خاصی تبدیلیاں ہوئیں۔سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے لیے جداگانہ قوانین بنائے گئے۔اگست 1833ء میں نوآبادیوں کے اندر بھی غلامی ممنوع قرار دے دی گئی۔ولیم ولبرفورس کی تحریک پر چھ سال سے کم عمر کے بچے فوراً آزاد کردیئے گئے اور چھ سال سے اوپر کے بچے چار سال بعد آزاد ہوئے۔غلاموں کے مالکوں کو دو کروڑ پونڈ معاوضہ دیا گیا۔

مختلف اصلاحات:

1833ء ہی میں کارخانوں کا قانون بنا۔اس کے مطابق نو سال سے کم عمر کے بچوں کو ملازم رکھنا ممنوع قرار دیا گیا۔نو سال سے تیرہ سال تک کے بچوں کے لیے زیادہ سے زیادہ اڑتالیس گھنٹے فی ہفتہ کام لینے کی اجازت دی گئی۔تیرہ سال سے اٹھارہ سال تک کے نوجوانوں کے لیے فی ہفتہ انہتر گھنٹے مقرر ہوئے۔ تیرہ سال سے کم عمر بچوں کے لیے یہ بھی ضروری قرار دیا گیا کہ روزانہ دو گھنٹے انھیں تعلیم دی جایا کرے۔

اس زمانے میں ٹریڈ یونین کی تحریک کو بہت فروغ ہوا۔22 اپریل 1834ء کو فرانس، ہسپانیہ اور پرتگال سے اتحاد کیا تھا۔اگست 1834ء میں نیا قانون مساکین منظور ہوا۔اب تک بیماروں اور بے نوبوڑھوں کے لیے خیراتی رقمیں بطور امداد دی جاتی تھیں۔نئے قانون کے مطابق جابجا کارگاہیں قائم ہوگئیں جن میں کام کرنے کے قابل بے نواؤں سے کام لیا جائے گا۔میونسپل کارپوریشن کے ذریعے سے تمام شہروں اور قصبوں نیز حلقوں کے انتظامات ایک سطح پر آگئے۔

ملکہ وکٹوریا:

20 جون 1837ء کو ولیم چہارم فوت ہوا اور اس کی بھتیجی وکٹوریہ ملکہ بنی، جس کی عمر مسند نشینی کے وقت اٹھارہ سال کی تھی۔ یہ ولیم کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف کینٹ کی بیٹی تھی۔ نئی ملکہ کی تعلیم بڑی اچھی تھی، لیکن وہ بعض اوقات خودرائی سے کام لیتی تھی اور اپنے وزیروں کو زجر و توبیخ میں تامل نہ کرتی تھی۔

10 فروری 1840ء کو ملکہ نے اپنے ایک قریبی رشتے دار سے شادی کر لی، جسے پارلیمنٹ نے پرنس کانسرٹ کا خطاب دیا۔ تیس ہزار پونڈ سالانہ کی رقم اس کے لیے مقرر ہوئی۔

وزارتیں:

وکٹوریا نے چونسٹھ سال حکومت کی۔ اس اثناء میں بہت سی وزارتیں بنیں اور ٹوٹیں۔ کبھی ایک وزارت برسر اقتدار آ جاتی کبھی دوسری۔ وگوں کو اسی زمانے میں لبرل کہنے لگے اور ٹوریوں کو کنسرویٹو۔ اس عہد میں بڑے بلند پایہ آدمی برسر کار آئے، جن کے نام اب تک لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔ مثلاً، پیل، میلبورن، پامرسٹن، ڈزرائیلی (لارڈ بیکنس فیلڈ) اور گلیڈ سٹون، یہ لوگ ایک سے زیادہ مرتبہ وزیراعظم بنے۔

وکٹوریا کے عہد میں ملک کے اندر اور باہر اہم واقعات پیش آئے اور برطانیہ کی سلطنت اوج کمال پر پہنچ گئی۔ مثلاً 1857ء کا ہنگامہ ہند یا جنگ کریمیا یا مصر پر برطانیہ کا تصرف وغیرہ۔

چارٹسٹوں کے مطالبات:

1839ء میں چارٹسٹوں کی تحریک شروع ہوئی۔ یہ تحریک اس امر کا نتیجہ تھی کہ ٹریڈ یونین حسب خواہش کامیاب نہ ہوئی تھی اور وگ پارٹی نے جو اصلاحات کی تھیں ان سے مزدوروں کو کوئی خاص فائدہ نہ پہنچا تھا۔ چنانچہ لندن میں ایک انجمن بنائی گئی اور اس نے پارلیمنٹ کے سامنے ایک درخواست یا چارٹر پیش کیا جس کی بنا پر تحریک کو چارٹسٹوں کی تحریک کہنے لگے۔ مطالبات یہ تھے:

(1) ہر بالغ کو حق رائے ملے۔

(2) ووٹ بیلٹ کے ذریعے سے ہوں۔

(3) پارلیمنٹ کے ممبروں کے لیے مالکان جائداد ہونے کی شرط منسوخ کر دی جائے۔

(4) ممبروں کو مشاہرے ملیں۔

(5) تمام حلقہ ہائے انتخابات برابر ہوں۔

(6) پارلیمنٹ ہر سال منتخب ہوا کرے۔

پارلیمنٹ نے یہ چارٹر مسترد کر دیا۔ اس پر جگہ جگہ ہنگامے بپا ہوئے۔ 1842ء میں چارٹسٹوں نے ایک کنونشن بلائی اور از سر نو اپنے مطالبات پیش کیے۔ اس مرتبہ بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ 1848ء میں چارٹسٹوں کی آخری کنونشن ہوئی اور ایک عظیم مظاہرہ بھی کیا گیا۔

متفرق واقعات:

متفرق واقعات کا نقشہ یہ ہے:

(1) چونکہ مشترکہ سرمائے سے بینک جاری کرنے کا سلسلہ عام ہو گیا تھا، اس لیے 1844ء میں بینکوں کے لیے چارٹر ایکٹ بنایا گیا۔ اس ایکٹ کے مطابق بینک آف انگلینڈ کے بینک والا محکمہ اور نوٹ جاری کرنے والا محکمہ الگ الگ جاری کر دیئے گئے۔

(2) 1845ء میں قانون غلہ کے خلاف زور شور سے ہنگامہ بپا ہوا اور یہ قانون منسوخ کر دیا گیا۔

(3) ایک یہودی جو برطانوی رعایا تھا، یونان میں رہتا تھا یونانیوں نے سامیوں کی مخالفت کے جوش میں اس کا گھر جلا دیا۔ حکومت برطانیہ نے یونانی جہاز پکڑ لیے اور جب تک یہودی کے نقصان کی تلافی نہ کرائی گئی اس وقت تک یونان کا پیچھا نہ چھوڑا۔

(4) 1891ء میں ہائیڈ پارک میں ایک عظیم الشان نمائش کا انتظام ہوا، جس میں تمام قوموں نے اپنے ہاں کی مصنوعات بھیجیں، اپنی نوعیت کی یہ پہلی نمائش تھی۔

(5) جولائی 1858ء میں یہودیوں پر سے تمام پابندیاں اٹھا دی گئیں۔

(6) اسی سال اگست میں انڈیا بل منظور ہوا، جس کے مطابق ایسٹ انڈیا کمپنی کے تمام سیاسی اختیارات ختم کر دیئے گئے اور ہندوستان کی حکومت براہ راست تاج برطانیہ کے حوالے ہو گئی۔

(7) 1860ء میں فرانس کے ساتھ تجارتی معاہدہ ہوا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ آزاد تجارت کو فروغ حاصل ہو۔

(8) دسمبر 1861ء میں ملکہ کے شوہر پرنس کنسرٹ کی وفات۔

(9) اگست 1867ء میں پارلیمنٹ کی اصلاح کا نیا قانون منظور ہوا، جس کے مطابق حق رائے میں توسیع

کردی گئی۔

(10) 1870ء میں تعلیمی بل منظور ہوا، جس کے مطابق تعلیم کے نظام کی بعض نمایاں خرابیاں دور کی گئیں۔ اس میں دو قسم کے سکول تجویز ہوئے: اول وہ سکول جن کا کام بہت اچھا تھا۔ ان کے لیے حکومت کی طرف سے امداد زیادہ کردی گئی، لیکن لوکل باڈیز کی طرف سے امداد لینے کا انھیں حق نہ تھا۔ دوسرے وہ سکول جو منتخب بورڈوں کے ماتحت تھے۔ مذہبی تعلیم پہلی قسم کے سکولوں میں باقی رکھی گئی دوسری قسم کے اسکولوں میں روک دی گئی۔

(11) نومبر 1875ء میں حکومت برطانیہ نے خدیو اسماعیل پاشا والیٔ مصر سے نہر سویز کے حصے خرید لیے۔ سویز کمپنی کے چوالیس فیصد حصے اس کے قبضے میں تھے اور وہ روپے کی ضرورت کے پیش نظر انھیں گرو رکھنے کے لیے تیار تھا۔

(12) 1876ء میں ملکہ نے قیصرۂ ہند کا لقب اختیار کیا۔ تعلیم یافتہ انگریز اس لقب کو انگریزی طور طریقوں کے خلاف قرار دیتے تھے۔

(13) 1883ء میں ایک قانون منظور ہوا، جس کے مطابق طے کر دیا گیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات میں تمام پارٹیاں زیادہ سے زیادہ آٹھ لاکھ پاؤنڈ خرچ کر سکتی ہیں۔ 1880ء کے انتخابات میں پچیس لاکھ پاؤنڈ خرچ ہوئے۔

(14) 1887ء میں ملکہ کی جبلی اور 1897ء میں ڈائمنڈ جبلی منائی گئی۔

(15) 1893ء میں آزاد مزدور پارٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ 1900ء میں اس پارٹی نے ایک کمیٹی بنادی جس کا مقصد یہ تھا کہ پارلیمنٹ میں مزدوروں کی ایک الگ پارٹی ہو۔

(16) 22 جنوری 1901ء کو ملکہ وکٹوریا نے وفات پائی۔

(17) جنوبی افریقہ میں جنگ ہوئی۔ جو عام طور پر بررُوں کی جنگ کہلاتی ہے۔

آئرلینڈ:

آئرلینڈ کا مسئلہ انگلستان کے لیے اسی وقت سے تشویش کا باعث بنا رہا، جب سے اس پر قبضہ جمایا گیا تھا۔ وہاں کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب کیتھولک تھا اور انگلستان کے باشندوں کی اکثریت پراٹسٹنٹ تھی۔ پھر آئرلینڈ والے آزادی چاہتے تھے۔ انگلستان کے باشندوں نے آئرلینڈ پہنچ کر بڑی بڑی جاگیریں

سنبھالی لی تھیں اور مقامی باشندوں کی اکثریت محض کاشت کار رہ گئی تھی۔ وہاں کئی مرتبہ آزادی کی تحریک جاری ہوئی، لیکن کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

1840ء کے بعد وہاں قحط پڑ گیا۔ آئرستانیوں نے سمجھا کہ یہ سب کچھ انگلستان کی محکومی کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ وہاں نوجوان آئرلینڈ پارٹی (Young Ireland Party) کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی گئی۔ ولیم سمتھ اور برئن (William Smith O'Brien) اس کا لیڈر تھا۔ قومی تحریک اس پارٹی نے سنبھالی لی۔ اسی سے ایک انقلابی تحریک جاری ہوئی۔ 1848ء میں یورپ کے مختلف ملکوں کے اندر ہنگامے بپا ہوئے تو آئرستانیوں نے بھی ٹپریری (Tipperary) میں بغاوت کا انتظام کر لیا۔ اوبرئن کو امید تھی کہ تمام کسان اور کاشت کار ساتھ دیں گے۔ یہ امید پوری نہ ہوئی اور تحریک ناکام ہو گئی۔

لیکن آئرلینڈ کا مسئلہ بدستور باقی رہا۔ وہاں سے لوگوں کی خاصی بڑی تعداد امریکہ پہنچی ہوئی تھی۔ 1858ء میں انھوں نے فینی برادری (Fenian brotherhood) کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی جس کا مقصد یہ تھا کہ ہر ممکن ذریعے سے آئرلینڈ میں انگریزی حکومت کا تختہ الٹ جائے۔ انھوں نے روپیہ جمع کیا اور خاصی مقدار میں ہتھیار خرید لیے۔ کینیڈا پر حملہ بولا (1866ء)، لیکن اس میں ناکامی ہوئی۔ آئرلینڈ میں عام سرکشی کا انتظام کیا۔ مارچ (1867ء)۔ اس سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ جگہ جگہ مار دھاڑ ہوئی، آخر یہ تحریک بھی ناکام ہو گئی۔

اصلاح کی کوشش:

بہرحال آئرلینڈ میں بے چینی کا معاملہ سب پر آشکار ہو چکا تھا۔ 1868ء میں گلیڈسٹون نے وزارت بنائی تو اعلان کر دیا کہ میرا اصل مقصد آئرستانیوں کا اطمینان ہے۔ چنانچہ اس نے 1870ء میں آئرلینڈ کی زمینوں کے متعلق ایک قانون پارلیمنٹ میں پیش کر دیا جس کا مقصد یہ تھا کہ جو نظام جاری تھا اس کی خرابیاں دور کر دی جائیں اور کاشت کاروں کے لیے زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کی جائیں۔ آئرلینڈ اور انگلستان کے بڑے زمیندار کے طرز عمل میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ انگلستان کے بڑے زمیندار زمین کی درستی میں روپیہ لگاتے، اس کی آمدنی بڑھانے کی تدبیریں کرتے اور ان کے سلسلے میں مالی بوجھ خود اٹھاتے، لیکن آئرلینڈ کے زمینداروں کو ایسے کسی معاملے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ سارا بوجھ کاشت کاروں پر ڈالتے تھے اور کاشت کاروں کو زمین کی درستی کے لیے بھی کوئی روپیہ نہ دیتے تھے۔ اسی لیے 1850ء میں کاشت کاروں کے حقوق کی حفاظت کی خاطر ایک جمعیت (Tenant-Right League) بنی تھی جس کا مدعا یہ تھا کہ

کاشت کاروں کے لیے تین چیزیں حاصل کی جائیں: اول مناسب لگان، دوم زمینیں کاشت کاروں سے یونہی نہ چھین لی جائیں، بلکہ انھیں اطمینان سے ایک جگہ بیٹھے رہنے کا موقع دیا جائے، سوم وہ جب چاہیں اپنے حصے آزادانہ فروخت کر دیں 1۔ گلیڈسٹون کے پیش کردہ قانون میں ان مطالبات کے لیے پہلے تو کچھ موجود نہ تھا، البتہ یہ انتظام کر دیا گیا تھا کہ کاشت کاروں کو کسی زمین سے بلا وجہ نکالا جائے تو معاوضہ دیا جائے، نیز وہ زمین کے وسائل کی درستی کے لیے جو انتظام کریں اس کا خرچ مالک زمین سے لے لیں۔ ساتھ ہی یہ انتظام کر دیا گیا کہ اگر کاشت کار زمین مالکوں سے خرید لینا چاہیں تو حکومت کی طرف سے ان کے لیے قرض کا انتظام کر دیا جائے۔ اس قانون سے نہ اصل خرابیاں دور ہوئیں، نہ کاشت کاروں کو کوئی خاص فائدہ پہنچا، نہ مالکان اراضی اس پر خوش ہوئے۔ وہ جب چاہتے لگان بڑھا لیتے اور جب چاہتے کوئی عذر رکھ کر کاشت کاروں کو نکال دیتے۔

1885ء میں ایک اور قانون منظور ہوا، جس کے مطابق پچاس لاکھ پاؤنڈ کا سرمایہ قائم کر دیا گیا، تاکہ آئرلینڈ کے کاشتکار ہلکے سود پر قرض لے کر زمینیں خرید لیں، پھر چھوٹی چھوٹی قسطوں میں رقم ادا کریں۔ بعد ازاں اس قانون میں چار مرتبہ ترمیمیں ہوئیں۔ آخری ترمیم کے مطابق سرمائے کی رقم دس کروڑ پاؤنڈ پر پہنچ گئی۔

ہوم رول:

اصلاح کے لیے جو کوششیں کی گئیں، ان سے آئرلینڈ میں اطمینان کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ چنانچہ 1871ء میں آئزک بٹ (Isaac Butt) نے بنائی تھی، مگر چارلس سٹیورٹ پارنل (Stewart Parnell) نے قیادت سنبھال لی اور وہی پوری تحریک کا لیڈر رہا۔ حالات خاصے تشویشناک ہو گئے، اس لیے کہ ہوم رول پارٹی پارلیمنٹ میں قدم قدم پر مزاحمت کرتی تھی اور اس سے آئرستانیوں میں بے چینی تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ چنانچہ حکومت کو نئے سخت وسائل اختیار کرنے پڑے۔ 1881ء میں گلیڈسٹون نے نیا قانون اراضی منظور کرایا، جس میں 1870ء کے قانون کی خرابیاں دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کا مفاد یہ تھا کہ پندرہ سال کے لیے مناسب لگان مقرر کر دیا جائے اور مالک و کاشتکار کے درمیان تصفیے کے لیے ایک عدالت بنا دی گئی۔ اکتوبر میں پارنل اور اس کے ساتھیوں کو اس بنا پر قید کر دیا گیا کہ وہ کاشتکاروں کو قانون اراضی سے فائدہ نہیں اٹھانے دیتے اور مزاحم ہو رہے ہیں۔ جب انھوں نے اقرار کر لیا کہ آئندہ بائی کاٹ کے حربے سے کام نہ لیں گے اور لبرل پارٹی کے ساتھ تعاون کریں گے تو انھیں رہا کر دیا گیا۔ 6 مئی 1882ء کو آئرلینڈ کا نیا چیف پولیس کو تلاشی اور گرفتاری کے وسیع اختیارات دے دیے۔ آئرستانی انتہا

پسندوں نے بھی جواب میں دہشت پسند اختیار کر لی اور انگلستان کی بڑی بڑی عمارتوں کو ڈائنامیٹ سے اڑا دینے کا فیصلہ کر لیا۔

1886ء میں ہوم رول کے لیے پہلا مسودہ قانون بنا، جس کا مفاد یہ تھا کہ آئرستانی پارلیمنٹ کے دو ایوان ہوں گے: ایوان بالا میں اٹھائیس نمائندے امیروں کے ہوں گے اور پچھتر نمائندے دوسرے دولت مند طبقات کے۔ ایوان زیریں کے کل ممبر دو سو چار ہوں گے۔ اس پارلیمنٹ کو خاصے اختیارات دے دیے گئے، لیکن فوج، بحریات، تجارت، جہاز رانی، تاج وغیرہ کے ساتھ تعلقات کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

ایڈورڈ ہفتم:

ملکہ وکٹوریا کے بعد اس کا بیٹا ایڈورڈ ہفتم تخت نشین ہوا جس کی عمر ساٹھ برس کی ہو چکی تھی۔ اس نے تقریباً نو سال حکومت کی۔ اس کے عہد کا کوئی خاص واقعہ قابل ذکر نہیں۔ 1903ء میں جوزف چیمبر لین نے بحری محاصل میں اصلاح کی تحریک جاری کی، جس کا مقصد یہ تھا کہ غلے، آٹے، گوشت، مکھن اور غیر ملکی مصنوعات پر ہلکے محصول لگائے جائیں۔ جنوبی افریقہ کی جنگ میں ثابت ہو چکا تھا کہ فوجی نظام میں بہت خرابیاں ہیں، چنانچہ ایک دفاعی مجلس بنا دی گئی جس کا صدر وزیر اعظم مقرر ہوا۔ سپہ سالار اعظم کی جگہ ایک فوجی کونسل مقرر ہو گئی جس میں وزیر جنگ کے علاوہ چار فوجی افسر ایک سویلین اور ایک ماہر مالیات کو رکھا گیا۔ افسروں کے تقرر کا معاملہ ایک بورڈ کے حوالے کر دیا گیا۔ بیرونی تعلقات کے سلسلے میں صرف یہ امر قابل ذکر ہے کہ 1940ء میں فرانس کے ساتھ ایک خاص معاہدہ ہو گیا جس میں بعد ازاں روس بھی شامل ہو گیا۔ یہی اتحاد تھا کہ جس کی بنا پر پہلی جنگ عظیم میں جرمنی اور آسٹریا کے خلاف فرانس و برطانیہ نے جنگ کی۔ 1902ء میں نیا تعلیمی قانون منظور ہوا جس میں نظام تعلیم کی مزید اصلاح کی گئی۔

1905ء میں لبرل پارٹی کے لیڈر کیمبل بیز مین نے وزارت بنائی۔ 1905ء میں بیز مین نے خرابی صحت کی بنا پر استعفیٰ دیا تو ہربرٹ ایسکوئتھ وزیر اعظم بنا۔ اس وزارت میں لارڈ گرے وزیر خارجہ رہا۔

عوامی بجٹ:

1909ء میں لائڈ جارج نے وزیر مالیات کی حیثیت میں ایک بجٹ تیار کیا، جو اپنی خصوصیات کے باعث عوامی بجٹ کے نام سے مشہور ہوا۔ بحریات پر بھاری رقمیں خرچ ہو چکی تھیں اور فلاحی تدبیروں میں بھی بڑا روپیہ صرف ہوا تھا، اس وجہ سے بھی بجٹ میں بہت بڑا خسارہ نمایاں ہو گیا۔ لائڈ جارج نے خسارے کو پورا کرنے کی تدبیر یہ کی کہ محاصل کا بوجھ عوام کے بجائے دولت مندوں پر ڈال دیا۔ مثلاً انکم ٹیکس اور محاصل

میراث کی شرح بڑھا دی۔ جو آمدنی کسی محنت یا تکلیف کے بغیر ہوتی تھی، اس پر خاص محصول عائد کر دیئے۔ اجارے کی شرحیں بڑھا دیں۔ اس بجٹ پر دارالعوام میں گرما گرم بحث ہوئی، لیکن یہ منظور ہو گیا۔ دارالامراء نے فیصلہ کیا کہ جب تک رائے عام حاصل نہ کر لی جائے اسے منظور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسی مسئلے پر نئے انتخابات ہوں۔ وزیر اعظم نے امراء کے اس فیصلے کو دستور کی خلاف ورزی قرار دیا۔ جنوری 1910ء میں انتخابات ہوئے۔ لبرل پارٹی نے آئرلینڈ کی ہوم رول پارٹی کے ساتھ مل کر یہ فیصلہ کر لیا کہ دارالامراء کے اختیارات زیادہ سے زیادہ گھٹا دیئے جائیں، یہاں تک کہ وہ ہوم رول کی تحریک کو بھی رد نہ کر سکے۔ انتخابات میں لبرل پارٹی کی تعداد گھٹ گئی، لیکن وہ اپنے پروگرام کو لباس عمل پہنانے پر جمی رہی اور اس کا قدم آگے ہی بڑھتا گیا۔

جارج پنجم:

6 مئی 1910ء کو ایڈورڈ ہفتم فوت ہوا اور اس کا ولی عہد جارج پنجم کے لقب سے بادشاہ بنا۔ نئے انتخابات کے بعد دارالعوام نے تین قراردادیں منظور کیں:

(1) دارالامراء کو مالیات کے بل پر ویٹو کا کوئی اختیار نہ ہو۔

(2) جو قانون دارالعوام کے پے در پے تین اجلاسوں میں منظور ہو جائے وہ دارالامراء کے ویٹو کے باوجود قانون بن جائے، البتہ یہ ضروری ہے کہ ایسے قانون کی ابتدائی پیشکش اور آخری منظوری میں کم از کم دو سال کا فصل ہو۔

(3) پارلیمنٹ کی زیادہ سے زیادہ میعاد سات سال کے بجائے پانچ سال ہو۔

اس کے بعد پھر انتخابات ہوئے اور پارلیمنٹ کا قانون دوبارہ منظور ہوا۔ دارالامراء نے اسے کچھ ترمیموں کے ساتھ منظور کیا جو وزیر اعظم کو منظور نہ تھیں۔ جب وزیر اعظم نے فیصلہ کر لیا کہ امراء کی تعداد بڑھا کر یہ قانون منظور کرا لے گا تو دارالامراء نے ہتھیار ڈال دیئے۔ 10 اگست 1911ء کو دارالعوام نے اپنے ہر ممبر کے لیے چار سو پونڈ سالانہ کا مشاہرہ منظور کیا۔

ہوم رول:

آئرلینڈ کے لیے ہوم رول کا مسئلہ معلق چلا آ رہا تھا۔ اپریل 1912ء میں پھر یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں پیش ہوا۔ اب السٹر[1] کے پراٹسٹنٹوں نے اس کی مخالفت شروع کر دی۔ ایڈورڈ کارسن (Edward Carson) پراٹسٹنٹوں کا لیڈر تھا۔ بیلفاسٹ (Belfast) میں اہل السٹر کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس

میں ہوم رول کی مخالفت کا حلف اٹھایا گیا۔ دسمبر 1913ء میں ایک لاکھ رضا کار اس عملی مخالفت کے لیے تیار ہو گئے اور سخت خطرہ پیدا ہو گیا کہ خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔

10 فروری 1914ء کو پارلیمنٹ نے ہوم رول کا قانون تیسری مرتبہ منظور کر لیا اور اب اس کا قانون بن جانا لازم تھا۔ وزیر اعظم نے مصالحت کی غرض سے یہ تجویز پیش کر دی کہ السٹر کو چھ سال کے لیے علیحدگی کا حق دے دیا جائے۔ دارالامراء نے یہ فیصلہ کیا کہ السٹر کو مستقل طور پر ہوم رول سے الگ رکھا جائے۔ 18 ستمبر کو ہوم رول کا قانون بادشاہ نے منظور کر لیا، لیکن اس وقت تک جنگ شروع ہو چکی تھی اور فیصلہ کر دیا گیا کہ اسے جنگ کے بعد جاری کیا جائے۔ جنگ کے بعد نیا ہوم رول بل پیش ہو گیا، جس کا ذکر موقع پر آئے گا۔

ہالینڈ اور بلجیم

مشترکہ بادشاہی:

نپولین کی پہلی شکست کے بعد یورپی مدبروں نے یہ سوچا کہ اگر ہالینڈ اور بلجیم کو متحد کر کے ایک حکومت کے ماتحت رکھا جائے تو یہ فرانس کے خلاف ایک زبردست مورچہ بن جائے گا۔ چنانچہ ہالینڈ کے حکمران ولیم اورنج کے ساتھ فیصلہ کر کے اسے دونوں ملکوں کی متحدہ حکومت سونپ دی گئی۔ یہ زریں موقع تھا، لیکن ولیم نے کوئی ایسا کام نہ کیا جو بلجیم اور ہالینڈ کے اتحاد کو تقویت پہنچا سکتا۔ دونوں ملکوں کے درمیان روایات، عادات، مذہب اور مفاد کے اختلافات تھے۔ ولیم بادشاہ کی حیثیت میں ان اختلافات کو کم نہ کر سکا۔ مرکز حکومت ہالینڈ میں تھا۔ بادشاہ ہالینڈ کا تھا، زیادہ تر افسر بھی ولندیزی ہی تھے۔ بلجیم کو صرف دارالعوام میں برابر کی نمائندگی حاصل تھی۔ ان حالات کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ اہل بلجیم میں علیحدگی کی تحریک زور پکڑتی۔ چنانچہ 25 جولائی 1830ء کو انقلابی تحریک جاری ہوئی۔ برسلز میں مزدوروں اور فوج کے درمیان شدید جنگ کی نوبت آئی۔ 4 اکتوبر کو آزادی کا اعلان کر دیا گیا اور ایک عارضی حکومت بنا دی گئی۔ قومی نمائندوں کو دعوت دے دی گئی کہ دستور تیار کریں۔ ولندیزوں نے اینٹورپ پر گولہ باری شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل بلجیم کے ساتھ مصالحت کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ چنانچہ ولیم اور اس کے جانشینوں کی معزولی کا اعلان کر دیا گیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ بلجیم کی الگ بادشاہی قائم کر لی جائے اور وہ دستوری بادشاہی ہو۔ اسی سال دسمبر میں متحدہ حکومت توڑ دی گئی اور بلجیم ہالینڈ سے الگ ہو گیا۔ اہل بلجیم نے پہلے فرانس کے بادشاہ لوئی فلپ کے بیٹے کو اپنا بادشاہ تجویز کیا۔ لوئی فلپ اس تجویز کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوا۔ 4 جون 1831ء کو شہزادہ لیوپولڈ بادشاہ تجویز ہوا، جو ملکہ وکٹوریا کا ماموں تھا اور اس کی پہلی شادی ولیم چہارم شاہ انگلستان کی بیٹی سے ہوئی تھی، جو بہت پہلے مر چکی تھی۔

فرمانروایان ہالینڈ

ولیم پنجم (صاحب ریاست)

1751ء-1795ء

ولیم اوّل

1813ء-1840ء

(بادشاہ)

ولیم دوم

1840ء-1849ء

ولیم سوم

1849ء-1890ء

ملکہ ولہلمینا

1890ء-1948ء

ملکہ جولیانا

1948ء-

ولیم مدت تک اس تجویز کی مخالفت کرتا رہا، ایک موقعے پر اس نے بہت بڑی فوج بلجیم میں بھیج دی تھی، لیکن فرانس کی فوج مقابلے کے لیے بلجیم پہنچی تو ولندیزوں کو واپس ہونا پڑا۔ آخر ولیم نے 19 اپریل 1819ء کو علیحدگی منظور کر لی، لیکن لکسم برگ اور لم برگ کے علاقے پورے کے پورے بلجیم کو نہ دیئے۔

بلجیم کی نئی بادشاہی:

شہزادہ لیوپولڈ 1831ء میں بادشاہ بنا۔ اس نے انتخابی قوانین کی اصلاح کی۔ نیشنل بنک قائم کیا۔ فرانس و برطانیہ کے ساتھ تجارتی معاہدے کے لیے دریائے سیلٹ میں کشتی رانی کی عام اجازت دے دی۔

1865ء میں اس نے وفات پائی اور اس کا بیٹا لیو پولڈ دوم کے لقب سے بادشاہ بنا۔ بیچ میں چند سال ایسے آئے کہ بلجیم کو اپنی آزادی کے متعلق تشویش لگی رہی، اس لیے کہ اندیشہ تھا کہ نپولین سوم شاہ فرانس بلجیم کی ریلوں پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ 1870ء میں فرانس اور پروشیا کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ انگلستان نے خود بلجیم کی غیر جانب داری کو محفوظ رکھنے کا اقرار کر لیا اور کوشش کر کے پروشیا اور فرانس سے بھی یہی اقرار لے لیا۔

تعلیمی اصلاح کے لیے قوانین بنے۔ 1885ء میں افریقہ کے اندر کانگو کی آزاد ریاست قائم ہوئی جس نے لیو پولڈ دوم کو اپنا حکمران بنا لیا۔ یہ ریاست لیو پولڈ کی کوشش سے وجود پذیر ہوئی تھی اور تمام طاقتوں نے اسے منظور کر لیا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ ریاست کے حالات اچھے نہیں۔ 1905ء میں ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر ہوا۔ بادشاہ نے بعد ازاں یہ ریاست قوم کے حوالے کر دی اور اس کا نام بلجیم کانگو قرار پایا۔

1909ء میں لیو پولڈ فوت ہوا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی، البذا اس کا بھتیجا البرٹ بادشاہ بنا۔ 1913ء میں عام فوجی خدمت لازم قرار دے دی گئی۔ 2 اگست 1914ء کو جرمنوں کی طرف سے بلجیم کے پاس الٹی میٹم آیا کہ فوج کو گزارنے کی اجازت دے دی جائے۔ یہ الٹی میٹم رد کر دیا گیا۔ اس پر لڑائی شروع ہو گئی۔

فرمانروانِ بلجیم

(خاندان کوبرگ)

فرانسیس فریڈرک

لیو پولڈ اول
شاہ بلجیم
1831ء-1865ء

فلپ لیو پولڈ دوم

1865ء-1909ء
البرٹ
1909ء-1934ء

لیوپولڈ سوم
1935ء-1951ء

بادواں
1951ء

ہالینڈ کی بادشاہی:

ولیم کسی قسم کی اصلاح کے لیے تیار نہ تھا، اس وجہ سے ہردلعزیزی کھو بیٹھا۔ اس نے 1840ء میں تخت چھوڑ دیا اور اس کا بیٹا ولیم دوم کے لقب سے بادشاہ بنا۔ یورپ میں عام طور پر بغاوتیں ہو رہی تھیں اور آزادخیالی ہر جگہ قوت پکڑ رہی تھی۔ ولیم نے 1848ء میں آزادخیال گروہ کے زیر اثر دستور پر نظر ثانی منظور کرلی۔ بادشاہ کا اقتدار گھٹا دیا گیا اور پارلیمنٹ کا اقتدار بڑھ گیا۔

1849ء میں ولیم دوم کی وفات پر اس کا بیٹا ولیم سوم تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں تجارت خوب پھیلی۔ 1862ء میں ولندیزی غرب الہند کے اندر غلامی موقوف کردی گئی۔ 1887ء میں حق رائے کے اندر توسیع ہوئی۔ 1890ء میں ولیم سوم کی بیٹی ولہلمینا ملکہ بنی۔ 1896ء میں حق رائے کے اندر مزید توسیع ہوئی اور رائے دہندوں کی تعداد تین لاکھ سے سات لاکھ تک پہنچ گئی۔ 1917ء میں بالغوں کو حق رائے مل گیا۔

فرانس

بوربون بادشاہی:

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ نپولین کی ابتدائی دست برداری پر لوئی شانز دہم کا بھائی لوئی ہیجدہم کے لقب سے بادشاہ بنا تھا۔ اس نے ایک دستور منظور کیا اور ایسا نظام حکومت قائم کیا جو انگریزوں کے نظام سے ملتا جلتا تھا۔ جب نپولین یکا یک واپس آ گیا تو لوئی کو بھاگنا پڑا۔ جولائی 1815ء میں اس کی حکومت از سرنو بحال ہوئی تو اس کا اثر واقتدار برائے نام رہ گیا تھا۔ خاندان کے حامی اور متوسل جگہ جگہ اختیارات سنبھال بیٹھے تھے اور انھوں نے ظلم وجور کا طوفان بپا کر دیا۔ جو لوگ انقلاب میں حصہ لے چکے تھے یا خاندان نپولین کے حامی رہ چکے تھے، ان کے لیے زندگی اجیرن بنا دی گئی۔ اگست 1815ء میں انتخابات ہوئے تو بوربون خاندان کے انتہا پسند حامیوں کی بہت بڑی اکثریت منتخب ہو کر آ گئی۔ انھوں نے حالات اتنے نازک بنا دیے کہ اتحادیوں کے نمائندوں نے بادشاہ پر دباؤ ڈال کر نئے انتخابات کا فیصلہ کرا دیا۔ دوسرے انتخابات میں اعتدال پسندوں کی اکثریت منتخب ہوئی۔ 1818ء میں فرانس نے تاوان ادا کر دیا اور اتحادی فوجیں فرانس سے نکل گئیں۔ 1823ء میں فرانسیسی فوجوں نے فرڈی نندہفتم شاہ ہسپانیہ کی امداد میں ہسپانیہ پر حملہ کیا۔

چارلس دہم:

1824ء میں لوئی ہیجدہم فوت ہوا تو اس کا چھوٹا بھائی چارلس دہم کے لقب سے بادشاہ بن گیا۔ اس نے بھی اپنے ہی آدمیوں کی پاسداری جاری رکھی۔ چنانچہ 1825 میں ایک قانون منظور کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جن امراء کی جاگیریں انقلاب میں چھن گئیں ان کا معاوضہ ان لوگوں سے پورا کیا جائے، جنھوں نے حکومت کے تمسکات خرید رکھے تھے۔ اور یہ لوگ عموماً سرمایہ دار تھے۔ اسی طرح کلیسا کی بھی حمایت کی گئی۔ مثلاً ایک قانون منظور ہوا جس کے رو سے مذہب کے خلاف خاص جرائم کے لیے موت کی سزا تجویز کی گئی۔ قومی گارد توڑ دی گئی۔ جگہ جگہ خفیہ انجمنیں قائم ہو گئیں۔

چارلس نے 1827ء میں انتخابات کرائے تو آزاد خیالوں نے اکثریت حاصل کر لی۔ بادشاہ نے اپنی مرضی کی وزارت قائم کرنی چاہی۔ دوسو اکیس آزاد خیال نمائندوں نے تحریراً بادشاہ کے اس فعل کی مذمت کی۔ چارلس نے پارلیمنٹ توڑ دی۔ نئے انتخابات میں بھی اکثریت بادشاہ کے مخالفوں کی تھی۔ غرض

بادشاہ اور آزا خیالوں کی کشمکش نے 1830ء کے انقلاب کا راستہ ہموار کر دیا۔ پیرس میں پہلے ہی سے جمہوریت کی تحریک جاری تھی۔ جولائی میں باغی پیرس کے مالک بن گئے۔ آزاد خیالوں نے لوئی فلپ (Louis Philip) ڈیوک آو اور لیانز سے کہا کہ دستوری بادشاہی کو بچائے۔ پیرس نے لوئی فلپ کی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ چارلس دہم کی بادشاہی ختم ہو گئی۔

لوئی فلپ: (1830ء-1848)

لوئی فلپ بادشاہ بن گیا، لیکن انتہا پسند جمہوریت دوست اس پر ہرگز راضی نہ تھے۔ انھوں نے لوئی فلپ کو اس لیے بادشاہ تسلیم کیا تھا کہ اس کے ذریعے سے انقلاب کامیاب ہو جائے گا اور بعد ازاں وہ بادشاہی سے دست بردار ہو کر جمہوری حکومت قائم کر دے گا۔ اب انھیں احساس ہوا کہ یہ امید محض سراب تھی، لیکن اس کی تلافی ممکن نہ رہی تھی۔ پھر لوئی فلپ نے جو پالیسی اختیار کی اس نے انتہا پسندوں کو مزید رنج پہنچایا۔ مثلاً اٹلی اور پولینڈ میں بغاوتیں ہوئیں۔ لوئی فلپ کی طرف سے انھیں کوئی امداد نہ دی گئی۔ مزدوروں اور کارکنوں کی طرف سے جو مطالبات پیش ہوئے، لوئی فلپ کی حکومت نے ان کی بھی مخالفت کی۔ 1831ء میں بمقام لیانز مزدوروں کا ہنگامہ بپا ہوا، جسے بڑی مشکل سے فرو کیا گیا۔ خفیہ انجمنیں جگہ جگہ بن گئیں۔ آزاد خیال اخباروں میں بادشاہ پر بے پناہ حملے کیے گئے۔ 1834ء میں پھر پیرس اور لیانز کے اندر انتہا پسندوں کے ہنگامے بپا ہوئے۔ انھیں بڑی سختی سے دبایا گیا۔ 1835ء میں کارسیکا کا ایک انتہا پسند نے لوئی فلپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ ان حالات کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ تعزیری قوانین سے زیادہ سے زیادہ سخت ہو جاتے اور یہی ہوا۔

1840ء سے 1848ء تک فرانس میں صنعتی ترقی کی رفتار بہت تیز ہو گئی۔ ریلیں جگہ جگہ پھیل گئیں۔ سڑکیں بن گئیں۔ پل بن گئے۔ سرنگیں کھد گئیں۔ اس وجہ سے مزدوروں کا مسئلہ خاص توجہ کا محتاج بن گیا۔ 1846ء میں زراعت وصنعت کے اندر ایک غیر معمولی افسردگی پیدا ہوئی جس سے بے روزگاری بہت بڑھ گئی اور انقلابی تحریک عام ہو گئی۔ اب یہ مطالبہ شروع ہوا کہ قانون انتخاب کی اصلاح کی جائے۔ حق رائے بڑھایا جائے۔ رشوت کے ذریعے سے عہدے حاصل کر لینے کا سلسلہ ختم کیا جائے۔ 1848ء میں پیرس کے اندر ایک مظاہرہ ہوا جس سے بدامنی پیدا ہو گئی۔ 22 فروری کو مزدوروں، طالب علموں اور عام لوگوں نے مل کر پھر ایک مظاہرہ کیا اور جگہ جگہ مورچے بنا کر لڑائی شروع کر دی۔ آخر 24 فروری کو لوئی فلپ اپنے پوتے کے حق میں تخت سے دست بردار ہو گیا۔ انقلابیوں نے پوتے کو نظر انداز کر کے اپنی رعارضی حکومت بنالی اور شام کے وقت جمہوریت کا اعلان کر دیا فرانس میں یہ دوسری جمہوریت تھی جو 1848ء سے

1852ء تک قائم رہی۔

دوسری جمہوریت:

جمہوریت قائم ہوگئی، لیکن پارٹیاں ہم رائے نہ تھیں۔ ایک گروہ اعتدال پسندوں کا تھا جو جمہوریت کو قبول کر لینے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے، تاہم یہ ضرور چاہتے تھے کہ اس کا پروگرام انتہا پسندانہ نہ ہونا چاہیے۔ ان کے مقابلے میں انتہا پسندوں کا گروہ تھا، جو چاہتا تھا کہ جمہوریت کے قیام کے ساتھ ہی وسیع پیمانے پر اقتصادی اور معاشی اصلاحات کر دی جائیں۔ ان کا پروگرام "کمیونسٹوں" کا سا تھا۔ ایک گروہ بادشاہ پسندوں کا بھی تھا۔ ان میں مختلف خیال کے آدمی تھے۔ بعض اصل بوربون خاندان کے حامی تھے، بعض اس خاندان کی اورلیانی شاخ کے حامی تھے، جس سے لوئی فلپ کا تعلق تھا اور بعض بونا پارٹ خاندان کے حامی تھے۔

بہر حال حکومت بنی تو کارکنوں اور مزدوروں کی کارکردگی کے لیے جگہ جگہ قومی کارخانے قائم کر دیئے گئے، لیکن اس سے بے روزگاروں کو کوئی خاص مدد نہ مل سکی۔ اس پر مظاہرے شروع ہو گئے۔ چنانچہ ایک مظاہرہ 17 مارچ کو ہوا اور دوسرا 16 اپریل کو۔ انتخابات ہوئے تو اعتدال پسند جمہوریت دوستوں کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ مختلف پارٹیوں کی کیفیت یہ تھی:

پارٹی	ممبر
اعتدال پسند	500
انتہا پسند	قریباً 100
بوربون خاندان کے حامی	قریباً 100
اورلیانز خاندان کے حامی	قریباً 200

لوئی نپولین:

بہر حال بے چینی کے اسباب موجود تھے۔ جون 1848ء میں نہایت سخت فسادات ہوئے اور گلیوں بازاروں میں اتنا خون بہا، جیسا یورپ کے کسی ملک نے نہ دیکھا تھا۔ آخر مجبور ہو کر ایک جرنیل کو قیام امن کا ذمے دار بنا دیا گیا۔

نئی اسمبلی نے نیا دستور تیار کیا اور پریذیڈنٹ کا انتخاب عمل میں آیا۔ دو آدمی امیدوار تھے: ایک وہی جرنیل، جس نے فسادات روکے تھے، دوسرا نپولین کا بھتیجا لوئی نپولین۔ لوئی نپولین کامیاب ہوا اور اس نے

ترپن لاکھ سے اوپر ووٹ حاصل کیے۔ 20 دسمبر کو لوئی نپولین نے اپنے عہدے کا حلف اٹھالیا۔

جمہوریت پسندوں کا خیال تھا کہ لوئی نپولین کی سرکردگی میں جمہوری پروگرام کو جلد سے جلد عمل میں لایا جاسکتے گا، لیکن لوئی نپولین نے بالکل الٹا طریقہ اختیار کیا اور قدامت پسندوں کو بروئے کار لانے کے انتظامات شروع کر دیے۔ فوج فراہم کر لی گئی اور اس کے دباؤ کے ماتحت آہستہ آہستہ اپنے حامیوں کے لیے قدم جمانے کا موقع پیدا کر دیا۔ پہلے اپنے اختیارات بڑھائے، پھر رائے دہندوں کا دائرہ محدود کیا۔ مثلاً اعلان کر دیا کہ وہی شخص ووٹ دینے کا حق دار ہو سکتا ہے جو کسی ایک مقام پر متواتر تین سال مقیم رہا ہو۔ ظاہر ہے کہ ان مزدوروں کے لیے یہ شرط پورا کرنا بہت مشکل تھا جو مزدوری کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی کرتے رہتے تھے۔ کلبوں اور عام اجماعات پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ دستور کی ایک دفعہ یہ تھی کہ کوئی شخص متواتر دو دفعہ صدر نہیں بن سکتا۔ لوئی نپولین نے اس دفعہ میں ترمیم کرانا چاہی تو حسب خواہش ووٹ نہ مل سکے، لہٰذا اس نے فیصلہ کر لیا کہ قوت سے کام لیا جائے۔

بادشاہی کا انتظام:

چنانچہ خفیہ خفیہ عمل کا نقشہ تیار کر لیا گیا۔ 2 دسمبر کی تاریخ جنگ آسٹرلٹز میں کامیابی حاصل کرنے کی تاریخ تھی۔ اسی دن ایک اعلان شائع کیا گیا کہ اسمبلی توڑی جاتی ہے اور رائے عامہ لے کر دستور کو بدلا جائے گا۔ پیرس کے لوگوں سے ہنگامہ آرائی کا خطرہ تھا۔ وہاں فوج موجود تھی۔ نمائندوں میں سے قریباً دو سو نے ایک مقام پر بیٹھ کر لوئی نپولین کو صدارت سے ہٹا دینے کی قرارداد منظور کی، وہ سب گرفتار کر لیے گئے۔ بڑے بڑے اخبار نویس اور دوسرے ممتاز نمائندے بھی پکڑے گئے۔ ان میں سے زیادہ بڑی تعداد جرنیلوں کی تھی۔ جن لوگوں نے مورچے بنا کر لڑنے کا فیصلہ کیا، انھیں توپوں کی گولہ باری سے ختم کر دیا گیا۔ 21 دسمبر 1851ء کو رائے عامہ لی گئی۔ پچھتر لاکھ ووٹ دستور کو بدلنے کے حق میں پڑے، صرف چھ لاکھ چالیس ہزار ووٹ خلاف تھے۔ اکثر لوگ روز روز کے ہنگاموں سے تنگ آئے ہوئے تھے، انھوں نے سوچا کہ چلو لوئی نپولین کی بات مان لو۔ اس کی ڈکٹیٹری قبول کر لو۔ شاید اس طرح امن و حفاظت کا بہتر بندوبست ہو جائے۔ ادھر لوئی نپولین نے جبر و تشدد جاری رکھا۔ بیس ہزار لوگوں کو سزائیں دی گئیں۔ ان میں سے دس ہزار کو فرانس سے نکل کر الجزائر میں جا بسنے کا حکم مل گیا۔

نئے دستور میں حکومت نے رئیس کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دے دیے گئے اور اسے قوم کے روبرو جواب دہ قرار دیا گیا۔ بحری اور بری فوجیں اس کے اختیار میں تھیں۔ جنگ و صلح کا وہ ذمہ دار تھا اور قوانین بنا سکتا تھا۔ خاص فرمان جاری کر سکتا تھا۔

ستمبر 1852ء میں لوئی نپولین نے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ اس کے حامیوں نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ وہ جہاں جاتا، عوام شہنشاہ زندہ باد کے نعرے لگاتے۔ اس کے بعد طبعی اقدام یہی تھا کہ بادشاہی قائم کر دی جاتی۔ چنانچہ 2 دسمبر 1852ء کو اعلان ہو گیا کہ بادشاہی از سر نو قائم ہو گئی۔

لوئی نپولین کا عہدِ حکومت:

لوئی نپولین 1870ء تک حکمران رہا۔ اس کے عہد کے ابتدائی آٹھ سال کی کیفیت یہ تھی:

(1) تشدد آمیز قوانین جاری رہے۔ حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اخبار نہ نکال سکتا تھا اور اجازت اس وقت ملتی تھی جب کوئی شخص نیک چلنی کے لیے پچاس ہزار فرینک کی رقم بطور ضمانت داخل کر دیتا تھا۔ ایڈیٹر خود حکومت مقرر کرتی تھی۔

(2) بادشاہ کے اختیارات میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اسے تجارتی معاہدے کر لینے کا مختار کل بنا دیا گیا۔ اگرچہ بجٹ اسمبلی میں منظور کر لینے کا مختار بنا دیا گیا۔ اگرچہ بجٹ اسمبلی میں منظور ہوتا تھا، لیکن مختلف محکموں کے لیے رقموں کی تقسیم شاہی فرمان کے ذریعے سے ہوتی تھی۔

(3) جنوری 1853ء میں بادشاہ نے ہسپانیہ کے ایک امیر کی بیٹی سے شادی کی۔

(4) جنگ کریمیا میں فرانس نے ترکی اور برطانیہ کے ساتھ مل کر روس کے خلاف جنگ کی، ساتھ ہی فرانس نے روس کے مقابلے میں اپنے کو مسیحی مقامات مقدسہ کی حفاظت کا خاص ذمہ دار قرار دیا۔

(5) پیرس میں بین الاقوامی صنعتی نمائش ہوئی، جو فرانس کی صنعتی اور اقتصادی ترقی کی دستاویز تھی۔ (مئی۔ نومبر 1855ء)

(6) 1857ء میں ریلوے کا قانون بنا اور ریلوے میں بڑی تیزی سے توسیع ہوئی۔ مثلاً 1851ء میں قریباً سوا دو ہزار میل ریل بنی تھی۔ 1858ء یہ سوا دس ہزار میل تک پہنچ گئی۔

(7) فرانس اور پیدماں کے درمیان جنگ (12 مئی۔ 12 جولائی 1859ء) فرانس کے پیدماں سے دو صوبے لے لیے۔

(8) برطانیہ کے ساتھ تجارتی معاہدہ (جنوری 1860ء)

(9) بہت سے بنک قائم ہو گئے۔ پیرس کو نہایت خوبصورت شہر بنانے کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ مزدوروں اور کارکنوں کے مکانوں کی اصلاح ہو گئی۔ خیراتی اداروں کو زیادہ امداد ملنے لگی۔ اصلاحی اور تعمیری سوسائٹیاں بن گئیں۔ پیرس کی آبادی 1851ء میں قریباً تیرہ لاکھ تھی۔ 1866ء میں سوا اٹھارہ لاکھ ہو

گئی۔

بادشاہی کا دوسرا دور:

1860ء سے 1870ء تک لوئی نپولین نے نسبتاً نرمی اور ملائمت کا طریقہ اختیار کیے رکھا۔ چنانچہ سینٹ اور اسمبلی کے اختیارات وسیع کر دیے گئے اور تشدد بہت کم ہو گیا۔ اس عہد کے خاص واقعات یہ ہیں:

(1) اسمبلی کے مالی اختیارات بڑھا دیے گئے، یہاں تک کہ اعلان کر دیا گیا کہ جب اسمبلی کا اجلاس نہ ہو رہا گا اس وقت بھی بادشاہ قرضہ لینے کا حق دار نہ ہوگا، نیز بجٹ کے ایک ایک حصے پر اسمبلی کو ووٹ دینے کا حق ہوگا۔

(2) میکسیکو میں ایک انقلابی جماعت نے حکومت قائم کر لی تھی اور پرانی حکومتوں کے قرضے ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا، اس پر برطانیہ، فرانس اور ہسپانیہ نے اس حکومت پر متحدہ دباؤ ڈالنے کا فیصلہ کیا، اس لیے کہ قرضے انھی حکومتوں کے تھے۔ دسمبر 1861ء میں میکسیکو کے اندر فوجیں اتار دی گئیں۔ جب برطانیہ اور ہسپانیہ پر واضح ہو گیا کہ لوئی نپولین میکس ملین میں کیتھولک حکومت قائم کرنا چاہتا ہے تو وہ واپس ہو گئے۔ لوئی نپولین نے میکس ملین کو بادشاہ بنا دیا۔ جب یورپ کے حالات نازک ہوئے تو فوج واپس بلالی گئی اور میکس ملین مارا گیا۔

(3) 1866ء میں پروشیا اور آسٹریا کے درمیان جنگ ہوئی۔ لوئی نپولین سمجھتا تھا کہ اس کے ختم کرنے میں خاصا وقت لگے گا، لیکن ایک ہی لڑائی میں فیصلہ ہو گیا اور آسٹریا نے ہار مان لی۔ اس پر لوئی نپولین نے پروشیا کے خلاف آسٹریا اور اٹلی سے اتحاد کی گفتگو شروع کی۔ ان میں سے کوئی بھی بے تامل فرانس کی حمایت پر آمادہ نہ ہوا، لیکن لوئی نپولین نے سمجھ لیا کہ پروشیا سے جنگ ہوگی تو اٹلی اور آسٹریا ضرور ساتھ دیں گے۔

(4) 1868ء تک انتہا پسند جماعت پھر بروئے کار آ گئی تھی، چنانچہ ہڑتالیں ہوئیں اور ٹریڈ یونینیں بن گئیں۔

(5) 1869ء کے انتخابات میں سرکاری پارٹی کو چوالیس لاکھ اڑتیس ہزار ووٹ ملے۔ مخالف پارٹی کے ووٹ تینتیس لاکھ پچپن ہزار تھے، گویا فرق بہت کم رہ گیا تھا۔ 20 اپریل 1870ء کو یہ فیصلہ ہوا کہ سینٹ کو قانون ساز مجلس کا ایوان بالا بنا دیا جائے، یعنی وہ بھی قانون سازی میں اسمبلی کا شریک رہے۔ اس پر رائے عامہ لی گئی تو تہتر تہتر لاکھ اٹھاون ہزار ووٹ حق میں آئے اور پندرہ لاکھ بہتر ہزار

خلاف ۔اس سے سمجھا گیا کہ عوام بدستور خاندان نپولین کی سلطنت پسند کرتے ہیں۔

پروشیا سے جنگ:

اس اثناء میں ایک ایسا مسئلہ پیدا ہو گیا جس کی بنا پر پروشیا سے جنگ چھڑ گئی۔ یہ مسئلہ لوئی نپولین یا دربار فرانس کی غلط اندیشی اور جلد بازی کا نتیجہ تھا۔ ہسپانیہ میں انقلاب بپا ہوا۔ ملکہ ازابلا ملک چھوڑ کر چلی گئی۔ اب یہ ضرورت پیش آئی کہ کسی موزوں شخص کو بادشاہ بنالیا جائے۔ قرعہ پروشیا کے شاہی خاندان کے ایک شہزادے لیوپولڈ پر پڑا۔ شاہ پروشیا نے لیوپولڈ کو امیدوار بننے کی اجازت اس شرط پر دے دی کہ ہسپانیہ کی نمائندہ مجلسیں بڑی تعداد میں لیوپولڈ کی حمایت کریں۔ مجلسیں ووٹ کی نوبت آئے بغیر ملتوی ہو گئیں۔ لیوپولڈ کے والد نے اعلان کر دیا کہ میرا بیٹا ہرگز ہسپانیہ کے تخت کا امیدوار نہیں۔

اس طرح معاملہ ختم ہو چکا تھا، لیکن فرانس کی وزارت خارجہ نے اس پر قناعت نہ کرتے ہوئے پروشیا کے بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ آئندہ وہ کبھی اپنے خاندان کے کسی شہزادے کو امیدوار بننے کی اجازت نہ دے گا اور اس بات کی ضمانت دی جانی چاہیے۔ بادشاہ نے یہ مطالبہ ٹھکرا دیا اور فرانس نے 19 جولائی 1870ء کو پروشیا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

پروشیا کی فوجوں نے تین چار لڑائیوں میں فرانس کو پے در پے شکست ہائے فاش دی۔ سیڈان (Sedan) کی جنگ (2 ستمبر 1870ء) میں لوئی نپولین اور اس کی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ پروشیا نے آگے بڑھ کر پیرس کا محاصرہ کر لیا۔ 27 اکتوبر کو ایک اور فرانسیسی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے جس کی تعداد ایک لاکھ تہتر ہزار تھی۔ 28 جنوری 1871ء کو پیرس کی حوالگی عمل میں آئی۔ شہر کی تمام فوجوں نے ہتھیار رکھ دیئے، بیس کروڑ فرینک تاوان عائد کیا گیا۔

تیسری جمہوریت:

فروری 1871ء میں نئی قومی اسمبلی کے انتخابات ہوئے۔ بوردو (Bordeaus) میں اس قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا۔ انتہا پسند چاہتے تھے کہ لڑائی جاری رکھی جائے، لیکن قدامت پسندوں نے صلح ہی کو مناسب سمجھا۔ تھیرز (Thiers) کو ہیئت حاکمہ کا رئیس بنا دیا گیا تھا، اس نے 28 فروری کو صلح کی شرطیں طے کر لیں۔ الساس کے علاوہ لورین کا ایک حصہ پروشیا کے حوالے کر دیا گیا اور پانچ ارب فرینک کا تاوان منظور ہوا۔ یہ فیصلہ بھی ہو گیا کہ جب تک تاوان ادا نہ ہو گا، قابض فوج ملک میں موجود رہے گی۔ بعض اشخاص نے اس معاہدے کی سخت مخالفت کی، لیکن یہ ایک سو سات ووٹوں کے مقابلے میں پانچ سو چھیالیس ووٹوں سے منظور ہو گیا۔

اب نئی جمہوریت قائم ہوئی، جس کا دستور 1875ء میں بنا۔ اس عہد کے قابل ذکر واقعات ذیل میں درج ہیں:

(1) 1881ء میں فرانس نے تیونس پر قبضہ کیا۔

(2) 1882ء میں چھ سال سے تیرہ سال کے بچوں تک کے لیے مفت تعلیم لازمی قرار دی گئی، لیکن سرکاری سکولوں میں مذہبی تعلیم ممنوع قرار دی گئی۔

(3) 1884ء میں طلاق کا قانون از سر نو جاری ہوا۔ یہ 1816ء سے منسوخ چلا آتا تھا۔

(4) ٹریڈ یونین ایکٹ کے ذریعے سے یونینیں جائز قرار پائیں۔

(5) بولنجر (Boulanger) نام ایک جرنیل نے خاصا ہنگامہ بپا کیا۔ حکومت اس سے اتنی ہراساں ہو گئی تھی کہ اسے فوجی خدمت سے سبکدوش کر دیا، تا کہ وہ قانون ساز ایوان کا ممبر بن سکے۔ اس نے ممبر بنتے ہی دستور میں ترمیم کا شور مچایا۔ وہ اتنا ہر دلعزیز تھا کہ بیک وقت تین حلقوں سے منتخب ہو گیا۔ اندیشہ تھا کہ وہ شاید پیرس پر قبضہ کر لے، لیکن اس نے موقع کھو دیا۔ اس کے خلاف غداری کا مقدمہ قائم ہوا۔ وہ بھاگ کر برسلز پہنچا اور وہاں خودکشی کر لی۔

(6) نہر سویز بن جانے کے بعد فرڈی ننڈ دی لیسپس (Ferdinand de Lesseps) نے نہر پانامہ کے لیے ایک کمپنی بنائی اور ڈیڑھ ارب فرینک کا سرمایہ فراہم کر لیا۔ یہ کمپنی بدنظمی کی وجہ سے تباہ ہو گئی۔ لیسپس اور اس کے ساتھیوں کے خلاف مقدمہ چلا۔

(7) 1898ء میں جنوبی سوڈان کے ایک مقام فشودا کے متعلق برطانیہ اور فرانس میں جھگڑا پیدا ہوا۔ فرانسیسی جماعت نے اس مقام پر قبضہ کر لیا تھا، برطانیہ اسے خالی کر دینے کا مطالبہ کر رہا تھا۔ یہ مطالبہ فرانس کو ماننا پڑا۔

(8) کلیسا اور حکومت کی علیحدگی (1901ء-1905)

(9) 8 اپریل 1904ء کو فرانس اور برطانیہ کے درمیان اتحاد کا معاہدہ ہوا۔

(10) 1905ء میں فرانس اور جرمنی کے تعلقات مراکش کے مسئلے کی وجہ سے بہت نازک ہو گئے۔

(11) 1906ء سے 1913ء تک فرانس میں تین آدمی برسرکار آئے، جنھوں نے آگے چل کر بڑی ناموری حاصل کی یعنی جارجز کلیمنشو (Georges Clemenceau)، اریسٹائڈ بریاں (Aristide Griand)، ریماں پائنکارے (Raymond Poincare) آخر الذکر 1913ء سے 1920ء تک جمہوریت کا صدر رہا۔

(12) 1911ء میں مراکش کے مسئلے پر دوبارہ نازک صورت حال پیدا ہوئی۔

ہسپانیہ و پرتگال

فرڈیننڈ ہفتم:

1814ء میں نپولین نے شہنشاہی سے دست برداری اختیار کی تو اتحادیوں نے فرڈی ننڈ ہفتم کو تاج وتخت سونپ دیا۔ جب نپولین کی فوجیں ہسپانیہ پر قابض تھیں تو وہاں کی قومی جماعت نے 1812ء میں ایک نیا دستور تیار کیا تھا، جس کے مطابق ایک ایوان کی پارلیمنٹ تجویز کی گئی تھی۔ عام لوگوں کو حق رائے دے دیا گیا تھا تو اصولاً یہ طے کر دیا تھا کہ اختیار و اقتدار کے اصل مالک عوام ہوں گے۔ فری ننڈ نے تخت سنبھالتے وقت اقرار کر لیا تھا کہ وہ اس دستور کو قائم رکھے گا، لیکن ہسپانیہ پہنچتے ہی کلیسا اور فوج کی امداد کے بھروسے پر اس نے مطلق العنانی کا طریقہ اختیار کر لیا اور آزاد خیال لوگوں پر سختیاں شروع کر دیں۔ اس سے عام بے چینی پیدا ہوئی۔ چونکہ اس کا طریق حکومت بھی اچھا نہ تھا، اس لیے فوج میں بھی بے اطمینانی پھیلی۔ ایک مصیبت یہ پیش آئی کہ نپولین کے دور اقتدار میں امریکہ کی نوآبادیاں ہسپانیہ کے ہاتھ سے نکل گئی تھیں اور اس طرح آمدنی کا ایک بہت بڑا ذریعہ چھن گیا تھا۔ فرڈی ننڈ چاہتا تھا کہ ان نوآبادیوں کو دوبارہ فتح کرے۔ فرانس اور روس کی حکومتیں اپنی قدامت پسندی کی بنا پر فرڈی ننڈ کو اس تجویز پر اُکسا رہی تھیں۔

بہر حال 1820ء میں فوج کے اندر بغاوت پیدا ہوئی۔ حالات سے مجبور ہر کر فرڈی ننڈ نے 1812ء کا دستور بحال کر دیا۔ 1822ء میں یورپی طاقتوں کی جو کانگرس ویرونا[1] میں ہوئی تھی، وہاں اس معاملے پر بھی بحث ہوئی اور فرانس کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ فوجی قوت سے کام لے کر ہسپانیہ کی تحریک آزادی کو دبا دے۔ چنانچہ 1823ء میں فرانسیسی فوج نے پیش قدمی کی۔ انقلابی گروہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا، لیکن وہ بادشاہ کو بھی ساتھ لے گیا۔

اس طرح انقلابی تحریک دب گئی اور فرڈی ننڈ کی بادشاہی بحال ہوئی تو وہ پھر اپنے پرانے طور طریقوں پر آ گیا، یعنی سخت جبر و تشدد شروع کر دیا۔ اگرچہ فرانس نے اسے مشورہ دیا تھا کہ سب طور پر عوام کے اطمینان کا بندوبست کرے اور معتدل پیمانے پر دستوری حکومت جاری کر دے۔ عین اسی حالت میں جمہوریہ امریکہ کی طرف سے تمام یورپی ملکوں کے نام پر ایک انتباہ بھیجا گیا کہ جنوبی امریکہ کے معاملات میں ہرگز مداخلت نہ کی جائے۔

فرڈی ننڈ ہفتم کے صرف دو بیٹیاں تھیں، بیٹا کوئی نہ تھا۔ 1833ء میں اس نے وہ قانون منسوخ کر

دیا، جس کے مطابق عورت فرمانروانہ بن سکتی تھی۔ اس طرح اپنے بھائی ڈان کارلس کو محروم کر کے اپنی بیٹی ازابلا کے لیے مسند نشینی کا انتظام کرلیا۔ اسی سال 29 ستمبر کو وہ وفات پا گیا۔

ازابلا دوم:

باپ کی وفات کے وقت ازابلا صرف تین سال کی تھی۔ اس کی ماں نے نائب السلطنت کی حیثیت میں حکومت کا کاروبار سنبھال لیا اور آزاد خیال طبقوں کی حمایت ضروری سمجھی۔ چنانچہ فرانس کی طرح ہسپانیہ کو بھی انچاس انتظامی صوبوں میں بانٹ دیا گیا۔ دو ایوانوں کی قانون ساز مجلس بنائی، جسے مالی اختیارات دیے گئے، مگر قانون ساز مجلس کو توڑنے اور وزارت کو زیر اثر رکھنے کے اختیارات ملکہ ہی کے پاس رہے۔ یہ نظام حکومت 1812ء کے دستور سے بہت پیچھے تھا۔ اعتدال پسندوں نے اسے منظور کرلیا۔ ترقی پسندوں نے مطالبہ کیا کہ 1812ء کا دستور بحال کیا جائے۔

اس اثناء میں ازابلا کے چچا ڈان کارلس نے اپنی بادشاہی کے لیے جنگ شروع کر دی تھی، اسے شکست ہوئی۔ 1839ء میں اس کے خلاف فیصلہ ہوگی اور ملک چھوڑ کر فرانس چلا گیا۔

اس اثناء میں ترقی پسندوں نے مختلف صوبوں میں بغاوتیں بپا کر دیں۔ ان کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ملکہ ازابلا کی ماں کا چلن اچھا نہ تھا اور اس نے ایک شخص سے خفیہ شادی کر لی تھی۔ ایک جرنیل ترقی پسندوں کا حامی بن گیا۔ ملکہ کی ماں کو ملک چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ یکا یک اعتدال پسندوں اور ترقی پسندوں نے آپس میں اتحاد کر لیا اور ایک اور جرنیل کی سرکردگی میں وہ لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ازابلا کی عمر اگرچہ صرف تیرہ سال کی تھی، مگر اعلان کر دیا گیا کہ وہ بالغ ہے۔ نیا دستور منظور کرلیا گیا۔ اعتدال پسندوں اور ترقی پسندوں کی متحدہ پارٹی نے وزارت قائم کرلی۔ 1846ء میں ملکہ ازابلا کی شادی ہوگئی۔

متفرق واقعات:

اس عہد حکومت کے باقی واقعات کی مختصر کیفیت یہ ہے۔

(1) پوپ کے ساتھ معاملہ طے ہوگیا۔ حکومت ہسپانیہ نے مان لیا کہ کیتھولک مذہب، ملک کا مسلمہ مذہب ہے، نیز کلیسا کو تعلیم اور احتساب کے وسیع اختیارات دے دیے گئے۔ اس کے مقابلے میں پوپ نے ضبط شدہ کلیسائی اوقاف کا حق فروخت مان لیا، نیز کلیسا کی مقتدر حیثیت ختم کر دی۔

(2) 1854ء میں ایک بغاوت ہوئی۔ اوڈانل نے وزارت بنائی اور رایسا پروگرام تجویز کیا جو اعتدال پسندوں اور ترقی پسندوں کے بین بین تھا۔

(3) 1864ء میں پھر نیا وزیر بنا۔ اس کے ماتحت رجعت پسندی کی پالیسی شروع ہو گئی۔ آزاد خیال لوگوں نے اس کی سخت مخالفت کی اور ترقی پسندوں نے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا۔

(4) اخباروں کے خلاف ایک سخت قانون جاری ہوا اور سیاسی کلب توڑ دیئے گئے۔

(5) 1868ء میں ایک جرنیل نے مطلق العنانی کی پالیسی قائم رکھنے کا فیصلہ کیا، لیکن فوج نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ آزاد خیال گروہ انقلابی پروگرام پر ہم رائے ہو گئے۔ ملکہ کے خلاف بہت سی نازیبا باتیں اخباروں میں شائع ہوئیں۔ اس نے ایک باورچی کے بیٹے سے خاص تعلق پیدا کر لیا تھا، جو پیشے کے اعتبار سے ایکٹر تھا۔ ملکہ نے اسے وزیر مملکت بنا دیا۔

(6) ازابلا 1868ء میں انتقال کر گئی۔

بادشاہی اور جمہوریت:

آزاد خیال گروہوں نے ایک عارضی حکومت بنالی۔ 6 جون 1869ء کو نیا دستور جاری ہوا۔ چونکہ نمائندہ مجلسوں کا فیصلہ یہ تھا کہ بادشاہی قائم رکھی جائے، لہٰذا نئے بادشاہ کی ضرورت پیش آئی۔ لوئی فلپ معزول شاہ فرانس کے چھوٹے بیٹے کو بادشاہ بنانے کی تجویز تھی اور وہ فرڈی ننڈ ہفتم کی چھوٹی لڑکی، یعنی ملکہ ازابلا کی بہن کا شوہر بھی تھا، اس نے مناسب نہ سمجھا کہ معزول شاہی خاندان کے کسی فرد کو بادشاہ بنا لیا جائے۔ سیکس کوبرگ (جرمنی) کے شہزادے فرڈی ننڈ کو بادشاہی پیش کی گئی۔ اس نے پہلے یہ پیش کش منظور کر لی، پھر انکار کر دیا۔ فرانس کے سلسلے میں ہم بتا سکتے ہیں کہ اسی بات پر جرمنی اور فرانس کے درمیان جنگ چھڑ گئی تھی جس میں لوئی نپولین کی بادشاہی ختم ہو گئی۔ آخر وکٹر عمانوئیل شاہ پیدماں کے بیٹے کو بادشاہی قبول کر لینے پر راضی کیا گیا۔ وہ دو سال بادشاہ رہا۔ چونکہ ہر طرف سے اس کی مخالفت ہو رہی تھی اور جہاں جاتا تھا "اجنبی" کے نعروں سے اس کا استقبال ہوتا تھا، لہٰذا وہ بادشاہی چھوڑ کر چلا گیا۔ 1873ء میں جمہوری حکومت کا اعلان ہوا۔ ایک دستور ساز مجلس چنی گئی۔ اس میں وفاقی حکومت کی شکل کے متعلق اختلافات پیدا ہو گئے۔ 24 نومبر 1874ء کو ازابلا کا بیٹا الفانسو بالغ ہوا۔ اس نے دستوری بادشاہی کی حمایت کا اعلان کیا۔ مختلف پارٹیاں اس کی حامی بن گئیں۔ بڑے بڑے فوجی افسر جمہوریت سے تنگ آئے ہوئے تھے، انھوں نے الفانسو کی بادشاہی تسلیم کر لی۔

الفانسو دوازدہم:

ڈان کارلس نے پھر اپنی بادشاہی کے لیے جنگ شروع کر دی تھی، آخر اسے بھاگنا پڑا۔ نئے دستور

کے مطابق مطلق العنانی اور جمہوریت کے درمیان راستہ نکالا گیا۔ اس عہد میں ملک کی خوش حالی کو بڑا فائدہ پہنچا اور بادشاہ بہت نرم تھا، لیکن چونکہ اس کا چلن اچھا نہ تھا، اس لیے اس کی ہردل عزیزی کو نقصان پہنچا۔

1885ء میں اس نے انتقال کیا، تو اس کی بیوہ نائب السلطنت بن گئی۔ باپ کی وفات سے چند ماہ بعد بچہ پیدا ہوا جو آگے جا کر الفانسو یز دہم بنا۔ 1902ء تک اس کی والدہ ہی حکومت کا کاروبار چلاتی رہی۔ اس اثناء میں بدنظمی کے واقعات بھی پیش آئے۔ امریکہ اور ہسپانیہ کے درمیان جنگ بھی ہوئی، جس میں ہسپانیہ کی سخت بے وقعتی ہوئی۔ اب ملک میں کئی سیاسی پارٹیاں بن گئی تھیں۔ مثلاً آزاد خیال، قدامت پسند، ڈان کارلس کی حامی جمہوری پارٹی اور اشتراکی پارٹی۔ ایک گروہ انارکسٹوں کا بھی تھا، جنھیں بادشاہوں کو قتل کر دینے میں بھی تامل نہ تھا۔

الفانسو یز دہم:

اس کے عہد کے واقعات یہ ہیں:

(1) مراکش کے متعلق ہسپانیہ اور فرانس کے درمیان سمجھوتا۔

(2) الفانسو نے ملکہ وکٹوریا کی نواسی سے شادی کی۔

(3) 1912ء میں وہ آزاد خیال وزیر اعظم مارا گیا، جو کلیسائیوں کے خلاف پروگرام پر کاربند تھا۔ اس نے 1910ء میں ایک قانون منظور کیا تھا، جس کے مطابق حکومت سے اجازت لیے بغیر کوئی مذہبی عمارت بنانے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ نیز جن مذہبی گروہوں نے صنعتی کاروبار شروع کر رکھا تھا، ان پر محصول لگایا گیا۔ کیتھولکوں کے سوا کسی کو کھلم کھلا عبادت کی اجازت نہ تھی، اس وزیر اعظم نے یہ اجازت دے دی۔

(4) فرانس کے ساتھ نومبر 1912ء میں نیا معاہدہ ہوا، جس کے مطابق مراکش میں ہسپانیہ و فرانس کے حلقہ ہائے اقتدار کی حد بندی ہو گئی۔

(5) 1914ء میں پہلی جنگ یورپ چھڑی۔ ہسپانیہ نے اس میں غیر جانب داری کا اعلان کر دیا، البتہ فرانس کو اطمینان دلا دیا کہ وہ چاہے تو فوجیں کوہستان پری نیز سے ہٹا کر دوسرے ضروری مقامات پر لے جائے۔

پرتگال:

پرتگال پر فرانسیسی فوجوں نے حملہ کیا تھا تو وہاں کا بادشاہ جان ششم ملک چھوڑ کر برازیل چلا گیا تھا اور

ہسپانیہ میں ایک نیابتی کونسل بن گئی تھی، جسے قائم کرنے کی ذمہ دار انگریزی حکومت تھی۔ 1820ء میں بغاوت ہوئی تو نیابتی کونسل کو باغیوں نے نکال دیا۔ نیا دستور بنایا، جس میں برازیل کی آزادی کا اعلان ہو گیا۔ بادشاہ کو دعوت دی گئی کہ وہ واپس آجائے۔ چنانچہ اس نے برازیل کی بادشاہی اپنے بڑے بیٹے کو دی، خود واپس آگیا اور دستور میں ایسی ترمیمیں کر لیں، جن کے مطابق اس کی مطلق العنانی بحال رہے۔ 1826ء میں اس نے وفات پائی تو اس کا بڑا بیٹا، جسے برازیل کا بادشاہ بنایا گیا تھا، پرتگال کا بادشاہ بھی بن گیا۔ اس نے برطانوی نمونے کی ایک پارلیمنٹ بنائی۔ خود برازیل کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور اپنی بیٹی کو میریا دوم کے لقب سے ملکہ بنا کر اپنے چھوٹے بھائی کو نائب السلطنت مقرر کر دیا۔ نائب السلطنت نے اپنی بھتیجی کو ہٹا کر 1828ء میں اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا اور میریا بھاگ کر انگلستان چلی گئی۔

یہ حالات میریا کے باپ شاہ برازیل نے دیکھے تو وہ یورپ واپس آیا۔ بھائی کی فوج کو شکست دے کر بیٹی کا تاج و تخت بحال کیا۔

میریا کے بعد اس کے دو بیٹے پیٹر اور لوئس یکے بعد دیگرے بادشاہ بنے۔ 1889ء میں لوئس کا بیٹا کارلوس تخت نشین ہوا۔ وہ اور اس کا ولی عہد 1908ء میں مارے گئے۔ اس پر کارلوس کا دوسرا بیٹا مینوئل بادشاہ بنا۔ 1910ء میں بغاوت کی آگ بھڑکی۔ مینوئل بھاگ کر انگلستان چلا گیا اور پرتگال میں جمہوری حکومت کا اعلان ہو گیا۔ ایک دستور ساز اسمبلی بنا دی گئی، جس نے ایک عمدہ دستور تیار کر دیا۔ شاہ پسندوں کی سازشیں کچھ مدت تک جاری رہیں۔ مزدوروں اور کارکنوں میں بھی بے چینی پیدا ہوئی، اس لیے کہ جمہوریت کے قیام سے اطمینان و فارغ البالی کے جس وقت کا انتظار تھا، وہ نہ آیا، لیکن جمہوریت بحال رہی۔

اٹلی

نو ریاستیں:

نپولین کے دست برداری پر آسٹریا نے از سر نو اٹلی میں اپنے تسلط کی بحالی کا فیصلہ کر لیا اور اپنے زیر اثر وہاں ریاستیں قائم کیں، یعنی سارڈینیا کی بادشاہی، جسے عام طور پر پیدماں کی بادشاہی کہتے تھے۔ نیپلز کی بادشاہی موڈینا کی ریاست، پارما کی ریاست، لکہ ریاست، مونیکو اور ٹسکنی کی ریاستیں، سان مارینو کی جمہوریت اور پاپاؤں کی جاگیرات۔ آسٹریا نے سابقہ جمہوریہ وینس اور لمبارڈی کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیے اور جمہوریہ جنوآ پیدماں کی ریاست میں شامل ہو گئی۔

عجیب بات یہ ہے کہ ان ریاستوں اور بادشاہوں کے مالک اپنے اپنے علاقوں میں پہنچے، تو معلوم ہوا کہ انھوں نے گزرے ہوئے حالات سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا اور پہلے کی طرح مطلق العنان یا نیم مطلق العنان حکومتیں قائم کر دیں۔ نپولین نے اٹلی میں جو انتظامات کیے تھے وہ اہل اٹلی کے لیے خاصے مفید تھے اور انھیں احساس ہو چکا تھا کہ روشن خیالی پر مبنی قوانین و انتظامات کس قدر مفید ہیں، نیز ان میں جذبہ پیدا ہو چکا تھا کہ غیر ملکی تسلط سے آزادی حاصل کرنی چاہیے۔ اب دوبارہ ان پر آسٹریا کی حکومت مسلط ہوئی تو اس کے خلاف سعی و کوشش کے لیے انھوں نے خفیہ انجمنیں بنا لیں جو انقلابی خیالات و افکار کو ترقی دیتی تھیں۔ چنانچہ جگہ جگہ بغاوتیں ہوئیں اور ان سے مجبور ہو کر حکمرانوں نے نئے دستور منظور کیے۔ پیدماں میں بھی بغاوت ہوئی۔ اس پر وکٹر عمانوئیل اول اپنے بھائی کے حق میں دست بردار ہو گیا۔

نوجوان اٹلی:

یہی دور تھا جس میں اٹلی کا شہرہ آفاق محب وطن اور مفکر جوزف میزینی بروئے کار آیا (1805ء-1872ء) اس نے مارچ 1831ء میں ایک نئی انقلابی انجمن کی بنیاد رکھی، جس کا نام نوجوان اٹلی تھا۔ میزینی ابتدائے شباب ہی سے اس فکر میں تھا کہ اٹلی کو آزاد کرایا جائے اور وہاں جمہوری حکومت قائم کی جائے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ پورے یورپ کو ملا کر ایک آزاد وفاقی حکومت قائم کر دی جائے۔ میزینی کو ملک چھوڑ کر نکلنا پڑا، لیکن وہ باہر بیٹھا ہوا اپنے پیغام کے مطابق نشر و اشاعت کرتا رہا۔ چنانچہ اس نے جگہ جگہ اپنے مرکز بنا لیے تھے۔ انقلاب برپا کرنے کی جو سکیم اس نے تیار کی تھی وہ پروان نہ چڑھ سکی، لیکن میزینی نے ہمت نہ ہاری، اپنی سکیم کو اٹلی کے علاوہ پورے یورپ میں پھیلا دیا اور نوجوان یورپ کی تحریک جاری کر دی۔

چنانچہ نوجوان جرمنی، نوجوان پولینڈ، نوجوان اٹلی اور ایسی ہی دوسری تحریکیں جابجا جاری ہو گئیں۔

شاہانِ اٹلی

چارلس عمانوئیل

چارلس ائبرٹ

شاہ سارڈینیا
1831ء۔1849ء

وکٹر عمانوئیل دوم
1849ء۔1878ء

ہمبرٹ
1878ء۔1900ء

وکٹر عمانوئیل سوم
1900ء۔1946ء
تخت سے دست بردار

ہمبرٹ دوم 1946ء
(دست بردار)

وکٹر عمانوئیل
(پیدائش 1937)

چارلس ایلبرٹ 1831ء میں سارڈینیا کا بادشاہ بنا تھا۔ یہی پیڈماں کی بادشاہی تھی۔ اس نے مارچ 1848ء میں نیا دستور بنایا۔ اسی طرح نیپلز اور دوسری ریاستوں، نیز پاپاؤں کی جاگیروں میں بھی اصلاحات جاری ہو گئیں۔

آزادی کے لیے جنگ:

1848ء میں آزادی کے لیے جنگ شروع ہوگئی جس کا ایک مرکز میلان تھا۔ وہاں شہر کے اندر بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ وینس کی جمہوریت نے آسٹریا سے آزادی کا اعلان کر دیا اور عارضی حکومت بنالی۔ پیڈماں نے آسٹریا سے جنگ شروع کر دی۔ پوپ کی فوجوں نے بھی پیڈماں کا ساتھ دیا۔ نیپلز میں یہ تحریک ناکام ہوئی، البتہ پیڈماں نے جنگ جاری رکھی۔ بعض مقامات پر اس نے کامیابی حاصل کی، بعض مقامات پر شکستیں کھائیں۔ چارلس البرٹ نے برطانیہ وفرانس کی ثالثی قبول کر لی، لیکن اسے جو علاقے ملنے کی امید تھی، ان کی کوئی صورت نہ بنی۔ آخر اس نے تخت اپنے بیٹے وکٹر عمانوئیل دوم کے حوالے کر دیا اور خود الگ ہوگیا۔ عمانوئیل نے ساڑھے چھ کروڑ کا تاوان وصول کر لیا اور 9 اگست 1849ء کو صلح نامے پر دستخط کر دیے۔

پوپ فرانس اور آسٹریا:

اٹلی کی مختلف ریاستوں نے جنگ شروع کی تھی تو روما اس سے بے تعلق نہ رہ سکتا تھا۔ پوپ نے جب دیکھا کہ انتہا پسند جوش میں آئے ہوئے ہیں تو وہ روما سے بھاگ کر نیپلز میں چلا گیا۔ اس کی غیر حاضری میں روما کے اندر جمہوری حکومت کا اعلان ہوگیا اور تین لیڈروں نے انتظام سنبھال لیا، جن میں سے ایک میزینی تھا۔ ادھر فرانس اور آسٹریا دونوں پوپ کی بحالی کے لیے مداخلت کی تجویز پر غور کرنے لگے۔ فرانس نے فوراً مہم کے لیے سرمایہ منظور کر لیا، تاکہ آسٹریا سے پہلے وہاں پہنچ جائے۔ اس سلسلے میں شاہ فرانس کا مقصد یہ تھا کہ کیتھولک دنیا کی ہمدردی حاصل کر لے۔ چنانچہ فرانسیسی جرنیل کو فوج دے کر بھیج دیا گیا۔ اس نے روما پر حملہ کیا۔ اٹلی کے دوسرے مشہور لیڈر جوزف گیری بالڈی (1807ء-1872ء) کی فوجوں نے اسے شکست دے دی۔ فرانس کی طرف سے ڈی لیسپس کو بھی سفیر بنا کر بھیجا گیا جو نہر سویز کی وجہ سے خاص شہرت حاصل کر چکا تھا۔

اس سے کچھ نہ بنا تو جرنیل کی امداد کے لیے کمک بھیج دی گئی۔ گیری بالڈی کو سخت نقصان پہنچا ادھر آسٹریا نے وینس کا محاصرہ کر کے گولہ باری شروع کر دی۔ چنانچہ وینس کو بھی ہتھیار ڈالنے پڑے۔ سسلی اور نیپلز میں بھی انقلابی تحریکیں دبادی گئیں۔

اٹلی کا اتحاد:

1848ء اور 1849ء کی انقلابی تحریکوں اور جنگ آزادی کی ناکامی سے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ اٹلی

جب تک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا رہے گا کبھی قوت حاصل نہ کر سکے گا۔ اب تمام لیڈروں کی توجہ اس طرف ہوگئی کہ ریاستوں کو متحد کرنا چاہیے۔ اس کے لیے ایک موزوں لیڈر کی ضرورت تھی۔ پوپ یہ فرض انجام نہ دے سکتا تھا۔ زیادہ لوگوں کی نظریں پیدماں پر جمیں اور یہی مناسب سمجھا گیا کہ اسے تحریک اتحاد وآزادی کا لیڈر بنایا جائے۔ اسی زمانے میں پیدماں کی پارلیمنٹ کے اندر ایک ایسا شخص آگیا جو اس پروگرام کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ یعنی کاونٹ کاورر (Cavour) (1810ء-1861ء) کاوور کا تعلق آزاد خیال گروہ سے تھا۔ اس نے اپنی آبائی جاگیروں میں سائنٹفک طریق پر کھیتی باڑی کی۔ پھر اس طریقے کو رائج کرنے کے لیے ایک زرعی انجمن بنا دی۔ وہ چاہتا تھا کہ جگہ جگہ بینک بن جائیں اور ریلوں کا جال بچھ جائے۔ 1850ء میں وہ زراعت وتجارت کا وزیر بنا۔ پھر مالیات کا محکمہ اس کے حوالے کیا گیا۔ 1852ء میں اسے پیدماں کا وزیراعظم بنا دیا گیا۔ اس نے جنگ کریمیا میں بھی فرانس اور انگلستان کا ساتھ دیا۔ براہ راست تو کوئی فائدہ نہ اٹھایا، لیکن پیرس کی کانگریس میں اس کی آواز کو خاصی وقعت حاصل ہوئی اور جب اس نے بڑے اچھے انداز میں اٹلی کی مشکلات کانگریس میں پیش کیں تو برطانیہ اور فرانس کے نمائندوں پر بہت ہی اچھا اثر پڑا۔ 1856ء میں ایک قومی انجمن بن گئی، جس کا مقصد یہ تھا کہ اٹلی کو متحد کر دیا جائے۔ کاوور خفیہ اس انجمن کو تقویت پہنچاتا رہا۔

کاوور اور لوئی نپولین:

14 جنوری 1858ء کو ایک اطالوی نے لوئی نپولین پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ قید خانے سے قاتل نے لوئی نپولین کے پاس اپیل کی کہ اٹلی کو آزادی دلائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوئی نپولین نے کاوور سے خفیہ ملاقات کی اور اس میں قرار پایا کہ فرانس، آسٹریا کے خلاف جنگ میں پیدماں کو ہر ممکن مدد دے گا بشرطیکہ جنگ ایسے طریقے پر چھڑے جو فرانسیسیوں اور اہل یورپ کے نزدیک حق بہ جانب ہو۔ اس وقت یہ طے ہوا تھا کہ اٹلی میں چار حکومتیں قائم کی جائیں گی۔ ایک شمالی اٹلی کی، دوسری وسطی اٹلی کی، تیسری نیپلز کی اور چوتھی رومہ کی۔ فرانس کو سیوائے اور ونیس کے صوبے دے دیئے جائیں گے۔ اس معاہدے پر باقاعدہ دستخط ہو گئے تو پیدماں نے اپنے رضاکاروں کو جنگی خدمات کے لیے بلالیا۔ آسٹریا نے اس پر الٹی میٹم دے دیا کہ یا تو تین دن کے اندر اندر سب رضاکاروں کو منتشر کر دیا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ کاوور نے الٹی میٹم ٹھکرا دیا اور لڑائی شروع ہوگئی۔

مئی 1859ء میں ٹسکنی، موڈینا اور پارما میں پرامن انقلاب ہوئے اور تینوں نے حکمران بھاگ گئے۔ پیدماں کی فوجوں نے ایک لڑائی میں فتح حاصل کی اور فرانس و پیدماں کی متحدہ فوجیں لمبارڈی میں

داخل ہوگئیں۔ کچھ دن بعد پاپائی علاقوں میں بھی بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ جو علاقہ باغی ہوتا، وہ پیڈماں کے ساتھ اتحاد کا اعلان کر دیتا۔ اسی دور میں گیری بالڈی نے بڑا عظیم الشان کام کیا۔ اسی طرح تمام ریاستیں، جن میں نیپلز اور سسلی بھی شامل تھیں، پیڈماں کے ساتھ مل گئیں۔ مارچ 1861ء میں اٹلی کی بادشاہی کا اعلان ہوگیا اور وکٹر عمانوئیل پہلا بادشاہ بنا۔ اس سے تقریباً تین مہینے بعد کاوور نے صرف باون سال کی عمر میں وفات پائی۔

جو علاقے رہ گئے تھے ان میں بھی تحریکیں جاری رہیں، یہاں تک کہ 1866ء میں وینس اٹلی کے حوالے ہوگیا۔ 1870ء میں فرانس کی فوجیں رومہ سے ہٹائی گئیں تو اطالوی حکومت رومہ پر قابض ہوگئی۔

اٹلی کی بادشاہی:

1871ء میں پوپ کے ساتھ آخری فیصلہ ہوگیا۔ قرار دے دیا گیا کہ پوپ کی ذات ہر قانونی باز پرس سے مستثنیٰ ہوگی۔ اسے بادشاہوں کے سے حقوق دے دیئے گئے۔ یہ اقرار بھی کر لیا گیا کہ کیتھولک دنیا میں وہ مذہبی مجالس منعقد کرنے کا مجاز ہوگا اور ساڑھے بتیس لاکھ لیرا کی رقم سالانہ اسے اٹلی کے خزانے سے ملتی رہے گی۔

جنوری 1871ء میں وکٹر عمانوئیل فوت ہوا اور اس کا بیٹا ہمبرٹ بادشاہ بنا۔ اس کے عہد میں اٹلی نے مصوع (ارٹریا) پر قبضہ جمایا، پھر حبشہ سے کش مکش شروع ہوگئی، جو دیر تک جاری رہی۔ 1896ء میں اٹلی نے ادوا کے مقام پر سخت شکست کھائی اور اسے حبشہ کی آزادی کا اقرار کر لینا پڑا۔ اس اثناء میں ارٹریا (Eritrea) پر اٹلی کا قبضہ ہو چکا تھا۔ ہمبرٹ 1900ء میں ایک انارکسٹ کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس کا بیٹا وکٹر عمانوئیل بادشاہ بنا۔ 1911ء میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا۔ اس کے لیے پہلے سے جرمنی، آسٹریا، برطانیہ، فرانس اور روس کے ساتھ اٹلی عہد نامے کر چکا تھا۔ حملے کے لیے عذر یہ پیش کیا گیا کہ سلطنت عثمانیہ، اٹلی کو پرامن مداخلت کا موقع نہیں دیتی۔ ترکی کی مشہور قوم پرست لیڈر انور بے نے عربوں کو منظم کر کے اٹلی کے زبردست مقابلے کا بندوبست کر دیا۔ اٹلی نے جزیرہ روڈز اور جزائر ڈوڈیکانیز پر قبضہ کر لیا۔ اس اثناء میں یورپی طاقتوں نے بلقانی ریاستوں کو ترکی کے خلاف کھڑا کر کے جنگ بلقان شروع کرا دی اور ترکوں کو طرابلس خالی کرنا پڑا۔ ایک عہد نامہ ہوا، جس کے مطابق اٹلی نے اقرار کیا کہ جزائر ڈوڈیکانیز خالی کر دیئے جائیں گے اور طرابلس میں سلطان بہ حیثیت خلیفہ ایک نمائندہ مقرر کرے گا، جسے حکومت اٹلی ہمیشہ تسلیم کرتی رہے گی۔ ابھی یہ جزیرے خالی نہ ہوئے تھے کہ جنگ یورپ شروع ہوگئی۔ سلطنت عثمانیہ نے جرمنی اور آسٹریا کا ساتھ دیا اور جزیروں کے خالی کرانے کی نوبت ہی نہ آئی۔

پاپائیت

اقتدار کی بحالی:

یہ عجیب بات ہے کہ انقلاب کے دور عروج میں پاپائیت کے لیے خوشگوار فضا پیدا ہوتی رہی اور اس وجہ سے یورپ بھر میں کیتھولک مذہب کو تقویت پہنچی۔ جو ملک پراٹسٹنٹ تھے ان میں بھی کیتھولک کلیسا کے لیے خیر سگالی کے جذبات پیدا ہو گئے۔ حکمرانوں کو تو یہ خیال ہو گیا تھا کہ کلیسا انقلابی افکار کو روکنے کے لیے بڑا اچھا ذریعہ ہے، وہ لوگ بھی اسی رائے کے ہو گئے تھے، جو سمجھ رہے تھے کہ انقلابی تحریک نے حالات کو معمول پر نہیں رہنے دیا، بلکہ اک گونہ افراتفری پیدا ہو گئی ہے۔ بعض مصنفوں کی تحریروں نے بھی زمانہ ماضی کے شاندار نمونے پیش کر کے پاپائیت کی ہر دلعزیزی بڑھائی۔

ویانا کی کانگرس میں پوپ کی طرف سے جو نمائندہ شریک ہوا، اس نے کلیسا کی تمام جاگیروں کی واپسی کا فیصلہ کرا لیا۔ اس طرح کلیسا کا دنیاوی اقتدار از سر نو شروع ہو گیا، لیکن چونکہ یہ اقتدار مرکزیت پر مبنی تھا، اس لیے مختلف حلقوں کی طرف سے احتجاج ہوا۔ زیادہ تر اس لیے کہ تمام انتظامات پادریوں کے ہاتھ میں دے دیئے گئے تھے اور جو لوگ پادری نہ تھے، انھیں اونچے عہدوں سے بالکل محروم کر دیا گیا تھا۔

مخالفت کا جوش:

1821ء میں نیپلز کی بغاوت کے بعد ترقی پسندوں کے اصول کی سخت مذمت کی گئی اور لیڈروں کے خلاف مقدمے چلائے گئے۔ گویا پوپ نے بھی وہی طریقہ اختیار جو قدامت پسند حکمران اختیار کر چکے تھے۔

1823ء میں لیو دوازدہم پوپ بنا۔ وہ بھی سخت قدامت پسند تھا۔ اس کی پالیسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ترقی پسندی کی رو اندر ہی اندر زیادہ تیز ہو گئی۔ پوپ لیو نے یہودیوں پر سختیاں شروع کر دیں۔ پراٹسٹنٹوں نے بائبل کی اشاعت کے لیے جو انجمنیں بنا رکھی تھیں، ان کی بھی مذمت کی اور جو لوگ کیتھولکوں کے ہم رائے نہ تھے، وہ بھی پوپ کی مذمت سے محفوظ نہ رہے۔ اس کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ مخالفت کا جوش بڑھ جاتا۔ تاہم یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ لیو نے باہر کے علاقوں میں مشن بھیجے، اہل علم کی حوصلہ افزائی کی، روما میں تعلیمی نظام کو بہتر بنا دیا، ٹیکس گھٹا دیئے، انصاف کو کم خرچ بنایا اور رفاہ عامہ کے کاموں کے لیے روپیہ بچا لیا۔

1831ء میں گریگوری شانزدہم پوپ بنا۔ یہ اپنے پیش رووں سے آگے نکل گیا۔ مثلاً اس نے ایک فرمان جاری کیا، جس میں بتایا کہ ضمیر اور اخباروں کی بے روک آزادی یا قائم شدہ حکومت کے خلاف کسی وجہ

ے بھی بغاوت حد درجہ قابل مذمت ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے خلاف ہر جگہ بغاوتیں ہوئیں۔

پوپ پائس نہم:

پائس نہم 1846ء میں پوپ بنا اور بتیس سال اس منصب پر فائز رہا۔ شروع میں خیال تھا کہ یہ قدامت پسندی کا راستہ چھوڑ کر ترقی اور آزادی کے لیے کام کرے گا۔ 1848ء میں آسٹریا کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی، تو پوپ نے غیر جانب داری کا اعلان کر دیا۔ اس پر اہل اٹلی نے اسے قومی غدار قرار دیا اور وہ رومہ سے بھاگ کر جان بچانے پر مجبور ہوا۔ 1850ء میں وہ واپس آیا تو آزادی اور ترقی کا سخت دشمن تھا۔ جب اٹلی کی مختلف ریاستوں کا اتحاد عمل میں آیا تو پاپاؤں کی جاگیریں بھی ختم ہو گئیں اور 1870ء میں رومہ پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ اگرچہ متحدہ اٹلی کی حکومت برابر یہ کہتی رہی کہ پوپ کو خاص دائرے میں زیادہ سے زیادہ حقوق، شاہی اعزازات اور سالانہ وظیفہ دیا جا سکتا ہے، لیکن پائس اس پیش کش کو ٹھکراتا رہا۔ اس دوم میں بھی وہ برابر مختلف نئی تحریکات کے خلاف فرمان جاری کرتا رہا، مثلاً قوم پروری، اشتراکیت، کمیونزم، فری میسن تحریک۔ وہ کہتا تھا کہ ثقافت اور سائنس کلیسا کے زیر نگرانی رہنی چاہئیں۔ تعلیم کا نظام بھی کلیسا ہی کے حوالے ہونا چاہیے۔ دوسرے عقیدے کے لوگوں کو عبادت اور ضمیر کی جو آزادی دی گئی ہے وہ ہرگز نہ دینی چاہیے او ررواداری کا برتاؤ بالکل نہ کرنا چاہیے۔

1870ء میں پائس نے ویٹی کن میں ایک کونسل طلب کی جس نے پوپوں کے معصوم ہونے کا عقیدہ پیش کیا۔

لیو سیزدہم:

1871ء میں لیو سیزدہم پوپ بنا۔ یہ اپنے پیش رووں کے مقابلے میں زیادہ آزاد خیال اور روادار تھا۔ اس نے کلیسا اور جدید معاشرے کے درمیان ذہنی دوری کا دائرہ محدود کر دیا۔ اس کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں عام احساس پیدا ہو گیا، سچے مذہب اور حقیقی سائنس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس نے تمام کیتھولک انجمنوں کو تاکید کی کہ وہ کلیسا کی تاریخ پڑھیں۔ مقصود یہ تھا کہ اس طرح ان میں کلیسا کے اقتدار کا صحیح احساس پیدا ہو گا۔

1891ء میں اس نے مزدوروں کے معاملات کے متعلق ایک اعلان جاری کیا، جس میں اس بات پر زور دیا کہ محنت اور سرمائے کے درمیان مسیحی اصول کے مطابق رکھے جائیں۔ اس نے کہا کہ جن لوگوں کے پاس دولت ہے اور جو دوسروں کو اپنے کاروبار کے لیے ملازم رکھتے ہیں ان پر نہایت اہم

اخلاقی فرض عائد ہوتا ہیں۔ معاشرے کے لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ مزدوروں اور کارکنوں کی حالت کو بہتر بنایا جائے۔ اس سلسلے میں حکومت اور کلیسا کو ایک دوسرے کا ساتھ دینا چاہیے، البتہ آزاد خیالی اور قوم پروری کے لیے لیو کے پاس کوئی نئی بات نہ تھی۔ اپنے پیش رووں کی طرح وہ بھی ان کی مذمت کرتا رہا۔

1903ء میں پائس دہم پوپ بنا اور 1914ء میں وہ فوت ہوا۔ اسی سال پہلی جنگ یورپ چھڑی۔ اس پوپ کا آخر کام یہ تھا کہ پوری کیتھولک دنیا سے جنگ روکنے اور امن قائم رکھنے کے لیے اس نے اپیل کی۔

اس وقت تک اطالوی حکومت کی مخالفت جاری تھی۔ 1914ء میں بنی ڈکٹ پانزدہم پوپ بنا۔ دوران جنگ میں اس نے دو مرتبہ امن کے لیے اپیل کی۔ اتحادی جنگ میں کامیاب ہو گئے۔ اٹلی بھی اتحادیوں میں شامل ہو گیا تھا۔ اس وقت سے پوپ نے حکومت اٹلی کی مخالفت ترک کر دی۔ 1919ء میں اس نے وہ فرمان منسوخ کر دیا جس کے رو سے کیتھولکوں کو سیاسیات میں حصہ لینے سے روکا گیا تھا اور کیتھولک بادشاہوں کو اختیار دیا کہ وہ رومہ آ کر شاہ اٹلی سے ملاقات کریں۔

سوئز رلینڈ

ملک کی بحالی:

ویانا کی کانگرس نے سوئز رلینڈ کی پرانی سرحدیں بحال کر دیں، صرف دو تبدیلیاں روا رکھیں۔ ساتھ ہی فیصلہ کر دیا کہ سوئز رلینڈ ہمیشہ غیر جانب دار رہے گا۔ ملک کے اندر جو مشکلات تھیں، انھیں ایک حد تک کم کر دیا۔ ایک دستوری کنونشن ہوئی، جس میں فیصلہ ہو گیا کہ بائیس چھوٹی چھوٹی ریاستیں، جنھیں داخلی معاملات میں زیادہ سے زیادہ خود مختاری حاصل تھی، ایک مرکزی وفاقی حکومت سے وابستہ رہیں گی۔ پارلیمنٹ کے اختیارات بہت محدود رکھے گئے تھے۔ ابتداء میں ملک کو شدید اقتصادی مشکلات سے سابقہ پڑا۔ پہلے نپولین نے براعظم یورپ کو خاص پابندیوں کی زنجیر میں جکڑ لیا تھا اور انگلستان کی بنی ہوئی چیزیں یورپ میں نہ آسکتی تھیں، اس لیے سوئز رلینڈ کی بنی ہوئی چیزیں خوب بکتی تھیں۔ یہ پابندیاں ختم ہو گئیں، تو سوئز رلینڈ برطانوی مصنوعات خصوصاً کپڑے کی صنعت کا مقابلہ نہ کر سکا۔ دوسری مصیبت یہ پیش آئی کہ ریاستیں محصول کی مشترکہ پالیسی پر متفق نہ ہو سکیں۔ ایک آفت یہ بھی تھی کہ بعض ریاستیں اپنی پالیسی میں سخت قدامت پسند تھیں اور باہر سے جو آزاد خیال لوگ پناہ گیر کے طور پر آبسے تھے، ان پر سختیاں کرتی تھیں۔

اصلاح احوال:

1828ء کے بعد اصلاح کا دور شروع ہوا۔ مختلف ریاستوں کے دستوروں پر نظر ثانی کی گئی۔ بالغوں کو حق رائے مل گیا۔ پریس کو آزادی دے دی گئی۔ بالغوں کو حق رائے مل گیا۔ پریس کو آزادی دے دی گئی۔ قانون کی نگاہ میں تمام لوگ یکساں قرار پائے۔ اس اصلاحی سلسلے میں بھی مشکلات حائل تھیں، مثلاً آزاد خیال ریاستیں باہم متحد ہو گئیں، تو قدامت پسند ریاستوں نے بھی اپنی جداگانہ جمعیت بنالی۔ پھر دستور پر نظر ثانی کے سلسلے میں مذہبی جھگڑے کھڑے ہو گئے، لیکن آہستہ آہستہ اصلاحی قدم آگے بڑھتا گیا اور ہر مشکل دور ہوتی گئی۔

نیا دستور:

ستمبر 1848ء میں نیا دستور بنا، جس نے 1815ء کے میثاق کی جگہ لے لی۔ اس کے مطابق سوئز رلینڈ کو جمہوریہ امریکہ کے نمونے کی فیڈرل یونین (وفاق اتحاد) بنا دیا گیا، یعنی ریاستوں کی مقامی آزادی بحال رہی، مگر مرکزی حکومت کو مستحکم بنا دیا گیا۔ وضع قانون کے لیے دو ایوان بن گئے: ایک کونسل آف

سٹیٹ، جس میں ہر ریاست سے دو نمائندے لیے جاتے۔ دوسری قومی کونسل، جس میں ہر ریاست کی آبادی کے مطابق ممبر بالغوں کے حق رائے کے مطابق چنے جاتے۔ انتظامی امور کے لیے ایک فیڈرل کونسل بن گئی۔ اس کے سات ممبر تجویز ہوئے، جن کا انتخاب دونوں قانون ساز ایوان کرتے۔ ہر سال ایک صدر منتخب ہوتا، لیکن اسے اپنے رفقیوں سے کوئی زیادہ اختیار حاصل نہ ہوتا۔

یہ دستور اصول لحاظ سے اب تک چلا آرہا ہے۔ 1884ء میں اس پر نظر ثانی ہوئی تو مرکزی حکومت کے اختیارات اور بڑھا دیئے گئے۔

ایک نازک مسئلہ:

ایک ریاست نیوشاٹل (Neuchatel) کے متعلق ایک مرتبہ نازک صورت حال پیدا ہوگئی۔ یہ ریاست سوئزرلینڈ کے وفاق کا ایک جزو تھی، لیکن شاہ پروشیا کے ماتحت سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ اس کا دستور بھی مرکزی حکومت منظور کر چکی تھی۔ 1856ء میں بعض قدامت پسندوں نے اسے دوبارہ شاہ پروشیا کے حوالے کرنے کی کوشش کی۔ جنگ کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا، لیکن لوئی نپولین شاہ فرانس کے بیچ بچاؤ سے یہ خطرہ دور ہوا۔ مئی 1857ء میں شاہ پروشیا اپنے اختیارات سے دست بردار ہوگیا۔

نیا فوجی قانون:

1907ء میں نیا قانون منظور ہوا، جس کے مطابق سوئزرلینڈ نے اپنی فوج کی تنظیم از سر نہ کی۔ اگرچہ تمام طاقتوں نے 1815ء میں سوئزرلینڈ کی غیر جانب داری کا ذمہ دار اٹھایا تھا، لیکن مختلف ملکوں کے درمیان کشیدگی بڑھ جانے کے باعث احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ چنانچہ ایک ایسا نظام تجویز ہوا، جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اس کی بنیاد تو 1847ء میں پڑ چکی تھی، لیکن 1907ء میں یہ مکمل ہوا۔ اس کے مطابق فوج ملیشیا کی حیثیت رکھتی ہے اور تمام لوگ دو سال میں ایک مرتبہ تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے فوجی تربیت حاصل کر لیتے ہیں۔ سوئزرلینڈ نے اقتصادی دائرے میں خاصی ترقی کی۔ 1898ء میں وفاقی حکومت کو یہ اختیار مل گیا کہ پرائیویٹ کمپنیوں سے تمام ریلیں خرید لی جائیں۔ 1882ء میں سان گاتھرڈ[1] کی سرنگ مکمل ہوئی۔ یہ ایلپس میں سے ریلوے لائن کی پہلی بڑی سرنگ تھی۔

وسطی یورپ

جرمنی۔ آسٹریا۔ ہنگری

(1)

میٹرنخ کا اثر و اقتدار:

1815ء میں نپولین کا دور ختم ہوا تو وسطی یورپ، یعنی جرمنی کی ریاستوں اور آسٹروی سلطنت پر میٹرنخ[1] کا اثر و اقتدار چھا گیا اور ان ریاستوں، نیز سلطنت میں وہ نظام جاری ہو گیا جسے تاریخ میں میٹرنخ کا نظام کہا جاتا ہے، یعنی ہر دستوری اور قومی جذبے کی مخالفت اور اس سلسلے میں دیکھ بھال، احتساب، جاسوسی اور نگرانی کا نہایت سخت اور شدید انتظام، یہاں تک کہ یونیورسٹیوں میں بھی ہر چھوٹی بڑی بات کی نگرانی کی جاتی تھی۔ ویانا کی کانگرس نے تمام جرمن پالیسیوں کی ایک کنفیڈریشن بنا دی تھی، جس میں اڑتیس خود مختار ریاستیں شامل تھیں۔ اس کنفیڈریشن کا مقصد یہ تھا کہ جرمنی کے داخلی اور خارجی امن کی حفاظت ہوتی رہے اور ریاستوں کی آزادی پر کوئی اثر نہ پڑے۔ آسٹروی سلطنت کی صرف وہ ریاستیں اس کنفیڈریشن میں شامل تھیں جو قوم اور نسل کے اعتبار سے جرمن تھیں۔ ایک پارلیمنٹ بنا دی گئی تھی، جس کے اجلاس فرینک فورٹ میں ہوتے تھے۔ اس کے دو ایوان تھے۔ ہر ایک ایوان کی صدارت آسٹروی نمائندے کرتے تھے۔ عملی اعتبار سے اسے پارلیمنٹ نہ سمجھنا چاہیے، بلکہ مختلف ریاستوں کے نمائندوں کی کانگرس کہنا چاہیے، اس لیے کہ جو لوگ اس میں شریک ہوتے تھے وہ اپنی حکومتوں سے خاص ہدایات لے کر آتے تھے۔ میٹرنخ کے نزدیک اس کنفیڈریشن کے دو مقصد تھے: اول جرمنی کے حکمرانوں کو ان کے خارجی دشمنوں سے بچانا، یعنی فرانس اور روس سے۔ دوسرے ان کے علاقوں کو داخلی دشمن، یعنی آزاد خیالی سے محفوظ رکھنا۔

شاہانِ جرمنی

فریڈرک ولیم سوم
1797ء-1840ء

فریڈرک ولیم چہار
1840ء-1861ء

ولیم اوّل
1861ء-1888ء

فریڈرک سوم
1888ء

قیصر ولیم ثانی
1888ء-1918ء

فریڈرک ولیم (ولی عہد)
ولیم (پیدائش 1906ء)

1815ء میں پروشیا آزاد خیال لوگوں کی سب سے بڑی امید گاہ تھا، لیکن آہستہ آہستہ رجعت پسندانہ قوتیں بروئے کار آ گئیں اور ہر تحریک آزادی سے ایک قسم کا خوف اور خطرہ پیدا ہو گیا۔
تاہم ظاہر ہے کہ دلوں میں جو جذبہ پیدا ہو چکا تھا وہ اس طرح کی پابندیوں سے رک نہ سکتا تھا۔ خصوصاً آس پاس کے ملکوں کی حالت دیکھ کر ہر شخص کے دل میں طبعاً خواہش پیدا ہوتی تھی کہ اپنے ملک میں بھی ویسے ہی حالات رونما ہو جائیں۔ آزادی اور آزاد خیالی کو سب سے زیادہ فروغ یونیورسٹیوں میں ہوا اور طلبہ نے جابجا آزاد خیال انجمنیں قائم کر لیں۔ سب سے زیادہ زور جینا کی یونیورسٹی میں تھا۔

کسٹمز کا اتحاد:

1819ء میں قدامت پسندی کا ایک حامی جنیا کے ایک طالب علم کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ یہ شخص شاعر

بھی تھا اور اخبار نویس بھی۔ایک زمانے میں زار روس کا ملازم تھا۔آزاد خیالی کے بہت بڑے دشمنوں میں مانا جاتا تھا۔میترنخ کو اس سے بڑی تشویش پیدا ہوئی اور اس نے شاہ پروشیا کو آزاد خیالوں کے خلاف سخت تشدد کی تدابیر اختیار کرنے پر آمادہ کر لیا۔چنانچہ جرمن کنفیڈریشن کی پارلیمنٹ نے تجویز منظور کی کہ کمشنروں کے ذریعے سے یونیورسٹیوں پر کڑی نگرانی قائم کی جائے۔جو کتابیں چھپیں انھیں خوب سنسر کیا جائے۔خفیہ انجمنوں کے لیے ایک محکمہ تعزیر قائم کر دیا جائے۔

ادھر یہ سختیاں جاری تھیں ادھر جرمنی میں یہ تحریک پھیل رہی تھی کہ آسٹریا کو جو اہمیت حاصل ہے وہ ختم کی جائے اور اس کے پنجے سے اپنے آپ کو چھڑایا جائے۔اس سلسلے میں پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ مختلف ریاستوں نے اپنے درمیان کسٹمز کا اتحاد، قائم کر لیا۔اس لیے کہ اتحاد نہ ہونے کے باعث تجارت کے فروغ میں رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں۔اس بارے میں پہل خود پروشیا نے کی، یعنی سب سے پہلے اپنے ہاں یکساں محاصل قائم کیے، پھر پاس کی ایک ریاست کے ساتھ کسٹمز کے اتحاد کا معاہدہ کر لیا۔بعد ازاں بویریا اور ورٹم برگ بھی اس پر راضی ہو گئے۔1844ء تک جرمنی کے ان علاقوں کے سوا جو آسٹریا کے ماتحت تھے یا ہینوور اور ایک دو ریاستوں یا تین شہروں کے سوا پورا جرمنی اس اتحاد میں شامل ہو گیا۔یہ دراصل آسٹریا کے خلاف ایک بہت بڑی سیاسی کامیابی تھی۔

انقلابی تحریک کا زور:

1830ء میں پیرس کے اندر انقلاب بپا ہوا تو اس کے اثرات طبعاً جرمنی پر بھی پڑے۔تین ریاستوں کے حاکم دست برادری پر مجبور ہوئے۔ان ریاستوں، نیز ہینوور میں نئے دستور جاری ہو گئے۔پروشیا انقلابی اثرات سے صرف اس لیے محفوظ رہا کہ لوگوں کے دل میں بادشاہ کے لیے بڑا احترام تھا اور یہ بھی واقعہ ہے کہ بادشاہ نے ایسی انتظامی اصلاحات جاری کر دی تھیں جن کی وجہ سے بدنظمی کی حد درجہ بڑی خرابیاں دور ہو گئیں۔

میترنخ کو صاف نظر آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ بین الاقوامی آزاد خیالی سے پیدا ہوا ہے اور اس کا نتیجہ لازماً یہ نکلے گا کہ معاشرے کی موجودہ بنیادیں کھوکھلی ہو جائیں گی۔اس نے چھ نئے ضابطے تجویز کیے، جنھیں جرمن کنفیڈریشن میں جاری کیا گیا۔ان میں جرمن حکمرانوں کا فرض قرار دیا گیا کہ اگر جاگیرداران کے پاس ایسی درخواستیں پیش کریں، جن سے ان کے اقتدار پر پابندی عائد ہو تو یہ رد کر دی جائیں۔جاگیرداروں کو بتا دیا جائے کہ انھیں نہ تو ضرورت کی چیزیں روکنے کا حق ہے اور نہ وہ دستور میں تبدیلی کا کوئی طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔علاوہ بریں مشتبہ سیاسی چلن کے آدمیوں کی سخت نگرانی شروع ہو گئی۔یونیورسٹیوں کے خلاف جو احکام

جاری ہوئے تھے ان پر سختی سے عمل ہونے لگا۔ جلسوں کی ممانعت کر دی گئی۔ انقلابیوں نے اس کے جواب میں ایک سازش کی جس کا مقصد یہ تھا کہ فرینک فورٹ پر قبضہ کر کے پارلیمنٹ توڑ دی جائے اور جرمنی کی تمام ریاستوں کو متحد کر کے زیادہ آزادی کے اصول پر منظم کیا جائے۔

فریڈرک ولیم سوم، شاہ پروشیا 1840ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا فریڈرک ولیم چہارم کے لقب سے بادشاہ بنا۔ وہ زیادہ سیاسی آزادی اور پختہ قومی اتحاد کا حامی تھا، لیکن دستور کے ذریعے سے ان مقاصد کے لیے کام کرنے کے بجائے اس نے امراء اور جماعتوں کے ذریعے سے سب کچھ کرنے کا فیصلہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے، اس کی غرض یہ تھی کہ جرمان کنفیڈرشن کی جگہ پرانی مقدس رومی سلطنت کو زندہ کرے، جس میں پروشیا کو ایک شاندار مقام حاصل ہو جائے، اگرچہ وہ آسٹریا کے برابر نہ ہو۔ 1823ء میں صوبائی پارلیمنٹیں قائم کی گئی تھیں، بادشاہ نے انھیں اختیار دے دیا کہ کمیٹیاں چنیں، جو برلن میں جمع ہو کر پورے پروشیا کے لیے ایک قانون نامے پر غور کریں۔ یہ کمیٹیاں 1842ء میں جمع ہوئیں۔ بادشاہ نے خود واضح کر دیا کہ ان کی حیثیت عوامی نمائندوں کی نہیں اور یہ کوئی قابل ذکر کام نہ کر سکیں۔ آخر 1848ء میں تمام صوبائی اسمبلیوں کا متحدہ اجلاس بلایا گیا اور اس کے سامنے بادشاہ نے خود ایک نہایت پر پیچ سکیم پیش کی، جس میں متحدہ پارلیمنٹ کو بجٹ یا قانون سازی کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ ایک اختلافی گروہ اٹھا، جس نے مطالبہ کیا کہ یہ اجلاس وقتاً فوقتاً ہوتے رہنے چاہئیں۔ حکومت کے دو پیش کیے ہوئے بل رد کر دیئے گئے اور متحدہ اجلاس ختم ہو گیا۔ اس سے آزاد خیال گروہ میں بے چینی بڑھ گئی۔

اس ناکامی کی تلافی کے لیے بادشاہ نے یہ تجویز سوچی کہ جرمن کنفیڈریشن کی اصلاح کے لیے ایک سکیم پیش کرے۔ چنانچہ پارلیمنٹ کو نئے اختیارات دے دیئے گئے۔ مدعا یہ تھا کہ ایک وفاقی نظام حکومت کی طرح ڈالی جائے۔ ابھی کچھ فیصلہ نہ ہو سکا تھا کہ 1848ء میں ہنگامے شروع ہو گئے۔

آسٹریا: (1815ء-1848ء)

آسٹروی سلطنت مختلف علاقوں اور قوموں کا ایک بے ڈھب سا مجموعہ تھی جو ہیپس برگ خاندان حکومت کے ماتحت جمع ہو گئی تھیں۔ اس کے اجزاء یہ تھے:

(1) موروثی سلطنت جن میں سب سے بڑا علاقہ خود آسٹریا کا تھا یا جنوبی سمت کے وہ علاقے جن میں سلوون قوم آباد تھی۔

(2) حکومت بوہیمیا کے علاقے۔

(3) گلیشیا کا صوبہ جو پولینڈ کی تقسیم میں ملا تھا۔

(4) اٹلی ،وینس اور لمبارڈی کے علاقے۔

(5) ہنگری، ٹرانسلوینیا اور کروشیا کے علاقے۔

وقت کے تقاضوں کی بنا پر ان علاقوں میں بھی قومی تحریکیں پیدا ہوئیں اور انھیں فروغ حاصل ہوا۔ مثلاً کروٹوں نے اپنی زبان اور اپنے ادب کا احیاء کیا اور میگیاروں کے تسلط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ چیکوں نے اپنی زبان اور ادب کو زندہ کر لیا اور یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ بوہیمیا کے دستوری حقوق بحال کیے جائیں۔ اسی طرح میگیاروں میں ایک قومی تحریک پیدا ہو گئی۔

شاہانِ آسٹریا

فرانس اوّل میریا تھیریا

لیوپولڈ دوم
1790ء۔1792ء

جوزف دوم
1765ء۔1790ء

فرانس دوم
1792ء۔1835ء

فرانس

فرڈیننڈ اوّل
1835ء۔1848ء

فرانس جوزف اوّل
1848ء۔1916ء

چارلس لوئس
وفات 1896ء

فرڈی ننڈ
حق وراثت چھوڑ دیا

آٹو

فرانس فرڈی ننڈ
(1914ء میں مارا گیا اور اس پر جنگ عظیم شروع ہوئی)

میکس ملین

چارلس اول
1916ء-1918ء
(وفات1922ء)

ہنری
پیدائش1925ء

فرڈی ننڈ
پیدائش1918ء

آٹو
پیدائش1912ء
وارث سلطنت

شہنشاہ آسٹریا نے میٹرنخ کو خارجی معاملات میں وسیع اختیارات دے دیے، لیکن داخلی معاملات اپنے ہی ہاتھ میں رکھے۔ نظام حکومت بڑا پر پیچ تھا اور تمام سرشتوں، نیز انتظامی حلقوں کے درمیان بادشاہ ہی ذریعہ اتحاد تھا۔ پولیس کو ہمہ گیر اختیارات حاصل تھے۔ جگہ جگہ جاسوس مقرر تھے۔ خط کھول کر سنسر کیے جاتے تھے۔ صوبائی جاگیرداروں کے اجلاس کبھی کبھی بلائے جاتے تھے، لیکن یہ محض ایک رسمی حیثیت رکھتے تھے۔

1835ء میں فرڈی ننڈ اول تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق میٹرنخ کو خارجی معاملات میں مختار کل بنائے رکھا۔ 1836ء میں سلطنت کی ایک کانفرنس بنائی گئی جس کے ممبر چار تھے: ایک آرچ ڈیوک لڈوک، دوسرا آرچ ڈیوک فرانس چارلس، تیسرا کاؤنٹ کولووراٹ (Kolowrat)□i چوتھا میٹرنخ۔ اسے وزارت سمجھنا چاہیے۔ ہر وزیر کو اپنے اپنے محکموں پر پورا اختیار حاصل تھا۔ کتابوں، پمفلٹوں اور اخباروں پر سنسر قائم تھا، البتہ باہر سے آزاد خیال مطبوعات پہنچتی رہتی تھیں۔ تعلیم یافتہ طبقوں میں آزاد خیالی خاصی پھیل گئی۔ جب صنعت و حرفت نے فروغ حاصل کیا اور ویانا نیز دوسرے شہروں میں متوسط طبقے کی آبادی بڑھ گئی تو دستوری اصلاحات کی تحریک تیز ہوگئی۔ صنعتی ترقی کے ساتھ ہی مزدوروں میں بھی آزاد خیالی پھیلی اور انھوں نے 1848ء کے انقلاب میں بہت اہم حصہ لیا۔ عوام شدید اقتصادی بدحالی سے پریشان ہو گئے۔ مزدوروں کے ہنگامے بڑھ گئے۔ یہ سب کچھ مارچ 1848ء کے واقعات کا پیش خیمہ تھا۔

ہنگری:

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے ہنگری پر مطلق العنان حکمرانی کا سلسلہ جاری تھا۔ اس کی پارلیمنٹ کا اجلاس کبھی نہ ہوا۔ جب ضرورت پیش آتی، فوجی خدمت کا مطالبہ شروع ہو جاتا اور روپیہ طلب کر لیا جاتا۔ ہنگری کے لیے جو پارلیمنٹ مقرر تھی، وہ بھی بڑی حد تک نیم جاگیردار امراء پر مشتمل تھی۔ اس کے ایوان بالا

کے ممبر ایک سو تیس تھے۔ یہ یا تو بڑے بڑے امیر تھے یا کلیسا کے خاص عہدے دار یا ملک کے بڑے بڑے ناظم۔ ایوان زیریں کے ممبروں کا انتخاب بھی انھی لوگوں میں سے ہوتا تھا جو خاصے امیر تھے۔

یہ حالات تھے جب 1830ء اور 1840ء کے درمیان ہنگری میں ایک تحریک جاری ہوئی جو آزاد خیالی اور قوم پروری پر مبنی تھی۔ اعتدال پسند ممبروں کی رائے تھی کہ ملک کی پرانی ثقافت زندہ کی جائے اور مغربی یورپ کے ملکوں کی طرح اقتصادی نشو و ارتقاء کا بندوبست کیا جائے۔ اس طبقے کا لیڈر سٹیفن زیچینی (Stephen Szechenyi) تھا اور انتہا پسند طبقے کا لیڈر لوئس کوستھ (Louis Kossuth) تھا۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ آسٹریا سے آزادی حاصل کی جائے اور پارلیمنٹ کے ذریعے سے حکومت ہو۔ ان دونوں گروہوں کے درمیان ایک تیسرا گروہ تھا، جس کا مطالبہ یہ تھا کہ ہنگری کو سلطنت آسٹریا کے اندر رہ کر خود اختیاری کا درجہ حاصل کرنا چاہیے اور درمیانے درجے کا پارلیمانی نظام قائم کیا جائے۔ اس گروہ کا لیڈر فرانس دیاک (Francis Deak) تھا۔ میگیار زبان اور میگیاروں کی مقتدر حیثیت کے بارے میں تینوں گروہ متفق تھے۔

ہنگری کی پارلیمنٹ نے سب سے پہلی کامیابی یہ حاصل کی کہ لاطینی زبان کی جگہ میگیار کو سرکاری زبان قرار دے دیا۔ پھر دستوری اصلاحات کا مطالبہ تیز ہو گیا۔ 1841ء میں کوستھ نے ایک اخبار جاری کیا، جس میں آسٹریا پر شدید حملے کیے جاتے تھے اور ہنگری میں سلافی قوم کی جو اقلیتیں رہتی تھیں، ان کے حقوق سے انکار کیا جاتا تھا۔ اس اخبار کے ذریعے سے انقلابی پروپیگنڈے کو بڑی مدد ملی۔ 1848ء کے انتخابات میں آزاد خیال نمائندوں کو اکثریت حاصل ہوئی۔ دیاک نے مختلف آزاد خیال گروہوں کو متحد کر کے ایک مشترکہ پروگرام منظور کرا لیا، جو دس نکات پر مبنی تھا اور عام طور پر "قوانین مارچ" کے نام سے مشہور ہوا، یعنی ذمہ دار حکومت کا قیام، عوام کے لیے حق انتخابات، پریس کے لیے زیادہ سے زیادہ آزادی، ٹرانسلوینیا کا الحاق، عام جلسوں کا حق، کامل مذہبی آزادی، قانون کے سامنے سب کی مساوات، یکساں محاصل، زرعی غلامی کا خاتمہ، مگر زمینداروں کو معاوضے دے کر غلاموں کو آزاد کرانا۔

یہ پروگرام نمائندوں نے منظور کر لیا۔ قدامت پسند دولت مندوں نے اس کی مخالفت کی۔ شہنشاہی حکومت کے ساتھ اس کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ ابھی کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ پیرس میں انقلاب ہوا اور اس کے اثرات بوڈاپسٹ میں بھی آ پہنچے۔

آسٹروی سلطنت میں انقلابی تحریک:

فروری 1848ء میں پیرس کے اندر انقلاب بپا ہوا تو ویانا اور بوڈاپسٹ میں بھی ہنگامے شروع ہو

گئے۔ کوسوتھ نے بڑی دلیری اور مردانگی سے ویانا کے نظام حکومت کی مذمت کرتے ہوئے ہنگری میں ذمہ دار حکومت کا مطالبہ پیش کر دیا۔ اس پر ویانا کے باشندوں نے شہنشاہ کے روبرو مطالبات پیش کرتے ہوئے مظاہرے شروع کر دیئے۔ ہنگاموں کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوج اور مظاہرہ کنندوں کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی۔ 13 مارچ کو میٹرنخ نے استعفیٰ دے دیا اور ملک چھوڑ کر چلا گیا۔ شہنشاہ نے ایک فرمان کے ذریعے سے سنسر اڑا دیا اور دستور ساز اسمبلی بلانے کا وعدہ کر لیا۔ ہنگری کے نمائندوں نے وہ دس نکات کا پروگرام پیش کر دیا، جن کا ذکر ''قوانین مارچ'' کے نام سے پہلے آ چکا ہے۔ بعض قدامت پسندوں کی مخالفت کے باوجود شہنشاہ نے اہل ہنگری کے نہ صرف وہ مطالبات مان لیے، بلکہ مزید مطالبات مان کر ہنگری کو بڑی حد تک آزاد کر دیا۔ صرف اپنی ذات کے ساتھ اس کی وابستگی قائم رکھی۔ اس پر کروٹوں نے بھی خود مختاری حکومت کا مطالبہ پیش کر دیا اور کہا کہ ہمیں ہنگری سے الگ کر دیا جائے۔

عین اسی زمانے میں چیکوں نے بوہیمیا کے لیے دستور ساز اسمبلی پر اصرار کیا۔ موریویا، گلیشیا، ڈلمشیا اور ٹرانسلوینیا میں بھی اسی قسم کی تحریکات جاری ہو گئی۔ شہنشاہ نے جس اسمبلی کا وعدہ مارچ کے مہینے میں کیا تھا، اس کے دستور کا انتظار کیے بغیر خود ایک دستور جاری کر دیا جو دستوری حکومت اور ذمہ دار وزارت پر مبنی تھا (25۔ اپریل 1858ء)۔

شہنشاہ کی معزولی:

اس دستور پر لوگوں میں اطمینان نہ ہوا اور نئے سرے سے مظاہرے شروع ہو گئے۔ حکومت کو مجبوراً یہ وعدہ کرنا پڑا کہ دستور جمہوری اصول پر از سر نو بنایا جائے گا۔ ہنگامے اتنے تیز ہو گئے کہ شہنشاہ کو ویانا چھوڑ کر انس بروک (innsbruck) میں پناہ لینا پڑی۔

جون کے مہینے میں سلافی اتحاد کی پہلی کانگرس منعقد ہوئی جس میں زیادہ تر چیک قوم کے نمائندے تھے۔ فرانس پیلا کی (Francis Palacky) جو بوہیمیا کا مشہور مورخ اور قومی لیڈر تھا، اس کانگرس کا صدر منتخب ہوا اور اعلان کر دیا گیا کہ سلافی قوم بالکل ہم آہنگ اور ہم رائے ہے۔ تمام قوموں کے حقوق برابر ہیں اور بین الاقوامی مسائل طے کرنے کے لیے یورپ بھر کے نمائندوں کی ایک کانگرس منعقد ہونی چاہیے۔

پراگ میں فوج کے سپہ سالار کی بیوی اور مظاہرے کے دوران میں اتفاقیہ گولی سے ماری گئی۔ سپہ سالار نے تشدد شروع کر دیا۔ پراگ پر گولہ باری ہوئی۔ بوہیمیا میں فوج نے پورا انتظام سنبھال لیا۔ ویانا میں عام پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا، جسے دستور ساز اسمبلی کا اجلاس قرار دینا چاہیے۔ جمہوری اصول پر ایک نای دستور بنایا گیا، جس کا خاص پہلو یہ تھا کہ کسانوں کو آزادی دے دی گئی۔ کروشیا کے گورنر نے ہنگری پر حملہ شروع کر

دیا۔ ویانا میں پھر ہنگامے شروع ہو گئے، جن میں وزیر جنگ مارا گیا۔ پراگ کی فوج کے سپہ سالار اور کروشیا کے گورنر نے متحد ہو کر ویانا پر گولہ باری کی۔ جو آزاد خیال لیڈر فرینک فورٹ سے پارلیمنٹ یا دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوئے تھے، ان بیچاروں کو بے دردی سے مار دیا گیا۔ 2 دسمبر 1848ء کو شہنشاہ فرڈی ننڈ نے تاج و تخت سے دست برداری اختیار کر لیا اور اس کا بیٹا فرانسس جوزف اول شہنشاہ بن گیا۔

تحریک کا خاتمہ:

فرانسس جوزف (1848ء-1916ء) کے تخت نشین ہوتے ہی پرنس فیلکس شوارزن برگ (Felix Schwarzenberg) نے پورا کاروبار حکومت سنبھال لیا اور فوجی کاروائیاں شروع کر دیں۔ وہ شہنشاہی اقتدار کی بحالی کا زبردست حامی تھا۔ آسٹریا کی دستوز ساز اسمبلی نے جو دستور منظور کیا تھا اسے نظر انداز کر دیا گیا۔ اسمبلی توڑ دی گئی اور شوارزن برگ نے اپنا دستور جاری کر دیا، جو سلطنت کے تمام صوبوں پر یکساں حاوی تھا۔ اس میں پورے اختیارات مرکزی حکومت کے حوالے کر دیئے گئے تھے۔

اس اثناء میں ہنگری کے اندر جمہوریت کا اعلان کر چکا تھا اور کوستھ کو اس جمہوریت کا صدر منتخب کر لیا گیا تھا۔ یہ حالات دیکھ کر زار روس نے شہنشاہ آسٹریا کی خدمت میں فوجی امداد پیش کی۔ چنانچہ روسی اور آسٹروی فوجوں نے مل کر اہل ہنگری کو دبانے کی مہم شروع کر دی۔ اس صورت حال پر سرویا اور رومانیہ کے باشندوں نے بھی اہل ہنگری کے خلاف ہنگامے شروع کر دیئے۔ اگست 1849ء میں اہل ہنگری نے شکست کھائی۔ کوستھ بھاگ کر ترکی پہنچ گیا اور فاتحوں نے کامیابی کے بعد نہایت خوفناک انتقام لیا۔ انقلابی فوج کے نو جرنیلوں کو پھانسی دی گئی اور چار کو گولی سے اڑایا گیا۔

جرمنی میں انقلابی تحریک:

پیرس کے انقلاب کے ساتھ جرمنی میں بھی ہنگاموں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ شاہ پروشیا کو یقین تھا کہ ساری مصیبت بیرونی مفسدوں نے پیدا کی ہے۔ اس نے اپنی رعایا کو خوں ریزی کا تختہ مشق بنانے کے بجائے رعایتیں دینے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ سنسر اڑا دیا گیا اور تمام صوبوں کی متحدہ پارلیمنٹ بلا لی گئی۔ عوام شاہی محل کے ارد گرد پھر رہے تھے، فوج نے ان پر گولی چلا دی۔ اگرچہ کسی کو نقصان نہ پہنچا، لیکن عوام کے اشتعال نے برلین میں نازک حالت پیدا کر دی۔ بادشاہ نے عوام سے اپیل کی کہ مورچہ بندی ختم کر دو تو فوج ہٹالی جائے گی۔ چنانچہ فوج ہٹالی گئی۔ عوام نے ہتھیاروں کے مطالبہ منظور کرا لیا اور جو آدمی ہنگاموں میں مارے گئے تھے ان کے تابوتوں کی سلامی اتارنے کے لیے بادشاہ کو مجبور کر دیا۔

21 مارچ کو بادشاہ نے ایک نیا فرمان جاری کیا کہ میں عوام کی خواہش کے مطابق جرمن قوم کی لیڈری سنبھالنے پر آمادہ ہوں اور پروشیا کو جرمنی میں ضم کر دینے کے لیے تیار ہوں۔ انقلابیوں نے اس موقعے پر جو سہ رنگا جھنڈا تیار تھا (سیاہ، سرخ اور سنہری رنگ) اسے لے کر بادشاہ کے پاس پہنچے اور اسے بھی اپنے ساتھ بازاروں میں لیے پھرے۔

قومی اسمبلی:

31 مارچ کو فرینک فرٹ میں ابتدائی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا اور اس نے اعلان کیا کہ بالغوں کے حق رائے کے مطابق براہ راست انتخابات کیے جائیں۔ 18 مئی کو قومی اسمبلی جمع ہوئی جس کے نمائندے آٹھ سو تیس تھے۔ بہت سے قدامت پسندوں نے اس میں شرکت ہی نہ کی۔ زیادہ تر متوسط طبقے کے لوگ شریک تھے۔ مثلاً قریباً دو سو قانون دان، ایک سو پروفیسر، بہت سے ڈاکٹر، جج اور بڑے بڑے افسر، ایک سو چالیس کاروباری آدمی۔ بظاہر تاریخ میں ایسی دستور ساز اسمبلی کی مثال شاید ہی مل سکے۔

اس اسمبلی نے پارلیمنٹ کو معطل کر دیا، آسٹریا کے آرچ ڈیوک جان کو عارضی حکومت کا سر کردہ تجویز کر لیا اور مختلف لوگوں کو مختلف عہدے دے دیئے گئے، لیکن اس عارضی حکومت کے پاس فوج نہ تھی، لہٰذا وہ کچھ نہ کر سکی۔

وسطی یورپ

جرمنی-آسٹریا-ہنگری

(2)

دو صوبوں کا معاملہ:

یہ حالات تھے جب جرمنی کے دو صوبوں شلیس وگ (Sehleswing) اور ہال سٹین (Holstein) کا مسئلہ سامنے آ گیا۔ ان میں سے شلیس وگ کے نصف حصے میں جرمن آباد تھے اور ہال سٹین پورے کا پورا جرمنوں سے معمور تھا۔ مدت سے شاہ ڈنمارک نے ان پر قبضہ کر رکھا تھا۔ شاہ موصوف نے اپنے ہاں کے قوم پرستوں کے زیر اثر دونوں صوبوں کو مستقل طور پر اپنی سلطنت میں شامل کر لینا چاہا تو وہاں بغاوت رونما ہوئی اور باغیوں نے اپنی ایک عارضی حکومت بنالی، فرینک فورٹ کی پارلیمنٹ نے پروشیا کو مختار بنا دیا کہ ان صوبوں کو اہل ڈنمارک سے خالی کرائے۔ برطانیہ اور روس نہیں چاہتے تھے کہ پروشیا کو یہ صوبے ملیں۔ چنانچہ ان کی طرف سے انتباہات ہوئے۔ تاہم پروشیا نے فوجیں بھیج دیں۔ 28 اگست کو سات مہینے کے لیے جنگ روک دی گئی۔ شرط یہ قرار پائی کہ ڈنمارک اور پروشیا دونوں اپنی فوجیں نکال لیں، ایک مشترکہ کمیشن عارضی طور پر انتظام سنبھال لے، پھر آخری فیصلہ کیا جائے۔

ڈنمارک کی پارلیمنٹ اور فرینک فورٹ کی پارلیمنٹ دونوں میں اس فیصلے کے خلاف احتجاجات ہوئے۔ آخر وزیراعظم برطانیہ کی یہ تجویز مان لی گئی کہ شلیس وگ کے لیے ایک الگ دستور تجویز کر لیا جائے، ڈنمارک نے اسے بھی قبول نہ کیا اور جنگ دوبارہ شروع ہو گئی۔ 2 جولائی 1850ء کو دونوں ملکوں کے درمیان آخری صلح ہوئی جس میں دونوں فریقوں نے اپنے حقوق محفوظ رکھے۔

فرینک فورٹ کا دستور:

ایک طرف فرینک فورٹ میں پارلیمنٹ کا اجلاس جاری تھا جس میں چار پارٹیاں کام کر رہی تھیں: اول وہ لوگ جو جمہوریت کے حامی تھے اور چاہتے تھے کہ ایسی وفاقی حکومت قائم ہو جس میں مرکز کے اختیارات زیادہ رکھے جائیں، دوسرے وہ لوگ جو دستوری بادشاہی کے خواہاں تھے۔ اسی طرح دو اور پارٹیاں ان کے بین بین تھیں۔ ساتھ ساتھ پروشیا کی پارلیمنٹ کا اجلاس بھی جاری تھا۔

اس زمانے میں آسٹروی سلطنت کی انقلابی تحریک دب چکی تھی۔ شاہ پروشیا نے بھی ان حالات سے

فائدہ اٹھا کر پروشیا کی دستور ساز اسمبلی توڑ دی اور اپنی طرف سے ایک دستور جاری کر دیا جس کے مطابق دو ایوان تھے: ایک ایوان بالا، دوسرا ایوان زیریں۔ ایوان زیریں کے ممبر بالغوں کے حق رائے سے منتخب ہوتے تھے، لیکن انتخاب کا طریقہ ایسا رکھا گیا تھا کہ تراسی فی صدی آبادی صرف ایک تہائی نشستیں لے سکتی تھیں، یہ دستور 1850ء سے 1918ء تک جاری رہا۔

فرینک فورٹ کی دستور ساز اسمبلی نے جو دستور منظور کیا اس کے خلاصہ یہ تھا کہ تمام جرمنی کی ایک وفاقی حکومت بنائی جائے جس کا شہنشاہ تمام جرمنوں کا شہنشاہ ہو، وزیر پارلیمنٹ کے روبرو جواب دہ سمجھے جائیں اور پارلیمنٹ کے دو ایوان ہوں۔ ایوان زیریں کا انتخاب خفیہ بیلٹ کے ذریعے سے ہو اور ایوان بالا کے نصف ممبر مختلف حکومتیں چنیں اور نصف کا انتخاب ایوان زیریں کی طرف سے ہو۔ فریڈرک ولیم کو شہنشاہ تجویز کیا گیا۔ اس نے کہا کہ جب تک تمام جرمن رئیس اور شہزادے راضی نہ ہوں، میں یہ پیش کش قبول نہیں کر سکتا۔ پھر چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے رضامندی دے دی تو بادشاہ نے یہ عذر پیش کر دیا کہ مجھے بادشاہی خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور عوام کی منتخب کی ہوئی اسمبلی کے ہاتھوں سے میں تاج نہیں لے سکتا۔

جرمنوں کا اتحاد کی سکیم:

اگرچہ فریڈرک ولیم نے یہ سکیم رد کر دی، لیکن وہ خود جرمنوں کے اتحاد کو پورا کرنے کے لیے ہمہ تن تیار تھا۔ چنانچہ اس کے ایک حامی نے کنفیڈریشن کی ایسی سکیم تیار کی جو تمام جرمن علاقوں پر حاوی تھی۔ مقصود یہ تھا کہ وسط یورپ میں چھ کروڑ کا ایک متحدہ بلاک بن جائے اور اس کے دو حصے ہوں: ایک اندرونی کنفیڈریشن جس میں تمام جرمن علاقے شامل سمجھے جائیں، پروشیا اس کا لیڈر ہو۔ دوسرا حصہ آسٹروی سلطنت پر مشتمل ہو، لیکن یہ سکیم بھی بیچ ہی میں رہ گئی اور جرمن ریاستوں کی جو کانفرنس دسمبر 1850ء سے مارچ 1851ء تک ہوتی رہی وہ بھی کسی نتیجے پر نہ پہنچی۔

آسٹروی سلطنت: (1849ء-1868ء)

مارچ 1849ء کا دستور ختم ہو چکا تھا، ہنگری کی تاریخی حیثیت ختم کر دی گئی اور اسے پانچ صوبوں میں تقسیم کر کے نظم و نسق جرمن افسروں اور فوج کے حوالے کر دیا۔ باقی واقعات کی کیفیت یہ ہے:

(1) 1855ء میں کیتھولک کلیسا کے ساتھ میثاق ہوا اور اس میں کلیسا کو وسیع اختیارات دے دیئے گئے، خصوصاً تعلیم کے معاملے میں۔

(2) اکتوبر 1860ء میں ایک وفاقی دستور کا اعلان ہوا جس میں مختلف علاقوں کو بڑی حد تک خود اختیاری

دے دی گئی۔ اہل ہنگری نے اس کی مخالفت کی اور اپنے دستور کی بحالی پر زور دیا۔

(3) فروری 1861ء میں ایک نیا فرمان جاری ہوا جس کے مطابق دو ایوانوں کی پارلیمنٹ تجویز ہوئی، لیکن طریق انتخابات ایسا رکھا گیا کہ جرمن سرمایہ داروں کو ان کی تعداد سے بدر جہا زیادہ اقتدار حاصل ہو جائے۔

(4) اکتوبر 1868ء میں ہنگری کے ساتھ ایک سمجھوتا ہو گیا جس کے مطابق ہنگری میں میگیاروں کو تمام دوسری قوموں پر اقتدار حاصل ہو گیا، لیکن آسٹریا کے باقی سترہ صوبوں میں اختیارات کے مالک جرمن رہے۔

جرمنی کا احیاء:

جرمنی کو از سر نو قوی بنانے کی جو تحریک شروع ہوئی تھی وہ آہستہ آہستہ پایہ تکمیل کو پہنچتی رہی۔ کسٹمز کے اتحاد نے آسٹریا کے لیے خاصی نازک حالت پیدا کر دی تھی، اس نے اتحاد کو توڑنا چاہا، لیکن کامیابی نے ہوئی۔ ہینوور، برنزوک اور اولڈن برگ بھی 1853ء میں اتحاد نے اندر شامل ہو گئے۔ گویا شمالی جرمنی کے اندر بڑی حد تک قریبی تعلقات استوار ہو گئے۔

1858ء میں فریڈرک ولیم چہارم شاہ پروشیا کے متعلق ڈاکٹروں نے فیصلہ کر دیا کہ اس کا دماغ ٹھیک نہیں۔ چنانچہ اس کے بھائی کو نائب السلطنت بنا دیا گیا جو 1861ء میں مستقل بادشاہ بنا، پھر جرمنی کا شہنشاہ بن گیا۔ یہ ولیم اول کے لقب سے مشہور ہوا۔

اس کے عہد میں جرمنی کا اتحاد مکمل ہو گیا۔ اس سلسلے میں تین آدمی خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو ولیم ہی کے زمانے میں بروئے کار آئے اور انھوں نے جرمنی کی قوت کمال پر پہنچا دی۔ اول پرنس بسمارک، جو 1862ء سے 1890ء تک مسلسل ذمہ داری کے عہدوں پر مامور رہا اور یورپ کے بہت بڑے مدبروں میں شمار ہوتا ہے، دوسرا فون رون (Von Roon۔1803ء-1879ء) جو وزیر جنگ تھا، تیسرا فون مالٹکے (Von Moltke۔1800ء-1891ء) نے بہت ہی تھوڑی مدت میں فوج کو اعلیٰ پیمانے پر پہنچا دیا۔ بسمارک نے سیاسی بساط پر اس دانش مندی اور حسن تدبیر سے چالیں چلیں کہ قدم بہ قدم پروشیا کا دائرہ اقتدار وسیع ہوتا گیا، یہاں تک کہ نئی جرمن سلطنت معرض وجود میں آ گئی۔

شلیس وگ، ہال سٹین کا مسئلہ:

شلیس وگ اور ہال سٹین کا مسئلہ بے فیصلہ چلا آتا تھا۔ 1864ء میں بسمارک نے آسٹریا کو اپنے

ساتھ ملایا اور دونوں طاقتوں کی طرف سے ڈنمارک کو الٹی میٹم دے دیا کہ اگر اس دستور کو ختم نہ کیا جائے گا جس کے مطابق شلیس وگ کو اپنی سلطنت میں شامل کیا گیا ہے تو لڑائی ناگریز ہو جائے گی۔ چنانچہ فوجی قوت کے بل پر یہ صوبہ لے لیا گیا۔ لندن میں ایک کانفرنس صلح کے لیے منعقد ہوئی۔ اس میں اہل ڈامارک کی ضد اور بسمارک کی چالاکی کے باعث کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ پروشیا نے ڈنمارک کو خوف ناک شکست دے کر دونوں صوبے آسٹریا اور پروشیا کے لیے لے لیے۔

آسٹریا سے اختلاف:

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ان صوبوں کا آخری فیصلہ کیوں کر ہو۔ اگست 1865ء میں باہم یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہال سٹین کا صوبہ آسٹریا کے انتظام میں رہے اور شلیس وگ کا صوبہ پروشیا سنبھال لے۔ لائن برگ کا علاقہ پروشیا کے پاس رہے لیکن اس کے لیے ایک رقم آسٹریا کو دی جائے۔ یہ انتظام کسی لحاظ سے بھی اطمینان بخش نہ تھا۔ پروشیا اس امر کے لیے تیار نہ ہو سکتا تھا کہ اس کے اندر ایک علاقہ آسٹریا کے قبضے میں ہو۔ بسمارک نے اپنی چالیں شروع کر دیں اور آسٹریا کے ساتھ تعلقات بہت جلد بگڑ گئے۔ روس اور پروشیا کے درمیان دوستی تھی، بسمارک نے لوئی نپولین شہنشاہ فرانس سے مل کر ایسی بات چیت کی جس سے لوئی نپولین پر یہ اثر پڑا کہ رہائن لینڈ کے علاقے سے اسے کچھ حصہ مل جائے گا، جنگ ہوئی تو آسٹریا کامیاب ہو جائے گا۔ یہ سمجھتے ہوئے لوئی نپولین نے اقرار کر لیا کہ وہ آسٹریا اور پروشیا کی جنگ میں غیر جانبدار رہے گا۔ بسمارک نے ایک قدم آگے بڑھا کر اٹلی کے ساتھ دفاعی اور جارحانہ اتحاد کر لیا۔ یعنی اگر تین مہینے کے اندر اندر آسٹریا سے جنگ چھڑ گئی تو اٹلی پروشیا کا ساتھ دے گا اور وینس کا علاقہ اسے معاوضے میں دے دیا جائے گا۔

آسٹریا سے جنگ:

ان انتظامات کے بعد بسمارک نے فرینک فورٹ کی پارلیمنٹ میں ایک اصلاحی سکیم پیش کر دی۔ اس کا خیال یہ تھا کہ آسٹریا اس کی مخالفت کرے گا اور جنگ کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ ہال سٹین کے آسٹروی گورنر نے اپنے ہاں کی پارلیمنٹ بلا لی، تا کہ اس علاقے کو مستقبل پر غور کرے۔ بسمارک نے اسے معاہدے کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے اپنی فوجوں کو ہال سٹین میں پیش قدمی کا حکم دے دیا۔ آسٹریا نے یہ حالت دیکھی تو لوئی نپولین سے ایک خفیہ معاہدہ کر لیا جس کا مفاد یہ تھا کہ فرانس جنگ میں غیر جانبدار رہے گا تو وینس کا علاقہ فرانس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ بہر حال جنگ شروع ہوئی جو جون 1866ء سے اگست 1866ء

تک صرف سات ہفتے جاری رہی۔ مالٹکے نے اپنی فوج سے ایسے طریق پر کام لیا کہ آسٹریا کچھ بھی نہ کر سکا۔ کانگرائز (Koniggratz) کی شکست نے سارا معاملہ ختم کر دیا۔ لوئی نپولین نے بیچ بچاؤ کی کوشش کی۔ بسمارک نے اس شرط پر بیچ بچاؤں قبول کیا کہ صلح کی شرطیں متاز کہ سے پہلے طے ہو جائیں۔ چنانچہ ہینوور، ہیسی، نسا، فرینک فورٹ، پروشیا میں شامل ہو گئے۔ آسٹریا کو جرمنی سے الگ کر دیا گیا۔ دریائے مین (Main) کے شمال میں جو جرمن ریاستیں تھیں ان کی کنفیڈریشن بن گئی۔ جنوب کی جرمن ریاستوں کو الگ کنفیڈریشن بنانے کی اجازت ہوگی۔

لوئی نپولین اور بسمارک:

لوئی نپولین نے اس موقعے پر کچھ نہ کچھ حاصل کرنے کے لیے کوشش کی اور چاہا کہ 1814ء کی فرانسیسی سرحدیں بحال ہو جائیں، بلکہ کچھ زیادہ علاقہ مل جائے۔ بسمارک نے اس دعوے کو جرمنوں کے قومی احساسات کے لیے ایک ضرب قرار دیتے ہوئے انکار کر دیا۔ پھر نپولین نے چاہا کہ بلجیم فرانس کو مل جائے اور اس کے بدلے میں جنوبی جرمنی کو شمالی جرمنی کے ساتھ ملا دینے کی حمایت کی جائے گی۔ بسمارک اس معاملے کو ٹالنا چاہتا تھا۔ اتفاق سے وہ بیمار ہو گیا اور بیماری کا بہانہ بنا کر قطعی جواب دینے سے اس نے پہلوتہی کی۔ لوئی نپولین نے اس سلسلے میں عہد نامے کا ایک مسودہ بسمارک کے پاس بھیج دیا تھا۔ 1870ء میں بسمارک نے یہ مسودہ انگلستان میں شائع کرا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگریز پروشیا اور جرمنی کی جنگ کے سلسلے میں فرانس کے خلاف پروشیا کے حامی بن گئے۔

ادھر بسمارک نے جنوبی جرمنی کی ریاستوں یعنی بیڈن۔ ورٹم برگ اور بوریا کے ساتھ گفت و شنید شروع کر دی۔ انھوں نے فرانسیسی حملے کی شکل میں پروشیا کے ساتھ فوجی اتحاد کا عہد نامہ کر لیا۔

شمالی جرمنی کی فیڈریشن:

شمالی جرمنی کی کنفیڈریشن کے لیے جو دستور تیار ہوا وہ خود بسمارک نے بنایا تھا۔ اس دستور کے مطابق تمام ریاستیں یک جا ہو گئیں، لیکن ان سب کی داخلی حکومتیں بحال رہیں۔ البتہ فوجوں کا نظم و نسق فیڈرل حکومت کے حوالے ہو گیا اور شاہ پروشیا تمام فوجوں کا سپہ سالارِ اعظم تھا۔ اس کنفیڈریشن کی صدارت بھی شاہ پروشیا ہی کو حاصل تھی۔ اس کی جانب سے چانسلر تمام خدمات انجام دیتا تھا اور چانسلر بادشاہی کے روبرو جواب دہ تھا۔ ایک فیڈرل کونسل بنائی گئی تھی جس میں مختلف ریاستوں کے نمائندے شریک ہوتے تھے۔ تینتالیس نمائندے ان کے علاوہ تھے جن میں سے سترہ پروشیا کے تھے اور باقی نمائندوں میں سے بھی

زیادہ تر پروشیا ہی کے زیر اثر تھے۔ دستور کو بدلنے کے لیے ضروری تھا کہ دو تہائی نمائندوں کے ووٹ حاصل کیے جاتے۔ ایک ایوان زیریں تھا جس کے لیے تمام بالغ آدمیوں کے ووٹوں سے نمائندے چنے جاتے۔ اسے بھی قانون سازی میں فیڈرل کونسل کے برابر حقوق حاصل تھے۔ یوں بسمارک نے ایک طرف نئے انتظام کے ماتحت پروشیا کے لیے پورا اقتدار حاصل کرلیا، دوسری طرف آزاد خیال گروہ، ذمہ دار حکومت کا جو مطالبہ پیش کر رہے تھے، اس کے مقابلے میں شاہی اقتدار قائم رکھا۔

لکسمبرگ کا معاملہ:

1866ء اور 1867ء کے موسم سرما میں لکسمبرگ کے مسئلے نے نازک صورت اختیار کر لی۔ لوئی نپولین یہ علاقہ نیدر لینڈز کے بادشاہ سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بسمارک نے وعدہ کرلیا تھا کہ وہ اس معاملے میں فرانس کی مخالفت نہ کرے گا، لیکن شرط یہ لگائی کہ معاملہ ایسے طریق پر طے کیا جائے جس سے جرمنوں کے قومی احساسات مشتعل نہ ہوں۔ فرانسیسیوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا تو پہلے ہی قدم پر ان سے بے تدبیری سرزد ہوئی۔ راز تشت ازبام ہوگیا اور شمالی جرمنی کی پارلیمنٹ میں بسمارک سے اس معاملے کے متعلق سوال کیا گیا۔ نیدر لینڈز کے بادشاہ نے یہ صورت حال دیکھی تو جو انتظامات اس وقت تک کیے تھے ان سے قدم پیچھے ہٹالیا۔ اس وجہ سے حالات خاصے نازک ہو گئے۔ لندن میں ایک بین الاقوامی کونسل منعقد ہوئی اور ایک معاہدے پر فریقین کے دستخط ہو گئے۔ پروشیا نے یہ اقرار کرلیا کہ وہ شہر لکسمبرگ کے قلعے میں اپنی فوج نہ رکھے گا۔ ریاست، جرمن کنفیڈریشن کی ممبر نہ رہی۔ تمام طاقتوں نے اس کی غیر جانبداری اور آزادی کی ضمانت دے دی۔ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ بھی لوئی نپولین کے لیے خفت کا باعث ہوا اور وہ اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ موقعہ پائے تو پروشیا سے بدلہ لے کر دل ٹھنڈا کرے۔ چنانچہ اس نے اپنی فوج از سر نو منظم کی، نیز آسٹریا اور اٹلی سے اتحاد کی گفتگو شروع کر دی۔

جرمن اتحاد کی تکمیل:

اب بسمارک نے جنوبی جرمنی کی ریاستوں کو شمالی جرمن کے ساتھ کسٹمز کے اتحاد میں شامل کرلیا۔ پھر ہسپانوی تاج وتخت کے متعلق امیدواری کا مسئلہ پیدا ہو گیا جس کی تفصیلات فرانس کے سلسلے میں پیش کی جا چکی ہیں۔ شاہ پروشیا کے خاندان کا ایک فرد امیدوار بنا تھا، پھر وہ دست بردار ہو گیا۔ لوئی نپولین نے اصرار کیا کہ شاہ پروشیا آئندہ کے لیے اس امیدواری سے الگ رہنے کی قطعی ضمانت دے۔ یہ مطالبہ رد کر دیا گیا اور جنگ شروع ہو گئی۔ اس کے حالات بھی بیان کیے جا چکے ہیں۔ فرانس نے شکست کھائی۔ لوئی نپولین تاج و

تخت چھوڑ کر انگلستان چلا گیا۔ فرانس میں جمہوری حکومت قائم ہو گئی۔ جنگ کے دوران میں جرمنوں کی جنوبی اور شمالی ریاستوں کے اتحاد کے لیے نہایت سازگار فضا پیدا ہو گئی۔ بسمارک نے تمام ریاستوں سے معاہدے کر لیے۔ 18 جنوری 1871ء کو ورسائی کے شیش محل میں شاہ پروشیا کی شہنشاہی کا اعلان ہو گیا۔

جرمنی کی حیرت انگیز ترقی:

اتحاد کے بعد جرمنی نے بڑی حیرت انگیز ترقی کی جس کا ایک سرسری خاکہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(1) 1860ء میں جرمنی کے اندر صرف پانچ لاکھ انتیس ہزار میٹرک ٹن لوہا بنتا تھا۔ 1913ء میں یہ مقدار ایک کروڑ ترانوے لاکھ نو ہزار میٹرک ٹن تک جا پہنچی اور یہی کیفیت صنعت فولاد کی تھی۔

(2) 1870ء میں جرمنی کے اندر کل اٹھارہ ہزار آٹھ سو ستاسی کلومیٹر ریلوے لائن تھی۔ 1914ء میں یہ اکسٹھ ہزار سات سو انچاس کلومیٹر پر جا پہنچی۔

(3) 1870ء میں کل تجارتی جہاز نو لاکھ اسی ہزار ٹن کے تھے، 1914ء میں ساڑھے چون لاکھ ٹن تک پہنچ گئے۔

(4) بیرونی تجارت بڑی تیزی سے بڑھی۔ 1902ء اور 1913ء کے درمیان اس کی مقدار دگنی ہو گئی۔

(5) 1882ء میں کل ایک کروڑ ساٹھ لاکھ اٹھاون ہزار آدمی صنعت و حرفت میں لگے ہوئے تھے۔ یا صنعتی مزدوری پر زندگی بسر کر رہے تھے۔ 1907ء میں یہ تعداد دو کروڑ ترسٹھ لاکھ ساڑھے چھیاسی ہزار تک پہنچ گئی۔ اس کے مقابلے میں زراعت کا کام کرنے والوں کی تعداد گھٹ گئی۔

(6) 1885ء میں جو لوگ بیس ہزار یا زیادہ آبادی کے شہروں میں رہتے تھے، اس کی تعداد چھیاسی لاکھ تھی۔ 1910ء میں یہ تعداد دو کروڑ چوبیس لاکھ تک پہنچ گئی۔

غرض جرمنی پہلی جنگ عظیم کے موقع پر صنعت آہن و فولاد میں امریکہ سے دوسرے درجے پر تھا اور تجارتی جہازوں کی تعداد و مقدار کے لحاظ سے امریکہ اور انگلستان کے بعد اس کا درجہ تھا۔ اتنی تھوڑی دیر میں ترقی کا اس پیمانے کے بعد اس کا درجہ تھا۔ اتنی تھوڑی دیر میں ترقی کا اس پیمانے پر پہنچ جانا واقعی قوم کی کارکردگی کا ایک حیرت انگیز کارنامہ تھا۔

فریڈرک اور ولیم دوم:

ولیم اول شہنشاہ جرمنی کا انتقال 1888ء میں ہوا اور اس کا بیٹا فریڈرک سوم کے لقب سے شہنشاہ بنا۔

وہ تھوڑی ہی دیر میں مرگیا تو اس کا بیٹا ولیم دوم تخت نشین ہوا، جسے قیصر ولیم کے نام سے ساری دنیا جانتی ہے۔

ولیم دوم کے عہد میں بسمارک الگ ہوگیا۔ اس لیے کہ ولیم زیادہ تر خود رائی سے کام لیتا تھا۔ اسی زمانے میں جرمنی کی بحری قوت خاص بڑھ گئی۔ کارخانوں کے مزدوروں کی بہبود کے لیے کچھ قوانین بنے۔ دو مرتبہ مراکش کے مسئلے میں نازک حالت پیدا ہوئی، جس کا ذکر فرانس کے سلسلے میں آچکا ہے۔ سب سے آخری واقعہ پہلی جنگ عظیم کا ہے، جس کے حالات علیحدہ باب میں بیان کیے جائیں گے۔

آسٹریا: (1867ء-1914ء)

یورپی طاقتوں نے آسٹریا کو تو بوسنیا اور ہرزی گوینا پر قبضے کی اجازت دے دی۔ (1878ء)۔ 1889ء میں شہنشاہ آسٹریا کے اکلوتے فرزند آرچ ڈیوک رڈالف نے خودکشی کرلی اور شہنشاہ کا بھتیجا آرچ ڈیوک فرانسس فرڈیننڈ ولی عہد سلطنت بنا۔ ستمبر 1898ء میں شہنشاہ کی ملکہ ایلزبتھ جنیوا میں ایک اطالوی دہشت پسند کے ہاتھ سے قتل ہوئی۔ 1908ء میں بوسنیا اور ہرزی گوینا پر قبضہ کرلیا گیا۔ اس وجہ سے آسٹریا اور روس کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوئی، جو جنگ عظیم تک جاری رہی۔ جنگ بلقان کے زمانے میں سرویا کو فتوحات حاصل ہوئیں تو حکومت آسٹریا کے دل میں یہ تشویش پیدا ہوگئی کہ کہیں اس کے علاقوں میں افراتفری نہ شروع ہو جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلافی قوم کو یک جا کرنے کی تحریک چل پڑی۔ 28 جون 1914ء کو سلطنت آسٹریا کا ولی عہد سرا جیوو (Sarajevo) میں مارا گیا۔ مشہور تھا کہ وہ میگیار قوم کے دعوؤں کا مخالف ہے، البتہ وہ شہنشاہی حکومت کو آزمائشی طور پر نئے سرے سے ترتیب دینا چاہتا تھا اور اس کی رائے تھی کہ سلافی عناصر کو جرمنوں اور میگیاروں کے برابر درجہ دے دیا جائے۔ یہی واقعہ قتل پہلی جنگ عظیم کا باعث بن گیا۔

ہنگری: (1867ء-1914ء)

واقعات کی سرسری کیفیت یہ ہے:

(1) فرانس جوزف کو بوڈاپسٹ میں ہنگری کا تاج پہنایا گیا۔

(2) یہ فیصلہ ہوگیا کہ آسٹریا اور ہنگری کے لیے فوج ایک رہے گی اور اس کے احکام جرمن زبان میں جاری ہوا کریں گے۔

(3) کروشیا کو 1848ء میں ہنگری سے الگ کیا گیا تھا، ستمبر 1868ء میں اسے دوبارہ ہنگری میں شامل کر دیا گیا۔ ہنگری کی جنوبی سرحد کے ساتھ ایک فوجی سرحدی صوبہ قائم کیا گیا تھا، تاکہ ترکی حملوں کا

مقابلہ کیا جا سکے، شہنشاہ نے فوجی حلقوں کی رائے کے خلاف اسے بھی منسوخ کر دیا۔

(4) ہنگری کے مشہور قومی لیڈر فرانسس دیاک نے 1876ء میں اور دوسرے مشہور لیڈر لوئس کوستھ نے مارچ 1897ء میں وفات پائی۔

(5) آسٹریا کی طرح ہنگری میں بھی مختلف قوموں کی انفرادی تحریکات کے باعث انتشار کی کیفیت جاری رہی۔ اہل کروشیا اور حکومت کے درمیان کشمکش تھی جس کے مقابلے کے لیے حکومت نے سردی عناصر کو اہل کروشیا کے خلاف ابھارا۔ ٹرانسلوینیا میں رومانوی قوم پرستوں نے ہنگامہ شروع کر دیا۔ اسے دبایا گیا تو رومانیا ناراض ہو گیا۔ جب بالغوں کے حق رائے کا مطالبہ پیش ہوا تو میگیار مدبروں نے اسے رد کر دیا، اس لیے کہ ہنگری کی غیر میگیار قومیتیں باون فیصد تھیں۔ بالغوں کے حق رائے کے ماتحت وہ مقتدر حیثیت اختیار کر لیتیں۔

غرض 1914ء تک ہنگری کی حیثیت ایک جاگیردارانہ ریاست کی سی تھی جسے میگیار امراء اپنی مرضی کے مطابق چلا رہے تھے۔

سکینڈے نیویا

ڈنمارک:

نپولین کے عہد اقتدار میں ڈنمارک فرانس کا ساتھ دیتا رہا۔ اس وجہ سے انگلستان اور سویڈن کے ساتھ اس کی لڑائی شروع ہوگئی۔ 1815ء میں ویانا کے معاہدوں کے مطابق ڈنمارک کو خاصا نقصان اٹھانا پڑا۔ اس سے ناروے کا علاقہ لے کر سویڈن کو دے دیا گیا اور پومیرینیا کا علاقہ لے کر پروشیا کے حوالے کر دیا گیا۔ ان نقصانوں کے بدلے میں ایک چھوٹی سی ریاست اسے ملی۔

1806ء سے 1863ء تک تین بادشاہ ہوئے: فریڈرک ششم، کرسچین ہشتم اور فریڈرک ہفتم۔ پھر بادشاہی، حکمران خاندان کی ایک دوسری شاخ میں منتقل ہوگئی۔ اس شاخ کا پہلا بادشاہ کرسچین نہم 1863ء سے 1906ء تک حکمران رہا۔ اسی کے عہد میں پروشیا اور آسٹریا سے لڑائی ہوئی، جس میں شلیس وگ، ہالشٹین اور لائن برگ کی ریاستیں چھوڑنی پڑیں۔ تفصیل جرمنی کے سلسلے میں بیان ہو چکی ہیں۔

انیسویں صدی کے آخری عشرے میں ڈنمارک کے اقتصادی اور ثقافتی دائروں میں نمایاں ترقی ہوئی۔ زراعت بہتر ہوگئی۔ ڈیریوں کا دائرہ بہت پھیل گیا۔ مشترکہ کاروبار کو فروغ حاصل ہوا۔ صنعت و تجارت میں خاصی توسیع ہوئی۔ بوڑھے آدمیوں کے لیے پنشنوں اور حفظان صحت کے لیے انشورنس (بیمہ) کے قانون منظور ہوئے۔

کرسچین نہم کے بعد فریڈرک ہشتم، پھر کرسچین دہم بادشاہ ہوئے۔ آخری بادشاہ کے زمانے میں دستور کے اندر تبدیلیاں ہوئیں اور با قاعدہ پارلیمانی حکومت قائم کر دی گئی۔

سویڈن اور ناروے:

سویڈن نے فرانس کے خلاف اتحادیوں کا ساتھ دیا تھا اور اس میں پومیرینیا چھن گیا جو 1810ء میں واپس ملا۔ فن لینڈ پر روس قابض ہو گیا۔ 1814ء میں سویڈن نے پومیرینیا کے بجائے ناروے، ڈنمارک سے لے لیا۔ ناروے میں قومی تحریک پیدا ہوئی تو اسے دبا دیا گیا۔

سویڈن کے بادشاہ چارلس سیزدہم کے کوئی اولاد نہ تھی اور اس نے فرانس کے ایک جرنیل جان برنادو کو متبنیٰ بنا لیا تھا جو 1818ء میں چارلس چہاردہم کے لقب سے بادشاہ بنا اور 1844ء تک حکومت کرتا رہا۔ بعد ازاں حکومت اسی کی اولاد میں رہی۔ 1814ء میں ایک نیا دستور تجویز ہوا۔ ناروے میں قومی تحریک کو

خاصل فروغ حاصل ہوگیا۔ برنادو کے پوتے آسکر دوم (1872ء-1907ء) کے عہد میں سویڈن کے اندر ثقافتی اور مجلسی اعتبار سے بڑی تبدیلیاں ہوئیں۔ پہلے زراعت پر خاص توجہ رہی پھر تجارت اور صنعت و حرفت سرگرمیوں کا مرکز بن گئے 1889ء میں کارخانوں کا قانون بنا اور مزدوروں نے ایک مستقل پارٹی منظم کی۔ 1870ء اور 1914ء کے درمیان کم وبیش پندرہ لاکھ آدمی سویڈن سے نکل کر امریکہ چلے گئے۔ 1905ء میں ناروے نے سویڈن سے علیحدگی کا اعلان کردیا۔ چنانچہ علیحدگی کا ایک معاہدہ ہوگیا جس کے مطابق ایک کی جگہ دو حکومتیں بن گئیں۔ 1907ء میں گساوٹس پنجم بادشاہ بنا۔ اسی کے عہد میں یورپ کی پہلی اور دوسری جنگیں ہوئیں۔

روس

الگزانڈر اول: (1801ء-1825ء)

ایلگزانڈر نے سوئزرلینڈ کے ایک معقولی سے تعلیم پائی تھی اور اس کے نظریات خاصے اچھے تھے۔ چنانچہ حکمران بنتے ہی اس نے تمام سیاسی قیدیوں کو معافی دے دی۔ جنھیں جلاوطن کیا گیا تھا، انھیں واپس بلا لیا۔ عذاب دینے کا سلسلہ منسوخ کر دیا۔ باہر سے کتابیں منگوانے کی ممانعت تھی، وہ ختم کر دی۔ پھر اپنے چند خاص دوستوں کے ساتھ نیا دستور مرتب کرنے کے لیے غور و فکر شروع کر دیا۔ اگرچہ یہ دستور جاری نہ ہوا، لیکن حکومت کی تشکیل نئے طریق پر کر دی گئی۔ ایک قانون کسان غلاموں کی آزادی کے لیے منظور ہوا، جس کا مطلب یہ تھا کہ جو شخص چاہے آزادی حاصل کرے۔ گویا حکومت نے اپنی طرف سے کسانوں کی غلامی ختم کر دی تھی۔

ایران کے ساتھ جنگ ہوئی۔ آخر کار ایران نے یہ بھی منظور کر لیا کہ داغستان اور شامخہ روس کو مل جائیں اور سلطنت گرجستان کا الحاق بھی روس سے منظور کر لیا۔

شمالی امریکہ میں روس نے اپنا حلقہ اثر بڑھایا، ایلاسکا اور شمالی کیلیفورنیا میں قلعے تعمیر کیے، ترکی کے ساتھ بھی لڑائی ہوئی جس کے حالات ترکی کے ضمن میں ہو چکے ہیں۔ معاہدہ بخارسٹ کے مطابق ترکی نے بسربیا روس کو دے دیا اور ڈینیوبی ریاستوں میں روس کے لیے وسیع حقوق تسلیم کر لیے۔

سویڈن سے جنگ ہوئی اور روس نے فن لینڈ کا علاقہ لے لیا۔ نپولین نے روس پر حملہ کیا، جس کے حالات بیان ہو چکے ہیں۔

انقلابی تحریک:

ایلگزانڈر ابتداء میں خاصا روشن خیال معلوم ہوتا تھا، لیکن آہستہ آہستہ وہ قدامت پسند بنتا گیا۔ ادھر فرانس کی انقلابی تحریک نے یورپ کے دوسرے علاقوں کی طرح روس پر بھی خاصا اثر ڈالا تھا، چنانچہ وہاں بھی انقلابی خیالات پھیلنے لگے اور اس سلسلے میں زیادہ تر نوجوان فوجی افسر آگے بڑھے۔ چنانچہ فوج میں خفیہ انجمنیں بن گئیں۔ یہ انجمنیں آہستہ آہستہ دو بڑے حلقوں کی شکل اختیار کر گئیں۔ ایک کو شمالی انجمن کا حلقہ قرار دیا جاتا ہے جس کا مرکز سینٹ پیٹرز برگ (موجودہ لیننن گراڈ) تھا۔ یہ انجمن چاہتی تھی کہ بادشاہ قائم رہے، لیکن اس کے ساتھ با اختیار پارلیمنٹ ہو اور بادشاہ پارلیمنٹ کے مشورے کے مطابق کام کرے، نیز

کسانوں کی غلامی ختم کردی جائے۔ دوسری جنوبی انجمن تھی جس کا مرکز کیف (Kiev) تھا۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ پوری زمین کسانوں میں تقسیم کردی جائے اوراس انجمن کے رفقاء کار، رجحان جمہوریت کی طرف تھا۔

شاہان روس

پال اوّل
1796ء-1801ء

الیگزانڈر اوّل
1801ء-1825ء

نکولس اوّل
1825ء-1855ء

الیگزانڈر دوم
1855ء-1881ء

الیگزانڈر سوم
1881ء-1894ء

نکولس دوم
1894ء-1917ء
(انقلابیوں نے قتل کردیا)

الیکسیس
(قتل ہوگیا)

13 دسمبر 1825ء کو الیگزانڈر فوت ہوا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ تاج وتخت کا وارث اس کا بھائی کانسٹنٹائن قرار پایا۔ وہ کچھ مدت پیشتر اپنا حق وراثت چھوٹے بھائی نکولس کے حوالے کرچکا تھا، لیکن یہ بات راز میں رکھی گئی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ الیگزانڈر کی وفات کے بعد فوراً جانشینی کا اعلان نہ ہوسکا۔ اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر شمالی انجمن نے فوجی بغاوت کا انتظام کرلیا۔ اس باب میں نہ سکیم ٹھیک ٹھیک بنائی گئی اور نہ اس پر عمل ہوا۔ پھر نکولس کی بادشاہی کا اعلان ہوگیا۔ اس نے ایک ہی ہلے میں باغیوں کو شکست دے دی۔ لیڈر پکڑے گئے اور انھیں موت کی سزا مل گئی۔ جنوبی انجمن نے بھی بے وقت قدم اٹھایا اور اسے بھی کچل کر رکھ دیا

گیا۔

نکولس اول:(1825ء-1855ء)

نکولس کے عہد کے واقعات یہ ہیں:

(1) ایران نے روس کے قفقازی علاقوں پر حملہ کیا، لیکن شکست کھائی اور ترکمان چائے کے معاہدے کے مطابق اریوان کے علاوہ آرمینیا کا کچھ علاقہ بھی روس کو دینا پڑا، نیز روس کو تجارتی رعایتیں دیں اور تسلیم کرلیا کہ وہ بحیرہ قزوین میں اپنی بحری فوج رکھنے کا تنہا حق دار ہے۔

(2) ترکی سے جنگ چھڑی تو معاہدہ ادرنہ پر ختم ہوئی (1829ء)۔ روس نے ڈینیوب کے دہانے کے علاوہ بحیرۂ اسود کے مشرقی کنارے پر بھی اپنی گرفت مستحکم کرلی۔

(3) پولینڈ میں بغاوت ہوئی۔ اسے سختی سے فرو کردیا گیا اور جو دستور پولینڈ کو ملا تھا، وہ بھی ختم ہوگیا۔

(4) نکولس آزادی اور آزاد خیالی کا سخت دشمن تھا۔ اس کے عہد میں قوانین کا ایک نیا مجموعہ تیار ہوا(1832ء) جو معمولی ترمیموں کے ساتھ 1917ء تک جاری رہا۔

(5) بڑے بڑے زمینداروں کے اختیارات کسی قدر محدود کردیئے گئے۔ اس سے کسان غلاموں کو ذرا امن ملا۔

(6) فنی تعلیم کو فروغ حاصل ہوا۔ 1838ء میں پہلی روسی ریلوے جاری ہوئی، جو پیٹرز برگ سے زار کوئی سیلو تک تھی۔

(7) آزاد خیالوں کو بڑی سختی سے دبایا گیا۔ یونیورسٹیوں پر کنٹرول قائم کیا گیا۔ سنسر بٹھا دیئے گئے۔ ان پابندیوں کے باوجود انقلابی خیالات خوب پھیلے۔

(8) روس نے وسطی ایشیا میں پیش قدمی شروع کی اور کرغز کا علاقہ فتح کرکے ترکستان کی طرف قدم بڑھایا۔

(9) جنگ کریمیا بھی نکولس ہی کے زمانے میں ہوئی۔ اس کے حالات ترکی کے سلسلے میں بیان ہوچکے ہیں۔

الگزانڈر دوم:

1855ء میں نکولس کے انتقال پر اس کا بیٹا الیگزانڈر دوم بادشاہ بنا۔ اس نے 1861ء میں کسان

غلاموں کی آزادی کا فرمان جاری کر دیا، لیکن مصیبت یہ پیش آئی کہ مالکان زمین کسانوں کو تو آزادی دینے کے لیے تیار تھے، زمین دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ ایلگزانڈر نے یہ فیصلہ کیا کہ جتنی زمین کسی کسان کے قبضے میں ہے، وہ اس کے حوالے کر دی جائے اور قیمت حکومت ادا کر دے جو چالیس سالانہ قسطوں میں کسان سے وصول کی جائے، لیکن اس سے صورت حال میں کوئی خوشگوار تغیر پیدا نہ ہوا۔ انقلابی تحریک بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ 1876ء میں انتہا پسندوں نے ''زمین اور آزادی'' کے نام سے ایک خفیہ انجمن بنالی۔ اس نے عوام میں انقلابی خیالات پھیلانے کے لیے بڑی سرگرمی دکھائی۔ تین سال بعد اس طبقے کے انتہا پسندوں نے ایک نئی انجمن کی بنیاد رکھی، جس کا نام ''ادارہ جمہور'' تھا۔ اس انجمن کے ممبروں نے بڑے بڑے امیروں اور فوجی افسروں پر قاتلانہ حملے کیے۔ ایلگزانڈر کو بھی موت کے گھاٹ اتارنے کی کئی کوششیں کی گئیں۔ یہاں تک کہ 1881ء میں اسے بر سر عام بم مار کر ختم کر دیا گیا۔ مزید واقعات یہ ہیں:

(1) پولینڈ میں دوبارہ بغاوت ہوئی۔ روسی حکومت نے یورپی طاقتوں کے احتجاج سے بے پروا ہو کر اسے ختم کر دیا۔

(2) اصلاحات کے سلسلے میں ایک نہایت اہم قدم اٹھایا گیا، یعنی لوکل سیلف گورنمنٹ کا قانون جاری ہوا، نیز محکمہ عدل کی اصلاح ہوئی۔

(3) 1867ء میں ایلاسکا، جمہوریہ کے حوالے کر دیا گیا۔

(4) توقند، بخارا اور خیوا کی ریاستیں فتح کر لی گئیں۔ 1881ء میں روس نے ماورائے قزوین کا پورا علاقہ ہتھیا لیا۔

ایلگزانڈر دوم کے بعد اس کا بیٹا ایلگزانڈر سوم تخت نشین ہوا۔ وہ قریباً تیرہ سال حکمران رہا۔ اس کے عہد میں روس کے اندر صنعت وحرفت کا آغاز ہوا۔ وسط ایشیا میں روس کی حیثیت مستحکم ہوگئی اور اس کی حد افغانستان سے مل گئی۔

نکولس دوم: (1894ء-1917ء)

یہ روس کا آخری بادشاہ تھا۔ ملک میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ نکولائی لینن نے اس پارٹی میں روح و رواں کی حیثیت کر لی۔ اس کا اصل نام ولاڈیمر الیانوف (Vladimir Ulyanov) تھا۔ وہ سکولوں کے ایک انسپکٹر کا بیٹا تھا۔ 1870ء میں پیدا ہوا۔ اس کا بڑا بھائی 1887ء میں انقلابی سرگرمیوں کے باعث پھانسی پا چکا تھا۔ خود لینن نے بھی کئی سال سائبیریا کی جلاوطنی میں گزارے

تھے۔1903ء میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے اندر تفرقہ پیدا ہوا اور اس کے دو گروہ بن گئے۔ ایک کا نام مینشویک مشہور ہوا، یعنی اعتدال پسند لوگ، دوسرے گروہ کو دنیا بالشویک کے نام سے جانتی ہے، یعنی انتہا پسند انقلابی۔

1904ء میں جاپان کے ساتھ جنگ چھڑ گئی اور روس نے پے در پے شکستیں کھائیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ روس کو دب کر جاپان سے صلح کر لینی پڑی۔ ادھر حکومت کی اس بے وقعتی سے فائدہ اٹھا کر انقلابیوں نے اکتوبر 1905ء میں ہنگامہ برپا کر دیا، لیکن پہلے ہنگاموں کی طرح یہ بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ پیٹرزبرگ اور ماسکو دونوں مقامات پر فوج نے ہر مخالفت ختم کر دی۔

زار نے پارلیمنٹ بھی بنا دی تھی اور بنیادی قانون کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ کچھ زرعی اصلاحات بھی ہوئیں، مگر پارلیمنٹ کو کوئی خاص اختیار حاصل نہ تھا۔ زار جب اسے اپنے نقطہ نگاہ کے خلاف قدم اٹھاتے ہوئے پاتا تو توڑ دیتا۔ چنانچہ پہلی پارلیمنٹ دو ہی مہینوں میں ختم ہو گئی۔ دوسری پارلیمنٹ کی میعاد صرف تین مہینے تھی۔ 16 جون 1907ء کو نیا قانون انتخاب بنا اور تیسری پارلیمنٹ وجود میں آئی، جو 1907ء سے 1912ء تک رہی۔ چوتھی اور آخری پارلیمنٹ پر شہنشاہی حکومت ہی کا خاتمہ ہو گیا۔

1907ء میں روس نے انگلستان اور فرانس سے معاہدہ کیا جو وسطی یورپ کی طاقتوں کے خلاف تھا۔ 1912ء میں جنگ بلقان ہوئی۔ اس میں بھی روس کا حصہ خاصا تھا، اگرچہ اس نے سب کچھ پس پردہ بیٹھ کر کیا۔ پہلی جنگ عظیم چھڑنے سے پیشتر راس پٹن نام ایک پادری نے بادشاہ اور ملکہ کے حلقہ خاص میں بڑی بلند حیثیت اختیار کر لی تھی اور سب کچھ اسی کی مرضی کے مطابق ہوتا تھا۔ یکم اگست 1914ء کو جنگ کا اعلان ہو گیا جو روس کی شہنشاہی حکومت کے لیے موت کا پیغام بن گیا۔

بلقانی حکومتیں

یونان:

یونان کی جنگ آزادی کے مختصر سے حالات ترکی کے سلسلے میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ یونان کی آزادی کے لیے جو تحریک پہلے سے جاری تھی اس نے یورپی طاقتوں کی خفیہ انگیخت کی بنا پر 1821ء میں بغاوت کی شکل اختیار کر لی۔ یہ بغاوت مختلف مرحلوں سے گزرتی رہی۔ روس نے بھی جنگ میں حصہ لیا۔ بالآخر لندن میں فیصلہ ہوا، جس کے مطابق یونان کے چھوٹے سے حصے کو کامل آزادی دے دی گئی (1830ء)۔ سیکسکو برگ کے شہزادہ لیوپولڈ کو بادشاہ تجویز کیا گیا۔ اس نے انکار کر دیا، اس لیے کہ نئی حکومت کا رقبہ بہت چھوٹا تھا۔ کپوڈی استریا (Capo de' Istria) ڈکٹیٹر کی حیثیت میں حکومت کا کاروبار چلاتا رہا۔ اکتوبر 1831ء میں وہ مارا گیا۔ پھر اس کے بھائی اور مخالف پارٹی کے لیڈر کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ 1832ء میں بویریا کے شہزادہ آٹو کو بادشاہ بنایا گیا۔ اس کی عمر صرف سترہ سال کی تھی، اس لیے ابتدائی تین سال ایک نیابتی کونسل کی نگرانی میں گزرے جس میں بویریا کے تین آدمی شریک تھے۔ انھوں نے ایک ایسا دفتری اقتدار قائم کر دیا جس میں اختیارات کا مالک مرکز تھا۔ یہ نظام ملکی حالات کے لیے ہرگز موزوں نہ تھا۔ چنانچہ جب تک آٹو بادشاہ رہا ہر دل عزیزی حاصل نہ کر سکا۔ ملک کے اندر جھگڑے جاری رہے، لوٹ مار کا سلسلہ بھی نہ رکا اور اقتصادی حالت بھی بہتر نہ ہو سکی۔

ستمبر 1843ء میں دستور کے لیے عام مطالبہ شروع ہوگیا۔ آٹو نے بنیادی قانون منظور کر لیا اور دو ایوان کی پارلیمانی حکومت بنا دی، مگر اس میں اور سابقہ حکومت میں عملاً چنداں فرق نہ تھا۔

جنگ کریمیا شروع ہوئی تو یونانی جنھوں نے تھسلی اور اپی رس کے ترکی علاقوں پر حملے شروع کر دیے، لیکن برطانیہ اور فرانس نے ایتھنز کے قریب ایک جزیرے پر قبضہ کر لیا اور یونان کو جنگ سے باز رہنے پر مجبور کر دیا۔

شاہانِ یونان

کرسچین نہم شاہ ڈنمارک

جارج اوّل شاہ یونان

1863ء-1913ء

کانسٹنٹائن اوّل

پہلی مرتبہ 1913ء-1917ء

دوسری مرتبہ 1920ء-1922ء

پال اوّل	جارج دوم	الیگزانڈر
1947ء	پہلی مرتبہ 1922ء-1923ء	
1917ء-1920ء		
	دوسری مرتبہ 1935ء-1947ء	

13 فروری 1862ء کو فوج نے آٹو کے خلاف بغاوت کر دی۔ اسے بادشاہی سے معزول کر دیا گیا اور وہ ملک چھوڑ کر چلا گیا۔ ساتھ ہی یونان کی پارلیمنٹ نے برطانیہ کے شہزادہ ایلفرڈ کو جو وکٹوریہ کا بیٹا تھا، رائے عامہ سے بادشاہ چن لیا۔ برطانوی حکومت نے یہ پیشکش نامنظور کر دی۔ اس کے بعد ڈنمارک کے ایک شہزادے جارج کو یورپی طاقتوں کی رضامندی سے بادشاہ بنا دیا گیا، چنانچہ وہ جارج اول کا لقب اختیار کر کے 1863ء سے 1913ء تک حکمران رہا۔

متفرق واقعات:

بعد کے واقعات کی سرسری کیفیت یہ ہے:

(1) 28 نومبر کو نیا دستور جاری ہوا جس کے مطابق ایک ایوان کی پارلیمنٹ بنائی گئی اور تمام بالغوں کو حق رائے مل گیا۔

(2) 1866ء سے 1868ء تک کریٹ میں ترکی کے خلاف بغاوت رہی۔ اس سے یونان میں بڑی بے چینی پھیلی۔

(3) 1878ء میں روس وترکی کے درمیان جنگ کے باعث پورے بلقان کے اندر بے چینی پیدا ہوئی اور تھسلی میں ہنگامے برپا ہوئے۔ یونان نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، مگر یورپی طاقتوں نے اسے روکے رکھا۔ 1881ء میں تھسلی کے علاوہ اپی رس کا ایک حصہ یونان کو مل گیا۔

(4) 1886ء میں مشرقی رومیلیا کے اندر انقلاب برپا ہوا۔ اس موقع پر یونان بھی لڑائی کے لیے تیار ہو گیا۔ یورپی طاقتوں نے اسے الٹی میٹم دے کر روک دیا اور یونان کی ناکہ بندی کر کے اسے تسلیم پر مجبور کر دیا۔

(5) اگست 1893ء میں نہر کارنتھ کا افتتاح ہوا جس کی وجہ سے مشرقی جانب کے جہاز موریا کا چکر کاٹے بغیر مغربی جانب آنے جانے لگے۔

(6) فروری 1898ء میں یونانی مالیات کی نگرانی کے لیے ایک بین الاقوامی کمیشن بٹھا دیا گیا۔

(7) 1898ء میں کریٹ میں نازک حالت پیدا ہو گئی، جو کئی سال تک جاری رہی۔ آخر اکتوبر 1908ء میں اہل کریٹ نے یونان کے ساتھ اتحاد کا فیصلہ کر دیا۔

(8) جون 1911ء میں دستور پر نظر ثانی پایہ تکمیل کو پہنچی۔ 1912ء میں یونان نے بلغاریہ کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ اسی سال کریٹ کے نمائندے یونان کی پارلیمنٹ میں شریک ہوئے۔

(9) 1913ء میں شاہ جارج مارا گیا اور اس کا بیٹا کانسٹنٹائن بادشاہ بنا۔ جنگ بلقان 1912ء میں شروع ہو چکی تھی، یہ 1913ء تک جاری رہی۔ اس کے حالات ترکی کے سلسلے میں بیان ہو چکے ہیں، خلاصۂ انھیں سرویا کے تذکرے میں پیش کیا جائے گا۔

سرویا:

سرویا کے اندر پہلی بغاوت 1804ء میں پیدا ہوئی۔ قرہ جارج اس کا لیڈر تھا۔ یہ 1813ء تک جاری رہی۔ دوسری بغاوت 1815ء میں ہوئی۔ اس کا لیڈر ملوش ابرانووچ تھا۔ 1817ء میں سلطان ترکی نے ملوش کو سرویا کا رئیس تسلیم کر لیا اور اسے ایک حد تک خود مختاری دے دی۔ 1829ء میں سرویا کے

لیے اندرونی خود مختاری کا فیصلہ ہوا اور سلطان نے ملوش اور اس کی اولاد کو سرویا کے حکمران تسلیم کر لیا۔

ملوش کا نظام حکومت مطلق العنانی پر مبنی تھا، لہٰذا 1835ء میں امیروں نے اس کی مخالفت شروع کر دی۔ آخر اسے ایک دستور منظور کرنا پڑا، جس کے مطابق پارلیمنٹ کے دو ایوان تجویز ہوئے: ایک ایوان اکابر، جسے قانون سازی، نظم ونسق اور عدالت کے اختیارات حاصل تھے، دوسری عوامی مجلس، جو مالیات کی مختار تھی۔ روس اس دستور کے خلاف تھا۔ چنانچہ سلطان ترکی نے 1838ء میں اسے منسوخ کرا دیا۔ ملوش حکومت سے دست بردار ہو گیا اور اس کے ایک بیٹے نے کاروبار حکومت سنبھال لیا۔ وہ چند ہفتوں میں فوت ہو گیا تو ملوش کا دوسرا بیٹا مائیکل حکمران بنا، لیکن قرہ جارج وچ کی پارٹی نے ایسی سخت مخالفت کی کہ مائیکل مجبور ہو کر ملک چھوڑ گیا اور قرہ جارج کا بیٹا الیگزانڈر قرہ جارج وچ 1842ء میں حکمران بن گیا۔

افراتفری:

افراتفری باقی رہی۔ 1856ء میں بڑی یورپی طاقتوں نے اجتماعی حیثیت میں سرویا کی نگرانی سنبھال لی۔ 1858ء میں الیگزانڈر حکومت سے الگ ہو گیا اور ملوش کو حکم رانی پر بحال کر دیا، حالانکہ اس کی عمر اناسی برس کی ہو چکی تھی۔ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے بعد فوت ہوا تو اس کا بیٹا حکمران بن گیا۔ اس کے عہد میں ترکی فوجوں نے بلغراد پر گولہ باری کی۔ 1866ء میں سرویا اور مانٹی نیگرو نے اور ایک سال بعد سرویا اور رومانیہ نے خفیہ معاہدے کر لیے۔ اسی طرح سرویا کا معاہدہ یونان سے ہو گیا۔ مقصد یہ تھا کہ سب مل کر ترکی کے خلاف آزادی کے لیے جنگ کریں۔ خصوصاً نوجوانوں میں زبردست قومی تحریک پیدا ہوئی۔ 1868ء میں مائیکل مارا گیا۔ اس قتل کا مقصود یہ تھا کہ قرہ جارج کے خاندان کی حکومت بحال کی جائے، لیکن مائیکل کے خاندان کا ایک شہزادہ حکمران بن گیا۔ 1876ء میں سرویا نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، لیکن اہل سرویا نے بری طرح شکست کھائی۔ 1877ء میں سرویا پھر روس کے ساتھ ہو کر ترکی کے خلاف لڑنے لگا۔ ایک سال بعد برلین میں معاہدہ صلح ہوا تو سرویا کے لیے کامل آزادی تسلیم کر لی گئی، لیکن اسے علاقہ بہت تھوڑا ملا، اس لیے کہ بوسنیا اور ہرزی گوئینا پر آسٹریا نے قبضہ کر لیا تھا۔

آخری ملوش حکمران:

ملوش خاندان کے دو آخری حکمرانوں کے حالات اجمالاً ذیل میں درج ہیں:

(1) جون 1881ء میں آسٹریا سے خفیہ معاہدہ، جس کے مطابق آسٹریا کو سرویا کا محافظ بنا لیا گیا۔

(2) 1883ء میں بلغاریہ سے جنگ، جس میں سرویا نے بری طرح شکست کھائی۔ آسٹریا کی مخالفت

نے اسے بچالیا۔

(4) 1888ء کے انتخاب میں انتہا پسندوں کی کامیابی، انھوں نے دستور بدل دیا۔ حکمران تاج وتخت سے دست بردار ہو گیا اور اس کا بیٹا ایلگزانڈر بادشاہ بنا۔

(9) ایلگزانڈر انتہا پسندوں کا سخت دشمن تھا۔ اس نے بڑی بے دردی سے انھیں دبانا شروع کیا، اس لیے وہ اور اس کی ملکہ بہت ہر دل عزیز ہو گئے۔ جون 1903ء میں سازشیوں نے ایلگزانڈر، اس کی ملکہ اور بیس درباریوں کو قتل کر دیا۔ ملوش خاندان کی حکومت ختم ہوگئی اور قرہ جارج کے خاندان کا شہزادہ پیٹر بادشاہ بن گیا جس نے 1889ء کا دستور بحال کر دیا۔

جنگ بلقان:

پیٹر بڑا نیک دل حکمران تھا، لیکن اس کے عہد میں سازشیوں کا بڑا زور رہا، جنھوں نے ایلگزانڈر کو قتل کیا تھا۔ اس عہد کا سب سے بڑا واقعہ جنگ بلقان ہے۔ سرویا، بلغاریہ اور یونان نے بڑی یورپی طاقتوں کی انگیخت پر یہ جنگ شروع کی تھی۔ انھی طاقتوں کی انگیخت پر اس سے پیشتر اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا تھا۔ بلغاریہ اور سرویا پیش پیش تھے۔ انھوں نے ترکی سے اصلاحات کا مطالبہ کیا جو محض ایک فریب تھا۔ دونوں کا خیال تھا کہ حکومت ترکی طرابلس کی جنگ میں الجھی ہوئی ہے اور بلقانی ریاستوں کی مجموعی قوت سے عہدہ برآنہ ہو سکے گی۔ 8اکتوبر 1912ء کو مانٹی نیگرو نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ دس روز بعد بلغاریہ، سرویا اور یونان نے اعلان جنگ کر دیا۔ بلغاریہ نے کرک کلیسی (Kirk Kilise) اور لولی برغاس (Lule Burgas) میں کامیابیاں حاصل کیں۔ سرویوں نے کومانووو (Kumonovo) اور مناستر (Monastir) میں ترکی فوجوں کو شکست دی، نیز سرویا ڈلمیشیا کے ساحل پر پہنچ گیا اور بلغاریہ نے شتلجہ (Chatalja) کے خطوط پر حملہ کر دیا۔ اس سے روس اور آسٹریا کو تشویش پیدا ہوئی۔ روس کی تشویش کا سبب یہ تھا کہ کہیں بلغاریہ شتلجہ سے بڑھ کر قسطنطنیہ پر قابض نہ ہو جائے اور آسٹریا اس وجہ سے پریشان ہوا کہ سرویا ڈلمیشیا پر قابض ہو کر ایڈریاٹک کے ساحل پر پہنچ جائے گا تو آسٹریا کے لیے خواہ مخواہ نئی تشویش پیدا ہوگی۔ غرض اس طرح یورپی طاقتوں کے بیچ بچاؤ سے 3دسمبر 1913ء کو ترکی، بلغاریہ اور سرویا کے درمیان متارکہ ہوا، لیکن یونان نے جنگ جاری رکھی۔ سقوطری (Scutari) کا محاصرہ مانٹی نیگرو نے کر لیا، یمینا اور ادرنہ پر یونانی قابض ہو گئے۔ لندن میں صلح کی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں یورپی طاقتوں نے حکومت ترکی کو ادرنہ سے دست برداری پر راضی کر لیا۔ یہ خبر شائع ہوتے ہی قسطنطنیہ میں انقلاب برپا ہوا۔ کامل پاشا کی وزارت

ختم ہوگئی۔ شوکت پاپا وزیراعظم اور انور پاشا وزیر جنگ بنے۔ لڑائی از سرنو شروع ہوگئی۔ اب بلغاریہ نے ادرنہ پر قبضہ کرلیا۔ 16 اپریل 1913ء کو بلغاریہ اور ترکی کے درمیان متارکہ ہوگیا۔ آسٹریا نے مانٹی نیگرو سے، سقوطری کمانڈر نے یکا یک سرویا اور یونان کی فوجوں پر حملہ کردیا۔ اس طرح بلقانی ریاستوں میں چل پڑی۔ ترکوں نے ادرنہ واپس لے لیا۔ آسٹریا نے پورا البانیا سرویا سے خالی کرالیا۔ یونان جنوبی البانیا پر قابض ہوچکا تھا۔ آسٹریا اور اٹلی کے مشترکہ مطالبے نے البانیا کا یہ حصہ بھی آزاد کرالیا۔ معاہدہ صلح میں مختلف علاقے بلقانی ریاستوں کو مل گئے۔

شاہان بلغاریا

شہزادہ آگسٹس آف کوبرگ

فرڈیننڈ سیکس کوبرگ

1887ء۔1908ء (شہزادہ بلغاریا)

1908ء۔1918ء (شاہ بلغاریا)

بورس سوم

1918ء۔1943ء

سیمئن دوم

1943ء۔1946ء

جون 1914ء میں پیٹر کا دماغ خراب ہوگیا اور اس کے بیٹے الیگزانڈر کو نائب السلطنت بنا دیا گیا۔ چند روز بعد سراجیو میں آسٹریا کا ولی عہد مارا گیا۔ 28 جولائی 1914ء کو آسٹریا نے سرویا کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ یہ جنگ یورپ کا آغاز تھا۔ پیٹر 1921ء میں فوت ہوا۔

بلغاریا:

بلغاریا کی ریاست کی بنیاد سان سٹیفانو کے معاہدے میں پڑی۔ جولائی 1878ء میں ایک چھوٹی سی ریاست کوہستان بلقان کے شمال میں بنادی گئی اور مقدونیہ ترکوں ہی کے ماتحت رہا، حالانکہ مقدونیہ کا بڑا حصہ بلغاریہ میں شامل کر لینے کی تجویز تھی۔ بیٹن برگ کے شہزادے ایلگزانڈر کو بادشاہ تجویز کر لیا گیا اور دستور میں ایسی تبدیلیاں ہوئیں جن کے مطابق بادشاہ کو زیادہ اختیارات مل گئے۔

1885ء میں فلپو پولس میں انقلاب ہوا جس کا مقصد یہ تھا کہ مشرق رومیلیا کو بلغاریہ میں شامل کر دیا جائے۔ اس پر سرویا نے الٹی میٹم دے دیا کہ ہمیں معاوضہ ملنا چاہیے۔ جنگ میں سرویوں نے شکست کھائی، لیکن بلغاریہ کو آسٹریا کی مخالفت کے باعث پیچھے ہٹنا پڑا۔ 1886ء میں صلح ہوگئی اور دونوں ریاستوں کے درمیان پہلی پوزیشن بحال کر دی گئی۔

1886ء ہی میں ایلگزانڈر تاج وتخت سے دست بردار ہوگیا۔ مختلف تجویزوں کے بعد 1887ء میں بلغاریہ کی پارلیمنٹ نے سیکسکو برگ کے شہزادے فرڈیننڈ کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ مقدونیہ میں بڑی دیر تک ہنگامہ بپا رہا۔ 1908ء میں فرڈی ننڈ نے بلغاریا کی کامل آزادی کا اعلان کر دیا اور اپنے لیے زار کا لقب تجویز کیا۔ جنگ بلقان کے حالات اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اکتوبر 1915ء میں بلغاریا، آسٹریا اور جرمنی کے حلیف کی حیثیت میں شریک جنگ عظیم ہوا۔

رومانیا:

رومانیا کی ابتدائی تاریخ خاصی پیچدار ہے۔ روس نے کوچک کینیر جی کے معاہدے (1774ء) کے مطابق دو ڈینیوبی ریاستوں مالڈیونا اور ویلاشیا میں مداخلت کے خاص حقوق حاصل کیے تھے۔ 1812ء میں بسربیا کو مالڈیویا سے الگ کر کے روس کے حوالے کر دیا گیا۔ 1848ء میں یورپ کے ہنگاموں کا اثر ویلاشیا میں بھی پہنچا اور وہاں انقلاب بپا ہوا، جس کے لیڈروں نے آزادانہ نظام حکومت کا مطالبہ کیا۔ روس نے ترکی کے اتفاق سے ویلاشیا پر حملہ کر کے سرکشی کو دبا دیا۔

شجرہ شاہان رومانیہ

چارلس اینتھونی (ھوھنز ولرن)

کیرول اوّل

1866ء۔1881ء محض شہزادہ)

1881ء۔1914ء (بادشاہ)

فرڈیننڈ

1914ء۔1927ء

کیرول ثانی

1930ء۔1940ء

میکائیل

1927ء۔1930ء (پہلی مرتبہ)

1940ء۔1947ء (دوسری مرتبہ)

(دست بردار)

1853ء میں خود روس نے ان ریاستوں پر قبضہ کرلیا اور اسی وجہ سے کریمیا کی جنگ چھڑی۔ بڑی کشمکش کے بعد 1858ء میں مالڈیویا اور ویلاشیا کے اتحاد کا اعلان ہوا اور دونوں ریاستوں میں ایک وضع کی حکومتیں جاری ہوگئیں۔ دونوں کی قانون ساز مجلسوں کے چند نمائندوں سے ایک مرکزی مجلس ترتیب پائی، جسے وضع قانون کے اختیارات حاصل تھے۔ کچھ مدت تک الیگزانڈر کوزا (Cuza) مختار بنا رہا۔ 1866ء میں یہ الگ ہوا تو عارضی حکومت نے ہوہنز ولرن خاندان کے شہزادہ چارلس کو حاکم تجویز کیا۔ رائے عامہ نے اس کی

تصدیق کر دی۔ سلطان ترکی نے یہ انتخاب تسلیم کر لیا۔ نیا دستور بن گیا۔ چارلس 1866ء سے 1914ء تک حکمران رہا۔ 1877ء کی جنگ میں روس نے رومانیا پر حملہ کیا اور رومانیا نے روس کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے اپنے آپ کو ترکی سے آزاد قرار دے لیا۔ 1878ء کے معاہدہ برلین میں رومانیا کی آزادی تسلیم کر لی گئی، لیکن اسے ڈوبروجا[1] کے بدلے میں بسربیا روس کے حوالے کرنا پڑا۔ 1878ء میں چارلس کی بادشاہی کا اعلان ہو گیا۔ بعد کے واقعات خلاصۃً ذیل میں درج ہیں:

(1) 1888ء میں ایک خوفناک زرعی بغاوت ہوئی۔

(2) 1893ء میں شہزادہ فرڈی ننڈ کی شادی ملکہ وکٹوریہ کی پوتی اور ڈیوک آف ایڈنبرا کی بیٹی شہزادی میری سے ہوئی۔ فرڈی ننڈ چارلس کا بھتیجا تھا، جسے ولی عہد بنا لیا گیا۔

(3) 1907ء میں مالڈیویا کے اندر دہکانوں نے بغاوت کی جسے فوجی قوت سے دبایا گیا اور پورے ملک میں مارشل لاء کا اعلان ہوا۔

(4) جنگ بلقان کے سلسلے میں سلسٹریا کا علاقہ رومانیا کو ملا۔

(5) بلقان کی دوسری جنگ میں رومانیا نے سرویا اور یونان کے ساتھ مل کر بلغاریا کے خلاف اعلان جنگ کیا۔

(6) 1914ء میں فرڈی ننڈ بادشاہ بنا۔ 1916ء میں رومانیا نے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کیا اور وہ جنگ عظیم میں شامل ہو گیا۔

مانٹی نیگرو:

مانٹی نیگرو کا علاقہ چھوٹا سا تھا۔ اب وہ یوگوسلافیا میں شامل ہے۔ اس علاقے کی آزادی سلطان سلیم ثالث نے 1899ء میں تسلیم کی تھی۔ یہ ریاست مسلسل روس یا آسٹریا کی حمایت میں رہی۔ اس وجہ سے وقتاً فوقتاً ترکی کے خلاف اعلان جنگ کرتی رہی، اس لیے کہ جب نازک موقع آتا تو یہ کسی بڑی سلطنت کی حمایت کے باعث بچ رہتی۔ اگست 1914ء میں مانٹی نیگرو نے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کیا۔

بین الاقوامی تعلقات

1870ء-1914ء

(1)

محض یورپ ہی نہیں، بلکہ دنیا بھر کی تاریخ میں انیسویں صدی کا آخری دور اور بیسویں صدی کا ابتدائی دور بطورِ خاص اہم ہیں، لہٰذا اس زمانے کے متعلق بین الاقوامی حالات کی مسلسل سرگزشت الگ بیان کر دی گئی ہے، تاکہ کتاب کا مطالعہ کرنے والے اصحاب اس عہد کے پورے سیاسی حالات یک جا ملاحظہ فرمالیں۔ اگرچہ اس میں سے بعض حالات متفرق طور پر جا بجا بیان ہو چکے ہیں، مگر یہاں انھیں خاص ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور پورا خیال رکھا گیا ہے کہ کوئی واقعہ دہرایا نہ جائے اور جو کچھ تفصیلاً پہلے آچکا ہے، اس کی طرف صرف اشارہ کر دیا جائے۔

عمومی کیفیت:

اس عہد کے آغاز میں جرمنی کی قوت تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ فرانس کمزور ہو رہا تھا۔ برطانیہ بے پروائی کی پالیسی پر کاربند تھا۔ 1870ء سے علیحدگی تک بسمارک کو یورپ کی تاریخ میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ اس کی پالیسی شروع میں یہ تھی کہ جس موقعے پر جو کچھ مناسب سمجھے، کرتا جائے۔ آسٹریا اور روس کے درمیان مشرقِ قریب کے معاملات کے متعلق سخت کشمکش جاری تھی، اس لیے ضروری تھا کہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ گہری وابستگی پیدا کی جائے، اس بنا پر اس نے مختلف طاقتوں کے ساتھ اتحاد کی پالیسی اختیار کر لی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ کی تمام بڑی بڑی طاقتیں دو گروہوں میں بٹ گئیں اور اکثر چھوٹی طاقتوں نے بھی اپنے خاص حالات یا مصلحتوں کی بنا پر کسی ایک جتھے میں شامل ہونا منظور کر لیا۔ نئے نئے جنگی آلات و اسلحہ بن گئے تھے، ان کی وجہ سے ہر ملک کے لیے ہر سمت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا معاملہ خاصی تشویشناک صورت اختیار کر گیا اور مختلف طاقتوں نے جنگ کے خطرے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپس میں جوڑ توڑ شروع کر دیئے، گویا جنگ سے بچنے کے لیے تدبیریں اختیار کرتے کرتے جنگ کو زیادہ سے زیادہ یقینی بنا دیا گیا۔ چونکہ یورپی طاقتیں افریقہ اور ایشیا کے بڑے علاقوں پر قابض ہو چکی تھیں، اس لیے جنگ کی صورت میں جدال و قتال کا دائرہ صرف یورپ تک محدود نہ رہا، بلکہ تین براعظموں پر پھیل گیا۔

اس تمہیدی کیفیت کے بعد 1871ء سے ترتیب وار حالات بیان کیے جاتے ہیں۔

جرمنی، آسٹریا اور روس:

اگست اور ستمبر 1871ء میں آسٹریا اور جرمنی کے بادشاہ تین مرتبہ ملے۔ واقعہ یہ ہے کہ 1870ء میں فرانس کی شکست نے آسٹریا پر واضح کر دیا تھا کہ جرمنی کو شکست دینا سہل نہیں اور خود اسے، یعنی آسٹریا کو 1866ء کی شکست کا بدلہ لے لینے کی جو امید تھی وہ پوری نہیں ہو سکتی تھی، لہٰذا یہی مناسب سمجھا گیا کہ جرمنی کے ساتھ تعلقات بہتر بنا لیے جائیں اور معلوم تھا کہ جرمنی آسٹریا کا نہایت طاقتور ہمسایہ ہے۔

1872ء میں شہنشاہ آسٹریا اور شہنشاہ جرمنی کے علاوہ زار روس بھی برلین پہنچا۔ زار کو یہ اندیشہ لاحق تھا کہ آسٹریا اور جرمنی کے درمیان تعلقات اتنے دوستانہ نہ ہو جائیں کہ خود روس کے لیے خطرے کا باعث بن جائیں۔ اس ملاقات میں کوئی سیاسی سمجھوتا تو نہ ہوا، البتہ مشرق قریب کے متعلق بات چیت ہوتی رہی اور تینوں نے فیصلہ کر لیا کہ اس وقت جو صورت حال تھی اسے باقی رکھا جائے۔

مئی 1873ء میں شہنشاہ جرمنی، بسمارک اور مالٹکے سینٹ پیٹرزبرگ گئے۔ وہاں یہ قرار پایا کہ دونوں فریقوں میں سے کسی ایک پر کوئی یورپی طاقت حملہ آور ہوئی تو دوسرا فریق دو لاکھ فوج مدد کے لیے بھیجے گا۔ ایک مہینہ بعد روس اور آسٹریا کے درمیان بھی سمجھوتا ہو گیا کہ باہم مشورے کیے جائیں گے اور اگر کسی پر حملہ ہوا تو تعاون میں تامل نہ ہوگا۔ ان سمجھوتوں کو عام اصطلاح میں تین شہنشاہوں کی لیگ (جمعیت) قرار دیا جاتا ہے۔ بظاہر تینوں کا مقصد یہ تھا کہ آزاد خیال گروہوں کے مقابلے میں شاہی حکومت کی حفاظت کی جائے اور اگر جرمنی اور فرانس کے درمیان نازک حالت پیدا ہو تو جرمنی کی مدد کی جائے۔ دو تین مہینے بعد اٹلی کے بادشاہ نے بھی ویانا اور برلین کا سفر اختیار کیا، تاکہ وہ بھی بادشاہوں کی لیگ میں شامل ہو جائے۔

جرمنی اور فرانس:

ستمبر 1873ء میں جرمنی کی فوجوں نے تمام فرانسیسی علاقے خالی کر دیے، جن میں وہ 1870ء سے مقیم تھیں۔ اب فرانس میں یہ کوشش شروع ہو گئی کہ روس کے ساتھ اتحاد کر لیا جائے۔ اپریل 1875ء میں اخبار ''برلن پوسٹ'' نے ایک مقالہ شائع کیا جس کا عنوان تھا ''کیا جنگ ہونے والی ہے؟'' اس میں فرانسیسی فوج کے لیے نئے قانون کی طرف اشارے کیے گئے تھے۔ فرانس میں اس مقالے نے خاصی سراسیمگی پیدا کی۔ وزیر خارجہ فرانس نے برطانیہ و روس سے مدد مانگی۔ روس اور برطانیہ کی طرف سے برلین کے نام انتباہ جاری کیا گیا۔ اس سے بسمارک کو اندازہ ہو گیا وہ بادشاہوں کی لیگ خاصی کمزور ہے، نیز واضح ہو گیا کہ اگر جرمنی نے جنگ کو روکنے کے لیے بھی فرانس کے خلاف

فرانس کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو برطانیہ و روس چپ نہ بیٹھے رہیں گے۔

متفرق واقعات:

متفرق واقعات کی کیفیت یہ ہے:

(1) بوسینا اور ہرزی گوینا میں ترکی حکومت کے خلاف بغاوت ہوئی۔ اہل سرویا نے اس کی حمایت کی (1857ء)۔

(2) اسماعیل پاشا خدیو مصر نہر سویز کے حصے فروخت کر رہا تھا، ڈزرائیلی وزیر اعظم برطانیہ نے وہ حصے خرید لیے۔ یہ طانوی حکمت عملی کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا (25 نومبر 1875ء)۔

(3) بسمارک نے برطانیہ کے ساتھ دوستی پیدا کرنے کی کوشش کی (جنوری 1876ء)۔ لارڈ ڈربی وزیر خارجہ برطانیہ نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔

(4) بلغاریا میں ترکی کے خلاف بغاوت ہوئی، جسے سختی سے دبا دیا گیا (مئی۔ ستمبر 1876ء)

(5) سرویا نے روسی امداد کے بھروسے پر ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا (30 جون 1876ء) دو روز بعد مانٹی نیگرو بھی سرویا کے ساتھ مل گیا۔

(6) یکم ستمبر کو سرویا نے شکست فاش کھائی اور یورپی طاقتوں سے مداخلت کی اپیل کی۔ ترکوں نے سخت شرطوں کے بغیر متارکہ پر رضامندی ظاہر نہ کی۔ روس جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ جرمنی سے امداد کی اپیل کی گئی۔ بسمارک نے توقع کے مطابق جواب نہ دیا۔

(7) ترکی حکومت کی بدنظمیوں کے خلاف انگلستان میں پروپیگنڈا۔ روس نے ترکی کو الٹی میٹم دے دیا۔ اس پر ترک چھ ہفتے کے متارکہ کے لیے راضی ہو گئے۔

تجویز مصالحت اور دستور:

12 دسمبر 1876ء کو قسطنطنیہ میں پہلی کانفرنس برطانیہ کی تحریک پر منعقد ہوئی۔ برطانیہ و روس کی گفت و شنید سے مندرجہ ذیل امور پر اتفاق ہو گیا۔

(1) سرویا سے کوئی علاقہ نہ چھینا جائے۔

(2) مانٹی نیگرو کو ہرزی گوینا اور البانیا کا تھوڑا سا علاقہ دے دیا جائے۔

(3) بلغاریہ کو دو حصوں میں بانٹ دیا جائے۔ ایک مشرقی، دوسرا مغربی۔

(4) بوسنیا اور بقیہ ہرزی گوینا کو ملا کر ایک صوبہ بنا دیا جائے۔اس صوبے، نیز بلغاریہ کے دو حصوں کے لیے یورپی طاقتیں ترکی حکومت کی منظوری سے گورنر جنرل مقرر کریں اور ایک اسمبلی بنا دی جائے۔

(5) یورپی طاقتیں اصلاحات کی نگران رہیں۔

مدحت پاشا ترکی کا مشہور آزاد خیال قوم پرور تھا۔وہ وزیر اعظم بن چکا تھا اور اس نے ترکی کے لیے نیا دستور مرتب کیا، جس میں عوامی حقوق کا خاص خیال رکھا گیا۔یہ دستور پوری سلطنت کے لیے تھا اور اس کے بعد خاص علاقوں میں اصلاحات کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی۔

ترکی اور روس کی جنگ:

یورپی طاقتوں نے حکومت ترکی سے جتنے مطالبے کیے تھے وہ ٹھکرا دیے گئے اور قسطنطنیہ کی کانفرنس بے نتیجہ رہی تھی۔روس نے آسٹریا کے ساتھ فیصلہ کر کے 24 اپریل 1877ء کو ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔برطانیہ نے فوراً ایک یاداشت روس کے پاس بھیجی، جس میں بتایا کہ نہ نہر سویز کی ناکہ بندی کی جائے نہ مصر پر قبضہ کیا جائے، نیز آبناؤں اور قسطنطنیہ کے متعلق برطانیہ کا روایتی موقف پھر ایک مرتبہ واضح کر دیا۔بسمارک کی تجویز یہ تھی کہ برطانیہ، مصر اور سلطنت عثمانیہ کے دوسرے حصوں پر قبضہ کرے، لیکن اسے جنگ نہ چھیڑنی چاہیے۔روس نے برطانیہ کی یادداشت کے جواب میں ٹائم ٹول کا طریقہ اختیار کیا۔بہر حال جنگ ہوئی، جس کے تفصیلی حالات ترکی کے سلسلے میں پیش کیے جا چکے ہیں۔پلونا کی لڑائی اس جنگ کی بہت بڑی لڑائی تھی جس میں غازی عثمان پاشا نے روس کے چھکے چھڑا دیے۔جنوری 1878ء میں متارکہ ہوا اور سان سٹیفانو کے معاہدے نے جنگ کا خاتمہ کیا (3 مارچ 1878ء)۔اس معاہدے کے مطابق مانٹی نیگرو، سرویا اور رومانیا آزاد کر دیے گئے، بوسنیا اور ہرزی گوینا میں اصلاحات کے نفاذ کا فیصلہ ہوا، بلغاریا کو اندرونی خود مختاری مل گئی، روس نے ارادھن، قارس، باطوم اور بایزید کے لیے، نیز ترکی کو بھاری تاوان ادا کرنا پڑا۔

برلین کانگرس:

سان سٹیفانو کے معاہدے سے مختلف طاقتوں کی کشمکش دور نہ ہوئی۔چنانچہ برلین میں ایک کانگرس بلائی گئی جس میں جرمنی، روس، آسٹریا، برطانیہ، فرانس، اٹلی اور ترکی کے نمائندے شریک ہوئے۔اس میں سرویا، رومانیا اور مانٹی نیگرو کو آزادی مل گئی۔رومانیا کو ڈبروجا دے دیا گیا اور بسر بیا لے لیا گیا۔باخاریا کے تین حصے کر دیے گئے، خاص بلغاریا، جو کوہستان بلقان کے شمال میں واقع تھا۔اس کے بارے

میں فیصلہ ہوا کہ وہ اندرونی حیثیت میں آزاد ہوگا، لیکن ترکی کو خراج ادا کرتا رہے گا، دوسرا حصہ مشرقی رومیلیا اور بلقانی کوہستان کے جنوب میں تھا۔ اسے ترکی حکومت کے ماتحت ایک خاص درجہ دے دیا گیا۔ تیسرا مقدونیہ، جس کے بارے میں اصلاحات کا فیصلہ ہوا۔ آسٹریا کو بوسنیا اور ہرزی گوینا پر قبضے کا اختیار دے دیا گیا، روس کو باطوم، قارس اور اردا ہن مل گئے۔ برلین کانگرس 13 جون 1878ء سے 13 جولائی 1878ء تک جاری رہی۔ برطانیہ نے قبرص پر قبضہ کر لیا۔ فرانس کو تیونس پر قبضہ کر لینے کی اجازت دے دی گئی۔ اٹلی کے ساتھ وعدہ کر لیا گیا کہ اسے البانیا میں سے کچھ حصہ دے دیا جائے گا۔ اس معاہدے کا نتیجہ یہ نکلا کہ انتہا پسند روسی اور سلافی اتحاد کے حامی غیر مطمئن رہے اور سلطنت عثمانیہ، یورپی طاقتوں کا بازیچہ بن گئی۔

مصر کے معاملات:

مصر میں یورپی طاقتوں، خصوصاً فرانس اور برطانیہ نے بڑا روپیہ لگا رکھا تھا۔ جب نہر سویز کی کھدائی اور بعض دوسرے رفاہی کاموں کے سلسلے میں مالی مشکلات پیش آئیں تو فرانس اور برطانیہ نے ملک مصر پر دو گونہ مالی کنٹرول قائم کر لیا (نومبر 1876ء)۔ جب 1878ء میں خدیو نے وزارتی حکومت قائم کر دی اور وزیر مال کا عہدہ برطانیہ و فرانس کو دے دیا تو دو گونہ کنٹرول ختم ہو گیا (دسمبر 1878ء)، مگر خدیو نے حقیقی اقتدار اپنے ہی قبضے میں رکھا، چنانچہ برطانیہ و فرانس نے خدیو اسماعیل پاشا کو حکومت سے دستبرداری پر مجبور کر دیا (جون 1879ء) اور اس کے جانشین توفیق نے پھر دو گونہ کنٹرول قبول کر لیا۔ اس اثناء میں سید جمال الدین افغانی کی دعوت نے قوم پروروں میں ایک خاص جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ 1882ء میں فوجی افسروں نے عرابی پاشا کی سرکردگی میں بغاوت کر دی۔ انگریزی بیڑے نے اسکندریہ پر گولہ باری کی اور نہر سویز کی حفاظت کا بہانہ پیش کرتے ہوئے فوج اتار دی۔ تل الکبیر کی جنگ میں مصریوں نے شکست کھائی (13 ستمبر 1882ء)۔ عرابی کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اس وقت انگریز مصر میں مالک و مختار بن گئے۔

تین شہنشاہوں کا اتحاد:

جون 1881ء میں روس، آسٹریا اور جرمنی کے بادشاہوں نے اتحاد کر لیا، جسے تین سال کے بعد مزید تین سال کے لیے تازہ کر لیا گیا۔ یہ اتحاد بڑے اہتمام سے خفیہ رکھا گیا۔ اس کی خاص شرطیں یہ تھیں:

(1) اگر معاہدے کرنے والی تین طاقتوں سے کسی ایک کو ترکی کے سوا چوتھی طاقت سے جنگ پیش آ جائے تو باقی دو معاہدہ کرنے والی طاقتیں دوستانہ غیر جانب داری قائم رکھیں گی۔

(2) ترکی کے مقبوضات میں تینوں کے اتفاق سے بغیر کوئی ردوبدل نہ ہوگا۔

(3) اگر کوئی طاقت ترکی کے ساتھ جنگ پر مجبور ہو جائے گی تو نتائج کے متعلق باقی دو طاقتوں سے قبل از وقت مشورہ کرلے گی۔

(4) آبناؤں کی بندش کا اصول تینوں نے تسلیم کرلیا۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ اگر ترکی اس اصول کی خلاف ورزی کرے گا تو تینوں طاقتیں اسے متنبہ کر دیں گی۔

(5) آسٹریا نے بوسنیا اور ہرزی گوبنا پر قبضے کا حق محفوظ رکھا۔

(6) بلغاریا اور مشرقی رومیلیا کے اتحاد سے اختلاف نہ کرنے کی اصل بھی مان لی گئی۔

13 مارچ 1881ء کو زار الیگزانڈر دوم مارا گیا، اس وجہ سے معاہدے کی تصدیق میں تاخیر ہو گئی۔

تین مرکزی طاقتوں کا اتحاد:

مئی 1882ء میں وسطی یورپ کی تین طاقتوں، یعنی جرمنی، آسٹریا اور اٹلی کے اتحاد کی بنیاد رکھی گئی۔ مختلف اوقات میں اس اتحاد کی تجدید ہوتی رہی۔ اگرچہ اٹلی نے کسی بھی موقعے پر اتحاد کے سلسلے میں خلوص کا اظہار نہ کیا تاہم یہ اتحاد رسمی طور پر 1915ء تک قائم رہا۔ اس کی شرطیں یہ تھیں:

(1) اگر فرانس نے بلاوجہ اٹلی پر حملہ کیا تو آسٹریا اور جرمنی اٹلی کا ساتھ دیں گے۔ اسی طرح اگر فرانس نے جرمنی پر حملہ کیا تو اٹلی جرمنی کا ساتھ دے گا۔

(2) اگر معاہد فریقوں میں سے ایک یا دو پر حملہ ہوا یا وہ دو یا دو سے زیادہ بڑی طاقتوں کے ساتھ جنگ میں الجھے تو معاہدے کے جن فریقوں پر حملہ نہ ہوگا، وہ اپنے حلیف یا حلیفوں کو امداد دیں گے۔

(3) اگر ان معاہدوں میں سے کوئی ایک کسی بڑی طاقت کے خلاف جنگ پر مجبور ہوگا تو دوسرے معاہد شفیقانہ غیر جانبداری پر قائم رہیں گے۔

فروری 1887ء میں اس اتحاد سہ گانہ کی تجدید ہوئی، پھر مئی 1891ء میں اسے تازہ کیا گیا۔ 1898ء میں فرانس نے اٹلی کے ساتھ تجارتی معاہدہ کرلیا اور اس وقت سے اٹلی نے اتحاد سہ گانہ سے اپنے تعلقات گھٹانے شروع کیے۔ دسمبر 1900ء میں اٹلی اور فرانس کے درمیان ایک اور معاہدہ ہوا جس میں اٹلی نے اقرار کرلیا کہ فرانس مراکش میں من مانی کاروائیوں کا مجاز ہے۔ فرانس نے یہ تسلیم کرلیا کہ اٹلی طرابلس الغرب[1] میں جو چاہے کرے، فرانس کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا، حالانکہ اس وقت تک اٹلی کو طرابلس الغرب سے کوئی تعلق پیدا نہ ہوا تھا۔ یکم جون 1902ء میں اٹلی، جرمنی اور آسٹریا کے اتحاد کی تجدید ہوئی۔ اس کے چار پانچ ماہ بعد اٹلی نے فرانس کو اطلاع دے دی کہ اگر فرانس پر حملہ ہوگا تو اٹلی غیر جانبدار رہے

گا۔اسی طرح اگر اٹلی کو اپنی عزت اور حفاظت کے لیے جنگ کرنی پڑے تو فرانس غیر جانب داری پر عمل پیرا ہوگا۔مزید برآں اٹلی نے یقین دلا دیا کہ اس اعلان کے خلاف اٹلی کسی فوج معاہدے کا فریق نہ بنے گا۔

ان متضاد معاہدوں اور اعلانوں کے باوجود اٹلی 1915ء تک جرمنی اور آسٹریا کے اتحاد میں رسمی طور پر شامل رہا۔

بین الاقوامی تعلقات

1870ء-1914ء

(2)

بحیرہ روم کے متعلق سمجھوتا:

فروری 1887ء میں اٹلی اور برطانیہ کے درمیان بحیرۂ روم کے متعلق ایک سمجھوتا ہوا، جس میں بعد ازاں آسٹریا اور ہسپانیہ بھی شامل ہو گئے اور جرمنی بھی اس کا حامی بن گیا۔ اس سمجھوتے کا مفاد یہ تھا:

(1) بحیرۂ روم، بحیرہ ایڈریاٹک، بحیرۂ ایجہ اور بحیرۂ اسود میں جو صورت حال موجود ہے، اسے قائم رکھا جائے گا۔

(2) اگر صورت حال قائم رکھنے میں کوئی مشکل پیش آئے گی تو معاہدہ فریق تبدیلیوں کے متعلق باہم سمجھوتا کر لیں گے۔

(3) اٹلی اور مصر کے متعلق میں برطانوی پالیسی کا حامی رہے گا اور برطانیہ شمال افریقہ میں اٹلی کی پالیسی کی تائید کرے گے۔

(4) برطانیہ اور آسٹریا کے درمیان یہ طے ہوا کہ دونوں طاقتیں مشرق قریب میں مشترکہ مفاد کے مطابق کام کریں گی۔ ہسپانیہ نے وعدہ کیا کہ وہ شمالی افریقہ کے بارے میں فرانس سے کوئی ایسا معاہدہ نہ کرے گا جس سے اٹلی، آسٹریا یا جرمنی کے مفاد پر زد پڑے۔

اسی سال دسمبر کے مہینے میں بحیرۂ روم کے متعلق دوسرا سمجھوتا ہوا جس میں موجود صورت حال کے قائم رکھنے کا اصول از سر نو واضح کیا گیا۔ ساتھ ہی اس امر پر زور دیا گیا کہ ترکی کو ہر خارجی اقتدار سے محفوظ رکھنا حد درجہ ضروری ہے۔ ترکی سے کہا گیا کہ بلغاریا میں کسی طاقت کو کوئی حق نہ دیا جائے اور نہ کسی طاقت کو بلغاریہ پر قبضے کا موقع دینا چاہیے، نیز آبناؤں اور ایشیائے کوچک میں تمام حقوق محفوظ رکھے جائیں، اگر کوئی انھیں چھیننا چاہے اور ترکی مقابلہ کرتے تو برطانیہ، آسٹریا اور اٹلی ترکی کے ساتھ دیں گے۔

آرمینیا کا مسئلہ:

آرمینیا کا ایک حصہ روس کے ماتحت تھا اور دوسرا حصہ ترکی کے ماتحت۔ جو حصہ ترکی کے ماتحت تھا

وہاں کے باشندوں نے روسی دہشت پسندوں کی مثال سامنے رکھتے ہوئے خفیہ انقلابی جماعتیں منظم کرلیں جن کے مراکز جنیوا، طفلس، پیرس اور بعض دوسرے مقامات پر تھے۔ ان خفیہ انجمنوں نے یہ طے کرلیا کہ آرمینیا میں بار بار ہنگامے بپا کیے جائیں، تاکہ ترک اشتعال میں آکر تادیبی کاروائیاں کریں۔ اس طرح یورپی طاقتوں کو مداخلت کا موقعہ ملے، چنانچہ 1890ء سے مسلسل ہنگامے اور فسادات شروع ہوگئے۔ اگست 1894ء میں سیسون کے قریب ایک بہت بڑی بغاوت رونما ہوئی جسے کرد رسالے نے سختی سے دبا دیا۔ اس پر یورپ میں آہ وفغاں کا شور مچ گیا، خصوصاً انگلستان کے لوگوں نے اپنی حکومت پر زور ڈالا کہ اس معاملے میں مداخلت کی جائے، حالانکہ انھیں صحیح حالات کا علم نہ تھا۔ بہرحال سلطان نے تحقیقات کے لیے ایک کمیشن مقرر کردیا جس کے ساتھ برطانوی، فرانسیسی اور روسی نمائندے بھی شریک ہوگئے۔ برطانیہ کی خواہش تھی کہ تینوں طاقتیں مشرق قریب کے معاملے میں مل جل کر کام کریں۔ روس کو یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ اگر ترکی آرمینیا کی آزادی کے لیے کوئی قدم اٹھایا گیا تو خود اس کے ارمن علاقوں میں بھی ہنگامہ بپا ہوجائے گا، لہٰذا اس نے ہر اقدام کی مخالفت کی۔

اکتوبر 1895ء میں قسطنطنیہ کے اندر ارمنوں نے حد درجہ اشتعال انگیز مظاہرہ کیا۔ اس وجہ سے ارمن مارے گئے۔ یورپی طاقتوں نے زور ڈال کر آرمینیا کے لیے اصلاحات کا پروگرام منظور کرایا، لیکن مختلف شہروں میں ارمنوں کے قتل کا سلسلہ جاری رہا۔ برطانیہ نے اپنے بیڑے کا ایک حصہ دردانیال کے دہانے پر بھیج دیا، لیکن اس وجہ سے قدم آگے نہ بڑھایا کہ روس اور فرانس کی طرف سے حمایت کا یقین نہ تھا۔ خود روس نے ایک فوج باسفورس میں اتارنے کی سکیم بنالی، تاکہ برطانیہ کی پیش قدمی سے پہلے ہی قسطنطنیہ پر قبضہ کرلے۔ وہ بھی اس وجہ سے رک گیا کہ اول، قبیلے کے لیے جتنی تیاری ضروری تھی، ہو نہ سکتی تھی، دوم، فرانس حمایت کے لیے تیار نہ تھا۔

اگست 1896ء میں ارمن انقلابیوں نے عثمانی بنک پر حملہ کیا۔ وہ عمارت پر قابض ہوگئے اور دھمکی دی کہ اگر ہمارے مطالبات منظور نہ کیے گئے تو عمارت کو اڑادیں گے۔ انھیں روکا گیا تو جابجا ارمنوں کا قتل شروع ہوگیا۔ اس پر پھر یورپی طاقتوں نے مداخلت کی۔

غرض ارمن خود مصیبت پیدا کرتے تھے، جب اس مصیبت کے نتائج سامنے آتے تھے تو یورپی طاقتیں بیچ میں کود پڑتی تھیں، لیکن ارمنوں کی فتنہ انگیزی کو روکنے کے لیے کبھی کسی یورپی طاقت نے کوئی قدم نہ اٹھایا اور یہ حالت دیر تک قائم رہی۔

چین اور جاپان:

چین اور جاپان کے درمیان کوریا کے متعلق دس سال سے کشمکش چلی آرہی تھی، 1894ء میں جاپان نے کوریا کی ملکہ کو گرفتار کر لیا اور اس کی جگہ ایک نائب السلطنت مقرر کر دیا، برطانوی جہاز چینی فوج لے کر کوریا جا رہا تھا، جاپانیوں نے اسے غرق کر دیا اور کوریا کے نائب سلطنت کی طرف سے چین کے خلاف اعلان جنگ ہو گیا۔ یورپی طاقتوں نے مداخلت کی بڑی کوششیں کیں، مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ جاپان نے بہ آسانی چینیوں کو شکستیں دے کر ان کی بحری اور بری فوج تباہ کر ڈالی۔ آخر 17 اپریل 1895ء کو چین اور جاپان کے درمیان معاہدہ ہو گیا، جس کے مطابق کوریا کی آزادی تسلیم کر لی گئی اور چین نے جزیرہ فارموسا، جزائر پسیکا ڈورز (Pescadores Islannds) جزیرہ نمائے لیاؤ تنگ (Liaotuing Peninsula) نیز پورٹ آرتھر جاپان کے حوالے کر دیے۔ تاوان کی بھی بہت بھاری رقم منظور کی۔ علاوہ بریں چین کو مجبور کیا گیا کہ چار نئی بندرگاہیں تجارت کے لیے کھول دے۔ یورپی طاقتوں میں سے برطانیہ نے معاہدہ کا خیر مقدم کیا اور چین کو چھوڑ کر جاپان سے تعلقات بڑھانے کی کوشش شروع کر دی۔ روس پر اس کا براہ راست اثر پڑا، اس لیے کہ مشرق بعید میں روس نے خاص سرگرمیاں اختیار کر رکھی تھیں، تاہم روسی حکومت دیر تک یہ فیصلہ نہ کر سکی کہ جاپان کے ساتھ سمجھوتا کرے یا اس کی مخالفت کرے۔ اس اثناء میں جرمنوں نے جاپان کی پیش قدمی کو روکنے کا فیصلہ کر لیا۔ جاپان اور روس کو کوئی نہ کوئی علاقہ دینے کے لیے تیار تھا، مگر روس علاقے کی پیشکش مسترد کر کے جرمنی کی طرح جاپان کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اپریل 1895ء میں روس، جرمنی اور فرانس نے مل کر جاپان سے کہا کہ جزیرہ نمائے لیاؤ تنگ چھوڑ دیا جائے اور تاوان کی رقم بڑھا لی جائے۔ جاپان مان گیا، لیکن یہیں سے جاپان اور روس کے تعلقات میں بگاڑ شروع ہوا، جس نے آگے چل کر جنگ کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس کے حالات جاپان کے سلسلے میں پیش ہوں گے۔ جون 1896ء میں روس اور چین کے درمیان معاہدہ ہو گیا جو پندرہ سال کے لیے تھا۔ اس کا مفاد یہ تھا کہ جاپان کے جارحانہ اقدام کے خلاف دونوں فریق ایک دوسرے کی حمایت کریں، خواہ یہ اقدار روسی علاقوں کے خلاف ہو یا چین اور کوریا کے خلاف، روس کو یہ اجازت دے دی گئی کہ وہ سائبیریا والی ریلوے کو شمالی منچوریا سے گزار کر ولاڈی واسٹک لے جائے۔

جنوبی افریقہ کا مسئلہ:

جرمنی کی قوت تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ اس کی فوج اور بحریات نے غیر معمولی ترقی کر لی تھی۔ اس وجہ

سے مختلف طاقتوں میں اس کے متعلق تشویش تھی۔ یکا یک جنوبی افریقہ کے حالات میں پیچیدگی پیدا ہوئی۔ جمہوریہ ٹرانسوال کے صدر کروگر کو قیصر ولیم شہنشاہ جرمنی نے مبارک باد کا تار بھیج دیا[1]۔ اس پر انگلستان میں بڑی سراسیمگی پیدا ہوئی اور عوام نے حکومت پر زور دینا شروع کیا کہ روس اور فرانس سے اتحاد کر لیا جائے تاکہ جرمنی کا مقابلہ ہو سکے۔ چنانچہ روس سے گفت و شنید شروع ہو گئی۔ جنوبی افریقہ میں انگریزوں کو جنگ پیش آئی۔ اس کے حالات جنوبی افریقہ کے سلسلے میں پیش کیے جائیں گے۔

فشودا کا مسئلہ:

ستمبر 1898ء میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان فشودا کے معاملے پر نازک صورت حال پیدا ہو گئی۔ برطانیہ نے 1896ء میں سوڈان کی درویش حکومت کے خلاف اقدام کیا تھا ارام درمان میں درویشوں کو آخری شکست دی تھی۔ اس زمانے میں ایک برطانوی فوج یوگنڈا سے بھی دریائے نیل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ادھر فرانسیسیوں نے پیش قدمی شروع کی اور وہ جولائی 1898ء میں فشودا پہنچ گئے۔ ساتھ ہی حبشہ کی ایک فوج چند فرانسیسیوں کے ساتھ فشودا کے شمال میں دریائے نیل پر اتری۔ حبشہ کا مقصد یہ تھا کہ دریائے نیل کے دائیں کنارے کو خود سنبھال لے اور فرانسیسی بایاں کنارا سنبھال لینا چاہتے تھے۔ برطانیہ نے فرانس سے پیچھے ہٹ جانے کا مطالبہ کیا۔ آخر بڑی بحث کے بعد 3 نومبر کو فرانسیسیوں نے فشودا خالی کر دیا اور اہل حبشہ بھی پیچھے ہٹ گئے۔

صلح کی پہلی کانفرنس:

1899ء میں زار روس کی دعوت پر ہیگ میں صلح کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی جو 18 مئی سے 29 جولائی تک جاری رہی۔ عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ روس مالی مشکلات میں مبتلا ہے اور وہ آسٹریا یا دوسری طاقتوں کے برابر فوج اور اسلحہ پر روپیہ خرچ نہیں کر سکتا۔ چھبیس حکومتوں کے نمائندے اس کانفرنس میں شریک ہوئے، لیکن سب کے دل شکوک سے لبریز تھے۔ اس کا کوئی خاص مفید نتیجہ نہ نکلا، البتہ سب نے اقرار کر لیا کہ بین الاقوامی جھگڑوں کا فیصلہ پرامن طریق سے کیا جائے۔ یہ بھی فیصلہ ہو گیا کہ جنگ میں زہریلی گیس استعمال نہ کی جائے، ڈم ڈم گولیاں بھی استعمال نہ کی جائیں، اسیران جنگ اور زخمیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، جھگڑوں میں ثالثی کے لیے ایک مستقل عدالت قائم ہو گئی۔ جون 1907ء میں صلح کی دوسری کانفرنس ہوئی، جس کی دعوت امریکہ کے صدر تھیوڈور روز ویلٹ نے 1904ء میں دی تھی۔ اس میں برطانیہ کی کوشش یہ تھی کہ ساز و سامان جنگ پر پابندی لگ جائے۔ دوسری طاقتوں نے یہ تجویز منظور نہ

ہونے دی، البتہ ثالثی کا سلسلہ زیادہ بہتر طریق پر منظم کرلیا گیا اور قرضوں کی وصولی یا ضوابط جنگ اور غیر جانبدار طاقتوں کے حقوق وواجبات زیادہ واضح ہو گئے۔

بغداد ریلوے:

سلطان ترکی نے 1888ء میں ایک جرمن کمپنی کو قسطنطنیہ کے سامنے سے انقرہ تک ریل کی لائن بنانے کا ٹھیکہ دیا تھا۔ اس وقت اصل مقصد یہ تھا کہ آہستہ آہستہ ریلوے لائن شمالی اناطولیہ سے بغداد اور خلیج فارس تک پہنچا دی جائے، تاکہ سلطنت کے دور افتادہ صوبوں تک آمد ورفت آسان ہو جائے اور ریل کے ذریعے سے فوجیں لانے، لے جانے میں بھی کوئی دقت نہ رہے۔ انقرہ والی لائن 1892ء میں مکمل ہوئی، پھر نئے ٹھیکوں کے لیے کش مکش شروع ہو گئی۔ فروری 1893ء میں جرمن کمپنی کو ریلوے کے دو اور ٹھیکے ملے۔ ایک انقرہ سے قیساریہ تک، دوسری ''اسکی شہر'' سے قونیہ تک۔ آخری لائن 1896ء میں مکمل ہوئی تو بغداد تک ریلوے لے جانے کا مسئلہ خاص اہمیت اختیار کر گیا۔ برطانوی، فرانسیسی اور روسی فرموں کی طرف سے بے شمار تجاویز، نقشے اور درخواستیں پیش ہوئیں، لیکن جرمنوں کو سب پر فوقیت حاصل رہی۔ اکتوبر 1898ء میں قیصر ولیم دوم شہنشاہ جرمنی پہلے قسطنطنیہ پہنچا، پھر فلسطین گیا۔ اس نے ایک تقریر میں دنیا کے تیس کروڑ مسلمانوں کے ساتھ دوستی کا اعلان کیا۔ اس وقت سے ترکی میں جرمنوں کا طوطی بولنے لگا۔ فرانسیسیوں نے مخالفت چھوڑ کر جرمنوں سے تعاون کی پالیسی اختیار کر لی۔ برطانیہ نے خلیج فارس کی حفاظت کے لیے شیخ کویت سے معاہدہ کر لیا، روس جرمنوں کی مخالفت کرتا رہا، لیکن جرمنوں نے 25 نومبر 1899ء کو قونیہ سے بغداد تک ریلوے لائن کا ابتدائی ٹھیکہ حاصل کر لیا۔ اگرچہ یہ محض اقتصادی مسئلہ تھا، پھر بھی اس نے بہت جلد جرمنی، روس اور برطانیہ کے تعلقات میں اہم حیثیت حاصل کر لی۔

17 جنوری 1902ء کو قونیہ سے بصرہ تک ریل کے لیے جرمنوں کو آخری ٹھیکہ مل گیا۔ انھوں نے پھر کوشش کی کہ برطانوی اور فرانسیسی حکومتیں مالی امداد کے لیے تعاون پر آمادہ ہو جائیں، مگر اخباروں میں اس کے خلاف ایسا شور بپا ہوا کہ روپیہ دینے والی فرمیں پریشان ہو گئیں۔ تاہم کام جاری رہا، یہاں تک کہ جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ جنگ کے بعد بارہ سو میل تک ریلوے لائن جاری تھی۔ تھوڑی دیر میں بغداد اور بصرہ والا حصہ بھی مکمل ہو گیا۔ صرف مختصر سا حصہ باقی رہ گیا تھا جو اب مکمل ہو چکا تھا۔

چین میں ہنگامہ:

چین میں یورپی طاقتوں کا اقتدار بڑھ رہا تھا اور چینی اسے سخت ناپسند کرتے تھے، چنانچہ رضا کاروں

کی ایک جمعیت تیار ہوئی اور اس نے بہ زور اجنبی اقتدار کے خاتمے کا فیصلہ کر لیا۔ مختلف غیر ملکی سفارت خانوں کا محاصرہ کر لیا گیا۔ یورپی طاقتوں نے ایک مشترکہ فوج تیار کی، جس نے سفارت خانوں کا محاصرہ اٹھوایا۔ 13 جون 1900ء سے 14 اگست 1900ء تک حالت بہت نازک رہی۔ ستمبر 1901ء میں چینی حکومت کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے ان افسروں کو سزا دے، جو باغیوں کے لیے انگیخت کا ذریعہ بنے رہے تھے، نیز بھاری تاوان ادا کرے۔ روسیوں نے اس حالت سے فائدہ اٹھا کر ایک لاکھ فوج بھیج کر منچوریا پر قبضہ کر لیا۔ 16 اکتوبر 1900ء کو انگریزوں اور جرمنوں نے ایک معاہدہ کیا، جس کا مدعا یہ تھا کہ چین میں کھلے دروازے کی پالیسی جاری رہی اور تمام چینی علاقوں میں ہر یورپی حکومت کو اس کی حیثیت کے مطابق اثر پیدا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ ساتھ ہی علاقائی تصرفات کی مذمت کی گئی۔ فروری 1900ء میں روس نے اس شرط پر منچوریا کو خالی کر دینے کا اعلان کیا کہ اول چین کی طرف سے منچوریا میں صرف پولیس رہے، دوم منچوریا، منگولیا اور چین کے وسط ایشیا والے علاقوں میں خاص رعایتیں دی جائیں، پیکن کی طرف جانے والی ریلوے لائن بنانے کا ٹھیکہ بھی روس ہی کو ملے۔

اس سلسلے میں جاپان اور دوسری یورپی طاقتوں نے ایسی حالت پیدا کر دی کہ روس کے لیے منچوریا پر قابض رہنا مشکل ہو گیا۔ برطانیہ اور جاپان کے درمیان اتحاد ہو گیا، جس میں چین اور کوریا کی آزادی کا اعتراف کیا گیا۔ آخر 8 اپریل 1902ء کو چین اور روس کے درمیان سمجھوتا ہو گیا کہ اٹھارہ مہینے کے اندر اندر منچوریا کو خالی کر دیا جائے گا۔

فرانس، برطانیہ اور روس کا اتحاد:

برطانیہ کے بادشاہ ایڈورڈ ہفتم نے بین الاقوامی میل جول میں خاصہ حصہ لیا۔ وہ مئی 1903ء میں پیرس گیا اور 8 اپریل 1904ء کو برطانیہ اور فرانس کے درمیان اتحاد ہو گیا۔ اس کے مطابق تمام جھگڑے طے کر لیے گئے۔ فرانس نے مصر پر برطانوی قبضے کو تسلیم کر لیا اور اپنے مصری قرضے کے لیے ضمانت لے لی۔ برطانیہ نے نہر سویز میں سے آزادانہ آمد و رفت کا اقرار کر لیا اور مراکش میں فرانس کے خاص مفادات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ اس بارے میں فرانس کی پوری حمایت کی جائے گی۔ اس معاہدے میں خفیہ دفعات بھی تھیں، جن کا مطلب یہ تھا کہ انجام کار مراکش کی آزادی ختم کر دی جائے گی اور پورا ملک فرانس اور ہسپانیہ کے درمیان تقسیم کر لیا جائے گا۔

31 اگست 1907ء کو برطانیہ اور روس کے درمیان بھی اتحاد ہو گیا، جس میں ایران کے تین حصے کر لیے گئے: ایک شمالی حصہ جسے روسی اثر کا حلقہ قرار دیا گیا، دوسرا جنوبی حصہ، یہ برطانیہ کا حلقہ اثر قرار پایا۔ بیچ

کے مرکزی حصے کو غیر جانبدار قرار دیا گیا۔ افغانستان کے متعلق روس نے تسلیم کر لیا کہ وہ روسی دائرہ اثر سے خارج ہے اور والئی افغانستان سے ہر معاملہ برطانیہ کے ذریعے طے ہوگا۔ دونوں حکومتوں نے تبت پر چین کی سیادت تسلیم کر لی۔ برطانوی حکومت نے آبناؤں کے متعلق ایسا طریقہ اختیار کیا جو روس کے لیے فائدہ مند تھا۔ روس نے خلیج فارس میں برطانیہ کے اثر کی برتری تسلیم کر لی۔

بین الاقوامی تعلقات

1870ء-1914ء

(3)

مراکش کا مسئلہ:

مراکش کے متعلق انگریزوں سے فیصلہ کرنے کے بعد فرانس نے ہسپانیہ سے فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ 3 اکتوبر 1904ء کو معاہدہ ہو گیا، جس میں بظاہر مراکش کی آزادی اور خودمختاری کا اعلان کیا گیا، لیکن خفیہ دفعات یہ تھیں کہ اسے باہم تقسیم کر لیا جائے گا۔ ہسپانیہ کو بحیرہ روم کا ساحلی علاقہ ملے گا اور باقی مراکش فرانس کے قبضے میں آ جائے گا۔ ہسپانیہ نے اقرار کر لیا کہ وہ نہ تو فرانس کی مرضی کے بغیر کوئی قدم اٹھائے گا اور نہ اپنے متصرفہ علاقے میں جنگی استحکامات کرے گا۔

دسمبر 1904ء میں فرانس نے ایک مشن سلطان مراکش کے پاس بھیجا، جس نے اصلاحات کا پروگرام پیش کیا۔ اصل میں مشن کا مقصد یہ تھا کہ مراکش اور پوری طرح فرانس کے زیر اثر لے آئے۔

حکومت فرانس نے اس بارے میں جرمنی یا انگلستان کو کوئی اطلاع نہ دی تھی۔ 31 مارچ 1905ء کو شہنشاہ جرمنی طنجہ پہنچ گیا اور وہاں اس نے اعلان کیا کہ جرمنی مراکش کی آزادی اور خودمختاری کو تسلیم کرتا ہے۔ اس سے پیرس میں ہمہ گیر سراسیمگی پیدا ہو گئی۔ سلطان مراکش نے ایک بین الاقوامی کانفرنس بلائی۔ جرمنوں نے اس میں شریک ہونا قبول کر لیا۔ فرانسیسی وزیراعظم نے جرمنی کو راضی کرنے کی کوشش کی اور اسے ایک بندرگاہ بھی دینے پر آمادگی ظاہر کی، لیکن جرمنی نے اصرار کیا کہ کانفرنس ضرور ہونی چاہیے۔ آخر جنوری 1906ء میں مراکش کے متعلق کانفرنس کا فیصلہ ہو گیا اور جرمنی نے فرانس کے زیادہ تر مطالبے منظور کر لیے۔

جولائی 1908ء میں مولائے حفیظ نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو شکست دی اور فاس پر قابض ہو کر وہ سلطان مراکش بن گیا۔ جرمنی نے مولائے حفیظ کی حمایت شروع کر دی اور مراکش کے متعلق صورت حال پھر نازک ہو گئی۔ فروری 1909ء میں جرمنوں اور فرانسیسیوں کے درمیان مراکش کے متعلق سمجھوتا ہو گیا۔ اس میں مراکش کی آزادی و خودمختاری کا از سر نو اقرار کیا گیا اور جرمنی نے فرانس کے خاصی سیاسی مفاد تسلیم کر لیے۔ اسی طرح فرانس نے جرمنی کے اقتصادی مفاد کا اقرار کیا، نیز وعدہ کیا کہ آئندہ رعایتوں میں پھر مراکش کے متعلق نازک صورت حال پیدا ہو گئی۔ اب جرمنوں نے یہ شکایت پیش کی کہ 1909ء کے

معاہدے پر ٹھیک ٹھیک عمل نہیں ہو رہا۔ فرانس جرمنوں کو معاوضہ دینے کے لیے تیار تھا، لیکن جرمنوں نے مطالبہ کیا کہ فرانس بتائے کیا دینا چاہتا ہے۔ اس میں تاخیر ہوئی تو جرمنوں نے اپنا ایک جنگی جہاز پینتھر مراکش کے ساحل پر بھیج دیا۔ فرانسیسی وزیر خارجہ نے انگلستان سے جہاز بھیجنے کی اپیل کی، لیکن یہ اپیل مسترد ہوگئی۔ بڑی کشمکش کے بعد جرمنی نے مطالبہ کیا کہ پورا فرانسیسی کانگو۔ جرمنی کے حوالے کر دیا جائے۔ بات چیت جاری رہی، آخر 4 نومبر 1911ء کو یہ فیصلہ ہوگیا کہ فرانس مراکش کو اپنے زیر حفاظت لے سکتا ہے، جرمنوں کو اعتراض نہ ہوگا۔ اس کے بدلے میں فرانسیسیوں نے کانگو کا ایک حصہ جرمنوں کے حوالے کر دیا، نیز جرمن کامرون کو کانگو سے ملانے کے لیے ایک علاقہ دے دیا۔

لیمان فان سانڈرس:

جنگ طرابلس اور جنگ بلقان کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں اور انھیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ نومبر 1913ء میں ترکی اور روس کے درمیان ایک اور مسئلہ وجہ نزاع بن گیا۔ ترکوں نے جرمنی کے جرنیل کو اس غرض سے بلایا تھا کہ ترکی فوج کو از سر نو منظم کرنے میں مدد دے۔ اس کا نام لیمان فان سانڈرس (Liman Von Sanders) تھا۔ اسے قسطنطنیہ میں پہلی فوج کا کماندار مقرر کر دیا گیا تھا، نیز تنظیم کے سلسلے میں وسیع اختیارات دے دیے گئے۔ روسی حکومت نے اس کے خلاف اعتراض کیا۔ فرانسیسی حکومت نے روسیوں کی حمایت میں آواز اٹھائی۔ انگریز بھی ان دونوں کے حامی تھے، اگرچہ ان کی طرح سرگرمی دکھانے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ چنانچہ ان حکومتوں نے 13 دسمبر کو ایک یادداشت ترکی حکومت کے پاس بھیج دی، جس میں اسے انتباہ کیا گیا تھا۔ یہ ترکی حکومت کے معاملات میں صریح ناواجب مداخلت تھی، لیکن جرمنوں نے خود بیچ میں پڑ کر معاملے کو یوں ختم کرا دیا کہ لیمان نے پہلی فوج کی کمان چھوڑ کر ترکی فوج میں انسپکٹر جنرل کا عہدہ قبول کر لیا۔

متفرق معاملات:

اس اثناء میں جو متفرق معاملات پیش آئے، ان کی کیفیت یہ ہے:

(1) وزیر خارجہ برطانیہ نے البانیا اور یونان کے قبضے کو ختم کرانے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ یونان جنوبی البانیا کو خالی کر دے اور اس کے بدلے میں بحیرۂ ایجہ کے بعد جزیرے اسے دے دیے جائیں۔ یونان نے یہ مان لیا، مگر 27 اپریل 1914ء تک جنوبی البانیا کو خالی نہ کیا۔ اس کے بعد جزیروں کے متعلق جھگڑا چلتا رہا۔

(2) 12 فروری 1914ء کو روس کی شاہی کونسل کا ایک اجلاس ہوا، جس میں طے کر لیا گیا کہ ترکی آبناؤں کے سلسلے میں روسی مقاصد اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتے، جب یورپ میں جنگ نہ چھڑے۔

(3) اپریل میں شاہ برطانیہ اور وزیر خارجہ پیرس گئے۔ فرانسیسیوں نے روسیوں کی درخواست پر زور دیا کہ انگریزوں اور روسیوں کے مابین ایک بحری کنونشن طے ہو جائے۔ انگریزوں نے اس پر غور و فکر سے انکار کر دیا۔

(4) زار روس اور وزیر خارجہ 14 جون کو بخارسٹ پہنچے اور رومانوی حکومت کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اگر ترکی اور یونان کے درمیان جنگ چھڑی اور ترکوں نے آبناؤں کو بند کر دیا تو رومانیا روس کی حمایت کرے گا، لیکن رومانوی حکومت نے سرویا پر آسٹروی حملے کی صورت میں مداخلت سے انکار کر دیا۔

(5) برطانیہ اور جرمنی کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا، جس کے مطابق جرمنوں نے بصرہ کے جنوب میں ریل کی لائن تعمیر نہ کرنے کا اقرار کر لیا۔

(6) آسٹریا نے جرمنی کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ بلغاریہ اور ترکی کے ساتھ اتحاد کر لیا جائے، جرمنی کی خواہش تھی کہ آسٹریا، رومانیا اور یونان کے درمیان مصالحت ہو جائے۔

ولی عہد آسٹریا کا قتل:

28 جون 1914ء کو آرچ ڈیوک فرانسس فرڈی ننڈ ولی عہد آسٹریا سراجیو میں مارا گیا۔ یہ بوسنیا کے ان نوجوان انقلابیوں کا کام تھا، جو سرویا کی انجمن ''اتحاد یا موت'' (سیاہ ہاتھ [1]) کے زیر اثر دہشت انگیز سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ اصل قاتل کا نام گیوریلو پرنسپ (Gaurilo Princip) تھا۔ حکومت سرویا کو سازش کا علم تھا، لیکن نہ اس نے کوئی حفاظتی قدم اٹھایا اور نہ آسٹروی حکومت کو اطلاع دی، آسٹریا اس خوفناک واقعے کے سلسلے میں سرویا سے سختی کے ساتھ باز پرس کا خواہاں تھا اور دنیا بھر کی ہمدردیاں آسٹریا کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ آسٹریا نے ایک قانونی ماہر کو بھی سراجیو بھیج دیا، تا کہ جو شہادتیں مل سکیں، انھیں فراہم کر لائے۔

آسٹریا نے ایک مشن جرمنی بھیجا۔ شہنشاہ جرمنی اور اس کے چانسلر نے آسٹریا کے موقف کو درست قرار دیا اور پوری حمایت کا یقین دلایا۔ ساتھ ہی کہا کہ جلد ضروری قدم اٹھانے چاہئیں، تا کہ دنیا کی ہمدردی سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

آسٹریا کی شاہی کونسل کو زیادہ تر ممبر سرویا کے خلاف جنگ کے حامی تھے۔ جس قانونی ماہر کو شہادتیں

فراہم کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا، اس نے بتایا کہ حکومت سرویا کے اشتراک کی قطعی شہادت نہیں مل سکی۔

حکومتوں کی تگ ودو:

آسٹریا نے 14 جولائی کو یہ طے کرلیا کہ جنگ ضرور کی جائے، البتہ سرویا کا کوئی علاقہ نہ لیا جائے۔ اس اثناء میں فرانس کا پریذیڈنٹ پوائین کارا اور وزیر اعظم پیٹرز برگ پہنچے۔ وہاں روس کے ساتھ اس امر پر اتفاق کرلیا کہ برطانیہ کو ساتھ ملا کر آسٹریا پر دباؤ ڈالا جائے، حالانکہ اس وقت تک وہ مطالبات بھی سامنے نہ آئے تھے جو آسٹریا سرویا کے روبرو پیش کرنے والا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ فرانسیسیوں کو اصل معاملے کی اچھائی برائی سے چنداں تعلق نہ تھا، وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ برطانیہ، فرانس اور روس کے اتحاد کی پختگی دیکھ لی جائے۔

آسٹریا نے 23 جولائی کو سرویا کے نام اڑتالیس گھنٹے کا الٹی میٹم بھیج دیا جس کا خلاصہ یہ تھا:

(1) آسٹریا کے خلاف معاندانہ تحریرات کا سلسلہ بند کردیا جائے۔

(2) ان تمام انجمنوں کو توڑ دیا جائے، جو آسٹریا کے خلاف پروپیگنڈا کرتی ہیں۔

(3) سکولوں میں مخالفانہ پروپیگنڈا بند کیا جائے۔

(4) ان تمام حکام کو برطرف کیا جائے، جن پر آسٹریا کے خلاف پروپیگنڈے کا الزام ثابت ہو۔

(5) قتل کی ذمہ داری کا سراغ لگانے کے لیے سروی افسروں کے ساتھ آسٹروی افسر بھی شامل ہوں۔

(6) سازش کے تمام شرکاء کے خلاف عدالتی کاروائی کی جائے۔

(7) جن دو سروی افسروں کی شرکت ثابت ہے، انھیں گرفتار کیا جائے۔

(8) معافی مانگی جائے۔

روس نے اس پالیسی پر کاربندی کا فیصلہ کیا کہ آسٹریا کو سرویا پر حملہ نہ کرنا چاہیے۔ آسٹریا نے یقین دلا دیا کہ سرویا کا کوئی علاقہ نہ لیا جائے گا۔ روس کی شاہی کونسل نے طے کرلیا کہ اگر سرویا پر حملہ ہوا تو کیا کیا فوجی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ فرانس نے روس کو پوری حمایت کا یقین دلا دیا۔ سرویا نے آسٹروی الٹی میٹم کا جو جواب دیا وہ لیت ولعل پر مبنی تھا۔ برطانیہ کے وزیر خارجہ نے کانفرنس کی تجویز پیش کی۔ آسٹریا نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ قومی عزت کے مسئلے کو دوسروں کے فیصلے پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ جرمنی نے آسٹروی مطالبات پر بین الاقوامی بحث سے اختلاف کیا، البتہ یہ مان لیا کہ آسٹریا اور روس کے اختلاف کو دور کرنے کے لیے کانفرنس بلائی جائے۔

اعلان جنگ:

27 جولائی کو فرانس نے ابتدائی جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ برطانیہ نے حکم دیا کہ بحری مشق کے بعد بیڑا بدستور تیار ہے۔ وزیر خارجہ برطانیہ نے روس کو سیاسی دائرے میں امداد کا یقین دلایا، لیکن اسے فوجی اقدامات سے روکنے کے لیے کچھ نہ کیا۔ 28 جولائی کو آسٹریا نے سرویا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ آسٹریا اور روس کے درمیان جو گفت وشنید جاری تھی، ٹوٹ گئی۔ جرمنی نے اس امر پر زور دیا کہ بلغراد پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس کے بعد سرویا کے جواب کے متعلق روس سے بات چیت کی جائے۔ فرانس نے روس کو امداد کا دوبارہ یقین دلا دیا۔ جرمنی نے آسٹریا پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ روس سے پھر گفت وشنید کی جائے۔ برطانیہ سے کہا کہ اگر وہ غیر جانبدار رہنے کا وعدہ کرے تو جرمنی یورپ میں فرانس یا بلجیم کا کوئی علاقہ نہ لے گا۔ زار روس نے وزیر خارجہ اور جرنیلوں کے زیر اثر فوجی نقل وحمل کا حکم دے دیا۔ 30 جولائی کو آسٹریا اور روس کے درمیان گفت وشنید شروع ہو گئی، لیکن جرمنی کے بار بار مطالبے کے باوجود روس کے نام ایک الٹی میٹم بھیج دیا کہ بارہ گھنٹے کے اندر اندر جرمنی کی سرحد پر فوجی تیاریاں روک دی جائیں۔ برطانیہ نے جرمنی سے درخواست کی کہ بلجیم کی غیر جانب داری کا احترام کیا جائے۔ اسی روز آسٹریا نے تمام فوجی نقل وحرکت کا فیصلہ کر دیا۔ جرمنی نے، روس وجرمنی کے درمیان لڑائی شروع ہونے کی صورت میں فرانس کی روش دریافت کرنی چاہی تو جواب ملا کہ فرانس اپنے مفاد کے لیے جو کچھ مناسب سمجھے گا، کرے گا۔ یکم اگست کو فرانسیسی فوجوں کی نقل وحرکت شروع ہوئی۔ اس روز جرمنی میں لام کا حکم ہو گیا۔ جرمنی نے برطانیہ کے سامنے یہ پیش کش کی کہ اگر فرانس کی غیر جانب داری کی ضمانت دے دی جائے تو اس پر حملہ نہ کیا جائے گا۔ یکم اگست کو جرمنی نے روس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ 2 اگست کو برطانیہ نے یہ یقین دلایا کہ فرانس کے ساحل کو جرمنی کے حملوں سے محفوظ رکھا جائے گا۔ اسی روز جرمنی نے لکسمبرگ پر حملہ کیا اور بلجیم کے سامنے مطالبہ پیش کر دیا کہ اگر فوجوں کو گزارنے کی اجازت دے دی جائے تو بلجیم کی آزادی بحال رکھی جائے گی۔ یہ مطالبہ ٹھکرا دیا گیا۔ 3 اگست کو جرمنی نے فرانس کے خلاف اعلان جنگ کیا، اس لیے کہ یقین تھا فرانس ہر حالت میں روس کی امداد کرے گا۔ اسی روز بلجیم پر حملہ ہوا۔ 4 اگست کو برطانیہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔

اعلانات جنگ:

اس جنگ کو بدیں وجہ عالم گیر جنگ کہتے ہیں کہ اکثر ملکوں نے ایک دوسرے کے خلاف اعلان جنگ کیے۔ مثلاً:

1914ء

(1)	آسٹریا سرویا کے خلاف	28 جولائی
(2)	جرمنی روس کے خلاف	یکم اگست
(3)	جرمنی فرانس کے خلاف	3 اگست
(4)	جرمنی بلجیم کے خلاف	4 اگست
(5)	انگلستان جرمنی کے خلاف	4 اگست
(6)	مانٹی نیگرو آسٹریا کے خلاف	5 اگست
(7)	آسٹریا روس کے خلاف	6 اگست
(8)	سرویا جرمنی کے خلاف	6 اگست
(9)	مانٹی نیگرو جرمنی کے خلاف	8 اگست
(10)	فرانس آسٹریا کے خلاف	12 اگست
(11)	برطانیہ آسٹریا کے خلاف	12 اگست
(12)	جاپان جرمنی کے خلاف	23 اگست
(13)	جاپان آسٹریا کے خلاف	25 اگست
(14)	آسٹریا بلجیم کے خلاف	28 اگست
(15)	روس ترکی کے خلاف	2 نومبر
(16)	سرویا ترکی کے خلاف	2 نومبر
(17)	برطانیہ ترکی کے خلاف	5 نومبر
(18)	فرانس ترکی کے خلاف	5 نومبر

1915ء:

(19)	اٹلی آسٹریا کے خلاف	23 مئی
(20)	سان مرینو آسٹریا کے خلاف	3 جون
(21)	اٹلی ترکی کے خلاف	21 اگست
(22)	بلغاریا سرویا کے خلاف	14 اکتوبر

(23)	برطانیہ بلغاریا کے خلاف	15اکتوبر
(24)	مانٹی نیگرو بلغاریا کے خلاف	15اکتوبر
(25)	فرانس بلغاریا کے خلاف	16اکتوبر
(26)	روس بلغاریا کے خلاف	19اکتوبر
(27)	اٹلی بلغاریا کے خلاف	19اکتوبر

1916ء:

(28)	جرمنی پرتگال کے خلاف	9مارچ
(29)	آسٹریا پرتگال کے خلاف	15مارچ
(30)	رومانیا آسٹریا کے خلاف	27اگست
(31)	اٹلی جرمنی کے خلاف	28اگست
(32)	جرمنی رومانیا کے خلاف	28اگست
(33)	ترکی رومانیا کے خلاف	30اگست
(34)	بلغاریا رومانیا کے خلاف	یکم ستمبر

1917ء:

(35)	جمہوریہ امریکہ جرمنی کے خلاف	6اپریل
(36)	پانامہ جرمنی کے خلاف	7اپریل
(37)	کیوبا جرمنی کے خلاف	7اپریل
(38)	بولیویا نے جرمنی سے تعلقات توڑے	13اپریل
(39)	ترکی نے امریکہ سے تعلقات توڑے	23اپریل
(40)	یونان کا اعلان جنگ آسٹریا، بلغاریا، جرمنی اور ترکی کے خلاف	27جون
(41)	سیام جرمنی اور آسٹریا کے خلاف	22جولائی
(42)	لائبیریا جرمنی کے خلاف	4اگست

(43)	چین جرمنی اور آسٹریا کے خلاف	14 اگست
(44)	پیرو نے جرمنی سے تعلقات توڑے	6 اکتوبر
(45)	یوراگوئے نے جرمنی سے تعلقات توڑے	7 اکتوبر
(46)	برازیل کا اعلان جنگ جرمنی کے خلاف	26 اکتوبر
(47)	جمہوریہ کا اعلان جنگ جرمنی کے خلاف	7 دسمبر
(48)	ایکواڈور نے جرمنی سے تعلقات توڑے	8 دسمبر
(49)	پانامہ کے اعلان جنگ آسٹریا کے خلاف	10 دسمبر
(50)	کیوبا آسٹریا کے خلاف	16 دسمبر

1918ء:

(51)	گواٹی مالا جرمنی کے خلاف	23 اپریل
(52)	نکاراگوا جرمنی اور آسٹریا کے خلاف	8 مئی
(53)	کاسٹاریکا جرمنی کے خلاف	23 مئی
(54)	ہیٹی جرمی کے خلاف	12 جولائی
(55)	ہانڈوراس جرمنی کے خلاف	19 جولائی

انیسویں صدی میں سائنس اور معاشرہ

(1)

معاشرتی افکار و تحریکات:

معاشرتی افکار و تحریکات کی اجمالی کیفیت ذیل میں درج ہے:

(1) ایڈم سمتھ (Adam Smith) (1723-1790ء) کی کتاب ''دولت اقوام'' کی اشاعت :اقتصادی امور کے متعلق اس کتاب کا حلقہ اثر سب سے زیادہ وسیع رہا۔ جو اقتصادی تحریکات بعد میں پیدا ہوئیں اور ان میں حریف تحریکات بھی شامل ہیں، وہ سب اسی کتاب سے مواد لے کر پیدا ہوئیں (1776ء)۔

(2) ٹامس رابرٹ مالتھوس (Robert Mathus) (1766ء-1834ء) کا مقالہ آبادی پر۔ اس نے لکھا تھا کہ غذائی رسد کے مقابلے میں آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ صرف جنگ، قحط، خراب غذا کی وجہ سے بیماریاں یا شادی سے احتراز ہی اس میں کمی کرتی ہیں، لہٰذا مزدوری اتنی گھٹ جانی چاہیے جس میں صرف گزارا ہو سکے (1798ء)۔

(3) ڈیوڈ ریکارڈو (Ricardo) (1772ء-1723ء) کی کتاب ''علم الاقتصاد اور ٹیکسیشن کے اصول'' (1817ء)۔ جیمز مل (James Mill) (1773ء-1836ء) اور بعض دوسرے مصنفین نے اس کتاب کے اصول زیادہ بہتر طریق پر منظم کر دیئے۔

(4) کاؤنٹ کلاڈ ہنری دی سان سائمن (Claude Henri de Saint Simon) (1760ء-1825ء) کی کتاب ''نئی مسیحیت'' (1825ء)۔ یہ شخص انیسویں صدی کا پہلا مشہور اشتراکی مصنف تھا۔ یہ اشتراکیت کو صنعتی انقلاب سے پیدا شدہ حالات کا ردعمل قرار دیتا ہے۔ اس سلسلے میں دوسرے بہت سے مصنفوں نے کتابیں لکھیں۔ اس میں سے بعض انگریز تھے، بعض فرانسیسی اور بعض جرمن وغیرہ۔

(5) فریڈرک لسٹ (List) کی کتاب ''علم الاقتصاد'' کا قومی نظام (1841ء)۔ اس کتاب کے ذریعے سے قومی نقطہ نگاہ بروئے کار آ گیا۔

(6) اگسٹ کامٹے (Comtc)(1798ء-1857ء) کامٹے نے ثبوتی فلسفے (Pisitivism) کی بنیاد رکھی اور بتایا کہ معاشرہ ٹھیک ٹھیک طبعی قوانین کا پابند ہے اور عقل معاشرتی ارتقاء میں خاص حصہ لیتی رہی ہے۔ اس کے تین درجے ہیں: اول فوجی و مذہبی درجہ، دوم انتقادی و مابعد الطبیعی درجہ، سوم سائنٹیفک اور صنعتی درجہ۔

(7) ہربرٹ سپنسر (1820ء-1903ء) نے کامٹے کے افکار میں مزید ارتقاء پیدا کیا اور معاشرے کو مکانیکی اصول کے انداز میں پیش کیا۔ اس کی کتاب ''اصول اولیہ'' میں معلومات کا بے انداز ذخیرہ ہے، جسے حسن وترتیب سے آراستہ کردیا گیا ہے۔ درحقیقت سپنسر ہی علم الاجتماع کا بانی اور فلسفہ ارتقاء کا سب سے بڑا شارح ہے۔

(8) جان سٹوارٹ مل (1806ء-1873ء) کی کتاب ''علم اقتصاد کے اصول'' کلاسیکی اقتصادیات کی بہترین توضیح پیش کرتی ہے۔ مصنف موصوف انسانوں کا خاص ہمدرد تھا اور وہ حکومت کی مداخلت کا سب سے پہلا داعی اور حامی تھا۔

(9) کارل مارکس (1818ء-1883ء) کا اشتمالی منشور (1848ء) اور فریڈرک اینجلز (Friedrich Engels) (1820ء-1895ء) سے سائنٹیفک اشتراکیت کا آغاز ہوا۔ ابتداء میں یہ چیز چنداں اہم نہ تھی۔ بعدازاں کارل مارکس نے ان بنیادی افکار کو اپنی کتاب ''سرمایہ'' میں بہت منظم طریق پر پیش کردیا۔

(10) فرڈیننڈ لیسال (Ferdinand Lassalle)(1825ء-1864ء) نے مختلف مصنفوں سے افکار مستعار لیے اور اس امر کی کوشش کی کہ سرکاری روپے سے جنسیں پیدا کرنے والوں کی انجمنیں بنائی جائیں۔ اس نے جرمنی کے مزدوروں کو خوب منظم کردیا اور سیاسی اقدام کی اہمیت واضح کردی۔

(11) کارکنوں کی پہلی بین الاقوامی انجمن کارل مارکس نے 1864ء میں بنائی۔ اسے فرسٹ انٹرنیشنل (First International) یعنی پہلی بین الاقوامی انجمن کہتے ہیں۔ اس کا پہلا مرکز لندن میں تھا، پھر نیویارک میں منتقل ہوگیا۔ اسی سے مارکس کی اشتراکیت کی بنا پر مختلف ملکوں میں مزدوروں کی تنظیم شروع ہوئی۔ اس کی اشاعت میں مختلف مصنفوں نے حصہ لیا۔ میکائل بکونن (Bakunin) نے انارکی کے اصول پیش کیے، جنھیں کروپوٹکن (Kropotkin) نے اور پھیلایا اور اصول اجتماعی کی اہمیت واضح کی، تاکہ انارکی اور معاشرتی حقائق کے درمیان مطابقت پیدا ہو جائے۔

(12) کارل مارکس کی کتاب ''سرمایہ'' اس کے نظریے کی بنیادی شرح تھی۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ تاریخ کی رفتار دراصل اقتصادی عوامل کی بنا پر متعین ہوئی۔ مادی زندگی میں چیزیں پیدا کرنے کا طریقہ زندگی کی معاشرتی، سیاسی اور روحانی حیثیت کا مظہر ہوتا ہے۔ تاریخ میں بار بار طبقاتی کش مکشوں کی نوبت آئی۔ امراء کا تختہ متوسط درجے کے سرمایہ داروں نے الٹا۔ سرمایہ داروں کی تباہی پرولتار کے ہاتھوں مقدر ہے۔ آخر کار ایک ایسا معاشرہ وجود میں آجائیگا، جس میں کوئی طبقاتی امتیاز باقی نہ رہے گا۔

(13) دوسری بین الاقوامی انجمن کی بنیاد پیرس میں رکھی گئی۔ (1889ء)۔ مختلف اشتراکی جماعتوں کے نمائندے اس کی تاسیس میں شریک تھے۔ پہلی انجمن کی طرح دوسری انجمن میں بھی کوئی مرکزی اقتدار نہ تھا۔ پہلی جنگ عظیم میں اس انجمن کی آبرو مٹ گئی، اس لیے کہ مختلف ملکوں کی پارٹیوں نے حب وطن کی بنا پر اپنے ہاں کی جنگی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔

(14) جارجز سارل (Georges Sorel) کی کتاب ''تشدد پر غور وفکر'' 1908ء میں شائع ہوئی۔ یہ شخص اکتسابی اشتراکیت [1] کا بہت بڑا داعی تھا۔ اکتسابی اشتراکیت نے 1895ء کے لگ بھگ انار کی جگہ لے لی تھی۔ یہ تحریک فرانس، اٹلی اور ہسپانیہ میں خوب پھیلی۔ اس کے حامی طبقاتی کش مکش کے مارکسی نظریے کو قبول کرتے تھے۔ معاشرتی انقلاب کے بھی قائل تھے، لیکن وہ کہتے تھے کہ حکومت پر قبضہ کرنے کے بجائے اسے ختم کرنا چاہیے اور یہ کام ٹریڈ یونینوں کے ذریعے سے عام ہڑتالیں کرا کر باآسانی پورا کیا جاسکتا ہے۔

سائنس کے افکار اور ترقی:

سائنٹیفک افکار و ترقیات کی مختصر سی کیفیت درج ذیل ہے:

(1) 1785ء میں جیمز ہٹن نے اپنی کتاب ''نظریہ ارض'' شائع کی جس سے دور حاضر کے علم الارض کی بنیاد پڑی۔ اس نظریے کو ولیم سمتھ نے زیادہ مقبول بنایا، اس لیے کہ چٹانوں کی ساخت کے مختلف دور مقرر کر دیئے لمارک (Lamarck) (1744ء-1829ء) نے تازہ اور قدیم تہوں کا مقابلہ کیا اور انھیں طبقوں کے مطابق ترتیب دے دیا۔

(2) 1786ء میں لوئی جی گلوائی (Luigi Galvani) (1737ء-1798ء) نے ایک روز مشاہدہ کیا کہ بجلی کی رو کے زیر اثر مینڈک نے اپنی ٹانگ سکیڑ لی۔ گلوانی اس نتیجے پر پہنچا کہ خود جانوروں میں بجلی موجود ہے، لیکن کاؤنٹ الاسنڈرو وولٹا (Alessandro Volta) (1745ء-1827ء) نے

ثابت کر دیا کہ یہ درست نہیں اور سب سے پہلی بیٹری ایجاد کی۔

(3) 1802ء میں جارج فریڈرک گروٹی فینڈ (Grotefend) (1775ء-1853ء) نے پیکانی رسم الخط کے پڑھنے کا طریقہ دریافت کیا اور تاریخی تحقیقات کے لیے ایک نیا میدان کھل گیا۔

(4) 1819ء میں رینی لائی نیک (Rene Laennce) (1781ء-1826ء) نے سینے کے معائنے کا آلہ ایجاد کیا اور اس سے طب میں دل کی دھڑکنیں سننے کا آغاز ہوا۔

(5) 1821ء میں فرینکوئس شیمپولین (Francois Champollion) (1790ء-1832ء) نے ہیر وغلافی، یعنی مصور مصری رسم الخط کے پڑھنے کا طریقہ ایجاد کیا اور اس طرح مصریات کا علم وجود میں آیا۔

(6) لیو پولڈ فان رینکے (Von Ranke) (1795ء-1886ء) کی انتقادی کتاب نے نی بوہر (Niebuhr) (1776ء-1831ء) جیسے آدمیوں کے انتقادی کام کو پایہ تکمیل پر پہنچایا اور دور حاضر کی تاریخی تحقیقات کی بنیاد پڑی۔

(7) جیمز مل (1773ء-1836ء) کی کتاب ''انسانی قلب کے مظاہر کا تجزیہ'' 1825ء میں شائع ہوئی۔ دور حاضر کے علم النفس میں اس کتاب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

(8) سر چارلس لائل (1798ء-1875ء) کی کتاب ''اصول علم الارض'' 1830ء-1833ء میں شائع ہوئی، جو دور حاضر کے علم الارض کی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

(9) مکائل فیراڈے (Michael Faraday) (1791ء-1867ء) نے برقی مقناطیس کے امالے کا مظاہرہ کیا اور عملی برقی سائنس کی تین بڑی شاخوں کی بنیاد رکھی، یعنی برقی کیمیا، برقی مقناطیسی امالہ اور برقی مقناطیسی لہریں۔

(10) جیکب شیلڈن (Schleiden) (1804ء-1881ء) نے خلیے (Theory of Cells) کا نظریہ دریافت کیا (1838ء)۔

(11) 1848ء میں ایک امریکی داندان ساز ڈاکٹر مالٹن ساکن بوسٹن نے ایتھر کو جسم سن کرنے کے لیے استعمال کیا۔

(12) پال بروکا (Paul Broca) (1824ء-1880ء) نے سب سے پہلے یہ دریافت کیا کہ دماغ میں بولنے کا مرکز کونسا ہے۔ (1852ء)

(13) چارلس ڈارون (Darwin)(1809ء-1882ء) نے 1859ء میں اپنی کتاب ''اصل انواع'' شائع کی، جو دور حاضر کے علم الحیات میں سب سے اہم کتاب ہے۔ اس نے بیس سال تک مواد فراہم کر کے اپنے اس نظریے کو تقویت پہنچائی کہ انواع اختلاف اور انتخاب طبعی کی بناء پر ارتقاء پاتی ہیں اور وہی افراد زندہ رہتے ہیں، جو خاص ماحول میں زندہ رہنے کی خصوصیات سے بہرہ ور ہوں۔ یہی نظریہ ایلفر ڈ ویلس (Wallace)(1823ء-1913ء) نے پیش کیا، ٹامس ہکسلے (Huxley)(1825ء-1895ء) ڈارون کے نظریے کا سرگرم حامی تھا۔ اس نے مذہبی حلقے کے اعتراضات کا بڑی ہمت سے مقابلہ کیا۔ جرمنی میں ارنسٹ ہیکل نے بھی یہی فرض انجام دیا۔

(14) جوزف لسٹر (1827ء-1912ء) نے جسم کے مختلف حصوں کو سن کر کے ان پر جراحی کا طریقہ رائج کیا (1865ء)

(15) 1871ء میں ڈارون نے اپنی کتاب ''ہبوط انسانی'' شائع کی اور اس میں ذہنی اور اخلاقی قوتوں کے ارتقاء کا سوال پیش کیا۔

(16) 1872ء میں ولہم وونٹ (Wundt)(1832ء-1920ء) نے عضویاتی نفسیات کے اصول پیش کیے اور موجودہ زمانے کی تجزیاتی نفسیات کی بنیاد رکھی۔

(17) 1873ء میں والٹر بیج ہاٹ (Bagehot)(1826ء-1877ء) نے اپنی کتاب ''طبیعات اور سیاسیات'' میں معاشرتی نفسیات کے متعلق ایک بڑا کارنامہ انجام دیا۔ اسی کتاب میں مراسم اور ادارت کے ارتقاء میں طبعی انتخاب کے اصول استعمال کے گئے۔

(18) سیزر لومبر سو (Lambroso)(1836ء-1909ء) نے نفسیات جرائم کے علم کی بنیاد رکھی (1876ء)۔

(19) 1880ء میں چارلس لیوبران (Laveran))(1845ء-1922ء) نے موسمی بخار کے جراثیم دریافت کیے۔ رونالڈ راس نے یہ ثابت کیا کہ مچھروں کے ذریعے سے موسمی بخار پرندوں تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ ایک اطالوی نے 1900ء میں اس مچھر کا پتا لگالیا جو اس بیماری کو پھیلاتا ہے۔

(20) 1881ء میں لوئی پاسٹر (Pasteur)(1822ء-1895ء) نے یہ ثابت کیا کہ سگ گزیدگی کے جراثیم کو ٹیکے کے ذریعے سے ختم کیا جا سکتا ہے اور 1885ء میں ٹیکہ تیار کر لیا۔

(21) 1882ء میں رابرٹ کوچ نے تپ دق کے جراثیم دریافت کیے اور 1884ء میں ہیضے کے جراثیم

دریافت کیے۔

(22) 1883ء میں ایڈول کلبز (Klebs) نے خناق کے جراثیم کا پتا لگایا۔ ایک اور جرمن ڈاکٹر نے ان جراثیم کو الگ کیا اور تیسرے جرمن ڈاکٹر نے اس کے لیے سیرم تیار کیا۔

(23) 1892ء میں ہینڈرک لورینز (Lorentz)(1853ء-1928ء) نے برق پاروں کا نظریہ پیش کیا۔

(24) 1894ء میں کٹاسٹو (Kitasato) (1856ء-1931ء) اور یرسین (Yersin) (1863ء-1943ء) نے گلٹی والے طاعون کے جراثیم کا پتا لگایا اور کوچ نے 1897ء میں ثابت کر دیا کہ یہ جراثیم پسوؤں کے ذریعے سے چوہوں میں منتقل ہوتے ہیں۔

(25) 1895ء میں سگمنڈ فرائڈ (Freud)(1956ء-1939ء) نے تحلیل نفسی کے متعلق اپنی پہلی کتاب شائع کی۔ یہ دراصل لاشعوریت کا مطالعہ تھا۔ کارل جنگ (Jung) اور ایلفر ڈ ایڈلر (Adler) (1870ء-1930ء) نے اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحثیں کیں۔

(26) 1895ء میں کانراڈ رونجن (Roentgen)(1845ء-1925ء) نے لاشعائیں (X-Rays) دریافت کیں۔ جنھیں عام طور پر ایکس ریز کہتے ہیں۔

(27) 1896ء میں رائٹ (Wright)(1861ء-1947ء) نے میعاری بخار (ٹائی فائڈ) کا ٹیکہ ایجاد کیا۔ اس سے پیشتر کارل ابیرتھ (Eberth)(1835ء-1926ء) میعادی بخار کے جراثیم دریافت کر چکا تھا۔

(28) پیری کیوری (Pierre Curi)(1859ء-1906ء) اور ماری کیوری (Marie Curie جو مدام کیوری مشہور ہے۔ 1867ء-1934ء) نے ریڈیائی لہروں کا معائنہ کیا اور ریڈیم کو الگ کر لیا (1898ء)

(29) 1900ء میں والٹر ریڈ (1851ء-1902ء) نے ثابت کر دیا کہ زرد بخار کے جراثیم مچھروں کے ذریعے سے منتقل ہوتے ہیں۔

(30) میکس پلینک نے برقی مقادیر کا نظریہ پیش کیا۔

(31) 1905ء میں ایلبرٹ آئن سٹائن (Einstein)(1879ء-1955ء) نے اضافیت کا نظریہ پیش کیا۔

(32) 1906ء میں سر فریڈرک ہاپکنز نے وٹامن دریافت کیے اور ویسر مان (Wasserman)(1866ء-1925ء) نے آتشک کے علاج کے لیے خون کے امتحان کا طریقہ رائج کیا۔

(33) 1910ء میں کوئلے کے ساتھ ہائیڈروجن ملا کر سیال ایندھن بنالیا گیا۔

(34) 1911ء میں ارنسٹ ردرفورڈ (Rutherford) نے، ان مادوں کے ذروں کے ذریعے سے جن میں ریڈیائی لہریں ہوتی ہیں، ایٹم کو پھاڑنے کے لیے پہلا قدم اٹھایا۔

(35) 1913ء میں ہارلو شیلے (Harlow Shapley) (1885ء) نے ستاروں تک کا فاصلہ دریافت کرنے کے لیے اصلاح یافتہ طریقہ پیش کیا۔

(36) 1913ء میں چارلس نکول (Nicolle) (1866ء-1936ء) نے ٹائفس بخار کو کنٹرول میں رکھنے کا گر بتادیا اور یہ بھی بتایا کہ ٹائفس جوؤں کے ذریعے سے ایک دوسرے میں منتقل ہوتا ہے۔

(37) 1920ء میں ردرفورڈ نے ایٹم کو توڑنے کا طریقہ تجویز کیا۔

بیسویں صدی میں سائنس اور معاشرہ

(2)

(38) 1921ء میں فریڈرک بینٹنگ (Banting)(1891ء-1941ء) چارلس بیسٹ (Best) (1899ء)، جیمز میکلیوڈ (Macleod)(1876ء-1935ء) اور جیمز کالپ (Collip) (1892ء) نے لبلبہ سے ذیابطس کے لیے انسولین تیار کرنے کا طریقہ مکمل کر لیا۔

(39) 1926ء میں شدید قلت خون کے علاج کے لیے جگر کا ست استعمال کیا گیا۔

(40) 1930ء میں پلوٹو سیارے کا پتا لگایا گیا۔

(41) 1932ء میں وٹامن ڈی دریافت ہوا۔

(42) 1940ء میں ایٹم کو توڑنے کے امکانات کا تجزیہ کیا گیا۔

(43) 1943ء میں جمہوریہ امریکہ کی فوج نے جراثیم کے مارنے کے لیے ڈی ڈی ٹی کا نیا فارمولا اختیار کر لیا۔

(44) 1943ء میں بہت سے مزمن امراض کے علاج کے لیے پینسلین کا استعمال شروع ہوا۔

(45) 1944ء میں کونین کی مکمل کیمیاوی ترکیب میں کامیابی ہوئی۔

(46) 1945ء میں وٹامن اے کی کیمیاوی ترکیب کو پیٹنٹ کرایا گیا۔

(47) 1945ء میں ایٹمی بم تیار ہوئے اور 8 اگست کو پہلا بم جاپان کے شہر ہیروشیما پر استعمال کیا گیا۔

مکانیکی ایجادات:

ایجادات کی سرسری کیفیت یہ ہے:

(1) جیمز واٹ، نے 1869ء میں بھاپ سے چلنے والا انجن ایجاد کیا۔

(2) 1776ء میں ہنری کیوینڈش (Cavendish)(1731ء-1810ء) نے ہائیڈروجن گیس تیار کی۔ اور غبارے کے ارتقاء کا دور شروع ہوا۔

(3) سٹیفن اور ماؤنٹ گالفیر (Montgolfire) نے غبارہ ایجاد کیا۔ اس کے ساتھ کاغذی تھیلے میں گرم ہوا بھری جاتی تھی۔ وہ سب سے پہلے اس غبارے میں اڑے، پھر دو بھائیوں نے ہائیڈروجن کا غبارہ

تیار کیا۔

(4) 1784ء میں پہلا ہوائی جہاز بنا۔ یہ خربوزے کی وضع کا ایک ریشمی تھیلا تھا، جس میں ہائیڈروجن بھری جاتی تھی۔ ایک لمبی گاڑی اس کے ساتھ باندھی گئی تھی، چھ آدمی ریشمی چپوؤں کے ذریعے سے اسے حرکت دیتے تھے۔

(5) 1794ء میں کلاڈ چیپ، نے ایک تار برقی ایجاد کی، جو ریل کے آنے جانے کا وقت بتاتی تھی۔ پہلے پہل اس تار کا استعمال فرانس کے دو شہروں لِل اور پیرس کے درمیان ہوا۔

(6) 1797ء میں امریکہ کے ایک شخص چارلس نیوبولڈ نے لوہے کا ہل تیار کیا۔

(7) 1798ء میں سٹین ہوپ (Stanhope) نے لوہے کے ڈھانچے والا چھاپا بنایا۔

(8) 1802ء میں بھاپ سے چلنے والی پہلی کشتی تیار ہوئی۔

(9) 1803ء میں کاغذ سازی کی مشین بنی۔

(10) 1804ء میں ٹریوی تھک (Trevithick) نے پہلا انجن ایجاد کیا اور اسے ریلوے میں استعمال کیا گیا۔

(11) رابرٹ فلٹن نے 1805ء میں پہلی تارپیڈو بنائی۔ 1807ء میں اس شخص نے بھاپ کے انجن سے چلنے والی کشتی میں بیٹھ کر نیویارک سے ایلبی تک کا فاصلہ تیس گھنٹے میں طے کیا۔

(12) 1807ء میں لندن کے اندر پہلی مرتبہ گیس کی روشنی لگائی گئی۔ اور 1802ء تک شہر کے بڑے حصے میں یہ روشنی پھیل گئی۔

(13) 1809ء میں ہمفرے ڈیوی نے قومی لیمپ ایجاد کیا جو کانوں کے اندر محفوظ طریق پر استعمال ہو سکتا تھا۔

(14) 1812ء میں دو جرمنوں فریڈرک کوئنگ (Koing) اور اینڈریاس بایر (Bauer) نیز ایک انگریز جیمز بینسلے (Bensley) نے بیلن والا چھاپہ ایجاد کیا، جسے "لندن ٹائمز" نے فوراً اپنے ہاں لگالیا۔

(15) 1814ء میں جارج سٹیفن سن (Stephenson) (1781ء-1848ء) نے ریل میں استعمال کے لیے بھاپ کا انجن مکمل کرلیا۔

(16) 1816ء میں دو پہیوں والا بائیسکل بنایا گیا، جسے پاؤں سے چلاتے تھے۔ 1818ء میں نیویارک اور لورپول کے درمیان جلد سے جلد ڈاک پہنچانے کے لیے تیز رفتار جہاز چلنے لگے۔

(17) 1818ء میں جہازوں کی ساخت میں لوہا استعمال ہونے لگا۔ لوہے والا پہلا جہاز گلاسکو کے نزدیک بنایا گیا تھا، جس کا نام ولکن تھا۔

(18) 1819ء میں پہلا دخانی جہاز لورپول پہنچا۔

(19) 1822ء میں ولیم چرچ نے ٹائپ کی پہلی مشین بنائی۔

(20) فیراڈے نے 1821ء میں اور 1831ء کے درمیان بجلی کی موٹر اور بجلی پیدا کرنے والا آلہ ایجاد کیا۔

(21) 1824ء میں فرانس کے ایک ماہر توپ ساز ہنری پائی ہینز (Piaxhans)(1788ء-1854ء) نے پھٹنے والے گولے کی توپ ایجاد کی، جس نے جنگ کی تاریخ میں انقلاب پیدا کر دیا۔

(22) 27 ستمبر 1825ء کو انگلستان میں سب سے پہلی ریلوے کا افتتاح ہوا۔ دنیا بھر میں یہ اپنی قسم کی پہلی ریل تھی۔

(23) 1826ء میں ایک ولندیزی دخانی جہاز نے اٹلانٹک (اوقیانوس) کو عبور کیا۔ اس سمندر میں دخانی جہاز کا یہ پہلا سفر تھا۔

(24) 1827ء میں پہلی مرتبہ کیمرے سے عکسی تصویر لی گئی۔

(25) 1829 ء میں امریکہ اور فرانس کے اندر پہلی مرتبہ ریل جاری ہوئی۔

(26) 1832ء میں سیموئیل مورس (Morse)(1791ء-1872ء) نے مکمل تار برقی ایجاد کی جس پر کوئی ایک سو سال سے تجربے ہو رہے تھے۔

(27) 1834ء میں فصل کاٹنے والی مشین بنی۔

(28) 1836ء میں جوہن ڈریس (Johann Dreyse) نے سوئی دار بندوق ایجاد کی یعنی وہ بندوق جس میں سوئی کے ذریعے سے کارتوس چلتا تھا۔

(29) 1836 ء میں پہلا صحیح غبارہ تیار ہوا جسے لندن سے اڑایا گیا اور وہ ویل برگ میں جا کر اترا، یعنی قریباً پانچ سو میل کا فاصلہ طے کیا۔

(30) 1836ء میں امریکہ کے ایک شخص سیموئیل کولٹ نے ریوالور ایجاد کیا اور ایک سال بعد امریکہ ہی کے ایک آدمی نے فولادی ہل بنایا۔

(31) 1839ء میں صحیح بائیسکل ایجاد ہوا۔

(32) 1839ء ہی میں ایک امریکی چارلس گڈ ایر نے اتفاقیہ ربر میں گندھک ملا کر اسے لچکیلا بنا لیا۔گڈایر کا نام موٹروں کے ٹائروں کی شکل میں اب تک قائم ہے۔

(33) 1839ء میں محوری گردش والی موٹر کو ایک کشتی میں لگایا گیا،جس میں چودہ آدمی سوار تھے۔

(34) 1839ء میں پی اینڈ او کمپنی نے انگلستان سے اسکندریہ تک دخانی جہاز چلانے شروع کیے،وہاں سے مسافروں اور سامان کو سویز پہنچایا جاتا تھا۔بحیرۂ قلزم میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے جہاز اس کے لیے تیار کھڑے ہوتے تھے۔1840ء میں سیموئیل کیونارڈ (Samuel Cunard) نے اٹلانٹک میں دخانی جہاز چلانے شروع کیے۔

(35) 1840ء میں ولیم گرود (Grove) نے بجلی کی روشنی ایجاد کی۔

(36) 1842ء میں فلپس نے چکر کھا کر اوپر اٹھنے والا جہاز (ہیلی کاپٹر) بنایا،جو دخانی قوت سے چلتا تھا۔

(37) 1844ء میں تار برقی کے ذریعے سے پہلا پیغام بھیجا گیا،(مابین بالٹی مور اور واشنگٹن)،پھر تار برقی تیزی سے جا بہ جا پھیل گئی۔1850ء تک یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں یہ لگ چکی تھی۔

(38) 1846ء میں ایک امریکی نے سوئی مشین ایجاد کی۔

(39) 1851ء میں ڈوور اور کیلے کے درمیان سمندر کے نیچے تار برقی لائن بچھائی گئی۔اسی سال امریکہ میں بجلی کے ذریعے سے ریلوے انجن چلایا گیا،جس کی رفتار انیس میل فی گھنٹہ تھی،لیکن چونکہ پٹریوں پر زیادہ خرچ آتا تھا،اس لیے بجلی سے چلنے والی ریلوے کی ترقی میں تاخیر ہوگئی۔

(40) 1852ء میں ڈرِ یجبیل[1] غبارہ ہنری جفارڈ نے تیار کیا۔

(41) 1855ء میں رائفل بنانے کا اصول توپوں اور دوسرے چھوٹے اسلحہ میں استعمال ہوا۔اس سے توپوں کی مار لمبی ہوگئی اور نشانہ ٹھیک لگنے لگا۔

(42) 1859ء میں مشین کے ذریعے سے پٹرول نکالنے کا سلسلہ جاری ہوا۔اسی سال فرانس میں پہلی کشتی لوئی نپولین نے تیار کرائی جو پوری لوہے سے منڈھی ہوئی تھی۔

(43) 1860ء میں ایک سے زیادہ گولیاں چلانے والی رائفل ایجاد ہوئی اور 1862ء میں کلد ار توپ بنی۔اس سال گیس سے چلنے والا انجن ایجاد ہوا۔

(44) 1864ء میں جارج پل مین (Pullman) نے ریل کے وہ ڈبے بنائے جن میں سونے کا انتظام تھا

اور وہ اب تک ''پل مین'' ہی کے نام سے موسوم ہیں۔

(45) 66-1865ء میں ایٹلانٹک کے نیچے سے تار برقی کی لائن بچھائی گئی۔ اس سے پیشتر دو مرتبہ اس اہم مقصد میں ناکامی ہو چکی تھی۔

(46) 1969ء میں رنگ دار تصویروں کا سلسلہ شروع ہوا۔

(47) 1869ء میں نہر سویز کا افتتاح ہوا۔ اس کی تعمیر میں دس سال لگے تھے۔ اس کی وجہ سے یورپ اور مشرق کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ بہت بڑھ گیا تھا۔

(48) 1875ء میں چھاپے کی روٹری مشین مکمل ہوئی۔

(49) 1876ء میں گریہم بیل (Grahambell) (1847ء-1922ء) نے ٹیلیفون ایجاد کیا۔

(50) 1877ء میں آبشار نیاگرا سے بجلی حاصل کی گئی اور اس وقت سے پن بجلی (ہائڈرو الیکٹرک) کا سلسلہ شروع ہوا۔

(51) 1877ء میں ٹامس ایڈیسن (Thomas Edison) (1847ء-1931ء) نے فوٹو گراف ایجاد کیا اور دو سال بعد بجلی کا بلب بنالیا۔

(52) 1883ء میں فوٹو گرافی کے لیے سیلولائڈ[1] فلم بنی۔

(53) 1884ء میں نیویارک اور بوسٹن کے درمیان ٹیلیفون کا سلسلہ جاری ہوا۔ گویا ٹیلیفون کے ذریعے سے دور دور تک پیغامات پہنچنے لگے۔

(54) 1885ء میں لنو ٹائٹ[2] اور مونو ٹائپ[3] مشینیں چھپائی کے لیے ایجاد ہوئیں۔ اسی سال آب و دوزیں تیار ہوئیں۔

(55) 1886 میں وہ بارود ایجاد ہوئی جس میں دھواں نہ ہوتا تھا۔

(56) 1887ء میں ایڈیسن نے متحرک تصاویر کی مشین ایجاد کی جس نے آگے چل کر سینماؤں کی شکل اختیار کی۔ اسی سال موٹر کاریں بنیں، دو سال بعد جان ڈنلپ نے ربر کے ٹائر بنائے۔

(57) 1894ء میں پٹرول سے چلنے والی موٹر کاریں بنیں، ایک سال بعد ڈیزل انجن بھی ایجاد ہوئے۔

(58) 1895 میں مارکونی (Marconi) (1874ء-1937ء) نے تار کے بغیر برقی پیغامات بھیجنے کا کامیاب تجربہ کیا۔

(59) 1896ء میں سیموئل لینگلے نے ایک ہوائی جہاز بنا کر اسے تین ہزار دو سوفٹ کے فاصلے تک اڑایا۔

(60) 1898ء میں زیپلن (Zeppelin) (1838ء-1918ء) نے ایک ہوائی جہاز تیار کیا، جو چار سو بیس فٹ لمبا تھا اور اس میں دو موٹریں لگی ہوئی تھیں۔ آٹھ سال میں اس نمونے کے جہاز تمام خرابیوں سے پاک ہوئے اور 1910ء میں ان کے ذریعے سے مسافر آنے جانے لگے۔

(61) 1901ء میں پروفیسر برسن (Berson) اور ڈاکٹر شورنگ (Suring) نے ایک غبارے میں بیٹھ کر پینتیس ہزار فٹ کی بلندی تک پرواز کی۔

(62) 1903ء میں دو امریکی بھائیوں ولبر رائٹ (Wilbur Wright) (1867ء-1912ء) اور اورول رائٹ (Orville) (1871ء-1948ء) نے پہلا صحیح ہوائی جہاز تیار کیا۔

(63) 1904ء میں بولنے والی متحرک تصویریں شروع ہوئیں۔

(64) 1906ء میں برطانیہ نے پہلا ڈریڈ ناٹ جنگی جہاز بنایا، جس پر بھاری توپیں نصب تھیں۔ اس طرح بڑے جہازوں کی تعمیر میں انقلاب بپا ہو گیا۔ اسی سال رنگ دار متحرک تصویریں بننی شروع ہوئیں۔

(65) 1909 لوئی بلیر یو نے پہلی مرتبہ ہوائی جہاز کے لیے (فرانس) سے اڑایا اور ڈوور (انگلستان) میں اتارا۔ گویا رود بار انگلستان 37 منٹ میں طے کی۔

(66) 1915ء میں ایک ولندیزے نے جرمنوں کے لیے ہوائی جہاز بنایا، جس میں کلدار توپیں نصب تھیں۔

(67) 1918ء میں لمبی مار کی توپیں ایجاد ہوئیں۔ ان میں سے جرمنوں کی ایک توپ خاص طور پر قابل ذکر ہے، جس نے چھہتر میل کے فاصلے سے پیرس پر گولے برسائے۔

(68) 1919ء میں جان ایلکاک (Alcock) اور آرتھر براؤن (Brown) نے نیوفاؤنڈ لینڈ سے ہوائی جہاز اڑایا اور آئرلینڈ میں اترے۔ یہ کل ایک ہزار نو سو چھتیس میل کا فاصلہ تھا جو پندرہ گھنٹے اور ستاون منٹ میں طے ہوا۔

(69) 1920ء میں ریڈیو ایجاد ہوا۔

(70) 1924ء میں امریکہ کے چار فوجی ہوائی جہازوں نے کرۂ ارض کا چکر لگایا اور 1927ء میں لنڈبرگ نے نیویارک سے پیرس تک کا سفر ہوائی جہاز میں کیا۔ کل فاصلہ تین ہزار چھ سو پانچ میل تھا، اسے طے کرنے میں تینتیس گھنٹے اور انتالیس منٹ لگے۔

(71) 1927ء میں ٹیلی ویژن شروع ہوا اور اسی سال اٹلانٹک پار ٹیلیفون جاری ہوا۔

(72) 1931ء میں غبارے کے ذریعے باون ہزار فٹ کی بلندی تک پرواز کی گئی۔ چار سال بعد یہ پرواز بہتر ہزار تین سو پچانوے فٹ تک پہنچ گئی۔ امریکہ کے ہوائی جہازوں نے کیلیفورنیا (امریکہ) سے منیلا (فلپینز) تک ہوائی آمدورفت کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ جہاز ہانگ کانگ بھی پہنچتے تھے۔ چار سال بعد ہوائی جہازوں کی آمدورفت عام ہوگئی۔

منجمد خطوں میں اکتشافات

(1)

ابتدائی دور:

منجمد خطوں میں جولوگ سب سے پہلے پہنچے وہ سکینڈے نیو یا کے باشندے تھے۔کم وبیش ایک ہزار سال تک انھوں نے اپنی خاص تہذیب کونشوونمادی۔ان کا طرز حکومت جمہوری تھا،اگر چہ اسے آج کل کی جمہوریتوں جیسا نہیں کہا جا سکتا۔870ء کے قریب ناروے کے شمالی علاقے کے ساتھ ساتھ جہازوں کی آمدورفت شروع ہوئی۔875ء سے 900ء تک آئس لینڈ میں آبادکاری کا سلسلہ جاری رہا،پھر بعض لوگ گرین لینڈ پہنچ گئے۔982ء میں ایک شخص کو آئس لینڈ سے جلاوطن کر دیا گیا تو اس نے مغربی گرین لینڈ میں ایک نوآبادی قائم کر لی۔یہ لوگ عموماً وہیل مچھلیاں اور سیل یا دریائی بچھڑے پکڑے تھے۔1000ء کے آس پاس یہ لوگ شمالی امریکہ کے ساحل تک پہنچے اور وہاں آباد ہونے کی کوشش کی۔1300ء کے آس پاس ان کی سرگرمیاں آہستہ آہستہ کم ہوتی گئیں۔غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ناروے کی آزادی چھن چکی تھی۔

سولھویں صدی:

اس زمانے میں انگلستان نے منجمد خطوں تک پہنچنے میں خاص سرگرمی دکھائی۔برسٹل کی تجارت آئس لینڈ کے ساتھ جاری تھی اور اہل برسٹل کو منجمد خطوں کے راستوں کا حال بھی بخوبی معلوم تھا۔اس وقت تک ولندیز ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کر چکے تھے،جو راس امید کا چکر کاٹتا ہوا جاتا تھا۔برسٹل کے من چلے ملاحوں کی خواہش یہ تھی کہ ختا،یعنی چین تک نیا بحری راستہ دریافت کر لیں۔ایک گروہ چاہتا تھا کہ شمالی اور مغربی رخ اختیار کر کے امریکہ کے شمالی ساحل کے ساتھ ساتھ جائیں۔اس میں ناکامی ہوئی تو یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ شمالی و مشرقی راستہ اختیار کرنا چاہیے،یعنی سائبیریا کے شمالی ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔چنانچہ 1552ء میں تین جہاز روانہ ہوئے،جن میں سے دو آگے بڑھتے بڑھتے روسی ساحل کے اس حصے میں پہنچ گئے جو سفید سمندر یا بحیرۂ ابیض (وہائٹ سی) سے کسی قدر آگے تھا،لیکن سردی کا موسم آ گیا تھا اس لیے سارے آدمی وہیں مر گئے۔تیسرا جہاز اس مقام پر پہنچا جہاں آج کل آرکیجل واقع ہے اور اس کے آدمی اتر کر ماسکو گئے۔1554ء میں وہ واپس ہوئے تو زار کا ایک خط بھی لائے۔اسی وقت ماسکو کمپنی کی بنیاد پڑی،تاکہ روس سے تجارت کی جائے۔اس کمپنی نے بحر منجمد شمالی میں اکتشافات کا کام بھی اپنے ذمے

لے لیا۔ 1556ء میں جو مہم بھیجی گئی، اس کے سب آدمی تلف ہو گئے۔ بعد ازاں کوششیں جاری رہیں اور آہستہ آہستہ مختلف مقامات دریافت ہوئے۔ 1565ء میں ولندیزوں کو شمالی و مشرقی راستے سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ 1576ء میں ایک انگریز نے جس کا نام فروبشر (Frobisher) تھا، شمالی و مغربی راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور ملکہ ایلزبتھ سے امداد کی درخواست کی، نیز لندن کے تاجروں سے کہا کہ کچھ ہاتھ بٹائیں، چنانچہ فروبشر روانہ ہوا اور جزیرہ بیفن تک پہنچ گیا، جو گرین لینڈ کے مغرب میں واقع ہے۔ وہاں سے جو مٹی لے کر آیا، مشہور ہو گیا کہ اس میں سونا ہے۔ وہ دوبارہ روانہ ہوا تو آبنائے ہڈسن تک چلا گیا تھا، مگر اسے حکم مل گیا کہ جہازوں میں مٹی بھر کرلے آئے۔

1585ء میں لندن کے تاجروں نے جان ڈیوس (John Davis) کو فروبشر کا شروع کیا ہوا کام جاری رکھنے کے لیے مقرر کیا۔ وہ گرین لینڈ کے مغربی ساحل پر لنگر انداز ہوا اور جزیرہ بیفن کے ساحل کے ساتھ ساتھ چکر لگاتا رہا۔ اسے یقین ہو گیا کہ راستہ مل گیا ہے، مگر مخالف ہواؤں نے واپسی پر مجبور کر دیا۔ اگلے سال وہ پھر روانہ ہوا اور لیبراڈور کے جنوبی ساحل پر پہنچ گیا۔ 1587ء میں اس نے گرین لینڈ کے مختلف حصے دیکھے۔ غرض صدی کے آخر تک اسی طرح یکے بعد دیگرے مہمیں بھیجی جاتی رہیں، جنھوں نے شمالی مشرق اور شمال مغرب کے راستوں میں آہستہ آہستہ پیش قدمی جاری رکھی۔

سترہویں اور اٹھارہویں صدی:

سترہویں صدی میں بھی انگریزوں اور ولندیزوں نے چین تک نیا بحری راستہ دریافت کرنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ 1607ء میں ہنری ہڈسن (Hudson) کو مسکوی کمپنی نے اکتشافات پر بھیجا۔ وہ مشرقی گرین لینڈ پہنچا اور واپسی میں اس نے ایک نیا جزیرہ دریافت کیا، پھر شمالی و مشرقی راستے کے بعض مقامات کی دیکھ بھال کی۔ بعد ازاں مغرب کی طرف متوجہ ہوا اور شمالی امریکہ پہنچ کر وہ دریا دریافت کیا جو اسی کے نام سے اب تک دریائے ہڈسن کہلاتا ہے۔ خلیج ہڈسن کے مشرقی ساحل کے حالات معلومات کیے۔ موسم سرما وہیں گزارا۔ واپسی میں ملاحوں نے بغاوت کر دی۔ ہڈسن کو بعض دوسرے بیمار آدمیوں کے ساتھ ایک چھوٹی کشتی میں بٹھا دیا تاکہ وہ تباہ ہو جائیں۔ چنانچہ ان کا کوئی سراغ نہ ملا۔

ان سمندروں میں وہیل مچھلیاں بہت تھیں۔ 1612ء میں مسکوی کمپنی کو ان سمندروں سے وہیل مچھلیاں پکڑنے کا اجارہ دے دیا گیا۔ 1613ء میں ایک بیڑا بھیجا گیا۔ ولندیز اور اہل ڈنمارک بھی وہاں پہنچے اور مچھلیاں پکڑتے رہے۔

1610ء سے 1648ء تک روسی کاسکوں نے سائبیریا کے شمالی ساحل کے کئی چکر لگائے اور شمال کی

طرف بہنے والے تمام دریاؤں کے دہانے دیکھ لیے[1]۔ اسی طرح انگریز شمالی امریکہ کے مختلف علاقوں میں پہنچتے رہے۔ اس زمانے میں نئے تجارتی راستوں کی تلاش بھی کی جاتی تھی اور یہ کوشش بھی کی جاتی تھی کہ وہیل مچھلیاں پکڑ کر زیادہ سے زیادہ پیسے کمائیں۔ 1668ء میں ایک خاص کمپنی کی بنیاد پڑی جس کا مقصد یہ تھا کہ خلیج ہیڈسن کے آس پاس جو مقامی امریکی باشندے رہتے ہیں ان کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کیے جائیں۔ اس کمپنی نے بھی مختلف حصوں میں اکتشافی مہمیں بھیجیں اور بعض مقامات پر اپنے مرکز بنائے۔ تجارتی مرکزوں کی تعداد میں آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا گیا اور نئے نئے مقامات دریافت ہوتے گئے۔

1721ء میں ناروے کے ایک پادری نے اپنے بادشاہ کو یہ کہانی سنائی کہ ہمارے ہم وطن گرین لینڈ میں ایک آبادی قائم کر چکے تھے، ان کا سراغ لگانا چاہیے۔ چنانچہ پادری چالیس آدمیوں کی ایک جماعت لے کر گرین لینڈ پہنچا۔ پرانی آبادی تو نہ ملی، البتہ اس نے نئی آبادی قائم کر دی اور گرین لینڈ کے مقامی باشندوں کو جو اسکیمو تھے، عیسائی بنانا شروع کر دیا۔ پھر دوسرے لوگ پہنچے۔ اگرچہ مشکلات پیش آئیں، تاہم آبادکاری کا سلسلہ جاری رہا۔ خاص طور پر اس لیے کہ اعلیٰ درجے کی کھالیں بہت ملتی تھیں، جو بڑی قیمت پاتی تھیں۔ مثلاً سیل، بارہ سنگے[1]، لومڑی، ریچھ کی کھالیں، فرفستانی بطخ نما پرندوں کے پر، وہیل کی ہڈی، بحری گھوڑے کے دانت، خشک کی ہوئی کاڈ مچھلی وغیرہ۔ جب یہ تجارت چنداں نفع بخش نہ رہی تو حکومت کے حوالے کر دی گئی۔

1725ء میں ایک ولندیز نے جس کا نام وائٹس بیرنگ (Vitus Bering) تھا، پیٹر اعظم کے فرمان کے مطابق شمالی و مشرقی سائبیریا کے ساحل کی دیکھ بھال شروع کی اور وہ آبنائے دریافت کی جو ایشیا کو امریکہ سے جدا کرتی ہے۔ یہ آبنائے، دریافت کرنے والے کے نام پر آبنائے بیرنگ کہلاتی ہے۔

اٹھارویں صدی میں روسی حکومت نے سائبیریا کے پورے ساحل کا سروے کرایا۔ روسی تاجروں نے نئے جزیرے دریافت کیے۔ انگریزوں نے کینیڈا کے منطقہ باردہ کے حالات بہم پہنچائے۔ جیمز کک کو برطانیہ کے محکمہ بحریات نے اس غرض سے آبنائے بیرنگ بھیجا کہ بحرالکاہل سے اٹلانٹک تک شمالی و مشرقی یا شمالی و مغربی راستہ دریافت کرے۔ اس نے بھی اکتشاف کے سلسلے میں بڑے اہم کارنامے انجام دیئے۔

انیسویں صدی:

انیسویں صد میں مختلف حکومتوں نے اکتشافات کے کام کو بہت تقویت پہنچائی اور بہت سی مہمیں جا بجا بھیجی گئیں۔ ان میں سے لیفٹیننٹ ایڈورڈ پیری (Parry) کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، جس نے 1818ء سے قطب شمالی میں اکتشافات کا کام شروع کیا۔ 1821ء میں وہ دوسری مرتبہ گیا اور 1823ء

تک اکتشاف کے کام میں لگا رہا۔ 1824ء میں تیسری مرتبہ گیا۔ 1827ء میں اس نے قطب شمالی پہنچنے کی کوشش کی۔ جان راس (John Ross) اور اس کے بھتیجے نے بھی قطب شمالی تک پہنچنے میں کوئی دقیقہ سعی اٹھا نہ رکھا۔ 1845ء میں ایک مہم سر جان فرینکلن (Franklin) کی سرکردگی میں بھیجی گئی، جو 1848ء تک جدوجہد کرتی رہی۔ مقصد یہ تھا کہ شمالی و مغربی راستہ مل جائے۔ جون 1847ء میں سر جان اور اس کے تئیس ساتھی فوت ہو گئے، باقی آدمیوں نے جہاز چھوڑ دیا اور واپسی کا سفر شروع کیا۔ اسکیموں کے بیان ہے کہ وہ سب راستے ہی میں مر گئے۔ بعد ازاں فرینکلن کی مہم کو مدد پہنچانے کے لیے کئی مہمیں بھیجی گئیں۔ انھیں بھی متعدد نئے جزیرے اور مقامات معلوم ہوئے۔ امدادی مہموں کا سلسلہ 1848ء سے 1859ء تک جاری رہا۔ امریکہ، سویڈن اور بعض دوسرے ملکوں کی مہمیں بھی اکتشاف کا کام انجام دیتی رہیں۔ 1878ء میں پہلی مرتبہ سائبیریا کے شمالی و مشرق حصے کا چکر لگانے کا کام شروع ہوا۔ موسم سرما آیا تو سمندر جم گیا اور مہم کے آدمیوں کو کنارے پر وقت گزارنا پڑا، لیکن سرما کا موسم گزرتے ہی دوبارہ سفر شروع کر دیا گیا اور یہ مہم 1879ء کو آبنائے بیرنگ میں پہنچ گئی۔

منجمد خطوں میں اکتشافات

(2)

بین الاقوامی قطبی مرکز:

اب یہ اندیشہ پیدا ہو چکا تھا کہ قطب شمالی کی طرف جانے والی مہموں میں کشمکش شروع نہ ہو جائے، لہٰذا 1879ء اور 1880ء میں مختلف ملکوں نے کانفرنسیں منعقد کیں۔ آخر ناروے، سویڈن، ہالینڈ، روس، ڈنمارک، برطانیہ، جرمنی، آسٹریا اور امریکہ نے آپس میں تعاون کا فیصلہ کر لیا اور طے ہو گیا کہ بین الاقوامی قطبی مرکز قائم کر لیے جائیں۔امریکی جماعت نے لیفٹیننٹ گریلی (Greely) کے ماتحت لیڈی فرینکلن بے (Lady Franklin bay) میں مشاہدات کا سلسلہ دو سال تک جاری رکھا۔ گریلی نے گرین لینڈ کے شمالی ساحل کا دورہ کیا اور بہت سی نئی چیزیں دریافت کیں۔ اس اثناء میں سردی کا موسم آ گیا۔ امدادی مہمیں بھیجی گئیں، لیکن کوئی پہنچ نہ سکی، مہم کے چوبیس آدمیوں میں سے صرف چھ باقی بچے اور سب بھوک کی نذر ہو گئے۔ جون 1884ء میں امدادی جہاز ان تک پہنچ سکے۔ اسی طرح اکتشافات کا سلسلہ جاری رہا۔ 1888ء میں گرین لینڈ کو پہلی مرتبہ عبور کیا گیا۔ 1892ء میں پیری (Peary) نے بارہ سو میل کا فاصلہ برفستانی گاڑی میں طے کیا، جو بغیر پہیوں کے ہوتی ہے اور کتے اسے کھینچتے ہیں۔ یہ شخص 1886ء میں بھی سفر کر چکا تھا۔ 1893ء سے 1896ء تک نین سن Nansen کی مہم نے اکتشافات جاری رکھے۔ جو نئی مہم جاتی تھی، وہ نئے مقامات دریافت کرتی تھی۔ 1897ء میں سویڈن کے ایک شخص نے غبارے کے ذریعے سے قطبی علاقے میں پہنچنے کی کوشش کی۔ 1930ء میں اس کے جسم کے ٹکڑے وہائٹ آئی لینڈ میں ملے، ساتھ ایک روزنامچہ تھا، جس سے معلوم ہوا کہ پینسٹھ گھنٹے کے بعد غبارہ فرفستان میں اتر آیا اور سب لوگ تباہ ہو گئے۔

مارٹن کانوے (Martin Convay) اوٹو سورڈرپ (Auto Sverdrup) آڈرپ (Amdrup) اور پیری نے اکتشافات جاری رکھے۔

بیسویں صدی:

بیسویں صدی میں قطب شمالی تک پہنچنے کے لیے جو کوششیں ہوئیں، وہ زیادہ تفصیل کی محتاج نہیں، اس لیے کہ ابتدائی بیس سال ہی میں ہوائی جہاز خاصی ترقی کر چکے تھے۔ اس کے بعد قطب شمالی پر سے پرواز کے

سلسلے شروع ہو گئے اور یہ مقام پہلے کی طرح چھپا ہوا راز نہ رہا۔ بہر حال ان کوششوں کی سرسری کیفیت ذیل میں درج ہے:

(1) 1901ء میں پیری کو اندازہ ہو چکا تھا کہ گرین لینڈ کو مرکز بنا کر قطب شمالی میں پہنچنے کی کوشش نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی، لہٰذا اس نے پاس کے ایک جزیرے کا راستہ اختیار کیا، جسے ایلس میر لینڈ (Ellesmereland) کہتے ہیں، مگر اس راستے میں بھی اسی طرح برف عناں گیر ہوئی، جس طرح گرین لینڈ کے راستے میں عناں گیر تھے۔

(2) 1905ء میں پیری اور کیپٹن بارٹ لیٹ ایک جہاز میں سوار ہو کر گرانٹ لینڈ پہنچے۔ جو ایلس میر لینڈ کے شمالی حصے کا نام ہے۔ وہاں سے فرفستانی گاڑی میں بیٹھ کر اگلا سفر شروع کیا۔ ان کا رخ مغربی جانب تھا۔ پیری نے دعویٰ کیا کہ 1906ء کے آغاز میں وہ ½87 درجے تک پہنچ گیا، یعنی قطب کے اندرونی دائرے میں داخل ہو گیا، لیکن جغرافیہ دانوں نے اس دعوے کو تسلیم نہ کیا، اس لیے کہ جس جماعت نے آخری سفر کیا، اس میں صرف ایک سفید فام شخص تھا اور وہ پیری تھا۔ نیز سفر کا جو ریکارڈ پیش کیا گیا، اس کے بعض حصے غیر تسلی بخش تھے۔

(3) 1907ء میں ڈاکٹر کک (Cook) نے وہ راستہ اختیار کیا، جو سورڈرپ نے دریافت کیا تھا۔ اس نے بھی دعویٰ کیا کہ 20 اپریل 1908ء کو قطب پر پہنچ گیا۔ ماہرین فن کا خیال ہے کہ اس کارنامے کا سرانجام غیر ممکن نہیں، مگر غیر اغلب ضرور ہے۔ کک نے جو مشاہدے کیے وہ پیری کے مشاہدوں کے مقابلے میں زیادہ تفصیلات پر مبنی تھے، لیکن یہ بحیثیت عمومی بہت اچھے نہ تھے۔ اس دعوے کو ذمہ دار آدمیوں نے تسلیم نہیں کیا۔

(4) پیری نے 6 اپریل 1909ء کو پھر قطب شمالی میں پہنچ جانے کا دعویٰ کیا۔ اس مرتبہ وہ گرانٹ لینڈ کی انتہائی شمالی راس کولمبیا سے روانہ ہوا تھا۔ اس دعوے کو عام طور پر درست مانا گیا، لیکن ماہرین اسے صحیح نہیں سمجھتے، اس لیے کہ مشاہدات ناکافی تھے اور سفر کے جو اوقات بتائے گئے وہ ناقابل تسلیم تھے۔ اس کے بعد ہوائی جہازوں کی پرواز کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

(5) 1925ء میں پہلی مرتبہ بحری طیارے قطب شمالی کی جانب روانہ ہوئے۔ 1926ء میں دو کوششیں ہوئیں۔ 1928ء میں کئی مرتبہ پرواز عمل میں آئی۔ 1937ء میں بھی بار بار ہوائی جہاز قطب کا چکر لگاتے رہے۔ ان میں انگریز بھی تھے، امریکی بھی، روسی اور بعض دوسری قوموں کے افراد بھی۔ یوں

قطب شمالی کی مہم سر ہوگئی۔

متفرق مہمیں:

قطب شمالی کے سلسلے میں مختلف حکومتوں کی مہمیں بھی قابل ذکر ہیں، جن کے علاقے قطب سے قریب تر واقع تھے، مثلاً کینیڈا، ڈنمارک، ناروے، روس وغیرہ، کینیڈا کی حکومت نے خود بھی منطقہ بارده کے ان علاقوں میں مہمیں بھیجیں، جو شمالی ساحل سے قریب تر تھے۔ انگریزوں اور امریکیوں کی مشترکہ مہمیں بھی وہاں پہنچیں۔ اس طرح منطقہ بارده کے وہ تمام علاقے کینیڈا میں شامل کر لیے گئے، جو ان مہموں میں دریافت ہوتے رہے۔

گرین لینڈ پر ڈنمارک نے 1921ء میں اپنے اقتدار کا اعلان کر دیا تھا۔ ناروے نے اس سے اختلاف کیا۔ پھر دونوں ملکوں گے درمیان سمجھوتا ہو گیا کہ 1944ء تک اہل ناروے کو مشرقی ساحل پر مچھلیاں پکڑنے یا اترنے کی اجازت ہوگئی۔ 1921ء میں ناروے نے گرین لینڈ کے ایک ساحلی علاقے پر قبضہ کرلیا۔ معاملہ ہیگ کی عدالت میں پہنچا، جس نے ڈنمارک کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا۔ انگریز اور جرمن بھی تحقیقات کے سلسلے میں مہمیں بھیجتے رہے۔

گرین لینڈ کے مشرق میں ایک جزیرہ سپٹس برگن (Spitsbergen) ہے۔ یہ بھی قطب شمالی کی طرف پیش قدمی کا مرکز بنا رہا۔ 1925ء میں ناروے نے اس پر قبضہ کرلیا۔ یہاں سے ہوائی جہاز اڑ کر قطب پر جاتے رہے۔

روس کا شمالی حصہ بھی قطب کے قریب واقع ہے۔ چنانچہ روسیوں نے بھی مختلف اوقات میں مہمیں بھیجیں اور آس پاس کے جزیروں پر قبضہ کرلیا۔

قطب جنوبی:

یونانیوں میں پہلے سے ایک کہانی چلی آتی تھی کہ دنیا کی جنوبی سمت میں ایک بہت بڑا براعظم موجود ہے۔ بطلیموس نے اس براعظم کی تصدیق کی۔ قرون وسطیٰ کے لوگوں نے جو نقشے بنائے ان میں سولہویں صدی کے آخر تک ایک بڑا براعظم جنوبی سمت میں دکھایا جاتا تھا۔ پندرہویں، سولہویں اور سترہویں صدی میں مختلف من چلے ملاحوں نے اس براعظم کے حالات دریافت کرنے کے لیے بحری سفر کیے۔ 1738ء میں فرانسیسی بحریات کا ایک افسر کیپ ٹاؤن سے چودہ سو میل جنوب کی طرف بڑھا چلا گیا اور وہاں اس نے ایک زمین دیکھی۔ 1756ء میں ایک ہسپانوی جہاز کو بھی جنوبی سمت میں ایک زمین نظر آئی۔ ابتداء میں نیوزی

لینڈ کو قطب جنوبی کے براعظم کا ایک حصہ سمجھا جاتا تھا۔ جیمز کک نے 1768ء میں نیوزی لینڈ کا چکر لگا کر ثابت کر دیا کہ یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ 1772ء میں وہ قطب جنوبی کے حلقے میں پہنچا اور تین سال تک وہاں بار بار سفر کیے۔ اس نے بھی مختلف علاقے دریافت کیے اور ان کے نام رکھے۔ جو لوگ سیل یا دریائی بچھڑوں کا شکار کھیلتے تھے وہ اکثر قطب جنوبی ہی کی طرف نکل جاتے تھے، اس لیے کہ برفستانوں میں شکار کثرت سے ملتا تھا۔ انھوں نے بھی اس برفستانی براعظم کے مختلف حصے دریافت کیے۔

کیپٹن سکاٹ:

بیسویں صدی میں قطب جنوبی کے لیے منظم مہموں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ 1901ء میں جرمنی اور سویڈن سے مہمیں گئیں، جو دو سال تک مصروف کار رہیں۔ 1902ء میں مشہور برطانوی مکتشف کیپٹن سکاٹ (Scoot) قطب جنوبی کی جانب روانہ ہوا۔ اس میں شیکلٹن (Shackleton) اور ولسن بھی شامل تھے، چنانچہ انھوں نے نو ہزار فٹ بلند سطح مرتفع بھی شامل تھی۔ 1903ء اور 1904ء میں کیپٹن سکاٹ دو سو میل اور آگے نکل گیا۔ اس اثناء میں سکاٹ لینڈ سے بھی ایک مہم ڈاکٹر بروس (Bruce) کی سرکردگی میں بھیجی گئی۔

1907ء میں شیکلٹن نے قطب جنوبی کا سفر کیا اور مختلف حصوں کا اکتشاف ہوا۔ 1908ء میں ماسن (Mawson) اور مکے (Mackay) نے ایک ہزار دو سو ساٹھ میل کا سفر برفستانی گاڑی میں کیا۔ 1910ء میں ناروے کا ایک کپتان رونالڈ امنڈسن (Amundsen) قطب جنوبی میں پہنچا اور 16 دسمبر 1911ء کو اس نے قطب جنوبی کا آخری سفر کیا۔ وہ 16 جنوری 1912ء کو قطب پر پہنچ گیا، لیکن وہ خود اور اس کے ساتھی بالکل تھک چکے تھے۔ واپس ہوئے تو راستے ہی میں موسم سخت خراب ہو گیا۔ چنانچہ وہ 29 مارچ 1912ء کو ایک برفانی طوفان میں مارے گئے۔ ان کی نعشیں نومبر 1912ء میں ملیں۔

شیکلٹن:

شیکلٹن نے 1914ء میں پھر قطب جنوبی کا سفر اختیار کیا۔ اور 1917ء تک وہاں رہا۔ ان لوگوں کو بڑی تکلیفیں پیش آئیں۔ جس جہاز میں یہ لوگ گئے تھے وہ برفانی تودوں کے درمیان کچلا گیا اور یہ لوگ چھوٹی کشتیوں میں ادھر ادھر پھرتے رہے۔ ان کی امداد کے لیے جو مہمیں بھیجی گئیں ان میں سے ایک 30 اگست 1916ء کو ان تک پہنچی اور بچا کر واپس لائی، پھر اور مہمیں بھی وہاں پہنچ گئیں اور ہوائی جہاز بھی قطب جنوبی پر پرواز کرتے رہے۔

جمہوریہ امریکہ

ابتدائی جمہوری حالات:

4مارچ 1789ء کو کانگرس کا پہلا اجلاس نیو یارک میں ہوا۔ 30اپریل کو واشنگٹن کے صدر بننے کی رسم ادا کی گئی۔ انتظامی محکمے کے تین شعبے قرار پائے: ایک عام انتظامی شعبہ، دوسرا شعبہ جنگ، تیسرا شعبہ خزانہ۔ عدالتی نظام کے سلسلے میں طے ہوا کہ اضلاع میں مستقل عدالتیں بھی ہوں گی اور ایسی عدالتیں بھی جو دورے کرتی رہیں گی۔

ایلگزانڈر ہملٹن نے مالیات کے متعلق تفصیلات واضح کیں۔ ملک کی اقتصادی نشوو ارتقاء کا آغاز ہوا۔ 1791ء میں روئی کاتنے کے لیے مشینیں لگ گئیں اور اس وقت سے جمہوریہ امریکہ میں صنعتی انقلاب کا آغاز ہوا۔

1792ء میں کانگرس کے اندر مختلف سیاسی فریق بن گئے تھے۔ ایک فریق کو ریپبلکن کہتے تھے، جس کا لیڈر جیفرسن (Jefferson) تھا، دوسرے گروہ کا نام فیڈرلسٹ (Federlist) تھا۔ اس کے لیڈر ہملٹن اور جان ایڈمز (Adams) تھے۔ جیفرسن کا خیال تھا کہ ہملٹن نے مالیات میں جو طریقہ اختیار کیا ہے، اس میں امیروں اور تاجروں کے حقوق کا زیادہ خیال رکھا ہے اور یہ طریقہ زراعت پیشہ لوگوں کے مقاصد کے خلاف ہے۔

1893ء میں یورپ کے اندر جنگ شروع ہوگئی، جس میں انگلستان اور فرانس ایک دوسرے کے مد مقابل تھے۔ فرانس نے جس شخص کو سفیر بنا کر امریکہ بھیجا تھا، اس نے بڑی کوشش کی کہ امریکہ فرانس کے ساتھ ہو جائے، مگر واشنگٹن نے اس سفیر کو واپس کر دیا اور انجام کار اپریل 1794ء میں غیر جانب داری کا قانون منظور کرالیا۔

انگلستان کے ساتھ تمام اختلافی معاملات طے کر لیے گئے، تاکہ آئندہ کے لیے تعلقات خوشگوار رہیں۔ 1796ء میں واشنگٹن نے پارلیمنٹ میں الوداعی خطبہ دیا اور جان ایڈمز، جو نائب صدر تھا، صدر بن گیا۔ انگلستان کے ساتھ تعلقات خوشگوار ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرانس کے ساتھ تعلقات اچھے نہ رہے، اگرچہ اس میں خود امریکہ کا کوئی قصور نہ تھا۔

4مارچ 1801ء کو ٹامس جیفرسن صدر بنا۔ اس وقت تک دارالحکومت واشنگٹن قرار پاچکا تھا، چنانچہ

جیفرسن کی رسم صدارت وہیں ادا کی گئی۔ 1802ء میں اوہیو (Ohio) جمہوریہ امریکہ کی سترہویں ریاست قرار پائی۔ 30 اپریل 1803ء کو ریاست لوئی سیانا (Louisiana) خرید لی گئی۔ مارچ 1805ء میں جیفرسن دوسری مرتبہ صدر بنا۔ 1808ء میں افریقہ کے غلاموں کی تجارت شروع قرار دی گئی۔

برطانیہ اور فرانس کی باہمی جنگ:

برطانیہ اور فرانس کی باہمی جنگ نے غیر جانب دار ملکوں کے لیے خاصی مصیبت پیدا کر دی تھی۔ دونوں محارب فریق ایک دوسرے کی ناکہ بندی کی کوشش کر رہے تھے۔ اسی سلسلے میں جمہوریہ امریکہ پر آفت آئی۔ برطانیہ نے ایک حکم جاری کیا تھا کہ غیر جانبدار ملکوں کے لیے فرانسیسی بندرگاہیں بند ہیں۔ نپولین نے اس کے جواب میں یہ اعلان جاری کر دیا کہ جو ملک اس برطانوی حکم کو مانے گا وہ اپنی غیر جانبدارانہ حیثیت زائل کر دے گا۔ اس وجہ سے امریکہ کے جہاز فرانسیسیوں نے پکڑ لیے اور 23 مارچ 1810ء کو ان کی فروخت کا حکم دے دیا۔

اس اثنا میں انگلستان سے تعلقات خاصے بگڑ گئے تھے۔ آبادکاروں نے مغربی سمت میں پیش قدمی شروع کر دی تو انھیں مقامی باشندوں سے لڑائیاں پیش آئیں، جنھیں عام طور پر ریڈ انڈین کہا جاتا ہے۔ اہل امریکہ کا خیال تھا کہ برطانیہ کینیڈا کے ذریعے سے مقامی باشندوں کو مدد پہنچا رہا ہے اور انگیخت کر رہا ہے۔ چنانچہ 1810ء کے انتخابات میں ایسے نمائندے منتخب ہو کر آئے، جو چاہتے تھے کہ برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے اور کینیڈا کو اپنے قبضے میں لے لیا جائے۔ غرض جون 1812ء میں برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ ہوا۔ یہ جنگ دو سال جاری رہی۔ اس میں بڑی لڑائیاں بھی ہوئیں اور بحری بھی۔ بعض میں برطانیہ کامیاب ہوا اور بعض میں امریکہ۔ 1814ء میں مصالحت ہو گئی اور مختلف معاملات طے کرنے کے لیے مشترکہ کمیشن بنا دیئے گئے۔

1817ء میں جیمز منرو صدر جمہوریہ بنا۔ 1820ء میں لوئی سیایا، انڈیانا، مسوری (Missouri) الی نائس (Illinious) الباما اور مین (Maine) کی ریاستیں جمہوریت میں شامل ہوئیں۔ 1823ء میں منرو نے وہ مشہور اعلان کیا، جس کے مطابق امریکہ کی آزادی یورپی طاقتوں کی دست برد سے محفوظ ہو گئی۔ مختلف امریکی نوآبادیوں نے ہسپانیہ کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ ان ریاستوں کو از سر نو فتح کرنے کے لیے فوجیں بھیجی جائیں گی۔ منرو نے یہ اعلان کر دیا کہ امریکی نوآبادیوں نے جو آزادی اور خود مختاری حاصل کر لی ہے، اسے محفوظ رکھا جائے گا اور کوئی یورپی طاقت آئندہ آبادکاری کے نام پر انھیں اپنے تابع لانے کی حق دار نہ ہو گی اور اس سلسلے میں جو قدم اٹھایا جائے گا، جمہوریہ امریکہ اسے غیر دوستانہ فعل

سمجھے گی۔ یہ بھی ساتھ ہی واضح کر دیا کہ یورپی طاقتوں کی جنگوں میں جمہوریہ کسی قسم کی مداخلت کا ارادہ نہیں رکھتی۔

اس اثناء میں آبادکاری بھی جاری رہی، ریلیں بھی بنیں، ملک نے اقتصادی ترقی بھی کی اور انتظام بھی بہتر ہوا۔

متفرق واقعات:

1845ء میں ٹیکساس (Taxas) کی ریاست جمہوریہ امریکہ میں شامل ہو گئی۔ 1846ء میں میکسیکو کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی۔ میکسیکو کے خلاف جمہوریہ امریکہ کی کئی شکایتیں تھیں۔ ادھر میکسیکو سمجھتا تھا کہ جمہوریہ نے ٹیکساس کو خواہ مخواہ اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ امریکہ چاہتا تھا نیو میکسیکو کا علاقہ اپنے قبضے میں لے لے۔ ٹیکساس اور نیو میکسیکو دونوں میکسیکو سے ملے ہوئے تھے، لہٰذا یہ دونوں حکومتوں کے درمیان نزاع کا باعث بن گئے۔ امریکہ نے بڑی کوشش کی کہ اس جھگڑے کا فیصلہ مصالحت سے ہو جائے اور وہ نیو میکسیکو کی خریداری کے لیے بھی تیار تھا۔ جب کوئی صورت مصالحت کی نظر نہ آئی تو لڑائی شروع ہو گئی۔ جو دو سال جاری رہی۔ امریکی فوج نے میکسیکو شہر پر قبضہ کر لیا اور بحرالکاہل کے امریکی بیڑے نے کیلیفورنیا ڈیڑھ کروڑ ڈالر کے عوض میں جمہوریہ امریکہ کو دے دیئے گئے۔ اسی سال میں کیلیفورنیا میں سونے کی کان نکلی اور اس کے لیے مختلف گروہوں کے درمیان تگ و دو شروع ہو گئی۔ 1852ء میں نیویارک اور شکاگو کے درمیان ریل جاری کر دی گئی۔ 1859ء میں پٹرول دریافت ہوا اور اس کی تجارت شروع ہو گئی۔ اسی زمانے میں غلامی کے مسئلے پر مختلف ریاستوں کے درمیان ایک کش مکش شروع ہو چکی تھی، جس نے اتنی نازک صورت اختیار کر لی کہ ریاستوں کا اتحاد خطرے میں پڑ گیا۔ صلح کے لیے بڑی کوششیں کی گئیں، لیکن ان کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ جنوری 1861ء سے مئی 1861ء تک مندرجہ ذیل ریاستیں یونین سے الگ ہو گئیں: مسس پی (Mississippi) الباما، فلاریڈا (Florida) جارجیا، لوئی سیانا، ٹیکساس، ورجینیا، ٹینیسی (Tennessee) ارکنساس (Arkansas) شمالی کیرولینا (Carolina) اور جنوبی کیرولینا۔ ان ریاستوں کے نمائندوں نے ایک مقام پر جمع ہو کر اپنی جداگانہ حکومت بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اسی پر خانہ جنگی شروع ہو گئی، جو قریباً چار سال جاری رہی۔ اس زمانے میں امریکہ کا شہرۂ آفاق شخص ابراہم لنکن صدر منتخب ہو چکا تھا۔ واشنگٹن کے بعد کسی شخص کو لنکن کے برابر شہرت و عزت حاصل نہ ہوئی۔

امریکی خانہ جنگی: 1861ء 1865ء

لنکن نے جب دیکھا کہ جنگ کے سوا چارہ نہیں تو ملک سے اپیل کی کہ پچھتر ہزار رضا کار درکار ہیں، جو تین مہینے ملکی خدمات انجام دیں۔ تھوڑی دیر بعد بیالیس ہزار رضا کاروں کے لیے اپیل کی، جو تین سال یا جنگ زیادہ دیر جاری رہے، تو اس وقت تک خدمات انجام دیں۔ عام خیال یہ تھا جنگ زیادہ دیر جاری نہ رہے گی، اس لیے کہ الگ ہونے والی ریاستوں کی تعداد بھی کم تھی اور آبادی بھی پچاس لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ اس کے برعکس شمالی ریاستوں کی تعداد بھی زیادہ تھی اور آبادی بھی کم وبیش دو کروڑ تیس لاکھ تھی۔ شمالی ریاستوں کی مالی حالت بھی بہت اچھی تھی۔ صنعت وحرفت کی سہولتیں بھی زیادہ تھیں۔ ریلوے لائن اور سڑکیں بھی ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے برعکس جنوبی ریاستوں میں زیادہ تر کپاس پیدا ہوتی تھی، پھر شروع ہی میں ان کی بندرگاہوں کا محاصرہ ہو گیا تو حالت اور بھی نازک ہو گئی۔ اس جنگ میں بہت سی لڑائیاں پیش آئیں، جن میں سے گیٹس برگ (Gettisburg) کی لڑائی (جولائی 1863ء) خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ شمالی ریاستوں کے دو جرنیلوں نے خاص شہرت پائی: ایک گرانٹ، جو تمام فوجوں کا سپہ سالار اعظم بنا، دوسرا شرمن، جسے مغربی حصے میں لڑنے والی فوجوں کا کمانداربنایا گیا۔ جنوبی ریاستوں کا سپہ سالار جنرل لی (Lee) تھا۔ اپریل 1865ء میں گرانٹ اور شرمن نے لی کو نرغے میں لے لیا اور اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس طرح اپریل 1865ء میں لڑائی ختم ہو گئی۔ جیفرسن ڈیوس جنوبی ریاستوں کی عارضی حکومت کا صدر منتخب ہوا تھا، وہ جارجیا بھاگ گیا، لیکن گرفتار ہوا اور اسے قید کر دیا گیا۔ صدر لنکان نے 1862ء ہی میں اعلان کر دیا تھا کہ تمام غلام یکم جنوری 1863ء کو آزاد سمجھے جائیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس جنگ میں کم وبیش آٹھ لاکھ جانیں تلف ہوئیں، چورانوے کروڑ پاؤنڈ شمالی ریاستوں کے خرچ ہوئے اور چھیالیس کروڑ پاؤنڈ جنوبی ریاستوں کے۔ گویا کل خرچ ایک ارب چالیس لاکھ پاؤنڈ ہوا۔

جنگ ختم ہو گئی، جس میں بہت بڑا حصہ لنکن کے عزم وارادے کا تھا، لیکن نہایت افسوس کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ 14 اپریل 1865ء کو لنکن ایک شخص کے ہاتھوں گولی سے زخمی ہوا اور 15 اپریل کو اس نے وفات پائی۔ دردناک موت نے اس کی عظمت میں اور اضافہ کر دیا۔

1865ء سے 1897ء تک کے واقعات:

نئے صدر نے 29 مئی کو عفو عام کا اعلان کر دیا۔ کانگرس کی طرف سے پندرہ آدمیوں کی ایک کمیٹی بن

گئی، تاکہ تمام بگڑے ہوئے حالات کی درستی کا بندوبست کرے۔ اس میں شمالی اور جنوبی، دونوں ریاستوں کے نمائندے شریک تھے۔ متعدد نئی ریاستیں جمہوریت میں شامل ہوئیں۔ 1867ء میں بہتر لاکھ ڈالر میں ایلاسکا خرید لیا گیا۔ 1876ء میں بہ مقام بالٹی مور (Baltimore) جان ہاپکنز یونیورسٹی قائم ہوئی۔ اس سے تعلیمی ترقی کو بڑی مدد ملی۔ 1881ء میں امریکہ کی ریڈ کراس سوسائٹی (انجمنیں نشان احمر) قائم ہوئی۔ 6 مئی 1882ء کو اعلان کر دیا گیا کہ دس سال تک چین کے مزدوروں کو امریکہ میں داخلے کی اجازت نہ ہو گی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کیلیفورنیا میں بہت سے چینی پہنچ گئے تھے اور 1871ء میں انھوں نے فساد بھی برپا کر دیا تھا۔ 1877ء میں چینیوں نے اپنی ایک مستقل پارٹی بنا لی، اس وجہ سے ممانعت ضروری سمجھی گئی۔ 1902ء میں ممانعت کو مستقل حیثیت دے دی گئی۔ 1886ء میں فیصلہ کر دیا گیا کہ اگر صدر اور نائب صدر دونوں مر جائیں تو وزارت کے ارکان باہم فیصلے سے ان عہدوں کو سنبھال لیں۔ اس دوران میں مختلف ریاستیں جمہوریت میں شامل ہوئیں: مثلاً نیواڈا í (Nevada) اوکلاہوما í (Oklahoma) نبراسکا (Nebraska) کالوریڈو í (Colorado) شمالی ڈکوٹا í (Dakota) جنوبی ڈکوٹا، واشنگٹن، مونٹانا (Montana) ویومنگ (Wyoming) اداہوا، اوٹا، نیو میکسیکو، اریزونا۔

امریکہ ہسپانیہ جنگ:

1898ء میں امریکہ اور ہسپانیہ کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ باہم تعلقات خوش گوار نہ تھے۔ 15 فروری کو امریکہ کا ایک جہاز ہوانا کی بندرگاہ میں دھماکے کی نذر ہوا، اس پر جنگ کی صورت پیدا ہو گئی۔ ہسپانیہ کے بیڑے نے شکست کھائی اور خشکی پر بھی اسے پے در پے ہزیمت اٹھانی پڑی۔ دسمبر 1898ء میں بہ مقام پیرس صلح ہو گئی۔ ہسپانیہ نے کیوبا سے دست برداری اختیار کر لی۔ پورٹو ریکو، گوام اور فلپینز امریکہ کو دے دیئے۔ فلپینز کے لیے دو کروڑ ڈالر لیے۔ اس طرح امریکہ دنیا کی بڑی طاقتوں میں شامل ہو گیا۔ فلپینز میں ایک سال بعد بغاوت ہوئی اور 1902ء تک چھاپہ مار جنگ جاری رہی۔ آخر امن قائم ہو گیا۔

خاکنائے پاناما میں نہر بنانے کے لیے تجویزیں پیش ہوئیں اور چار کروڑ ڈالر کے سرمائے سے ایک کمپنی بھی بن گئی۔ 18 نومبر 1903ء کو ایک معاہدہ ہوا، جس کے مطابق دس میل چوڑا علاقہ نہر بنانے کے لیے جمہوریہ امریکہ کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے بدلے میں ایک کروڑ ڈالر کا سونا اور اڑھائی لاکھ ڈالر سالانہ کی رقم طلب کی گئی۔

1913ء میں وڈرو ولسن صدر منتخب ہوا۔ یہ امریکہ کا اٹھائیسواں صدر تھا اور اسے پہلی جنگ عظیم میں

چودہ نکات صلح کے لیے عالم گیر شہر حاصل ہوئی۔ 15 اگست 1914ء کو نہر پاناما کا افتتاح ہوا۔

یورپ میں جنگ شروع ہوئی تو امریکہ نے غیر جانب داری کا فیصلہ کرلیا، لیکن جرمنی کی طرف سے حلقہ جنگ کے اعلان نے امریکہ کے لیے مشکلات پیدا کر دیں۔ 7 مئی 1915ء کو امریکہ کا ایک جہاز لوسی ٹانیا جرمنی نے ڈبو دیا، اس میں امریکی جانیں بھی تلف ہوئیں۔ ولسن نے اس پر یکے بعد دیگرے تین نوٹ جرمنی کو بھیجے اور اپریل 1916ء میں سسکس نامی جہاز ڈبونے کے بنا پر جرمنی کو جنگ کا الٹی میٹم دے دیا۔ دسمبر 1916ء میں ولسن نے تمام محارب فریقوں سے کہا کہ اپنے اپنے جنگی مقاصد کا اعلان کریں۔ جنوری 1917ء میں جرمنی نے آب دوزوں کے ہمہ گیر حملے کا اعلان کر دیا تو امریکہ نے جرمنی سے سیاسی تعلقات منقطع کر لیے۔ اس اثناء میں یہ معلوم ہو گیا کہ جرمنی میکسیکو کی امداد حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ ولسن نے اپنے تجارتی جہازوں کو توپیں ساتھ رکھنے کا حکم دے دیا۔ تین امریکہ جہاز واپس آرہے تھے۔ 16 اور 17 مارچ کو جرمن آب دوزوں نے بلا اطلاع حملے کر کے انھیں ڈبو دیا۔ 2 اپریل کو ولسن نے کانگرس کے سامنے اعلان کر دیا کہ جرمنی اور امریکہ کے درمیان حالت جنگ کا اعتراف کر لیا جائے اور 6 اپریل 1918ء کو باقاعدہ اعلان جنگ کر دیا۔

شمالی امریکہ کے برطانوی مقبوضات

1783ء-1914ء کے واقعات:

کینیڈا میں زیادہ تر انگریزوں اور فرانسیسیوں کی آبادی تھی۔ بہت سے انگریز امریکی ریاستوں میں بھی آباد ہو گئے تھے۔ جب ان ریاستوں نے برطانوی حکومت کے خلاف آزادی کی تحریک جاری کی تو انگریزوں کے ایک گروہ نے جو اپنے آپ کو حکومت اور شاہ برطانیہ کے وفادار سمجھتے تھے، امریکی ریاستوں کو چھوڑ کر کینیڈا میں آباد ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ 1783ء سے 1787ء تک ان کے نقل وطن کا سلسلہ جاری رہا۔ بے حساب زمینیں افتادہ پڑی تھیں، حکومت برطانیہ نے ہر کنبے کے سرپنچ کو ایک سوا ایکڑ اور ہر فرد کو پچاس ایکڑ کے حساب سے زمین دے دی۔ اور کم وبیش تین کروڑ ڈالر کی رقم ضروری سامان بہم پہنچانے کے لیے صرف کر دی۔ اس سے کینیڈا میں انگریزی اقتدار کے لیے خاص جذبہ پیدا ہو گیا۔

1791ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے ایک قانون منظور کیا، جس کے مطابق کینیڈا دو حصوں میں بٹ گیا: ایک بالائی کینیڈا، جس میں انگریزوں کی آبادی بہت زیادہ تھی، دوسرا زیریں کینیڈا، جس میں فرانسیسیوں کی کثرت تھی۔ دونوں کے لیے الگ الگ گورنر مقرر ہوئے۔ گورنروں نے اپنی امداد کے لیے ایک ایک کونسل مقرر کر لی اور نمائندوں کی مختلف اسمبلیاں بن گئیں۔

زیادہ تر آبادی مشرقی جانب سے تھی۔ اب مغربی جانب کی دیکھ بھال شروع ہوئی اور آہستہ آہستہ قدم اس طرف بڑھنے لگے۔ 1812ء میں جمہوریہ امریکہ کے ساتھ لڑائی شروع ہوگئی، جس کے حالات اختصاراً پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔ دسمبر 1814ء میں صلح ہوئی۔ پھر جمہوریہ امریکہ اور برطانیہ کے درمیان ایک ایسا معاہدہ ہو گیا، جس سے باہمی جھگڑے ختم ہو گئے۔ 1836ء میں ریل جاری ہوئی۔ 1837ء میں زیریں کینیڈا کے اندر بغاوت رونما ہوئی، جسے فرو کر دیا گیا اور قرار یہ پایا کہ دو الگ الگ حصے رکھنا ٹھیک نہیں۔ چنانچہ 1840ء میں دونوں حصوں کو متحد کر دیا گیا اور دونوں کے لیے ایک گورنر جنرل مقرر ہونے لگا۔

کینیڈا میں زیادہ تر وہی لوگ گورنر جنرل مقرر ہوتے رہے جو بعد میں ہندوستان کے گورنر جنرل بنے۔ مثلاً لارڈ ایلجن، لارڈ ڈفرن، لارڈ لینس ڈاؤن، لارڈ منٹو۔ کینیڈا کے تمام حصے آہستہ آہستہ ایک مرکزی حکومت کے ماتحت متحد ہو گئے۔ ریلیں بن گئیں، کارخانے کھل گئے، صنعت وحرفت کر ترقی ہوئی۔ 1914ء میں کوما گاٹو مارو کا معاملہ پیش آیا، جس کے مسافروں پر واپسی کے وقت کلکتے میں گولی چلی۔ یہ جہاز

ہندوستانی مسافروں کو لے کر ونکوور (Vancouver) پہنچا تھا، وہ لوگ وہاں اترنا چاہتے تھے۔ کینیڈا کی حکومت نے پابندیاں لگا رکھی تھیں اور کسی کو نہ اترنے دیا۔ اس پر ہندوستان میں بے چینی پیدا ہوئی۔ جہاز کلکتہ پہنچا تو ہنگامہ برپا ہوا۔

نیوفاؤنڈ لینڈ کے متعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ 1855ء میں وہاں ذمہ دار حکومت قائم ہو چکی تھی، جس کے دو ایوان تھے: ایک کونسل، جس کے پندرہ ممبر تھے اور انھیں گورنر جنرل مقرر کرتا تھا، دوسری اسمبلی، جس کے چھتیس ممبر تھے اور وہ منتخب ہوتے تھے۔

جنوبی و وسطی امریکہ اور میکسیکو

آزادی کے لیے لڑائیاں:

لاطینی امریکہ، جو ہسپانیہ و پرتگال کی نوآبادیوں پر مشتمل تھا، اس میں ہسپانیہ اور پرتگال کے سامراجی نظام نے ایسے اقتصادی، سیاسی اور مجلسی عوامل پیدا کر دیئے تھے، جو ان نوآبادیوں میں بے چینی کا باعث بن گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نوآبادیاں ہسپانیہ اور پرتگال سے الگ ہوگئیں۔ انھیں علیحدگی کا موقعہ اس وقت ملا، جب نپولین بوناپارٹ کی فتوحات کا سلسلہ پھیلا۔ ہسپانیہ فرانس کے قبضے میں آگیا اور فرڈیننڈ ہفتم شاہ ہسپانیہ کو معزول کر کے نپولین نے اپنے بھائی جوزف کو بادشاہ بنا دیا۔ بعض نوآبادیوں نے فرڈی ننڈ کا ساتھ وفاداری کا سلسلہ قائم رکھا، بعض نے اسی وقت آزادی کا اعلان کر دیا۔ ہسپانیہ کے اندر 1814ء کے بعد بھی سیاسی حالات تشویش افزا رہے۔ اس وجہ سے نوآبادیوں کی آزادی کا معاملہ پختہ ہوگیا۔

پیراگوئے، پیرو اور کولمبیا میں پہلے بھی بغاوتیں ہوتی رہی تھیں۔ مختلف علاقوں کی آزادی کی سرگزشت اجمالاً ذیل میں درج ہے:

(1) پیراگوئے نے 1811ء میں ہسپانیہ سے آزادی حاصل کی اور 1813ء میں ارجنٹینا سے علیحدگی میں کامیاب ہوا۔

(2) یوروگوئے 1811ء سے 1814ء تک آزادی کی جدوجہد میں لگا رہا۔ پانچ چھ سال بعد برازیل نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔

(3) چلی نے 12 فروری 1818ء کو آزادی کا اعلان کیا۔

(4) پیرو کی آزادی کا اعلان 1825ء میں ہوا۔

(5) بوریا کی آزادی کا اعلان 1825ء میں ہوا۔

(6) ارجنٹینا میں تحریک آزادی کی ابتداء 1806ء سے ہو چکی تھی۔ 1816ء میں یہ تحریک تکمیل کو پہنچی تھی۔

(7) وینزویلا جولائی 1811ء میں آزاد ہوا۔

(8) کولمبیا کی جمہوری حکومت 1821ء میں بنی۔

(9) میکسیکو میں انقلاب کا آغاز 1820ء میں ہوا اور 24 فروری 1821ء کو آزادی کا اعلان کر دیا گیا۔

(10) گوائی مالا، سان سالواڈور، ہانڈوراس، نکارا گویا اور کاسٹاریکا کی آزادی یکم جولائی 1823ء کو پایہ تکمیل کو پہنچی اور ان تمام ریاستوں کی ایک وفاقی حکومت بن گئی، جس کا نام وسطی امریکہ کے صوبجات متحدہ رکھا گیا۔

برازیل:

برازیل کا معاملہ ذرا پیچ دار ہے۔ پرتگال کا بادشاہ جان ششم 1807ء میں اپنے ملک سے نکل کر برازیل پہنچا تھا، جب فرانس کے جرنیل جونو نے لزبن پر قبضہ کر لیا تھا۔ برازیل میں بادشاہی حکومت تو قائم ہو گئی، لیکن آزادی کے جذبات افسردہ نہ ہوئے۔ دربار کا انتظامی ڈھانچہ ایسا نہ تھا کہ عوام مطمئن ہو جاتے، چنانچہ 1821ء میں بادشاہ کو مجبور کیا گیا کہ وہ پرتگال کا دستور منظور کر لے، جو اس وقت تک تیار بھی نہ ہوا تھا اور آزاد خیال لوگوں کو وزارت میں شامل کر لے۔ جان کو جب پرتگال جانا ناگریز معلوم ہوا تو اس نے اپنے بیٹے پیڈرو کو اپنی جگہ نائب السلطنت بنایا اور خود واپس چلا گیا۔ یہ 1821ء کا واقعہ ہے۔

معاملات میں کسی خاص پیچیدگی کا اندیشہ نہ تھا، لیکن پرتگال کی مجلس میں پختہ ارادہ کر لیا کہ برازیل کو پرتگال کا محکوم علاقہ بنائے رکھنے کی پوری کوشش کرے گی۔ 1822ء میں برازیل کے قوم پروروں نے فیصلہ کر لیا کہ اس مصیبت سے نجات پائیں۔ چنانچہ پیڈرو کو مجبور کیا گیا کہ وہ دستوری بادشاہ بنے رہنے پر قناعت کرے۔ جو لوگ اس کے خلاف تھے وہ بھی آہستہ آہستہ ایک سال کے اندر اندر خاموش ہو گئے۔

پیڈرو 1831ء تک بادشاہ رہا، لیکن چونکہ وہ مطلق العنانی پر کار بند تھا اور اس نے اپنی بیٹی میریا کو پرتگال کی ملکہ بنانے کے لیے کوششیں شروع کر دی تھیں، لہٰذا اپریل 1831ء میں اسے معزول کر کے اس کے پانچ سالہ بیٹے کو تخت پر بٹھا دیا گیا، مگر اس کی بادشاہی بھی محض برائے نام تھی۔ 1870ء میں جمہوری تحریک زور سے پھیلنی شروع ہوئی۔ 1889ء میں بادشاہ کو معزول کر کے جمہوری حکومت کا اعلان کر دیا گیا۔

1850ء کے بعد ملک کی مالی حالت بہت اچھی ہو گئی۔ زراعت، تجارت اور صنعت وحرفت نے خوبی ترقی کی۔ 1870ء میں ساڑھے چھ سو میل لمبی ریلوے لائن بنی۔ 1889ء میں چھ ہزار میل لمبی ریلیں بن گئیں۔ قہوہ بڑی مقدار میں پیدا ہونے لگا۔ دریائے ایمیزن کے طاس میں ربڑ کی پیداوار بہت بڑھ گئی۔ شکر بھی بہ کثرت بننے لگی۔ 1935ء میں آبادی پونے پانچ کروڑ تھی، حالانکہ 1850ء میں کل آبادی کا اندازہ اسی لاکھ سے زیادہ نہ تھا۔

ابتداء میں کچھ تو تعلیم کی کمی کے باعث اور کچھ ناتجربہ کاری اور رواداری کے باعث جمہوری حکومت

کے چلانے میں بڑی مشکلات پیش آئیں۔ 1891ء میں برازیل کے اندر وفاقی دستور جاری ہو گیا جس میں تمام ریاستوں کو داخلی آزادی مل گئی۔ دو ایوان کی قانون ساز مجلس بنی۔ پارلیمنٹ کا انتخاب چار سال کے لیے ہونے لگا۔

ارجنٹینا اور چلی:

ارجنٹینا میں آزادی کے بعد پہلا سوال یہ پیدا ہوا کہ طرز حکومت وحدانی ہو یا وفاقی۔ بیونس آئرس یعنی مرکز حکومت کی خواہش یہ تھی کہ وحدانی نظام جاری کیا جائے، لیکن صوبے وفاقی نظام چاہتے تھے۔ صوبوں کی یہ خواہش بھی تھی کہ پیرا گوئے اور یوروگوئے کو اپنی متحدہ حکومت میں شامل کر لیں۔ اس سے پیچیدگیاں پیدا ہوئیں۔ 1827ء میں ارجنٹینا نے یوروگوئے کو مدد دے کر برازیل سے نجات دلا دی۔ فرانس اور برطانیہ کے ساتھ بھی ارجنٹینا کو کشمکش کی نوبت آئی۔ 1869ء میں پہلی مرتبہ مردم شماری ہوئی تو کل آبادی سترہ لاکھ نکلی۔ آج کل آبادی ایک کروڑ اکسٹھ لاکھ ہے۔

چلی میں اس کے سوا کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں کہ مختلف موقعوں پر لڑائیاں ہوتی رہیں، جن میں داخلی لڑائیاں بھی شامل ہیں۔ 1907ء میں چلی کی آبادی تیس لاکھ تھی اور آج کل سوا ستاون لاکھ کے قریب ہے۔

پیرا گوئے، یوروگوئے اور بولیویا:

پیرا گوئے میں تمام انتظامات 1816ء میں ایک ڈکٹیٹر کے ہاتھ میں چلے گئے تھے اور وہ 1840ء تک مسلط رہا۔ اس عہد میں زراعت اور صنعت وحرفت کو خوب ترقی ہوئی۔ 1840ء میں یہ ڈکٹیٹر فوت ہوا تو حکومت کے نظام میں مناسب تبدیلیاں کی گئیں اور دوسرے ملکوں سے تجارتی تعلقات قائم ہوئے۔ سرحدی جھگڑے امن وصلح سے طے کر لیے گئے۔ آس پاس کی ریاستوں سے لڑائیاں بھی ہوتی رہیں۔ 1865ء میں برازیل، ارجنٹینا اور یوروگوئے سے لڑائی شروع ہو گئی، جس میں پیرا گوئے کے لوگ بڑی مردانگی سے لڑے، لیکن پانچ سال میں مردوں کی آبادی صرف اٹھائیس ہزار رہ گئی اور عورتوں کی آبادی دو لاکھ سے کس قدر زیادہ تھی۔ صلح ہوئی تو پیرا گوئے سے خاصا بڑا علاقہ الگ کر لیا گیا۔ آج کل اس ملک کی آبادی پندرہ لاکھ کے قریب ہے۔

یوروگوئے ابتداء میں برازیل کے ماتحت رہا، پھر آزاد ہوا۔ 1872ء سے 1907ء تک سیاسی تزلزل جاری رہا۔ بار بار نظم ونسق میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ بہ ایں ہمہ زراعت اور تجارت نے خوب ترقی کی اور ریلوں کا نظام بھی خاصا وسیع ہو گیا۔ 1830ء میں آبادی صرف ستر ہزار تھی۔ 1860ء میں سوا دو لاکھ

کے قریب ہوگئی۔1900ء میں دس لاکھ تھی اور آج کل بائیس لاکھ پینتیس ہزار ہے۔

1829ء میں بولیویا اور پیرو کے اتحاد کا اعلان ہوا، پھر چلی سے لڑائی شروع ہوگئی۔1866ء میں چلی کے ساتھ معاہدہ ہوا چند سال بعد پھر لڑائی کی نوبت آگئی۔آخر اکتوبر 1904ء میں جو معاہدہ صلح ہوا، اس نے لڑائی مستقل طور پر ختم کردی۔1913ء میں ارجنٹینا کے ساتھ سرحدی جھگڑے کا فیصلہ ہوا۔آبادی آج کل سینتیس لاکھ اٹھاسی ہزار ہے۔

پیرو، ایکواڈور، کولمبیا اور وینزویلا:

پیرو کچھ مدت تک بولیویا سے متحد رہا۔1842ء میں خانہ جنگی شروع ہوگئی جو تین سال جاری رہی، پھر رامون کیسٹیلا ڈکٹیٹر بن گیا اور پندرہ سال تک مختار مطلق بنا رہا۔اس نے امن قائم کیا، مالیات کو استحکام بخشا، ملک کی اندرونی ترقی کے لیے خاص کوششیں کیں، انتظامی، مذہبی اور مجلسی اصلاحات بھی عمل میں آئیں۔بعد ازاں ہسپانیہ سے جھگڑا پیدا ہوگیا، اس لیے کہ ہسپانیہ نے پیرو کی آزادی تسلیم نہ کی تھی۔1865ء میں ہسپانیہ کے خلاف اعلان جنگ کردیا گیا۔جمہوریہ امریکہ کی وساطت سے 1871ء میں صلح ہوئی۔مختلف لڑائیوں کے حالات پہلے بیان ہوچکے ہیں۔آبادی ستر لاکھ سے اوپر ہے۔

ایکواڈور جنوبی امریکہ کے مغربی ساحل پر پیرو اور کولمبیا کے درمیان واقع ہے۔وہاں 1830ء میں جمہوری حکومت قائم ہوئی تھی، پھر خانہ جنگی شروع ہوگئی، جو 1824ء تک جاری رہی۔1865ء میں ایکواڈور نے چلی اور پیرو کے ساتھ مل کر ہسپانیہ کا مقابلہ کیا۔1869ء میں نیا دستور بنا، جس میں ہیئت حاکمہ کو بہت زیادہ اختیارات دے دیئے گئے۔1916ء کے بعد عموماً امن قائم رہا۔آبادی بتیس لاکھ کے قریب ہے۔

کولمبیا کا دوسرا نام نیوگرینیڈا بھی ہے۔جنوبی امریکہ کی دوسری ریاستوں کی طرح یہاں بھی وقتاً فوقتاً خانہ جنگی ہوئی۔1863ء میں نیا دستور بنا، جس میں ملک کے سات صوبوں کو سات ریاستیں قرار دے کر ایک وفاقی نظام قائم کردیا گیا۔

اس وقت پاناما کولمبیا میں شامل تھا۔18 مئی 1878ء کو کولمبیا کی حکومت نے فرانس کی ایک کمپنی کو پاناما میں سے نہر نکالنے کا ٹھیکہ ننانوے سال کے لیے دیدیا۔1881ء میں اس کمپنی نے نہر کی کھدائی شروع کی۔1891ء میں یہ بالکل دیوالیہ ہوچکی تھی، چنانچہ اس کا سامان ایک نئی کمپنی کے ہاتھ فروخت کرنے کی تجویز ہوئی۔اس اثناء میں جمہوریہ امریکہ نے نہر کے لیے ٹھیکے کا فیصلہ کرلیا۔پاناما والوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر ہم نے نہر بنانے کی اجازت نہ دی تو امریکہ نکاراگوئے میں سے نہر نکال کر بحرالکاہل اور

اٹلانٹک کو ملا دے گا، چنانچہ انھوں نے نومبر 1903ء میں اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ کولمبیا کی فوجوں نے آگے بڑھنا چاہا، امریکہ کے جنگی جہاز انھیں روکنے کے لیے پہنچ گئے۔ یوں پاناما کی آزادی تسلیم ہوئی۔ اپریل 1914ء میں امریکہ نے اڑھائی کروڑ ڈالر کی رقم کولمبیا کو دے دیا اور کولمبیا نے پاناما کی آزادی تسلیم کر لی۔ کولمبیا کی آبادی ایک کروڑ چون ہزار ہے۔

وینز ویلا پہلے کولمبیا کے ساتھ شامل تھا، پھر الگ ہوا، یہاں بھی خاصی دیر تک خانہ جنگی جاری رہی۔ 1899ء میں وہاں ایک انقلاب بپا ہوا جس میں بیرونی ملکوں نے باشندوں کو نقصان پہنچا۔ برطانیہ، جرمنی اور اٹلی میں اپنے ہم قوموں کے نقصانات کی تلافی کے لیے وینز ویلا کی ناکہ بندی کر لی۔ جمہوریہ امریکہ نے یورپی طاقتوں پر دباؤ ڈال کر اس معاملے کو ثالثی کے حوالے کرا دیا۔ 1908ء میں امریکی باشندوں کو نقصان پہنچا۔ جب ان کے نقصان کی تلافی کا مطالبہ ٹھکرا دیا گیا تو جمہوریہ امریکہ نے سیاسی تعلقات کا مطالبہ ٹھکرا دیا گیا تو جمہوریہ امریکہ نے سیاسی تعلقات توڑ لیے۔ اسی قسم کی صورت ایک مرتبہ ہالینڈ کو پیش آئی اور اسے بھی وینز ویلا کی ناکہ بندی کرنی پڑی۔ آبادی چالیس لاکھ کے قریب ہے۔

وسطی امریکہ:

وسطی امریکہ میں پاناما، کاسٹاریکا، گواٹی مالا، نکاراگویا، ہانڈوراس اور سالواڈور شامل ہیں۔ پاناما کے سلسلے میں صرف یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس میں سے امریکہ نے نہر نکال کر بحرالکاہل اور اٹلانٹک کو ملا دیا۔ یہ نہر سویز کی طرح تجارت اور آمد و رفت کے لیے بہت ہی مفید ثابت ہوئی۔ اس کا افتتاح 15 اگست 1914ء کو ہوا تھا۔ پاناما کی آبادی کوئی ساڑھے سات لاکھ ہے۔ نہر کے حلقے کی آبادی پچاس ہزار کے قریب ہوگی۔ وسطی امریکہ کی ریاستیں پہلے میکسیکو میں شامل تھیں۔ یہ الگ ہوئیں تو سب نے مل کر ایک وفاقی حکومت بنالی۔ چونکہ گواٹی مالا کو اس حکومت میں زیادہ اونچا درجہ حاصل تھا، اس لیے بے چینی پیدا ہوئی اور لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ چنانچہ 1840ء میں وفاق توڑ کر ریاستیں الگ الگ ہوگئیں۔ گواٹی مالا میں ایک ڈکٹیٹر نے تمام معاملات سنبھال لیے۔ ہانڈوراس، نکاراگویا اور سالواڈور کوئی دس سال تک متحد رہیں، پھر یہ بھی الگ الگ ہوگئیں۔

موجودہ آبادیوں کی کیفیت یہ ہے۔

گواٹی مالا	سینتیس لاکھ
ہانڈوراس	بارہ لاکھ
سالواڈور	سوالاکھ اکیس لاکھ

کاسٹکاریکا	آٹھ لاکھ
نکاراگویا	ساڑھے گیارہ لاکھ

میکسیکو:

1824ء میں میکسیکو کے لیے ایک وفاقی جمہوریت تجویز ہوئی تھی، پھر ایک ایسی حکومت بن گئی جس میں مرکز کو زیادہ سے زیادہ اختیارات حاصل تھے۔ جمہوریہ امریکہ کے ساتھ ٹیکساس اور نیو میکسیکو کے متعلق جھگڑا پیدا ہوا جس نے لڑائی تک نوبت پہنچائی۔ اس کے حالات جمہوریہ امریکہ کے سلسلے میں پیش کیے جا چکے ہیں۔

1855ء میں سیاسی اور مذہبی اصلاحات کا دور شروع ہوا۔ کلیساؤں نے بڑی بڑی جاگیریں سنبھال رکھی تھیں۔ انھیں واپس لینے کی کوشش کی گئی، اس پر خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ آزاد خیال گروہ کی فوجوں نے کامیابی حاصل کی، لیکن جنگ نے ملک کا مالی نظام درہم برہم کر ڈالا اور یورپی طاقتوں نے جو قرضے دے رکھے تھے ان کی ادائیگی معطل کر دی گئی۔ اس پر برطانیہ، فرانس اور ہسپانیہ نے اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے مشترکہ کاروائی کا فیصلہ کیا۔ لوئی نپولین شاہ فرانس کی خواہش تھی کہ میکسیکو میں ایک کیتھولک سلطنت کا انتظام کرے جو فرانس کے زیر اثر رہے اور اس سے اول خام مال ضرورت کے مطابق فرانس کو ملتا جائے دوسرے جمہوریہ امریکہ پر دباؤ قائم رہے۔ چنانچہ اس نے فرانسیسی فوجیں بھیج کر 1863ء میں میکسیکو پر قبضہ کر لیا اور شہنشاہ آسٹریا کے بھائی آرچ ڈیوک میکسملین کو 1864ء میں میکسیکو کا بادشاہ بنا دیا۔

میکسملین نے ملکی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے آزاد خیالی کی پالیسی اختیار کی۔ اس وجہ سے تمام قدامت پسند ناراض ہو گئے۔ ادھر آزاد خیال گروہ بادشاہی کی مخالفت پر تلا بیٹھا تھا۔ جمہوریہ امریکہ نے میکسملین کو بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور وہ آزاد خیال گروہ کے لیڈر کو جائز حکمران مانتی رہی۔ خانہ جنگی جاری رہی۔ ہسپانیہ اور برطانیہ لوئی نپولین کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ یورپ میں نازک حالات پیدا ہوئے تو خود لوئی نپولین نے بھی میکسملین کی امداد چھوڑ دی۔ 14 مئی 1867ء کو میکسملین ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوا۔ 19 جون کو اسے موت کی سزا دی گئی۔ اس کے بعد جمہوری حکومت قائم رہی اور اب تک قائم رہے۔

1895ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی سوا کروڑ تھی۔ 1910ء میں ڈیڑھ کروڑ اور آج کل دو کروڑ کے قریب ہے۔

جزائرغرب الہند:

ان میں چار اہم جزیرے ہیں، یعنی کیوبا، ہیٹی، ہسپانیولا یا سان ڈمنگو اور پورٹو ریکو۔ باقی چھوٹے چھوٹے جزیرے برطانیہ کے قبضے میں ہیں۔

کیوبا اور پورٹو ریکو جنگ ہائے آزادی کے زمانے میں ہسپانیہ سے وابستہ رہے، لیکن جب ہسپانوی حکومت نے اصلاحات جاری نہ کیں تو 1868ء میں جنگ شروع ہوگئی، جو دس سال جاری رہی۔ 1898ء میں امریکہ اور ہسپانیہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی، جس کا حال بیان کیا جا چکا ہے۔ معاہدے کے مطابق کیوبا اور پورٹو ریکو جمہوریہ امریکہ کے حوالے کر دیئے گئے۔ 1901ء میں دستور ساز اسمبلی منعقد ہوئی اور اس نے ایک دستور بنایا کہ جمہوری نظام حکومت حکومت میں دو ایوان کی مجلس ہو۔

پورٹو ریکو نے امریکہ کے ماتحت بڑی ترقی کی۔ وہاں بھی جمہوری نظام جاری ہے۔ سان ڈمنگو، یعنی ہسپانیولا میں ایک قومی انقلاب برپا ہوا اور ہسپانیہ نے جزیرے کو ترک کر دیا۔ (مئی 1865ء)۔ 1868ء میں اسے جمہوریہ امریکہ کے ساتھ ملانے کی کوشش کی گئی۔ امریکہ کے سینٹ نے یہ درخواست منظور نہ کی۔ 1910ء کے انتخابات میں فسادات کا اندیشہ تھا، لہٰذا امریکی بحری فوج قیام ان کے لیے وہاں اتار دی گئی۔ ہیٹی میں بھی بڑی بدامنی پیدا ہوئی، وہاں بھی امریکہ کو فوج بھیج کر امن قائم کرنا پڑا۔ 1915ء میں امریکہ نے دس سال کے لیے سیاسی اور مالی تحفظ کا انتظام کر لیا۔ پھر یہ مزید دس سال یعنی 1936ء تک کے لیے بڑھا دیا گیا۔

آبادیوں کی کیفیت یہ ہے:

کیوبا	............اکاون لاکھ اسی ہزار
پورٹو ریکو	............اکیس لاکھ چھیالیس ہزار
سان ڈمنگو	............بائیس لاکھ ساڑھے تیرہ ہزار
ہیٹی	............پینتیس لاکھ

افریقہ

مغربی، وسطی اور مشرقی افریقہ

مختلف حصوں کی چھان بین:

شمالی امریکہ کے ساحلی علاقوں اور مختلف شمالی ممالک سے اکثر لوگ بخوبی آگاہ تھے، لیکن افریقہ کے باقی حصوں کے متعلق معلومات اتنی کم تھیں کہ انھیں نہ ہونے کے برابر سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ پہلا کام یہ تھا کہ مختلف حصوں کو خوب دیکھ بھال لیا جائے۔ دور حاضر میں اس سلسلے کا آغاز منگو پارک [1] سے ہوا، جس نے 96-1795ء میں دریائے گیمبیا [2] کی چھان بین کی۔ پھر وہ شمالی و مغربی راستہ اختیار کر کے دریائے سینی گال کے کنارے سیگو [3] پہنچ گیا۔ اس کے بعد 1798ء میں ایک پرتگیز نے جنوبی و مشرقی افریقہ میں دریائے زیمبزی [4] اور جھیل میرو [5] تک سفر کیا۔ دو انگریز بچوانا لینڈ میں سفر کرتے ہوئے جھیل گامی [6] تک پہنچ گئے۔ 1805ء میں منگو پارک نے دریائے نائجر کا سفر شروع کیا اور وہ بسا(Busas) میں اس مقام پر پہنچ گیا، جہاں سے دریا بہت تیز چلتا ہے۔ اسی جگہ وہ بے چارہ ڈوب گیا۔

حکومت برطانیہ نے پہلے 1807ء میں پھر 1811ء میں بردہ فروشی ممنوع قرار دی۔ سوئزرلینڈ کے ایک سیاح برک ہارٹ نے بالائی نیل کا سفر کیا۔ پھر وہ بحیرۂ قلزم کی طرف نکل گیا۔ یہ سفر 1812ء میں شروع ہوا اور 1814ء تک جاری رہا۔ 1815ء میں فرانس، ہسپانیہ اور پرتگال نے بردہ فروشی ممنوع قرار دی۔ 1818ء میں مولیین (Mollien) نے گیمبیا اور سینی گال کے منبع دریافت کیے۔

1822ء میں تین من چلے آدمیوں نے طرابلس سے سفر شروع کیا اور صحرائی علاقوں میں سے گزرتے ہوئے پہلے جھیل چاڈ(Chad) پہنچے، پھر مغرب کا رخ کر کے وہ دریائے نائجر تک پہنچ گئے۔ اس سے پیشتر عام خیال تھا کہ نائجر جھیل چاڈ میں سے نکلتا ہے، لیکن ثابت ہو گیا کہ یہ خیال صحیح نہ تھا۔ 1820ء میں مصریوں نے بالائی نیل کی طرف مہم بھیجی اور خرطوم شہر کی بنیاد رکھی۔ 1825ء میں ایلگزانڈر لینگ نے شمالی سمت سے صحرائے اعظم کا سفر شروع کیا اور وہ ٹمبکٹو [1] پہنچ گیا۔ دور جدید کا وہ پہلا شخص تھا، جس نے ٹمبکٹو کو دیکھا۔

اس کے بعد غیر معروف علاقوں میں سیاحت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ 1827ء میں ایک فرانسیسی ٹمبکٹو

سے فرانسیسی گائنا پہنچا، پھر فاس 2 چلا گیا۔ مختلف اصحاب نے دریائے نیل اور دریائے نائجر کی چھان بین کی۔ پھر حبشہ میں سیاحت شروع ہوئی۔

لِونگ سٹون اور سٹینلے:

1849ء میں ڈیوڈ لونگ سٹون (Livingstone) نے تحقیقاتی سفروں کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ دراصل مسیحیت کا مبلغ تھا اور جا بجا تبلیغی مرکز قائم کرنے ہی کے لیے اس نے سفر شروع کیے تھے، لیکن نئے علاقے، دریا اور جھیلیں بھی دریافت کیں۔ مسیحیت کی تبلیغ بھی کی اور بردہ فروشی کے ہولناک واقعات دنیا کے سامنے پیش کر کے اس ظالمانہ مشغلے کی روک تھام میں بھی مدد دی۔ اس نے کئی سفر کیے اور انھی سفروں میں سے ایک میں وہ فوت ہوا۔ 1871ء میں ہنری سٹینلے (Stanley) اس کی تلاش میں نکلا اور جھیل ٹانگانیکا کے کنارے اس کے پاس پہنچ گیا۔ لونگ سون اپنا کام پورا کیے بغیر واپسی پر آمادہ نہ ہوا۔ یکم مئی 1871ء کو اس نے وفات پائی۔ پھر سٹینلے نے جھیل وکٹوریا نیانزا کے اردگرد چکر لگایا اور وہاں سے کانگو کو عبور کرتا ہوا اٹلانٹک کے ساحل پر پہنچ گیا۔ اس سفر میں تین سال صرف ہوئے۔ 1876ء میں افریقہ کی چھان بین کے لیے ایک بین الاقوامی انجمن بن گئی۔ سٹینلے کا آخری سفر 1887ء سے 1890ء تک جاری رہا۔ اس کی غرض یہ تھی کہ امین پاشا کو امداد پہنچائے۔ اس شخص کا اصل نام ایڈورڈ شنٹزر تھا (Schnitzer) تھا۔ حکومت مصر نے اسے استوائی افریقہ کا گورنر بنا دیا تھا اور امین پاشا کا خطاب دے دیا۔

اسی طرح افریقہ کے مختلف حصوں کی چھان بین ہوتی رہی۔

حبشہ اور بحیرۂ قلزم کا علاقہ:

حبشہ میں مختلف حکومتیں قائم ہو چکی تھیں۔ 1855ء میں ایک رئیس نے مختلف حکم رانوں کو اپنے تابع لا کر شہنشاہ کا لقب اختیار کیا اور اپنا نام تھیوڈور رکھا۔ اس کے عہد میں جو بغاوتیں ہوئیں، انھیں فرو کرنے میں دو انگریز مدد دیتے رہے۔ اکتوبر 1862ء میں یہ تجویز پیش کی کہ برطانیہ ترکوں کے خلاف حبشہ سے اتحاد کرے۔ اس تجویز کا کوئی جواب نہ ملا تو تھیوڈور نے برطانوی کونسل اور بعض دوسرے یورپی تاجروں اور مشنریوں کو گرفتار کر کے مگڈالا میں قید کر دیا۔ 1866ء میں نیا سفیر بھیجا گیا تو تھیوڈور نے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ حکومت برطانیہ نے الٹی میٹم بھیجے۔ وہ بھی اس تک نہ پہنچ سکے۔ آخر 1868ء میں سر رابرٹ نیپئر کے ماتحت ایک مہم بھیجی گئی۔ تھیوڈور نے شکست کھائی اور خودکشی کر لی۔ برطانوی فوج نے میگڈالا کو فتح کر کے قیدی چھڑائے اور وہ لوگ واپس آ گئے۔ ملک میں افراتفری پھیل گئی۔ اطالویوں نے بحیرۂ قلزم کی ایک

بندرگاہ خرید لی۔ 1872ء نیا شہنشاہ مسند نشین ہوا، جس کا لقب جوہنیس (Johannes) چہارم تھا۔ اس اثناء میں مصر نے بحیرہ قلزم کے ساحل پر راس گاردافوئی تک قبضہ کر لیا، جہاں سے افریقہ کا مشرقی گوشہ شروع ہوتا ہے۔ 1882ء میں ایک اور مقامی بادشاہ مینیلک (Menelek) نے جوہنیس کے بعد مینیلک شہنشاہ بنے گا۔

یورپی طاقتیں اور حبشہ:

اس اثناء میں انگریز، فرانسیسی اور اطالوی بحیرۂ قلزم پر اپنے اپنے علاقے پیدا کر لینے کے در پے تھے۔ محمد احمد مہدی سوڈان نے مصریوں اور انگریزوں کو سوڈان سے نکال دیا۔ برطانیہ نے صومالی ساحل پر اپنا اثر قائم کر لیا۔ زیلع اس حصے کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ فرانسیسیوں نے ایک علاقہ سنبھال کر اس کا نام فرانسیسی صومالی لینڈ رکھا۔ اطالویوں نے مصوع پر قبضہ کر کے اپنا تسلط بڑھانا شروع کیا، یہاں تک کہ خاصے بڑے علاقے کو لے کر اس کا نام اریٹر رکھا۔ اطالویوں کے ساتھ شہنشاہ حبشہ کی جنگ شروع ہو چکی تھی، اہل حبشہ نے یکا یک مصوع پر حملہ کر کے اطالویوں کی فوج برباد کر دی۔ اس موقع پر درویشوں نے شمالی حبشہ میں مداخلت کی اور جوہنیس کو ان کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اس وجہ سے اطالوی بچ گئے۔ 1889ء میں جوہنیس درویشوں کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کا بیٹا مینالک سے لڑتا رہا۔ اطالویوں نے اس کشمکش میں مینیلک کی حمایت کی اور اس سے کچھ علاقے لے لیے۔ اطالوی اس خیال میں تھے کہ پورے حبشہ پر ان کی سیادت قائم ہو جائے گی۔ اس سے پیشتر مینیلک کے ساتھ معاہدہ بھی ہو چکا تھا، مگر مینیلک نے موقع پاتے ہی ان کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا اور اطالویوں سے جنگ شروع ہو گئی، جس میں مینیلک نے فتح پائی۔ 1896ء میں بمقام عدوا، اطالویوں کی بیس ہزار فوج تباہی کے گھاٹ اتر گئی اور انھیں مجبور ہو کر حبشہ کی آزادی کا اقرار کرنا پڑا۔ حبشہ اور فرانس کے درمیان بھی صلح ہو گئی۔ برطانیہ نے بھی صومالی لینڈ کا خاصا علاقہ چھوڑ دیا۔

صومالی لینڈ کے ایک شیخ ملا محمد بن عبداللہ نے 1899ء میں اپنے ملک کی آزادی کے لیے جنگ شروع کی اور وہ کم وبیش بیس برس تک انگریزوں سے لڑتا رہا۔ برطانیہ کو بار بار اس کے خلاف مہمیں بھیجنی پڑیں۔ 1906ء میں برطانیہ، فرانس اور اٹلی نے حبشہ کی آزادی کے عہد نامے پر دستخط کیے۔ 1907ء میں مینیلک پر فالج کا حملہ ہوا اور اس نے اپنے پوتے لیج یسوع (Lijyasu) کو جانشین بنایا، جس کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ 1911ء میں اس پوتے کی شہنشاہی کا اعلان ہوا۔ اپریل 1916ء میں لیج یسوع نے اسلام کا اعلان کر دیا۔ مقامی امراء نے، جنھیں برطانیہ، فرانس اور اٹلی کی شہ اور امداد حاصل تھی، ملک میں بدامنی پیدا

کردی۔ وہ کہتے تھے کہ لیج یسوع جرمنوں کا آلہ کار ہے اور اس نے اسلام کا اعلان اس لیے کیا ہے کہ ترکوں کے ساتھ اتحاد کرلے۔ چنانچہ 27 ستمبر 1916ء کو اسے تخت سے اتار دیا گیا اور مینیلک کی ایک بیٹی ملکہ معظمہ قرار پائی۔ اس نے راس طفاری کو اپنا جانشین قرار دیا۔ راس طفاری ہی آج کل ہیلی سلاسی کے لقب سے حبشہ کا شہنشاہ ہے۔

مغربی افریقہ:

مغربی افریقہ میں بہت سے چھوٹے بڑے علاقے شامل ہیں۔ مثلاً فرانسیسی مغربی افریقہ، گیمبیا، سیرالیون، گولڈ کوسٹ، ٹوگولینڈ، نائجیریا، کامرونز، ریودی اورو، پرتگیزی گائنا۔ انیسویں صدی کے آغاز میں یورپ کی اکثر قوموں نے، جو بحری تجارت کررہی تھیں، افریقہ کے مغربی ساحل پر قلعے بنالیے تھے۔ غلاموں کے علاوہ یہ لوگ سونا، ہاتھی دانت اور تیل خرید کر باہر کے ملکوں میں لے جاتے تھے۔ جو قومیں اس تجارت میں لگی ہوئی تھیں ان میں خاص طور پر قابل ذکر پرتگیز، ہسپانوی، فرانسیسی، انگریز، ولندیز، اہل ڈنمارک اور اہل سویڈن ہیں۔ ملک کے اندر مختلف قبیلوں نے حکومتیں قائم کررکھی تھیں اور وہ لوگ زیادہ تر مسلمان تھے، اگرچہ آبادیوں کی اکثریت قدیم مذاہب پر قائم تھی۔ یہ حکومتیں دریائے سینی گال سے جھیل چاڈ تک چلی جاتی تھیں۔ دریائے نائجر کے جنوب میں حبشیوں کی بادشاہیاں تھیں۔ مثلاً مینڈنگو (Mandingo)، اشانٹی (Ashanti)، داھومی (Dahomey)، باگرمی (Bagirmi) آخری حکومت پر 1808ء میں ویدائی (Waidai) قبیلہ قابض ہوگیا تھا۔ ایک حکومت ویدائی تھی، جو سلطان دارفو سے مسلسل برسرپیکار تھی۔ مزید مشرق میں، جس سے مراد جنوبی لیبیا ہے، سنوسیوں کا اثر و اقتدار قائم تھا۔ ان کا نصب العین یہ تھا کہ عیسائیوں کو اسلامی علاقوں سے دور رکھیں۔

آہستہ آہستہ انگریزوں کی مداخلت بڑھنے لگی۔ کہیں کوئی مشن قائم کردیا، کسی مقام کو اپنی حفاظت میں لے لیا، کسی جگہ نئی آبادی قائم کردی۔ 1799ء میں سیرالیون کے مقام پر ایک آبادی آزاد غلاموں کے لیے قائم ہوئی، جو امریکہ میں آزاد کیے گئے تھے۔ برطانیہ کو اشانٹی کے حاکموں سے گولڈ کوسٹ (Goldcoast) میں پہلی جنگ پیش آئی (1824ء-1824) فرانسیسیوں نے آوری کوسٹ (Ivory Coast) کے مقامی رئیسوں سے پہلا معاہدہ کیا (1842ء)۔ گیمبیا کو سیرالیون سے الگ کرکے جداگانہ نو آبادی بنا دیا گیا (1843ء)۔ لائبیریا میں آزاد جمہوریت قائم ہوئی (1847ء)۔ گولڈ کوسٹ الگ برطانوی نو آبادی بنا (1850ء)۔ سینی گال کی نو آبادی کو حاجی عمر سے لڑائیاں پیش آئیں، جو 1890ء تک جاری رہیں، پھر فرانسیسیوں نے یہ علاقہ فتح کرلیا۔ جرمن تاجروں نے کامرون میں

ایک کارخانہ قائم کیا (1860ء)۔ اشانٹی سے برطانیہ کی دوسری جنگ (1873ء-1874ء)۔ فرانسیسیوں نے داھومی کے ساحل پر از سرنو قدم جمائے (1883ء) دریائے نائجریا کے بالائی علاقے کی تسخیر (1883ء-1888ء) فرانسیسیوں نے دوسری حبشی حکومتوں کے خلاف اقدامات کیے (1885ء-1886ء) شاہ داھومی نے فرانسیسیوں کی حفاظت قبول کر لی (1890ء)۔ دو سال بعد بادشاہ سے جنگ ہوئی اور اسے معزول کر دیا گیا۔ 1893ء میں اشانٹی سے تیسری جنگ ہوئی اور دو سال بعد چوتھی جنگ پیش آئی، جس میں کامیابی حاصل کر کے برطانیہ نے اپنی سیادت کا اعلان کر دیا۔ بیچ میں بعض اوقات مختلف یورپی طاقتوں کے درمیان متصرفہ علاقوں کی حد بندی کے متعلق جھگڑے بھی ہوئے، لیکن انھیں مصالحت سے ختم کر دیا گیا۔ بعض مقامات پر بغاوتوں سے بھی سابقہ پڑا۔ جرمنوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جو اختلافات پیدا ہوئے، ان کا ذکر تاریخ مراکش، نیز بین الاقوامی اور سیاسی تعلقات کے سلسلے میں آچکا ہے۔ 1914ء میں برطانیہ و فرانس نے جرمنوں کی نو آبادیاں اپنے قبضے میں لے لیں۔

کانگو اور آس پاس کے علاقے:

ان علاقوں میں کانگو کے علاوہ فرانسیسی استوائی افریقہ، ہسپانوی گائنا اور انگولا شامل ہیں۔ یہاں چونکہ گھنے جنگل واقع تھے، جن میں سے آمد و رفت آسان نہ تھی، لہٰذا کوئی بڑی حکومت قائم نہ ہو سکی۔ بنتو قبیلہ اس حصے میں آباد تھا اور اس کی مختلف شاخوں کو جہاں قدم جمانے کا موقع مل گیا، وہ لوگ بیٹھے رہے۔ انیسویں صدی میں وہاں چند قابل ذکر حکومتیں تھیں۔ فرانسیسیوں نے 1839ء میں یہاں قدم جمائے۔ 1849ء میں ساحل پر آزاد غلاموں کی ایک نو آبادی قائم کی اور مختلف حصوں میں چھان بین جاری رہی۔ 1876ء میں بلجیم کے بادشاہ لیوپولڈ نے برسلز میں سائنس دانوں، جغرافیہ دانوں اور مکتشفوں کی ایک بین الاقوامی کانگرس بلائی اور وسطی افریقہ میں اکتشافات کے لیے۔ ایک ایسی مجلس کی بنیاد رکھی، جس میں تمام قوموں کے افراد شریک تھے۔ اس کا بڑا مقصد یہ بتایا کہ بردہ فروشی کو ختم کیا جائے۔ ہر قوم کو مختلف حلقے دے دیئے گئے۔ اہل بلجیم نے نہایت سرگرمی سے کام کیا اور جا بجا چوکیاں قائم کر لیں۔ 1882ء میں بلجیم کی کمیٹی کو بین الاقوامی مجلس کی حیثیت دے دی گئی اور تجارت کو اس کا اولین مقصد قرار دیا گیا۔ چنانچہ کانگو کے حلقے میں مختلف جنسوں کی تجارت کے لیے مختلف کمپنیاں بن گئیں۔ جرمنی، پرتگال اور انگریزوں نے بھی ان سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ اپریل 1885ء میں ریاست کانگو کی سیادت شاہ لیوپولڈ نے سنبھال لی اور اسے اپنا ذاتی علاقہ قرار دیا۔ مختلف کمپنیوں کو کاروبار کے لیے بڑی رعایتیں دی گئیں، لیکن علاقے کی حیثیت ایک ذاتی ملکیت کی سی تھی۔ اسی طرح مختلف علاقوں کے متعلق حکومتوں کے درمیان سمجھوتے ہو گئے۔ 2 اگست

1889ء کو لیوپولڈ نے یہ اعلان کر دیا کہ حکومت بلجیم علاقہ کانگو کی وارث ہوگی۔ ایک سال بعد بلجیم کی حکومت نے کانگو کو بلاسود قرضہ دے دیا اور دس سال کے لیے امدادی رقم منظور کی۔ ادھر فرانسیسیوں نے مختلف علاقوں کو لے کر اکٹھا کر دیا اور ایک بڑا صوبہ بنا کر اس کا نام فرانسیسی استوائی افریقہ رکھا۔ انگولا کو 1914ء میں خود مختاری دے دی گئی۔ کانگو بلجیم کا مقبوضہ قرار پایا اور اسے انتظامی اعتبار سے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

جنوبی افریقہ

راس امید اور کیپ کالونی:

ولندیزوں نے راس امید کے علاقے پر اس لیے قبضہ کیا تھا کہ ولندیزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے جہاز سماٹرا، جاوا کی طرف جاتے ہوئے یہاں ٹھہر کر آرام کرلیا کریں۔ آہستہ آہستہ وہاں آبادی ہونے لگی اور 1657ء میں کچھ لوگوں نے کاشت کاری اور شراب سازی کا سلسلہ شروع کردیا تاکہ جہازوں کو ضرورت کا سامان مہیا کیا جاسکے۔ علاقے کا نام کیپ کالونی یعنی راس امید کی نوآبادی قرار پایا۔ اٹھارہویں صدی کے آخر تک ولندیز ہی کیپ کالونی پر قابض رہے۔ انھوں نے کھیتوں میں کام کرنے کے لیے مغربی افریقہ سے غلام وہاں جمع کر لیے تھے۔ آس پاس کے علاقوں میں جو مقامی باشندے (بش مین [1] اور ہائن ٹاٹ [2]) رہتے تھے، وہ اقتصادی لحاظ سے بہت پست حالت میں تھے، لیکن ان کے پاس مویشی ہوتے تھے اور تازہ گوشت کی رسد کے لیے ان سے مویشی کی خرید کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آہستہ آہستہ دوسرے لوگ بھی اس نو آبادی میں پہنچنے لگے۔ ان میں فرانس کے وہ پراٹسٹنٹ بھی شامل تھے، جو بادشاہوں کے مذہبی تشدد سے تنگ آکر پہلے ہالینڈ میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ 1700ء کے قریب کیپ کالونی میں کوئی ایک ہزار شہری موجود تھے۔ ان لوگوں نے آہستہ آہستہ اپنا دائرہ اثر پھیلا لیا اور بعض نے مویشیوں کی پرورش کے لیے زمینیں سنبھال لیں۔ اس طرح ان کا حلقہ شمالی سمت میں دریائے اورینج تک پہنچ گیا۔ جب آبادی خاصی بڑھ گئی تو ان لوگوں نے نمائندہ طرز حکومت کا مطالبہ کیا۔ 1795ء میں یہ تحریک اتنی ترقی کرگئی کہ ایک قومی اسمبلی کی تجویز سامنے آگئی۔

انگریزوں کی مداخلت:

یورپ میں انقلاب فرانس کے بعد لڑائیاں شروع ہوگئیں تو انگریزوں کو یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے ہالینڈ فرانسیسیوں کے قبضے میں آجائے اور وہ راس امید پر بھی مسلط ہوجائیں۔ یوں راس امید اور کیپ کالونی کو فرانسیسیوں کے قبضے سے بچانے کے لیے 1795ء میں انتظامات ولندیزوں کے ہاتھ سے چھین لیے۔ بیان یہ کیا گیا ہے کہ یہ سب کچھ ہالینڈ کے جلاوطن حاکم شہزادہ اورینج کی خواہش کے مطابق کیا گیا ہے۔ 1803ء میں فرانس کے ساتھ صلح ہوئی تو کیپ کالونی ولندیزوں کو واپس کردی گئی۔ صلح بہت تھوڑی دیر قائم رہی۔ لہٰذا 1806ء میں کیپ کالونی کی ولندیزی فوج دوبارہ حوالگی پر مجبور ہوگئی۔

انگریزوں نے بردہ فروشی ممنوع قرار دی۔اس سے جنوبی افریقہ میں مزدوری کے مسئلے نے خاصی نازک صورت اختیار کرلی۔اس وقت یہ سوچا گیا کہ ہاٹن ٹاٹوں سے یہ کام لیا جائے۔چنانچہ ایسی پابندیاں تجویز کرلی گئیں، جن کے مطابق ہاٹن ٹاٹوں کو مزدوری پر مجبور کیا جا سکے۔

30 مئی 1814ء کو نپولین کی بادشاہی ختم ہوگئی۔معاہدۂ پیرس کے مطابق تمام علاقے مختلف ملکوں کو واپس کردیئے گئے۔انگریزوں نے ساٹھ لاکھ پاؤنڈ دے کر کیپ کا علاقہ ولندیزوں سے لے لیا اور 1825ء تک برطانوی گورنر مطلق العنان حاکم کی حیثیت میں وہاں حکومت کرتا رہا۔

ابتدائی انتظامات:

برطانوی مشنری 1792ء سے جنوبی افریقہ پہنچ گئے تھے۔انھوں نے قدیم مقامی باشندوں کی حالت سدھارنے میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ڈاکٹر جان فلپ نے یہ تجویز پیش کی کہ ان لوگوں کو زمینیں دے دی جائیں اور الگ رہنے کا موقع دیا جائے، تاکہ ان کے معاملات میں مداخلت نہ ہو، لیکن فرنگی ایسی ہر تجویز کی مخالفت کرتے تھے، تاکہ ان کے کاروبار کو نقصان نہ پہنچے، پھر برطانوی آبادکاری بھی پہنچنے لگے۔1822ء میں اعلان کردیا گیا کہ ولندیزی زبان کی جگہ تدریجاً انگریزی زبان رائج کردی جائے گی۔بعض انگریزوں نے عیتال کو انگریزی ریاست قرار دیا، جسے حکومت نے تسلیم نہ کیا۔1835ء میں عیتال کا نام ڈرین رکھا گیا۔

بہرحال حکومت نے انتظامی معاملات کے سلسلے میں مشورے کے لیے ایک کونسل مقرر کردی، نیز مستقل عدالتیں بنادیں، جو انتظامی محکمے کے ماتحت نہ تھیں۔1826ء میں کیپ کالونی کی حد شمالی سمت میں دریائے اورنج تک پہنچادی گئی۔1828ء میں ہاٹن ٹاٹوں کو زمین خریدنے اور بیچنے کے پورے اختیارات دے دیئے گئے اور ان پر سے تمام پابندیاں اٹھالی گئیں۔1833ء میں قانون ساز کونسل بن گئی اور ایک سال بعد غلامی بالکل منسوخ ہوگئی۔اس سے پیشتر غلاموں کا بیچنا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔اس وقت جنوبی افریقہ میں کوئی پینتیس ہزار غلام موجود تھے۔وہ سب آزاد ہوگئے۔

چونکہ فرنگیوں کی کیفیت یہ تھی کہ وہ آہستہ آہستہ نئی زمینوں پر قابض ہوتے جاتے تھے اور اس طرح بنٹو قبیلے کی بھی زمینیں چھن گئی تھیں، اس وجہ سے انھوں نے ولندیز گلہ بانوں اور کسانوں پر سخت حملہ کردیا، جسے بڑی مشکل سے روکا گیا۔

مقامی باشندوں سے لڑائیاں:

1835ء میں حکومت برطانیہ نے کیپ کالونی کی مشرقی حد دریائے کی (Key) تک پہنچادی، لیکن بیچ کے علاقہ ان مقامی باشندوں کے لیے چھوڑ دیا، جن کے ساتھ تعلقات خوش گوار تھے، البتہ ولندیزی لوگ جنھیں بوئر کہتے تھے، اپنے قدم آگے بڑھاتے رہے، خصوصا وہ لوگ جو مویشی پالتے تھے یا کھیتی باڑی کرتے تھے۔ غلامی ممنوع قرار دی جا چکی تھی اور حکومت مقامی باشندوں کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کر رہی تھی۔ بوئروں نے سمجھا کہ ایسے حالات میں اپنا کاروبار اپنی مرضی کے مطابق جاری نہیں رکھ سکتے، چنانچہ انھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ ان زمینوں پر قابض ہو جائیں، جو کیپ کالونی کی حکومت کے دائرے سے باہر ہوں۔ اس طرح وہ اس علاقے میں آباد ہو گئے، جسے بعد میں ٹرانسوال کہا گیا۔ ایک اور گروہ زولو لینڈ اور نیٹال میں جابسا۔ یہ علاقے زولو قبیلے کے ایک جنگی لیڈر چاکا (Chaka) کے حملوں کی وجہ سے بڑی حد تک بے آباد ہو چکے تھے۔

زولو قبیلے کے بادشاہ ڈنگان (Dingaan) نے یہ کیفیت دیکھی تو ساٹھ بوئروں اور ان کے لیڈر کو فروری 1837ء میں قتل کر دیا۔ آگے چل کر بوئروں نے ڈنگان کو شکست دی اور وہ نیٹال میں آباد ہو گئے۔ پھر ایک اور شخص زولو قبیلے کا بادشاہ ہو گیا، جس نے ڈنگان کو شکست دے کر بوئروں کی حکومت تسلیم کر لی اور زولو قبیلے کے لوگ اپنے علاقے سے نکل نکل کر نیٹال میں آباد ہوتے گئے۔

1842ء میں نیٹال کے بوئروں اور انگریزوں کے درمیان لڑائی ہوئی جس میں بوئروں نے شکست کھائی۔ 1843ء میں نیٹال کو برطانوی نو آبادی قرار دیا گیا۔ اسی سال بسوٹو قبیلے کے لیڈر موشیش (Moshesh) سے معاہدہ ہوا اور اس نے انگریزی سیادت قبول کر لی۔ اسی طرح ایک اور مقامی سردار سے بھی معاہدہ ہو گیا۔ بعد ازاں نیٹال کو انتظامی لحاظ سے کیپ کالونی میں شامل کر لیا گیا۔ 1846ء میں برطانیہ کو ہاٹن ٹاٹوں سے لڑائی پیش آئی۔ پھر ایک کمیشن مقرر ہوا، جس نے نیٹال میں آباد ہونے والے زولو باشندوں کی آبادیاں الگ کر دیں۔ یہاں سے جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز و علیحدگی کا وہ سلسلہ جاری ہوا، جو اب تک چلا آتا ہے۔

1850ء میں پھر کیپ کالونی کی مشرقی سرحد پر مقامی باشندوں سے لڑائی شروع ہوئی، جو تین سال تک جاری رہی۔ 1856ء میں ان لوگوں نے اپنے پیشواؤں کی تجویز کے مطابق یہ طے کیا کہ اپنے مویشی ذبح کر دیں تاکہ گزرے ہوئے بہادروں کی روحیں واپس آئیں اور سفید فام باشندوں کو ملک سے نکال باہر کریں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ باشندے غذا سے محروم ہو گئے۔ ان کی کم و بیش دو تہائی آبادی مر گئی اور صرف

ایک تہائی باقی رہ گئی۔ اس طرح ان لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنا مسئلہ حل کر دیا۔

انگریزوں اور بوئروں کی کشمکش:

فروری 1848ء میں برطانوی گورنر نے کیپ کالونی کی حدوں کا اعلان کیا۔ ان کے اندر بوئر بھی آباد تھے، انھوں نے مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی۔ 1853ء میں نیا دستور جاری ہوا، جو دو ایوانوں پر مشتمل تھا: ایوان بالا کے پندرہ ممبر تھے اور ایوان زیریں کے چھیالیس۔ یہ سب منتخب ہو کر آتے تھے۔

اب جنوبی افریقہ کی جمہوریت کے علاوہ اور بھی آزاد ریاستوں کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ ان میں سے بعض جمہوریت میں شامل ہو گئیں۔ انگریز گورنر نے 1858ء میں یہ سفارش کی کہ جمہوریت کے علاوہ جو نو آبادیاں ہیں، ان کی وفاقی حکومت الگ بن جائے۔ یہ تجویز منظور نہ ہوئی اور معاملہ جوں کا توں رہا، یعنی حکمران انگریز رہے۔ آبادی میں خاصا بڑا حصہ بوئروں کا بھی تھا، جو خوشی سے انگریزوں کے ماتحت رہنے پر آمادہ نہ تھے۔

متفرق واقعات:

متفرق واقعات کی کیفیت یہ ہے:

(1) 1860ء میں ہندوستانی لوگ مزدوروں کی حیثیت میں جنوبی افریقہ گئے، تاکہ نٹال کی نو آبادی میں نیشکر کے کھیتوں میں کام کریں۔ انھیں تین سال کی میعاد پر وہاں پہنچایا گیا تھا۔ ان میں سے بہتیرے میعاد گزر جانے کے بعد بھی وہیں رہے۔ ان کے علاوہ عام ہندوستانی بھی تجارت اور کاروبار کے سلسلے میں وہاں پہنچ گئے۔

(2) 1860ء میں ریل جاری ہوئی۔

(3) 1861ء میں حکومت برطانیہ نے خلیج ڈلگوآئے [1] کے جزیروں پر قبضہ کر لیا، تاکہ یہ جزیرے ٹرانسوال کے بوئروں کے ہاتھ نہ پڑ جائیں۔

(4) 1865ء میں بوئروں نے بسوٹو قبیلے کی رئیس موشیش کے خلاف جنگ کی۔ موشیش نے شکست کھائی اور اپنے علاقے سے بڑے بڑے خطے بوئروں کے حوالے کر دیئے۔

(5) 1867ء میں ہوپ ٹاؤن (Hopetown) کے مقام پر ہیروں کی کان دریافت ہوئی۔

(6) برطانیہ نے موشیش کی درخواست پر بسوٹو لینڈ کا الحاق کر لیا۔

(7) 1871ء میں قصبہ کمبرلے کی بنیاد پڑی، جو ہیروں کی تجارت کا مرکز بن گیا۔ 1890ء تک چھ ٹن ہیرے نکالے جا چکے تھے، جن کی قیمت تین کروڑ نوے لاکھ پاؤنڈ تھی۔ اسی سال حکومت برطانیہ نے وہ پورا علاقہ اپنے قبضے میں لے لیا، جہاں ہیرے کی کانیں تھیں۔

(8) 1871ء میں برطانیہ کے وزیر نوآبادیات نے جنوبی افریقہ کی تمام نوآبادیوں کا ایک وفاق بنانے کی تجویز پیش کی، کیپ کالونی کی حکومت نے اسے منظور نہ کیا۔

(9) 1872ء میں کیپ کالونی کے اندر ذمہ دار حکومت قائم کر دی گئی۔

(10) اورنج فری سٹیٹ کو ہیرے کی کانوں والے علاقے کے الحاق سے اختلاف تھا۔ 1875ء میں نوے ہزار پاؤنڈ کی رقم بطور معاوضہ اورنج فری سٹیٹ کو دے دی گئی۔

بوئروں اور انگریزوں میں اختلافات:

1877ء میں حکومت برطانیہ نے جنوبی افریقہ کی جمہوریت کو سلطنت میں شامل کر لیا۔ بوئروں نے پال کروگر [1] کی قیادت میں اس کے خلاف احتجاج کیا، مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ 1879ء میں ایک ولندیزی زبان رائج کرائی جائے۔ بعد ازاں یہ قرار پایا کہ جنوبی افریقہ کی جمہوریت کو صرف اس میں بسنے والے لوگوں کو لیے مخصوص کرایا جائے اور برطانوی حکومت کی مداخلت سے آہستہ آہستہ نجات حاصل کی جائے۔ 1880ء میں ٹرانسوال کے بوئروں نے برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت کی اور آزاد بوئری جمہوریت کا اعلان کر دیا۔ برطانوی فوج اس کے مقابلے میں پسپا ہوئی۔ گلیڈ سٹون کی حکومت بوئروں کی خواہش آزادی کو دبانے کے لیے تیار نہ تھی، چنانچہ ایک معاہدہ ہو گیا، جس کے مطابق جنوبی افریقہ کی جمہوریت کو آزاد کر دیا گیا، لیکن برطانیہ کی سیادت اس پر قائم رہی۔ 1883ء میں کروگر جنوبی افریقہ کی جمہوریت کا صدر بن گیا۔ بوئروں نے زولو لینڈ میں بھی ایک جمہوریت بنانے کی کوشش کی، تاکہ انھیں مشرقی سمت میں سمندر تک راستہ مل جائے۔ اس چال کے توڑ کے لیے برطانیہ نے خلیج سینٹ لوسیا کا الحاق نیٹال سے کر دیا۔ 1885ء میں بچونالینڈ کا علاقہ برطانیہ کے زیر اثر آیا۔ 1886ء میں سونے کی کانیں دریافت ہوئیں اور جنوبی افریقہ کی معدنی دولت اور بھی قابل رشک بن گئی۔

بوئروں سے جنگ:

غرض اسی طرح حالات پریشانی کی صورت پیدا کرتے رہے۔ برطانیہ کی ہر کوشش کا مقصد نہ تھا کہ جنوبی افریقہ پر اثر و اقتدار قائم رہے۔ اس کے برعکس بوئروں کی خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح آزادی

حاصل کرلیں۔ان کا سب سے زیادہ زور ٹرانسوال میں تھا۔انگریزوں کی کوشش یہ تھی کہ ٹرانسوال کو دوسری ریاستوں کے ساتھ کسٹمز کے اتحاد میں شامل کرلیا جائے۔1899ء میں بوئروں کے ساتھ جنگ کی صورت پیدا ہوگئی۔شروع میں برطانیہ کے پاس صرف پچیس ہزار فوج تھی۔بوئروں کی تعداد اس سے بہت زیادہ تھی، اس لیے انگریزوں کو بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑیں اور انھوں نے شکستیں بھی کھائیں۔پھر لارڈ کچنر وہاں پہنچ گئے اور فوجی حالت بہت جلد سدھر گئی۔انگریزوں نے ستمبر 1902ء میں ٹرانسوال کا الحاق کرلیا۔کروگر بھاگ کر یورپ چلا گیا۔کچھ مدت تک بوئروں نے چھاپہ مار جنگ جاری رکھی، آخر کار وہ حوالگی پر مجبور ہو گئے۔جنگ کے خاتمے پر برطانیہ کی تین لاکھ فوج جنوبی افریقہ میں موجود تھی۔بوئروں نے برطانیہ کا اقتدار قبول کر لیا۔حکومت برطانیہ نے تیس لاکھ پاؤنڈ کی رقم انھیں اس غرض سے دی کہ وہ تباہ شدہ مکانوں اور برباد شدہ کھیتوں کو از سر نو درست کرلیں۔

بعد کے حالات:

بعد کے حالات کی سرسری کیفیت یہ ہے:

(1) جنرل بوتھا نے 1905ء میں ایک جماعت بنائی، جس کا مقصد یہ تھا کہ ٹرانسوال میں ذمہ دار حکومت قائم کی جائے۔اسی طرح کی جماعت دریائے اورنج کی نوآبادی میں بھی بن گئی۔1906ء میں ٹرانسوال کو ذمہ دار حکومت مل گئی۔

(2) 1907ء میں موہن داس کرم چند گاندھی وہاں پہنچے اور ہندوستانیوں کے حقوق کے لیے ستیہ گرہ شروع کی۔یہ سلسلہ 1914ء تک جاری رہا۔پھر گاندھی جی ضروری حقوق کا فیصلہ کرا کر ہندوستان چلے آئے، اور جنگ کے بعد یہاں آزادی کی تحریک سنبھالی۔

(3) پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو پھر اختلافات پیدا ہو گئے۔ایک فریق، جنگ سے علیحدگی پر مائل تھا۔اس کا لیڈر جنرل ہرٹ زوگ تھا۔دوسرا گروہ جنرل بوتھا کی سرکردگی میں برطانیہ کی حمایت کرنا چاہتا تھا۔1915ء میں انتہا پسند بوئروں نے بغاوت کردی، اس لیے کہ وہ جرمنی کے ہمدرد و معاون تھے۔اس بغاوت کو فوجی قوت سے فرو کیا گیا۔اسی سال جرمنوں کے اس علاقے پر قبضہ کرلیا گیا، جو افریقہ کے جنوب مغرب میں تھا۔

میڈغاسکر:

میڈغاسکر جنوبی افریقہ کے مشرق میں ایک بہت بڑا جزیرہ ہے، جہاں مختلف اوقات میں فاتحوں اور

آبادکاروں کے گروہ پہنچتے رہے۔ ان میں عرب بھی تھے، جو نویں صدی عیسوی میں پہنچے۔ افریقی باشندے بھی تھے، ملایا، پولی نیشیا اور میلانیشیا کے گروہ بھی کسی نہ کسی زمانے میں آئے۔ ایک گرو آٹھویں صدی عیسوی سے دسویں صدی عیسوی تک یہاں پہنچتا رہا، جسے ہوادا کہتے ہیں۔ یہ لوگ منگولی معلوم ہوتے ہیں۔

یورپی قوموں میں سے پرتگیز سب سے پہلے 1500ء میں میڈغاسکر آئے، پھر فرانسیسی وہاں پہنچ گئے۔ اس زمانے میں ہودا قبیلے کے بادشاہ جزیرے کے پیشتر حصے پر قابض تھے۔ فرانسیسیوں نے شروع میں ان کے ساتھ معاہدے کر لیے، لیکن آہستہ آہستہ قدم جما کر ان کا خاتمہ شروع کر دیا۔ 1883ء میں ان کے خلاف شدید جنگ کی۔ 1894ء میں آخری فیصلے کے لیے قدم اٹھایا اور 1896ء میں پورے جزیرے پر قبضہ کر لیا۔ آج کل میڈغاسکر فرانس ہی کے قبضے میں ہے۔

ایشیا

ہندوستان

برطانوی حکومت کا استحکام:

برطانوی حکومت کی داغ بیل تو پہلے پڑ چکی تھی، لیکن اس کا استحکام لارڈ ویلزلی کے زمانے سے ہوا، جو 1798ء سے 1805ء تک گورنر جنرل رہا۔ اس کے عہد حکومت میں ٹیپو سلطان فرمانروائے میسور سے آخری جنگ ہوئی، جس میں سلطان ٹیپو نے شہادت پائی اور اس کی سلطنت کے ایک حصے میں ہندو ریاست قائم کردی گئی، باقی حصے اتحادیوں، یعنی انگریزوں، نظام اور مرہٹوں میں تقسیم ہو گئے۔ مرہٹوں سے بھی جنگ ہوئی۔ پھر کارنوالس اور منٹو یکے بعد دیگرے گورنر جنرل بنے۔ بیچ میں سر جارج بارلو بھی کچھ مدت تک حکومت کرتا رہا۔ منٹو نے پنجاب کے سکھ حکمران رنجیت سنگھ سے معاہدہ کر کے دریائے ستلج کو درمیانی سرحد بنالیا (1809ء)۔ ہیسٹنگز نے انگریزی حکومت کی سرحدیں بڑھائیں۔ 1824ء میں برما سے پہلی جنگ ہوئی، جو دو سال جاری رہی۔ 1835ء میں شہنشاہ دہلی کا نام سکوں سے خارج کر دیا گیا۔ گویا مغل شہنشاہی کا جو سلسلہ برائے نام جاری تھا، وہ بھی ختم ہو گیا۔ اس طرح انگریزی حکومت کی بنیادیں ہندوستان میں پختہ ہو گئیں۔

پورے ہندوستان پر قبضہ:

لارڈ آک لینڈ (1836ء-1842ء) کے زمانے میں افغانستان سے جنگ ہوئی، جس کا آخری فیصلہ لارڈ ایلن برا (1842ء-1844ء) کے عہد میں ہوا۔ انگریز خاصا مالی اور جانی نقصان اٹھا کر واپس ہوئے اور افغانستان میں پہلے کی طرح امیر دوست محمد خاں کی حکومت قائم ہو گئی۔

1843ء میں سندھ پر قبضہ کیا گیا۔ بعد ازاں ہارڈنگ اور ڈلہوزی کے عہد میں سکھوں سے دو لڑائیاں ہوئیں۔ سکھوں کی حکومت ختم کر دی گئی اور برطانوی حکومت کی شمالی سرحد درۂ خیبر تک پہنچ گئی۔ برما کا علاقہ ’’پیگو‘‘ قبضے میں لے لیا گیا۔ 1856ء میں اودھ کی سلطنت ختم کر دی گئی۔ لارڈ ڈلہوزی نے بہت سے راجاؤں اور رئیسوں کے علاقے سلطنت میں شامل کر لیے۔

آزادی کی پہلی جنگ:

1857ء میں ہندوستان کی بعض فوجوں، رئیسوں اور مختلف حصوں کے عوام نے انگریزی حکومت کے خلاف آزادی کے لیے جنگ شروع کی، جسے عام طور پر ''غدر'' کہا جاتا ہے۔ بڑی کشمکش کے بعد انگریزوں نے دہلی اور لکھنو پر دوبارہ قبضہ کیا۔ آخری مغل شہنشاہ کو رنگون بھیج دیا گیا، جہاں وہ نومبر 1862ء میں فوت ہوا۔ بے شمار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ بہت سے رئیسوں کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں اور انھیں قید کر دیا گیا یا انڈیمان بھیج دیا گیا۔ یکم ستمبر 1857ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم کر کے ہندوستان کا انتظام براہ راست حکومت برطانیہ نے سنبھال لیا۔

ملکہ وکٹوریہ کا عہد:

وکٹوریا 1858ء میں ملکہ ہند بن چکی تھی۔ 1877ء میں اس کے لیے قیصرۂ ہند کا لقب تجویز ہوا۔ اس اثناء میں بھوٹان سے لڑائی ہوئی۔ کوئٹہ پر قبضہ جمایا گیا۔ افغانستان کے ساتھ دوسری مرتبہ جنگ ہوئی (1878ء-1881ء) 1885ء میں برما کے ساتھ تیسری جنگ ہوئی اور شمالی برما کا الحاق عمل میں آیا، گویا برما کی آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔

1885ء میں انڈین نیشنل کانگرس کی بنیاد رکھی گئی، جسے مسلمانوں کی حمایت بہت کم حاصل تھی۔ اس سے ہندوستان میں سیاسی غور و فکر کی بنیاد پڑی۔ 1892ء میں لیجسلیو کونسلوں کی توسیع عمل میں آئی۔ 1895ء میں ایک مہم چترال بھیجی گئی۔

تقسیم بنگال اور اس کی تنسیخ:

1898ء میں لارڈ کرزن ہندوستان کا وائسرائے بنا۔ اسی زمانے میں ملک کے اندر انجمن ہائے امداد قرضہ (کوآپریٹو سوسائٹیز) کا سلسلہ جاری ہوا، جس نے بڑی تیزی سے ترقی کی۔ اس سلسلے میں دیہاتی آبادی کو بڑا فائدہ پہنچا۔ اگر یہ انتظام نہ ہوتا تو دیہاتیوں کی زمینیں، جو معاش کا واحد ذریعہ تھیں، سود خور مہاجنوں کے قبضے میں چلی جاتیں۔ پنجاب میں قانون انتقال اراضی بنا (1901ء) جس کے مطابق غیر زراعت پیشہ کو زراعت پیشہ کی زمین خریدنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اس قانون کا مقصد بھی یہ تھا کہ دیہاتی آبادی کا ذریعہ معاش تباہ نہ ہو یا ان لوگوں کے قبضے میں نہ جائے، جنھیں زراعت سے کوئی تعلق نہیں۔

1905ء میں کرزن نے انتظامی لحاظ سے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس پر بنگالیوں نے شور بپا کی۔ ولائتی سامان کا بائیکاٹ شروع ہو۔ سودیشی تحریک کو تقویت پہنچی۔ دہشت انگیزی کے بہت

سے واقعات پیش آئے۔ 1911ء میں یہ تقسیم منسوخ کر دی گئی۔اسی سال جارج پنجم کی تاج پوشی کی رسم دہلی میں ادا ہوئی۔جارج پنجم ہی نے اس موقع پر اعلان کیا کہ تقسیم بنگال منسوخ کی جاتی ہے اور دارالحکومت کلکتہ کے بجائے آئندہ کے لیے دہلی ہوگا۔

مسلم لیگ:

مسلم لیگ میں آئینی اصلاحات کا مطالبہ تیز تر ہو رہا تھا اور مسلمانوں کے لیے کسی دستور میں، خواہ وہ کامل آزادی کا ہوتا یا محدود آزادی کا، اپنے ملی حقوق کی حفاظت کے متعلق اطمینان نہ تھا، لہٰذا1906ء میں اس غرض سے ایک سیاسی اسلامی جماعت کی بنیاد پڑی، جس کا نام آل انڈیا مسلم لیگ رکھا گیا۔اس کا پہلا اجلاس ڈھاکہ میں ہوا۔ پہلے بھی تفصیلاً بتایا جا چکا ہے اور یہاں بھی واضح کر دینا چاہیے کہ 1906ء سے 1947ء تک مسلم لیگ کی زندگی کے تین بڑے دور ہیں: پہلے دور میں وہ مسلمانوں کی جداگانہ قومی ہستی کو محفوظ کر دینے کے لیے کوشاں رہی۔ یہ دور جداگانہ انتخاب رائج ہو جانے پر ختم ہو گیا تھا، لیکن اس نے پوری کامیابی 1916ء کا میثاق لکھنو بن جانے پر حاصل کی، جب کانگرس نے اصولی اعتبار سے مسلمانوں کی جداگانہ قومی ہستی کا اعتراف کر لیا۔دوسرا دور عام اندازے کے مطابق 1937ء تک جاری رہا۔اس میں مسلم لیگ کی کوشش یہ تھی کہ کانگرس اور اس کے ذریعے سے ملک کی غیر مسلم اکثریت کے ساتھ ایسا سمجھوتا ہو جائے، جو مسلمانوں کو مذہبی، ثقافتی، سیاسی اور دوسرے حقوق کی حفاظت کا اطمینان دلا دے۔ بار بار کی کوششوں کے باوجود اس میں کامیابی نہ ہوئی، تو یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ مسلمانوں کو اپنی جداگانہ ہستی کی حفاظت کے لیے کوئی اور تدبیر کرنی چاہیے۔علامہ اقبال مرحوم نے 1930ء کے اجلاس لیگ منعقدہ الہ آباد میں بحیثیت صدر یہ تجویز پیش کی تھی کہ شمالی و مغربی ہند کے مسلم اکثریت والے علاقے اکٹھے کر دیئے جائیں اور وہ اگر چاہیں تو ایک جداگانہ یونٹ کی حیثیت اختیار کر لیں۔1940ء کے اجلاس لیگ منعقدہ لاہور نے فیصلہ کیا کہ شمالی و مغربی ہند، نیز مشرقی ہند میں مسلم اکثریت والے علاقوں کی آزاد ریاست بن جائے۔اسی قرارداد کو بعد میں قرارداد پاکستان کا نام دیا گیا۔یہاں سے مسلم لیگ کی جدوجہد کا تیسرا دور شروع ہوا، جو 1947ء میں تقسیم ہند پر پایہ تکمیل کو پہنچا۔تفصیلات کتاب کے پہلے حصے میں پیش کی جا چکی ہے۔

آئینی اصلاحات:

ہندوستان میں نمائندہ حکومت کی ابتداء بہت پہلے ہو چکی تھی۔1909ء میں وہ اصلاحات جاری ہوئیں، جو منٹو مارلے اصلاحات کہلاتی ہیں، اس لیے کہ ان کی ترتیب میں لارڈ منٹو وائسرائے ہند اور جان

مارلے وزیر ہند دونوں شریک تھے۔ ان میں ممبروں کی اکثریت چنی جاتی تھی۔ مسلمانوں کو اپنے نمائندے چننے کا الگ اختیار دے دیا گیا تھا۔ وائسرائے اپنی کونسل کے لیے ہندوستانی ممبر مقرر کرنے لگا۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ وزیر ہند کی کونسل میں دو ہندوستانی ممبر ہوا کریں۔

یہ اصلاحات چنداں اطمینان بخش نہ تھیں۔ جنگ کے زمانے میں مسٹر مانٹیگو وزیر ہند نے خود ملک کا دورہ کر کے لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے ہند کے مشورے سے نئی اصلاحات تجویز کیں، جو مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کہلاتی ہیں۔ اس وقت تک ملک میں عام بیداری پیدا ہو چکی تھی اور خود اختیاری حکومت کا مطالبہ بہت ترقی کر گیا تھا۔ مسلمانوں میں قومی جوش وخروش بہت تیز ہو گیا تھا، اس کی ایک وجہ طرابلس اور بلقان کی جنگیں تھیں، جن سے ترکوں کے قومی حقوق پر زد پڑی اور ترکوں کے ساتھ مسلمانوں کو ہم مذہبی کی بنا پر بڑی محبت تھی، نیز سلطان ترکی کو خلافت کا منصب حاصل تھا۔ پھر کانپور میں مسجد کے ایک حصے کی شہادت سے پوری قوم میں اضطراب پھیل گیا۔ 1914ء میں پہلی جنگ یورپ شروع ہوگئی، جس میں ترک جرمن کے ساتھ برطانیہ کے خلاف شریک ہوئے۔ اس وجہ سے بھی مسلمانوں میں بہت تشویش پھیلی۔

برما، ملایا اور ہند چینی

برما:

جس ملک کو آج کل برما کہا جا رہا ہے، اس کی بنیاد وہاں کے بادشاہ الانگ پایا(Alaungpaya) کی فتوحات سے پڑی تھی۔ اس کے جانشین چین کے حملوں کا مقابلہ کرتے رہے، اگرچہ سیام کو اپنے قبضے میں نہ رکھ سکے۔ اس کے بعد برما کے بادشاہوں نے ہندوستان کی طرف پیش قدمی کا رخ کرلیا۔ چنانچہ 1784ء میں انھوں نے اراکان فتح کیا، پھر 1793ء میں تناسرم کا ساحل لے لیا۔ اسی وجہ سے برما اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان پہلی جنگ ہوئی (1824ء-1826ء) انگریزوں نے آسام و اراکان کے علاوہ تناسرم کا ساحل بھی لے لیا، باقی علاقے چھوڑ دیئے۔

ان تصرفات کا نتیجہ یہی ہوسکتا تھا کہ برمی حکومت اپنے چھینے ہوئے علاقے لینے کی کوشش کرتی۔ اس پر 1852ء میں دوسری جنگ شروع ہوئی، جو 1853ء تک جاری رہی۔ انگریزی فوجوں نے رنگون اور پیگو پر قبضہ کرلیا۔ برمان میں انقلاب رونما ہوا۔ پہلے بادشاہ کو تخت سے اتار دیا گیا اور اس کی جگہ نیا بادشاہ مسند نشین ہوا، جس کا نام مندن من تھا۔ اسے برما کا بہترین بادشاہ کہا جاتا ہے۔ اسی نے مانڈلے شہر کی بنیاد رکھی، جو برما کا دارالحکومت بن گیا۔ انگریزوں سے تعلقات خوشگوار رہے۔ 1862ء میں برما اور حکومت انگلیشیہ کے درمیان تجارتی معاہدہ بھی ہوگیا، جس کے مطابق انگریزوں کو پورے ملک میں تجارت کا حق مل گیا اور پانچ فی صد چنگی محصول مقرر ہوا۔

برما کی آزادی کا خاتمہ:

1878ء میں مندن من کی وفات پر تھیبا (Thibaw) بادشاہ بنا۔ اس نے مسند نشین ہوتے ہی انگریزی تجارت میں مداخلت شروع کردی اور فرانسیسیوں سے ربط ضبط بڑھانے کے لیے گفت وشنید کی۔ وہ چاہتا تھا کہ فرانسیسیوں کی امداد سے ایک شاہی بنک قائم کرے، نیز مانڈلے سے ہندوستان کی سرحد تک ریلوے لائن بنوالے۔ انگریز برما میں فرانسیسیوں کا اقتدار برداشت نہ کرسکتے تھے۔ انھوں نے 22 اکتوبر 1885ء کو تھیبا کے پاس الٹی میٹم بھیج دیا، جس میں کہا کہ تجارت میں مداخلت ختم کی جائے اور آئندہ کے لیے غیر ملکی تعلقات میں وہ طریقہ اختیار کیا جائے، جو ہندوستان کی انگریزی حکومت کے مشورے کے مطابق ہو۔ یہ الٹی میٹم قبول نہ کیا گیا تو لڑائی شروع ہوگئی۔ انگریزوں نے مانڈلے پر قبضہ کرلیا۔ تھیبا حوالگی پر مجبور

ہوا، اسے گرفتار کر کے ہندوستان بھیج دیا گیا اور برما پر انگریز مسلط ہو گئے۔ یعنی برما ہندوستان کا ایک صوبہ بن گیا۔

انگریزوں کو ملک بھر میں امن قائم کرنے کے لیے مزید جدوجہد کرنی پڑی۔ برما کی حدیں ایک طرف سیام سے، دوسری طرف ہند چینی سے اور تیسری طرف چین سے ملتی تھیں، انگریزوں نے یکے بعد دیگرے سیام، چین اور فرانس (جس کے ماتحت ہند چینی تھا) سے گفت وشنید کر کے سرحدوں کا فیصلہ کر لیا۔

سیام:

سیام اور برما کے درمیان لڑائیاں ہوتی رہیں۔ طویل مدت کی لڑائیوں کے بعد برمیوں کو باہر نکالا گیا او رسیام میں ایک نئے خاندان حکومت کی بنیاد پڑی، جس کا پہلا بادشاہ راما اول تھا۔ (1782ء-1809ء)۔ راما سوم (1824ء-1851ء) نے مغربی قوموں سے تعلقات از سر نو پیدا کیے۔ جون 1826ء میں برطانیہ سے تجارتی معاہدہ کر لیا، پھر ایسا ہی معاہدہ جمہوریہ امریکہ سے ہو گیا۔ 1844ء میں کمبوڈیا سیام کی حفاظت میں آیا۔ راما چہارم (1851ء-1868ء) نے سیام میں عہد جدید کے ادارے قائم کیے۔ برطانیہ، جمہوریہ امریکہ، فرانس اور بعض دوسرے ملکوں سے نئے تجارتی معاہدے کیے۔ 1863ء میں فرانس نے کمبوڈیا کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔

ملک میں اصلاحات:

راما پنجم (1868ء-1910ء) کے عہد میں اصلاحات پایہ تکمیل کو پہنچیں۔ جاگیرداری کا نظام منسوخ کر دیا گیا۔ غلامی کو گھٹاتے گھٹاتے اڑا دیا گیا۔ نظم ونسق کی کایا پلٹ دی گئی۔ محاصل اور مالیات کی اصلاح ہوئی۔ ڈاک خانے بنے۔ تار کے سلسلے جاری ہوئے۔ ریلیں چلنے لگیں۔ فوج کو نئے اصول پر مرتب کیا گیا۔

فرانس کی خواہش یہ تھی کہ اپنا دائرہ اثر بڑھا لے، لیکن نہ سیام اس کے لیے تیار تھا، نہ برطانیہ اس پر راضی تھا۔ 1893ء میں سرحد پر جھگڑے ہوئے۔ فرانس نے دو جنگی کشتیاں بنکاک بھیج دیں۔ ساتھ ہی ایک سخت الٹی میٹم دے دیا۔ آخر سیام کو فرانس کا مطالبہ ماننا پڑا اور شمالی سمت میں کچھ علاقہ فرانس کو دے کر صلح کی۔ ساتھ ہی تیس لاکھ فرینک کا تاوان ادا کیا۔

1897ء میں شاہ سیام نے یورپ کا سفر کیا۔ 1907ء میں فرانس اور برطانیہ نے سیام کی آزادی کا از سر نو تصدیق کر دی اور اپنے اپنے حلقہ ہائے اثر مقرر کر لیے۔ چنانچہ دریائے مینام (Menam) جو شمال

سے جنوب کی طرف ملک کے عین وسط میں بہتا ہے، دونوں طاقتوں کے حلقہ ہائے اثر کی حد قرار پایا۔ اس دریا سے مغرب کی طرف انگریزی حلقہ اثر اور مشرق کی طرف فرانسیسی حلقہ اثر تھا۔ 1910ء میں راما ششم بادشاہ بنا۔ اس نے تعلیم جاری کی، نہریں بنوائیں، تقویم کی اصلاح کی، بیگار ختم کر دی۔ جولائی 1917ء میں سیام نے جرمنی اور آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کیا۔

برطانوی ملایا:

ملائی لوگ چودہویں صدی میں سماٹرا سے موجودہ ملایا میں پہنچے تھے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کوئی مستقل حکمران نہ تھا۔ جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی سلطنتیں بن گئی تھیں، جن میں سے ملکا کی سلطنت کو زیادہ شہرت حاصل تھی۔ 1511ء میں پرتگیزوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور وہ ٹین اور مسالوں کے اجارہ دار بنے رہے۔ 1602ء میں ولندیز پہنچے اور اپنا اثر بڑھاتے بڑھاتے انھوں نے 1641ء میں پرتگیزوں کو خارج کر دیا۔ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی نے 1786ء میں بمقام پینانگ ایک مرکز قائم کیا۔ 1795ء سے 1824ء تک ملکا کی حکومت دو تین مرتبہ انگریزوں نے عارضی طور پر ولندیزوں سے لے لی۔ یہاں تک کہ 1824ء میں انگریز ملکا پر مستقلاً قابض ہو گئے۔ اس سے پانچ سال پیشتر وہ سنگاپور کی بنیاد رکھ چکے تھے۔

انگریزوں کے ماتحت چینی مزدور بڑی تعداد میں ملایا پہنچنے لگے۔ وہ ٹین کی کانوں میں کام کرتے تھے۔ بعض نے بحری قزاقی بھی شروع کر دی تھی۔ 1873ء میں ایک انگریز مشیر مختلف حکمرانوں کو مشورے دینے کے لیے مقرر ہوا۔ 1875ء میں ملائیوں نے اس مشیر کو قتل کر دیا۔ انگریزی فوج نے وہاں پہنچ کر امن قائم کیا۔ 1889ء میں نو چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا وفاق قائم کر دیا گیا۔ 1914ء میں یہ کیفیت تھی:

(1) برطانوی ملایا براہ راست انگریزوں کے زیر حکومت تھا اور مختلف ریاستیں تین حلقوں میں بٹی ہوئی تھیں۔

(2) وہ ریاستیں، جو برطانوی تاج کے ماتحت تھیں، یعنی سنگاپور، پینانگ، صوبہ ویلیزلی اور ملکا۔

(3) وہ ریاستیں، جو وفاق میں شامل ہو چکی تھیں، یعنی پیراک، سلنگور، نگری سمبی لان (Negri Sembilan) اور پہانگ (Pahang)

(4) وہ ریاستیں جو وفاق میں شامل نہ تھیں۔ جہور، کیڈا پرلس، کلانتن (Kelantan) ٹرنگانو (Trengganu)۔

ہند چینی:

انیسویں صدی کے آغاز میں فرانسیسی ہند چینی کے بڑے علاقے پر شہنشاہ انام حکمران تھا۔ ملک کی ثقافت میں چینی اثرات کو بہت غلبہ حاصل تھا اور چینی شہنشاہ ہی کو سب سے بڑا حاکم مانا جاتا تھا۔ کچھ مدت تک خانہ جنگی بھی جاری رہی، پھر فرانسیسی مشنریوں کی مدد سے شہنشاہ انام نے ملک کو متحد دیا۔ اس وجہ سے فرانسیسی کیتھولکوں کو ہر قسم کے حقوق مل گئے۔ 1820ء میں جو بادشاہ ہوا، وہ مسیحیوں کا سخت مخالف تھا اور سمجھ رہا تھا کہ یہی لوگ مختلف صوبوں کے حاکموں کو بغاوت پر آمادہ کرتے ہیں، چنانچہ 1824ء میں اس نے سب مسیحیوں کو ملک سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ یہی امر فرانس کے بحری کمانداروں کے لیے ملکی معاملات میں مداخلت کا سبب بن گیا۔ 1858ء میں فرانس اور ہسپانیہ نے ایک مشترکہ مہم دربار انام کے خلاف بھیجی اور ساحلی علاقے پر گولہ باری کی۔ وہ لوگ دارالحکومت تک نہ پہنچ سکے، لہٰذا کوچین چین (Cochin China) کی مشہور بندرگاہ سیگون پر قبضہ کر کے بیٹھ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ 1862ء میں بادشاہ انام نے فرانس کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا، جس کے مطابق کوچین چین کے تین مشرقی صوبے فرانس کے حوالے کر دیئے اور دس سال میں دو کروڑ فرینک تاوان دینا منظور کیا۔ اس وقت سے کیتھولک مذہب کو انام اور ارد گرد کے علاقوں میں آزادی مل گئی اور بندرگاہیں فرانس کی تجارت کے لیے کھل گئیں۔

اقتدار کی توسیع:

کمبوڈیا میں ایک ہندو ریاست قائم تھی۔ اس کے مشرق میں انام اور مغرب میں سیام کی طاقتور حکومتیں تھیں، جن سے ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا۔ کمبوڈیا نے جب دیکھا کہ ایک طاقتور یورپی قوم کوچین چین میں پہنچ گئی ہے تو 1863ء میں اسے اپنی حفاظت کا مختار بنا دیا۔ 1874ء میں فرانس نے شہنشاہ انام کو مجبور کیا کہ اول کوچین چین پر فرانس کے قبضے کو مسلم مانا جائے، دوسرے غیر ملکی تعلقات میں فرانس کی پالیسی کو پیش نظر رکھا جائے اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔ اس طرح فرانس آہستہ آہستہ اپنا دائرہ اثر بڑھاتا رہا۔ 1884ء میں انام سے اقرار لے لیا کہ فرانس جس مقام کو فوجی نقطہ نگاہ سے مناسب سمجھے، اپنے قبضے میں لے لے۔ 1887ء میں کوچین چین، کمبوڈیا، انام اور ٹانکن کو متحد کر کے پورے علاقے کا نام ہند چینی یونین رکھا گیا۔ 1893ء میں لاؤس (Laos) پر بھی فرانس نے اپنا تسلط قائم کر لیا۔ اس طرح پورا ہند چینی فرانس کے قبضے میں آ گیا۔

جزائر شرق الہند:

یہ جزائر سماٹرا، جاوا، بورنیو، سراوک اور آس پاس کے بے شمار چھوٹے جزیروں کا مجموعہ ہیں۔ انھیں ملائی مجمع الجزائر بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ یہاں عام طور پر ملائی لوگوں سے ملتے جلتے لوگ آباد ہیں اور یہ ملایا کے قریب ہیں۔

پہلی صدی عیسوی میں ہندوستان کے ہندو حکمرانوں نے یہ جزیرے فتح کر لیے تھے اور ان میں کئی ہندو ریاستیں قائم ہوگئی تھیں۔ دسویں صدی عیسوی میں اسلام وہاں پہنچا اور جزیروں کی بہت بڑی آبادی نے یہ دین قبول کر لیا۔ پندرھویں صدی میں تمام جزیروں پر مسلمان بھی قابض ہو چکے تھے اور ہندو حکمران بالی اور دوسرے جزیروں کی طرف نکال دیے گئے تھے۔

سولھویں صدی میں پہلے پرتگیز وہاں پہنچے، پھر ولندیزوں نے ایک مرکز قائم کر لیا۔ انگریز بھی گئے تھے، لیکن وہاں قدم نہ جم سکے۔ 1619ء میں ولندیزوں نے بٹاویا شہر کی بنیاد رکھی، جو ولندیزی ایسٹ انڈیا کمپنی کا صدر مقام بن گیا۔ آہستہ آہستہ انھوں نے جزیروں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ انیسویں صدی کے اوائل میں وہ اکثر جزیروں پر قابض ہو چکے تھے، جن میں سے جاوا اور سماٹرا کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ 1825ء میں ولندیزوں کے خلاف بغاوت ہوئی اور انھوں نے جزیروں کے اندرونی علاقے بھی فتح کر لیے، لیکن بغاوت یا تحریک آزادی بعد میں بھی ختم نہ ہوئی۔ چنانچہ 1849ء اور 1888ء میں پھر ہنگامے بپا ہوئے۔ 1841ء میں شمالی بورنیو کے سلطان نے سراوک کا علاقہ جیمز بروک کو دے دیا اور اس کے بدلے میں اپنے دشمنوں کے خلاف امداد حاصل کی۔ جیمز بروک 1868ء تک سراوک کا راجا بنا رہا۔ اس کے بیٹے نے 1918ء تک حکومت کی، پھر اس کا پوتا جانشین ہوا۔ جزیرہ تیمور جو بالکل مشرق میں واقع ہے، ولندیزوں اور پرتگیزوں کے درمیان تقسیم ہوگیا۔ 1888ء میں برطانیہ نے سراوک پر اپنی سیادت قائم کر لی۔ اسی طرح شمالی بورنیو کو بھی اپنی حفاظت میں لے لیا۔ جزیرہ بالی پر ولندیزوں کی براہ راست حکومت کا آغاز 1908ء میں ہوا۔

چین اور کوریا

اجنبی مداخلت:

چین کی حکومت آہستہ آہستہ زوال پذیر ہوتی رہی۔ اندرونی بغاوتوں نے بھی اس کی قوت پر برا اثر ڈالا، تاہم علمی اور ذہنی ترقی کا سلسلہ جاری رہا اور عمدہ کتابیں مرتب ہوتی رہیں۔ رابرٹ ماریسن 1807ء میں کانٹن پہنچا۔ یہ پہلا پراٹسٹنٹ مشنری تھا۔ اس نے بائیبل کا ترجمہ چینی زبان میں کیا اور ایک ڈکشنری چینی اور انگریزی زبان میں مرتب کی۔

1825ء میں جہانگیر اور محمد علی نے کاشغر پر حملے کیے۔ چینی حکومت نے ان حملوں کی روک تھام کی۔ 1834ء میں امریکی مشنریوں نے جنوبی چین میں مذہبی تبلیغ، طبی امداد اور چینی تراجم کا کام شروع کیا۔ 1834ء میں برطانوی تجارت کا اجارہ ختم ہوگیا۔ چین میں ہندوستان نے افیون ناجائز طریق پر بھیجی جاتی تھی۔ حکومت چین نے یہ کوشش کی کہ افیون کی درآمد جائز قرار دی جائے۔ 1841ء میں برطانیہ کے ساتھ چین کی پہلی لڑائی ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت چین نے ہانگ کانگ برطانیہ کے حوالے کر دیا۔ کانٹن، ایما، فوچاؤ، مانگ پو اور شنگھائی تجارت کے لیے کھول دیئے۔ دو کروڑ دس لاکھ پاؤنڈ کی رقم بطور تاوان ادا کی۔

بغاوتیں:

1850ء میں ایک بغاوت شروع ہوئی، جس کا مرکز کونگ سی کا رصوبہ تھا۔ ایک زاہد اس بغاوت کا بانی تھا، جس نے پروٹسٹنٹ مذہب سے کچھ چیزیں لے لی تھیں۔ پھر اسے ایک قابل جرنیل مل گیا۔ اس بغاوت نے خاصی نازک شکل اختیار کر لی اور باغی فوجیں نانکن سے آگے پہنچ گئیں، لیکن دریائے زرد میں طغیانی آگئی تھی، اس لیے پیش قدمی رک گئی۔ 1855ء میں حکومت کی فوجوں نے انھیں شکست دی۔ اسی سال صوبہ یوئن میں مسلمانوں نے بغاوت کی اور اپنی ایک آزاد حکومت بنالی۔ 1873ء میں یہ بغاوت فرو ہوئی۔ بعض دوسرے قبیلوں نے بھی دیکھا دیکھی بغاوتیں شروع کر دیں۔ 1857ء سے 1858ء تک انگریز اور فرانسیسی کانٹن پر قابض رہے۔ آخر چین، برطانیہ، فرانس، امریکہ اور روس کے درمیان معاہدہ ہوا۔ چین نے گیارہ بندرگاہیں تجارت کے لیے کھول دیں۔ مسیحی مبلغوں کو تبلیغ کی آزادی دے دی۔ برطانیہ کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ پیکن میں غیر ملکی حکومتوں کے نمائندے موجود رہیں۔ یہ مطالبہ نہ مانا گیا تو فرانسیسی اور انگریزی فوجوں نے پیکن پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ شاہی دربار نے صلح کے لیے بھیجے ہوئے سفیروں کو گرفتار کر لیا تھا، اس لیے سزا کے طو

ر پر بادشاہ کے گرمائی محل کو آگ لگا دی گئی۔ چنانچہ چین نے تاوان کی رقم بڑھانی منظور کر لی۔ فرانسیسی مبلغوں کو اجازت دے دی گئی کہ وہ جہاں چاہیں زمین بھی خرید سکتے ہیں۔

جاپان کی پیش قدمی:

یورپی طاقتیں چین میں غیر ملکی اقتدار کا دروازہ کھول چکی تھیں۔ اس صورت حال سے جاپان نے بھی فائدہ اٹھایا اور 1874ء میں فارموسا پر قبضہ کرنے کے لیے ایک مہم بھیج دی۔ چین نے اسے بھی تاوان دے کر راضی کیا۔ 1877ء سے 1878ء تک چین نے لندن، برلین، پیرس، واشنگٹن، ٹوکیو، میڈرڈ اور پیٹرز برگ میں اپنے سفارتخانے قائم کیے۔ 1888ء میں چین کے اندر پہلی ریل جاری ہوئی۔ اسی سال کوئلے کی کانوں کی کھدائی شروع ہوئی، ساتھ ہی لوہے کی کانیں کھدیں اور فولاد سازی کے کارخانے قائم ہو گئے۔ 1894ء میں ڈاکٹر سن یٹ سین (1866ء-1925ء) نے کانٹن میں پہلی خفیہ انقلابی انجمن بنائی جس کا مقصد یہ تھا کہ مانچو خاندان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے۔ 1911ء سے پیشتر سن یٹ سین نے کم از کم دس مرتبہ اس مقصد کے لیے جدوجہد کی۔

1894ء میں چین اور جاپان کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ لڑائی کوریا میں دونوں طاقتوں کی رقابتوں اور سازشوں کا نتیجہ تھی۔ جاپان نے کوریا کی ملکہ کو گرفتار کر کے وہاں اپنی طرف سے نائب السلطنت مقرر کر دیا تھا۔ چین نے انگریزی جہاز میں فوج سوار کرا کر کوریا بھیجنی چاہی، وہ جہاز جاپان نے ڈبو دیا۔ چین نے پے در پے شکستیں کھائیں، آخر کوریا کی آزادی تسلیم کر لی۔ فارمرسا اور بعض دوسرے جزیرے جاپان کو دے دیئے، ساتھ ہی بیس کروڑ ٹائل [1] کی رقم بطور تاوان ادا کی۔

خاندان مانچو

1795ء-1912ء

چئن لنگ

1736ء-1795

چیاچنگ

1792ء-1820

تاؤ کنگ
1821ء-1850ء

شہزادہ چون

سئن فنگ
1851ء-1861ء

تنگ چہ
1862ء-1874ء

سائی فنگ
نائب السلطنت

کونگ سو
1875ء-1908ء

سؤن تنگ
1909ء-1912ء

چین کی بے بسی:

چین ان حالات میں عظمت کے باوجود بے بس سا ہو گیا۔ تعلیم یافتہ طبقے میں ان حالات نے بڑا جوش پیدا کیا۔ انھوں نے سمجھ لیا کہ جب جاپان موجودہ زمانے کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک زبردست قوت بن سکتا ہے تو چین کیوں نہیں بن سکتا! چنانچہ اصلاحات کا مطالبہ شروع ہو گیا۔ یورپی طاقتوں نے جا بجا حلقہ ہائے اثر قائم کر لیے۔ مصیبت یہ پیش آئی کہ ریلوں یا دوسرے صنعتی کارخانوں یا فوج کی تنظیم نو کے لیے ملک سے سرمایہ مل نہ سکتا تھا اور غیر ملکی سرمایہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا تھا کہ اجنبی اقتدار کا دائرہ زیادہ پھیلتا۔ جرمنی، روس اور فرانس نے جاپان سے کچھ جزیرے واپس کرا دیئے اور تاوان کی رقم بڑھا دی۔ اس سلسلے میں فرانس نے بہت سی مراعات لے لیں۔

1895ء میں فرانس اور روس نے چالیس کروڑ فرینک کا قرضہ چار فی صد سود پر چھتیس سال کے لیے دیا۔ چینی کسٹمز کو ضمانت ٹھہرایا گیا۔ اگلے سال انگریزوں اور جرمنوں نے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پاؤنڈ کا قرضہ پانچ فیصدی پر چھتیس سال کے لیے دیا اور کسٹمز سے وصول ہونے والی رقم ضمانت قرار پائی۔ غرض چین میں اجنبی اقتدار کا جال خوب بچھ گیا اور ہر طاقت اپنے لیے زیادہ سے زیادہ رعایتیں حاصل کرنے پر تلی رہی۔ جرمنی نے کیاؤ چاؤ پر قبضہ کر لیا۔ 1899ء میں اٹلی نے بھی ایک بندرگاہ کا مطالبہ پیش کر دیا۔

بکسروں کی بغاوت:

ملک میں اجنبی اقتدار کے خلاف بڑا سخت جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔ شان تنگ کے صوبے میں ایک قومی فوج تیار ہوئی جو اجنبی اقتدار کی سخت دشمن تھی۔ 1900ء میں بغاوت شروع ہو گئی جس میں بعض غیر ملکی نمائندے بھی مارے گئے۔ بڑی مشکل سے بچاؤ کا انتظام کیا گیا اور مختلف اجنبی طاقتوں نے اپنی فوجیں چین پہنچا دیں۔ 1901ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ چین چالیس سال میں پینتالیس کروڑ ٹائل کی رقم مع سود بارہ طاقتوں کو ادا کرے۔ تجارتی محصول پر نظر ثانی کی جائے، نیز تمام سفارت خانوں کو مستحکم کرنے کی اجازت دے دی اور ان کے سوا جتنے قلعے ہوں، ڈھا دیئے جائیں۔ ساتھ ہی ریلوے لائن پر غیر ملکی دستے حفاظت کے لیے مقرر کیے جائیں۔

آخری دور:

1904ء اور 1905ء میں روس و جاپان کے درمیان جنگ ہوئی جس کے حالات روس کے سلسلے میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ منچوریا، چین کو واپس مل گیا۔ 1905ء میں قومی بیداری اس پیمانے پر پہنچ چکی تھی کہ امریکہ کے مال کا بائیکاٹ شروع ہو گیا۔ جاپان نے چینیوں کے لیے ایک خاص وزارت تعلیم مقرر کر دی اور کم و بیش پندرہ ہزار طلبا جاپان پہنچ گئے۔ سن یٹ سین نے جاپان میں ایک انجمن بنائی جو تمام انقلابی انجمنوں کے اتحاد کی داعی تھی اور مانچو خاندان کا تختہ الٹنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی 1906ء میں دستوری حکومت کے لیے تیاریاں شروع ہوئیں۔ 1908ء میں ممالک غیر سے ریل کے لیے قرضہ لے لیا گیا۔ بغاوت بکسر میں جو تاوان جمہوریہ امریکہ کے حصے میں آیا تھا، اس کا نصف چھوڑ دیا گیا اور 1911ء میں اس رقم سے ایک کالج بنا، نیز گیارہ ہزار گریجوایٹ اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ بھیجے گئے۔ 1908ء میں پارلیمنٹ کے انتخاب کے لیے ایک دستور کا مسودہ تیار ہوا۔

انقلاب کا آغاز:

اکتوبر 1911ء میں حکومت کو معلوم ہو گیا کہ ہنکاؤ میں ایک انقلابی انجمن کا صدر مقام ہے۔ اس کے بعد انقلابیوں کے لیے فوری کاروائی کے سوا چارہ نہ رہا۔ 8 نومبر 1911ء کو یون شی کائی قومی اسمبلی کی طرف سے وزیر اعظم منتخب ہوا۔ اس کے انقلابیوں کے ساتھ صلح کر لی۔ سن یٹ سین کو یورپ سے آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی، اسے نانکن کی عارضی انقلابی اسمبلی نے چین کا صدر منتخب کر لیا۔ فروری 1912ء میں نوجوان شاہ چین تاج و تخت سے دست بردار ہو گیا۔ یون شی کائی کو قومی اسمبلی نے جمہوری حکومت کا صدر چن

لیا۔ سن یت سین نے اس خیال سے صدارت چھوڑ دی کہ ملک متحد رہے۔ ایک عارضی دستور بن گیا جس کے مطابق دو ایوان تھے، لیکن یون شی کائی اپنے اقتدار کو مستحکم رکھنے میں مصروف ہو گیا۔ اس وجہ سے اس کے خلاف کشمکش شروع ہو گئی۔ اس زمانے میں دو مخالف پارٹیاں خاص طور پر قابل ذکر تھیں۔ ایک ترقی پسند پارٹی جو چاہتی تھی کہ نظم و نسق زیادہ سے زیادہ مستحکم رہے، دوسری ڈاکٹر سن یت سین کی قومی پارٹی (کومن تنگ) جو پارلیمانی نظام کی داعی تھی۔ 1913ء میں پارلیمنٹ کا انتخاب عمل میں آیا۔ یون شی کائی نے محصول نمک کی ضمانت پر برطانیہ، فرانس، روس اور جاپان سے اڑھائی کروڑ پاؤنڈ کی رقم قرض لی۔ اس کی غرض یہ تھی کہ اس طرح اقتدار مستحکم ہو جائے گا۔ مخالفوں نے اسے مفاد ملکی کے خلاف قرار دے کر دوسرے انقلاب کا بندوبست شروع کر دیا۔ یون شی کائی نے پارلیمنٹ کو قوم پرور گروہ (کومن تنگ) سے پاک کر دیا۔ بیرونی منگولیا کی خود مختاری تسلیم کر لی۔ مئی 1914ء میں یون شی کائی نے اپنے لیے دس سال برسر اقتدار رہنے کا انتظام کر لیا اور اختیارات بھی بہت بڑھا لیے۔

کوریا:

کوریا کے متعلق چین اور جاپان کے درمیان کشمکش سولہویں صدی ہی میں شروع ہو چکی تھی۔ وہاں اٹھارہویں صدی کے اخیر میں مسیحی مشنری پہنچے۔ انیسویں صدی میں فرانس، جرمنی اور امریکہ کی بحری فوج کوریا میں داخل ہوئی۔ 1876ء میں جاپان نے کوریا کی آزادی منظور کرائی۔ 1882ء میں امریکہ کے ساتھ کوریا کا معاہدہ ہو گیا۔ اسی سال اہل کوریا نے جاپانی سفارت خانے پر حملہ کیا۔ چین نے مصالحت کرائی اور جاپان کو نقصان کا معاوضہ دلا دیا۔ 1885ء میں برطانیہ نے پورٹ ہملٹن پر قبضہ کر لیا۔ 1895ء میں کوریا کی ملکہ ماری گئی۔ بادشاہ بھاگ کر روسی سفارت خانے میں پہنچ گیا اور ایک سال روسیوں کی حفاظت میں رہا۔ 1896ء میں روس اور جاپان نے باہمی سمجھوتا کر کے ایک مشترکہ پروگرام تیار کیا جس سے فوج اور مالیات کی اصلاح مقصود تھی۔ 1898ء میں بادشاہ نے شہنشاہ کا لقب اختیار کیا۔ 1902ء میں جاپان و برطانیہ نے کوریا کی آزادی کا اعتراف کیا۔ 1907ء میں جاپانیوں کے دباؤ کے ماتحت شہنشاہ تاج و تخت سے دست بردار ہو گیا۔ اس کے جانشین کی حیثیت محض ایک کٹھ پتلی کی تھی۔ اس وقت سے نظم و نسق جاپانیوں کے قبضے میں چلا گیا اور کوریا کی فوج ختم کر دی گئی۔ اس پر جا بجا ہنگامے بپا ہوئے اور آزادی کے لیے جنگ شروع ہو گئی جسے بڑی مشکل سے فرو کیا گیا۔ اگست 1910ء میں جاپان نے کوریا کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

جاپان

یورپی ملکوں سے تعلقات:

جاپان کے سلسلے میں ایک اہم قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ اہل یورپ اور اہل امریکہ نے جاپان کے ساتھ ربط ضبط پیدا کرنے کی کوششیں ابتداء ہی میں شروع کر دیں، لیکن جاپانیوں نے خاصی دیر تک کسی قسم کا تعلق پیدا کرنے پر آمادگی ظاہر نہ کی اور وہ برابر مخالفت کرتے رہے، مثلاً روس نے 1793ء میں، انگریزوں نے 1795ء میں، امریکہ نے 1797ء میں یہ کوشش کی، لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ 1804ء میں روسی سفیر چھ مہینے تک ناگاساکی میں بیٹھا رہا، مگر کوئی معاہدہ نہ ہو سکا۔ 1846ء میں امریکہ کے ایک جہاز کا کماندار جاپان میں اتر گیا، مگر تجارت کے لیے جاپانی تیار نہ ہوئے۔ اسی طرح 1895ء میں امریکہ، ہالینڈ اور بعض دوسرے ملکوں کی کوششیں بھی ناکام ہی رہیں۔ بڑی مدت کے بعد جاپانیوں کی بے تعلقی ختم ہوئی۔ 1854ء میں ولندیزوں کی مدد سے جاپان نے بحری قوت کی بنیاد رکھی۔ 1858ء میں ہالینڈ، روس، انگلستان اور فرانس نے امریکی قونصل ٹاؤن سیند ہیرس [1] کی مثال سامنے رکھتے ہوئے تجارتی معاہدے کیے اور 1849ء میں کچھ غیر ملکی تاجر یوکوہاما میں آباد ہو گئے، تاہم ان پر حملے ہوتے رہے۔ تعلقات کا حقیقی آغاز مت شوہتو (Mutshuhito) کے عہد سے شروع ہوا، جو عام طور پر شہنشاہ میجی (Meigi) کے لقب سے مشہور ہے اور جسے حقیقی معنوں میں جاپان کی عظمت کا بانی قرار دیا جاتا ہے۔

عام حالات:

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ نظام حکومت امیروں کے ایک خاندان نے سنبھال لیا تھا، جس کے بااختیار آدمی کو شوگن کہتے تھے۔ ان مختاروں کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک مر جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔ کسی کے اولاد نہ ہوتی تو وہ اپنے عزیزوں میں سے کسی کو جانشین بنا دیتا۔ جاپانیوں نے 1860ء میں امریکہ سے تعلقات پیدا کیے، پھر 1862ء میں سفارتیں باہر بھیجیں۔ 1867ء میں جو شوگن تھا، اس کے خلاف مت شوہتو کی سرکردگی میں جدوجہد کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ شوگن پر مجبور ہو کر اپنے آپ کو بادشاہ کے حوالے کر دیا اور قریباً سات سو سال کے بعد جاپان فوجی جاگیرداری کی حکومت سے آزاد ہوا۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے مت شوہتو نے شہنشاہ میجی کا لقب اختیار کیا۔ اس نے جنوری 1868ء میں تمام اختیارات خود سنبھال لیے۔ اس وقت تک ایڈو (Edo ٹوکیو کا پرانا نام) کو کوئی خاص عظمت حاصل نہ تھی۔ شہنشاہ نے اسی مقام کو اپنا

دارالحکومت بنایا۔ چونکہ یہ جاپان کے مشرق میں واقعہ تھا، لہٰذا اس کا نام ٹوکیو رکھا گیا۔ جاپانی زبان میں اس کے معنی ہیں، مشرقی دارالحکومت۔

ترقیات کا دور:

شہنشاہ میجی 1868ء سے 1912ء تک، یعنی چوالیس سال حکمران رہا۔ اسی عہد میں جاپان ہمہ گیر ترقیات سے دنیا کی ایک عظیم الشان طاقت بن گیا۔ اسی عہد میں روس جیسی بڑی طاقت کے خلاف شاندار کامیابی حاصل کرکے جاپان نے عالم گیر شہرت حاصل کی۔

شہنشاہ نے بیرونی ملکوں سے تجارت کے دروازے کھول دیئے۔ جو لوگ جاگیردارانہ اقتدار کے حامی چلے آتے تھے، انھیں ختم کیا۔ جاگیرداری توڑ دی، صنعت وحرفت کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی۔ 1872ء میں حکم دے دیا گیا کہ تمام لوگ فوجی تربیت حاصل کریں۔ پہلے فوج کو فرانسیسی نمونے پر منظم کیا گیا، پھر جرمنوں کا طریقہ تنظیم اختیار کرلیا گیا۔ اسی سال پہلی ریلوے لائن کا افتتاح ہوا۔ قومی بنک قائم ہوگیا۔ قمری سنین کی جگہ شمسی سنین اختیار کیے گئے۔ مذہبی معاملات میں رواداری کا دور شروع ہوگیا۔ اس وجہ سے مسیحیوں کو تبلیغ کا اچھا موقع ملا۔

چین کے ساتھ تعلقات کی پوری کیفیت پہلے پیش کی جا چکی ہے، یعنی فارموسا پر قبضہ کرنا اور کوریا کو چین سے الگ کرانا۔

1881ء میں قومی اسمبلی بن گئی اور دو سیاسی پارٹیوں نے خاص شہرت حاصل کی۔ ایک آزاد خیال، یعنی لبرل پارٹی (جاپانی زبان میں جیوتو) دوسری ترقی پسند پارٹی (جاپانی زبان میں کائی شنتو)۔ 1882ء میں یورپی نمونے پر مرکزی بنک قائم کیا گیا۔ قانون مطابع میں تبدیلیاں ہوئیں۔ ہر قسم کی صنعتیں جاری ہوئیں۔ مثلاً کاغذ سازی، پارچہ بافی، مشین سازی وغیرہ ریلوے کا سلسلہ بہت پھیل گیا۔ جہازوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ تار اور ڈاک کو منظم کردیا گیا۔ پارلیمنٹ میں دو ایوان رکھے گئے۔ ایک ایوان امراء، جس کے تین سو تریسٹھ ممبر تھے۔ دوسرا ایوان عام، جس کے نمائندوں کی تعداد چار سو تریسٹھ تھی۔ پہلے انتخاب میں چار کروڑ بیس لاکھ کی آبادی میں سے چار لاکھ ساٹھ ہزار افراد کو ووٹ کا حق دیا گیا تھا۔

باقی حالات:

چین اور جاپان کی جنگ کے حالات بھی پہلے پیش کیے جا چکے ہیں۔ 1902ء میں انگریزوں اور جاپان کے درمیان، 1907ء میں فرانس اور جاپان کے درمیان معاہدے ہوئے۔ 1910ء میں جاپان

نے کوریا کو اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا۔ 1911ء میں فرانس و برطانیہ کے درمیان دس سال کے لیے نیا معاہدہ ہوا، جس میں فیصلہ کر لیا گیا کہ کوئی فریق ایک دوسرے کے خلاف جنگ میں شامل نہ ہو گا۔ 30 جولائی 1912ء کو شہنشاہ میجی کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ 1914ء میں جاپان نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔

بحرالکاہل کا حلقہ

آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، فلپینز

آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ

ابتدائی حالات:

بحرالکاہل کو جغرافیہ دانوں نے دو حصوں میں تقسیم کو رکھا ہے: ایک شمالی اور دوسرا جنوبی۔ اس میں چھوٹے بڑے بے شمار جزیرے ہیں جن پر مختلف حکومتیں قابض ہیں۔ ان سب کے حالات نہ پیش کیے جا سکتے ہیں اور نہ قابل توجہ ہیں، لیکن بعض بڑے بڑے جزیرے یا مجمع الجزائر خاص توجہ کے محتاج ہیں، مثلاً آسٹریلیا، تسمانیہ، نیوزی لینڈ، جزائر ہوائی، جزائر ٹہیٹی، جزائر ساموآ یا فلپینز جو چھوٹے بڑے بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض کے حالات یہاں بیان کیے جائیں گے۔ جاوا، ساٹرا، نیوگنی، بورنیو وغیرہ کے حالات الگ بیان کیے جا چکے ہیں۔ انھیں عام طور پر جزائر شرق الہند کہتے ہیں۔ اگرچہ ان کا بھی ایک حصہ بحرالکاہل میں واقع ہے۔

یورپی قوموں میں سے جس شخص کی نظر سب سے پہلے بحرالکاہل پر پڑی وہ غالباً ایک پرتگیز تھا، جو 1913ء میں وسطی امریکہ پہنچا اور پاناما کے مغربی ساحل سے اس نے بحرالکاہل کو دیکھا۔ پھر 1520ء میں فرڈیننڈ میگیلن (Migilan) ہسپانیہ سے تین جہاز لے کر روانہ ہوا اور جنوبی امریکہ کے نچلے گوشے کا چکر لگاتا ہوا بحرالکاہل میں داخل ہو گیا۔ وہاں سے پورے سمندر کو عبور کرتا ہوا فلپینز پہنچ گیا۔ وہیں ایک لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے جہازوں میں سے ایک بچ نکلا اور راس امید کا چکر کاٹتا ہوا یورپ پہنچ گیا۔ جنوبی امریکہ کے انتہائی جنوبی گوشے میں ایک آبنائے کا نام اسی من چلے ملاح کے نام پر آبنائے میگیلین رکھا گیا۔

اس کے بعد پرتگیز، انگریز، ولندیز اور دوسری قوموں کے لوگ یکے بعد دیگرے جہاز رانی کرتے اور نئے نئے جزیروں میں پہنچتے رہے۔ ان میں سے ایک انگریز جیمز کک کے بحری سفر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس طرح جس ملک کے لوگ جہاں پہنچ جاتے، اپنے ملک کا پرچم اڑا دیتے۔ انگریزوں نے آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، تسمانیہ، فیجی اور بعض دوسرے جزیروں پر قبضہ کر لیا۔ جرمنی نے جزائر مارشل اور جزائر سولومن، فرانسیسیوں نے ٹہیٹی اور بعض دوسرے جزیرے سنبھال لیے۔ ہسپانیہ جزائر فلپینز اور جزائر ہوائی پر قابض ہو گیا تھا، جنھیں بعد ازاں امریکہ کے حوالے کر دیا گیا۔

آسٹریلیا:

آسٹریلیا سترہویں صدی کے آغاز میں ولندیزوں نے دریافت کیا اور اس کا نام نیو ہالینڈ رکھا، لیکن اسے آباد نہ کر سکے۔ انگریز ملاح جیمز کک نے آسٹریلیا کے جنوبی و مشرقی ساحل کی خوب چھان بین کی اور اسے انگریزی علاقہ قرار دے کر نیو ساؤتھ ویلز نام رکھ دیا۔ اسی کی رپورٹوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت انگلشیہ نے فیصلہ کیا کہ اس دریافت شدہ علاقے میں قیدیوں کی بستی بسا دی جائے۔ چنانچہ 1788ء میں سات سو سترہ قیدی وہاں بھیجے گئے، جن میں سے پانسو بیس مرد تھے اور باقی عورتیں۔ قیدی وہاں بھیجنے کا سلسلہ 1840ء تک جاری رہا اور کئی نو آبادیاں وہاں بنیں۔ جزیرہ تسمانیہ بھی آسٹریلیا کے پاس تھا، اسے بھی قیدیوں ہی کے ذریعے سے آباد کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا اور 1853ء تک پچاس سال میں کم و بیش سڑسٹھ ہزار قیدی وہاں پہنچ چکے تھے۔ آسٹریلیا کے قیدیوں میں آئرلینڈ کے وہ مجاہد بھی شامل تھے، جنھوں نے 1798ء میں آزادی کی خاطر انقلاب برپا کیا تھا۔ انھوں نے 1804ء میں ہنگامہ عظیم بپا کر دیا، جسے بڑی سختی سے فرو کیا گیا۔

آزاد آباد کار:

آزاد آباد کاروں کا پہلا گروہ، جو گیارہ آدمیوں پر مشتمل تھا، 1793ء میں آسٹریلیا پہنچا۔ انھیں زمینیں، ضروری سامان اور کاروبار میں مدد کے لیے قیدی دے دیئے گئے تھے۔ چنانچہ ان میں سے بعض نے کھیتی باڑی اور بعض نے بھیڑ بکریاں پالنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی طرح آباد کاری ترقی کرتی گئی۔ نئے نئے علاقوں کی چھان بین شروع ہوئی۔ مقامی باشندے بالکل غیر متمدن طریق پر رہتے تھے۔ سفید فام آباد کاروں نے انھیں یا تو ختم کر دیا یا جنگلوں میں بھگا دیا اور اپنا حلقہ اثر بڑھاتے گئے۔ کچھ قیدیوں نے قزاقی شروع کر دی تھی، انھیں بھی آہستہ آہستہ ختم کیا گیا۔

1823ء میں قانون ساز مجلس بنی۔ مختلف شہروں کی بنیاد رکھی گئی۔ 1850ء میں پہلی ریلوے لائن بنی۔ اس وقت تک مختلف نو آبادیاں اپنے اپنے معاملات میں آزاد تھیں اور ان کے درمیان کوئی گہرا ربط ضبط قائم نہ تھا۔ 1850ء میں ان سب کو اپنی اپنی کونسلیں بنانے کی اجازت دے دی گئی۔ 1885ء میں وفاق کی بنیاد رکھی گئی، پھر تمام نو آبادیوں یا صوبوں کی یونین 1857ء سے 1900ء تک پایہ تکمیل کو پہنچی۔

متفرق حالات:

1851ء میں سونے کی کانیں دریافت ہوئیں، جن سے آسٹریلیا کی عظمت میں بہت اضافہ ہو گیا۔

صرف وکٹوریا کے علاقے میں جو کانیں تھیں، ان سے پہلے دس سال میں کم وبیش آٹھ کروڑ پاؤنڈ کا سونا نکلا۔ اس وجہ سے مزدوروں اور کارکنوں کے لشکر آسٹریلیا جانے لگے اور آبادی میں ترقی ہوئی۔ ریلیں مکمل ہو گئیں۔ 1852ء میں سڈنی شہر میں یونیورسٹی کی بنیاد پڑی۔ 1901ء میں یونین مکمل ہو جانے کے بعد آسٹریلیا کو دولت اقوام برطانیہ کا جزو قرار دیا گیا۔ اس طرح تدریجاً پورا آسٹریلیا آباد ہو گیا اور 1902ء میں فیصلہ کر دیا گیا کہ صرف ان لوگوں کو ملک میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، جو کسی یورپی زبان سے آگاہ ہوں گے۔ 1905ء میں کسی یورپی زبان کی جگہ مقررہ زبانوں میں سے کسی ایک کے متعلق واقفیت ضروری قرار دی گئی۔ اس طرح ایشیائی ہی نہیں، بلکہ حسب خواہش انگریزوں کے سوا دوسرے یورپیوں کو بھی داخلے سے روک دیا گیا۔

نیوزی لینڈ:

نیوزی لینڈ 1642ء میں ایک ولندیزی کپتان نے دریافت کیا تھا، لیکن وہ اس میں اترا نہیں اور جیمز کک نے کم وبیش سوا سو سال بعد نیوزی لینڈ کا از سر نو پتا چلا۔ وہاں اس زمانے میں ماؤری (Maori) لوگ آباد تھے، جو پالی نیشیائی نسل سے تعلق رکھتے تھے اور غالباً 900ء سے 1400ء تک وہاں پہنچے۔ اس وقت تک نیوزی لینڈ میں ان کی آبادی ایک لاکھ کے قریب تھی۔

پھر وہاں انگریز مشنری پہنچے۔ ان میں سے بعض نے عام تبلیغ شروع کی۔ ایک شخص نے بائبل کا ترجمہ ماؤری زبان میں کیا۔ 1826ء میں آبادکاری کے لیے ایک کمپنی بنی۔ 1837ء میں ایک شخص نے جو اصل میں بلجیم کا رہنے والا تھا، یہ دعویٰ کر دیا کہ میں نے بے شمار زمین مقامی باشندوں سے خرید لی ہے۔ اسی طرح مختلف لوگوں نے جگہ جگہ بڑے بڑے علاقے گھیر لیے، یہاں تک کہ 1840ء میں مختلف لوگ پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ ایکڑ زمین کی ملکیت کے مدعی تھے۔

برطانوی آبادکاری:

1840ء سے انگریز آبادکار وہاں پہنچنے لگے۔ نیوزی لینڈ کو برطانوی نو آبادی قرار دیا گیا اور آک لینڈ اس کا دارالحکومت بنا۔ چونکہ حکومت نے سارا کاروبار خود سنبھال لیا تھا، لہٰذا نیوزی لینڈ کمپنی کو کوئی دو لاکھ تراسی ہزار ایکڑ زمین دے کر راضی کر لیا گیا۔ وہ اندھا دھند زمین فروخت کر رہی تھی۔ حکومت چاہتی تھی کہ زمین ایک پاؤنڈ فی ایکڑ کے حساب سے فروخت کرے۔ کمپنی پانچ شلنگ فی ایکڑ کے حساب سے فروخت کرتی جاتی تھی۔

رزم و پیکار:

1843ء میں انگریزوں اور مقامی باشندوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی، جو پانچ سال جاری رہی۔ اس میں قصور سراسر آباد کاروں کا تھا۔ چونکہ تمام مقامی باشندے اس لڑائی میں شریک نہ تھے اور نہ ان میں اتحاد تھا، اس لیے وہ ناکام رہے۔ 1860ء میں پھر لڑائی شروع ہوگئی، جو کبھی چھڑ جاتی اور کبھی بند ہو جاتی۔ اس طرح دس سال تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔ اس لڑائی کی وجہ بھی یہی تھی کہ مقامی آدمیوں کی زمینیں سفید فام لوگ چھین رہے تھے۔ ایک تحریک یہ بھی جاری ہوئی کہ ماؤریوں کا بادشاہ کسی شخص کو بنا دیا جائے۔ 1865ء میں ایک نئی مذہبی تحریک جاری ہوئی، جو مقامی افسانوں اور بعض یہودی اور مسیحی عقیدوں کا ملغوبہ تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مسیحیت اور اس کے ساتھ یورپی اقتدار کی مخالفت کی جائے۔ آخر لڑنے والے مقامی باشندوں کی زمینیں ضبط کر لی گئیں اور جو مقامی باشندے وفادار رہے تھے، انھیں قانون ساز مجلس کے ممبر بنا لیا گیا۔

نیوزی لینڈ کمپنی کے ساتھ جھگڑا باقی رہا۔ آخر 1851ء میں اس کے ممبروں کو دو لاکھ اڑسٹھ ہزار پاؤنڈ کی رقم دے کر راضی کر لیا گیا۔

متفرق واقعات:

1861ء میں سونے کی کانیں دریافت ہوئیں۔ 1863ء میں نئی ریلوے لائن بنی۔ 1865ء میں آک لینڈ کی جگہ ولنگٹن کو دارالحکومت بنایا گیا۔ آک لینڈ جزائر نیوزی لینڈ میں سے شمالی جزیرے کے عین شمال میں تھا۔ ولنگٹن اس جزیرے کے جنوب میں تھا، یعنی اسے جزائر نیوزی لینڈ میں درمیانی حیثیت حاصل تھی۔ 1907ء میں نیوزی لینڈ کو ایک نوآبادی یا ڈومینین کا درجہ دے دیا گیا۔

فلپینز اور جزائر ہوائی

فلپینز:

جزائر فلپینز 1521ء میں دریافت ہوئے تھے۔ ہسپانیہ نے ان پر قبضہ کر لیا اور مختلف اوقات میں مہمیں بھیجی جاتی رہیں۔ 1565ء میں مختلف جزیروں کو مسخر کیا گیا اور 1571ء میں منیلا شہر کی بنیاد رکھی گئی۔ 1862ء میں انگریزوں نے منیلا پر گولہ باری کی اور اس پر قبضہ کر لیا، لیکن دو سال بعد وہ اسے چھوڑ گئے۔

ہسپانیہ جزیروں پر قابض رہا، لیکن مقامی باشندے کبھی اس قبضے پر راضی نہ ہوئے، یہاں تک کہ انھوں نے ہسپانیہ کے خلاف بہت سی خفیہ انجمنیں بنالیں۔ 1896ء میں ہسپانیہ کے خلاف بغاوت ہوئی، جس میں ڈاکٹر جوز رزال (Joserisal) کو موت کی سزا دی گئی۔ وہ بہت بڑا لیڈر تھا۔ 1898ء میں امریکہ سے جنگ چھڑ گئی اور ہسپانیہ نے دو کروڑ ڈالر کی رقم لے کر فلپینز کو امریکہ کے حوالے کر دیا۔

باقی واقعات:

امریکہ نے جزیروں کو سنبھالتے ہی ان کی اصلاح کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ تعلیم کو ترقی دی، عدالتیں قائم کر دیں، دو ایوانوں کی قانون ساز مجلس بنا دی۔ پہلا انتخاب 1907ء میں ہوا۔ اس میں ایک لاکھ ووٹروں نے حصہ لیا۔ 1913ء میں ہسپانوی کی جگہ انگریزی کو سرکاری زبان بنا دیا گیا، لیکن مقامی باشندوں کی سہولت کے لیے 1920ء تک ہسپانوی زبان استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

جزائر ہوائی:

یہ جزیرے جیمز کک نے 1778ء میں دریافت کیے تھے، وہیں وہ 14 فروری 1779ء کو مقامی باشندوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ 1810ء میں وہاں ایک مقامی شخص نے زیادہ تر جزیروں میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ 1820ء میں امریکہ سے مشنری وہاں پہنچے۔ پھر امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے ساتھ معاہدے ہو گئے۔ 1842ء میں امریکہ نے ان جزیروں کی آزادی تسلیم کر لی۔ پھر وہاں نمائندہ حکومت بن گئی اور بادشاہ نے بہت سے امریکیوں کو انتظامی اور عدالتی عہدوں پر مقرر دیا۔ فرانس نے کچھ مطالبے جزیروں کے خلاف پیش کیے (1815ء)۔ امریکہ نے فرانس کو تنبیہ کر دی اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ کسی یورپی طاقت کو ان پر قبضہ کرن کی اجازت نہ دی جائے گی۔ غرض یہ جزیرے آزاد رہے اور اگر ان پر کسی کا اثر تھا تو وہ امریکہ کا تھا۔

1875ء میں پرل ہاربر امریکہ کے حوالے کر دیا گیا، تاکہ وہاں اس کے جہاز کوئلہ لے سکیں۔ 1891ء میں ملکہ مسند نشین ہوئی۔ 1893ء میں مطلق العنان حکم رانی ختم کر دی گئی اور امریکہ نے جزیرے اپنے قبضے میں لے لیے۔ ایک سال بعد وہاں جمہوری حکومت بنادی گئی، جسے امریکہ نے تسلیم کر لیا۔ پھر یہ جزیرے مستقل طور پر امریکہ کے حوالے ہو گئے۔ جاپانی وہاں کثیر تعداد میں پہنچنے لگے، لیکن حکومت ہسپانوی، پرتگیزی اور فلپینی مزدوروں کی حوالہ افزائی کرتی رہی اور جاپان، چین اور کوریا کے مزدوروں کو وہاں جانے کی اجازت نہ تھی۔ 1910ء میں جزیروں کی کل آبادی ایک لاکھ بانوے ہزار تھی، ان میں اسی (80) ہزار جاپانی تھے اور ساڑھے اکیس ہزار چینی۔ اصل مقامی باشندے صرف بیس ہزار تھے۔ ساڑھے بارہ ہزار ایسے لوگ تھے، جنھیں نیم ہوائی کہا جا سکتا ہے۔ 1919ء میں پرل ہاربر کو بہت مستحکم کر لیا گیا۔ 1940ء میں آبادی سوا چار لاکھ کے قریب تھی۔

جزائر ساموآ:

یہ جزیرے 1722ء میں دریافت ہوئے تھے۔ 1790ء کے قریب وہاں امریکی اور یورپی لوگ پہنچنے لگے۔ 1872ء میں بہت سے مقامی رئیسوں نے درخواست کی کہ امریکہ انھیں سنبھال لے، چنانچہ مختلف چکروں میں سے گزرتے ہوئے یہ جزیرے 1899ء میں امریکہ کے حوالے ہو گئے۔

پہلی جنگِ عظیم

1914ء-1918ء

جنگ کا ابتدائی دور

مغربی محاذ: (1914ء)

جرمنی نے اسی نقشہ جنگ پر عمل کیا، جو 1905ء میں تیار کیا گیا تھا، یعنی جرمنی کی فوجوں کو فرانسیسی محاذ پر زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع کر دیا جائے۔ بلجیم میں سے گزر کر فرانس میں داخلے کا دروازہ کھولا جائے پھر دوسری فوجیں چکر کاٹتی ہوئی پیرس کو گھیرے میں لے لیں۔ اس نقشے کے مطابق جرمنوں کے لیے دائیں بازو پر بھاری فوجوں کا اجتماع ضروری تھا، لیکن جرمنی کے سپہ سالار جنرل مالٹکے نے (جو جنگ فرانس و جرمنی کے مشہور سپہ سالار اعظم جنرل مالٹکے کا بھتیجا تھا) دائیں بازو کی کچھ فوجیں جنگ سے پہلے اس لیے بائیں بازو کی طرف منتقل کر دی تھیں کہ جنوبی جرمنی پر حملہ ہو تو اس کی روک تھام کی جا سکے۔ مشرقی محاذ پر روس کے خلاف بہت کم فوجیں رکھی گئی تھیں۔ جرمنی کی سکیم یہ تھی کہ جلد سے جلد مغربی محاذ پر فیصلہ کن کامیابی حاصل کر لی جائے اور اس وقت تک مشرقی محاذ پر حملہ آوروں کو آگے بڑھنے سے روکا جائے۔

فرانس نے اس جنگ کے لیے جو نقشہ 1913ء میں تیار کیا تھا وہ جنرل جافرے (Joffre۔1852ء-1931ء) کا تیار کیا ہوا تھا اور جنرل فوش (Foch۔1851ء-1929ء) کی ہدایات کے مطابق تیار ہوا تھا۔ اس میں یہ امر پیش نظر نہ رکھا گیا تھا کہ جرمن فوجیں بلجیم میں سے گزر کر بھی فرانس میں داخل ہو سکتی ہیں، اس لیے کہ بلجیم کی غیر جانب داری سب نے تسلیم کر رکھی تھی۔ صرف یہ مقصد پیش نظر رکھا کہ محاذ کے جنوبی اور درمیانی حصے سے زبردست حملہ کیا جائے۔ فرانسیسیوں کا خیال تھا کہ روسی فوج آٹھ لاکھ کی تعداد میں مشرق کی طرف سے بڑھے گی، تو جرمنی اپنی فوجوں کا بڑا حصہ اس محاذ پر بھیجنے کے لیے مجبور ہو جائے گا اور امید تھی کہ برطانیہ سے کم از کم ڈیڑھ لاکھ فوج خود فرانس پہنچ جائے گی۔

جرمنوں کا حملہ:

جرمنی نے مغربی محاذ پر پندرہ لاکھ فوج جمع کی تھی جو سات حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ 4 اگست کی رات کو پہلی اور دوسری فوج بلجیم کے اندر داخل ہوئی اور بلجیم کی فوجیں پہلے برسلز کی طرف، پھر اینٹورپ کی طرف ہٹنے پر مجبور ہو گئیں۔ 20 اگست کو جرمن برسلز میں داخل ہو گئے۔ اس اثناء میں فرانس کی فوجیں میٹز کے

دونوں طرف جرمن لائن کو توڑ کر نکل جانے کی کوشش کرتی رہیں، لیکن جرمنوں نے انھیں کامیاب نہ ہونے دیا۔ پھر یکے بعد دیگرے جرمن نامور، مونٹ، میدی[1] سوائے سنس[2] لاؤون[3] ریمز[4] پر قابض ہو گئے۔

برطانوی فوج جو قریباً نوے ہزار آدمیوں پر مشتمل تھی، جنرل سر جان فرنچ کی سرکردگی میں فرانس پہنچی اور پانچویں فرانسیسی فوج کے بائیں بازو پر جم گئی۔

انگریزی فوجوں کو بھی پانچویں فرانسیسی فوج کے ساتھ پیچھے ہٹنا پڑا۔ جرمنوں نے بڑی تیزی سے شاندار پیش قدمی کی۔ فرانسیسی حکومت پیرس چھوڑ کر بوردو (Bordeaus) چلی گئی۔ مالٹکے نے سمجھا کہ فیصلہ کن کامیابی حاصل ہوگئی، لہٰذا اس نے اپنی دوسری اور تیسری فوج کو روسی محاذ پر جانے کا حکم دے دیا۔ اس اثناء میں جافرے نے اپنی چھٹی فوج جرمنوں کے بازو میں پہنچادی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جرمن جو تیزی سے پیرس کی طرف بڑھ رہے تھے، رک گئے اور انھیں جو خطرہ پیش آگیا تھا اس کی روک تھام کے لیے دو فوجوں کو جنوب مغرب کی طرف مڑ جانے کا حکم مل گیا۔ 5 ستمبر کو دریائے مارن (Marne) پر لڑائی ہوئی۔ جرمن بازو پر سے حملہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ برطانوی اور فرانسیسی فوجیں بھی اس صورت حال سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ آخر جرمنوں کو اپنا محاذ وردون (Verdune) کے مغرب میں پیچھے ہٹانا پڑا۔

جرمنوں نے وردون پر بار بار حملے کیے، لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

متفرق لڑائیاں:

اکتوبر سے نومبر تک بحری مقامات کے لیے سرگرم جنگ جاری رہی۔ جرمنوں نے مختلف بندرگاہیں لے لیں (لیکن وہ رودبار انگلستان کی بندرگاہوں تک نہ پہنچ سکے جہاں سے براہ راست انگلستان پر چھاپے مار سکتے تھے اور سخت خطرہ پیدا کر سکتے تھے) اور اِپر[1] پر حملے کے لیے بھاری فوج جمع کی۔ فرانسیسیوں اور جرمنوں نے نیو پورٹ (Nieuport) سے وردون تک پورے محاذ پر حملے شروع کر دیئے، لیکن یہ تمام حملے بے نتیجہ رہے۔ موسم سرما میں بمقام شمپین (Champagne) سخت لڑائیاں ہوتی رہیں۔ 1914ء کے اخیر تک مغربی محاذ میں کسی کے لیے آگے پیچھے ہونے کا امکان نہ رہا اور خندقوں میں بیٹھ کر لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ بلجیم کا بہت بڑا حصہ جرمنوں کے قبضے میں آچکا تھا۔ حکومت بلجیم فرانس کی بندرگاہ لاہاور (Lehavre) میں پہنچ گئی۔ پورے فرانس کا (قریباً دسواں حصہ) قریباً سوا تیرہ ہزار میل علاقہ جرمنوں کے قبضے میں تھا۔ ان میں سے بعض مقامات کوئلے اور لوہے کی کانوں کے اعتبار سے بہت اہم تھے۔ یہی خط جنگ تھا جس میں آئندہ تین سال تک دس میل سے زیادہ ردوبدل نہ ہوا۔

مشرقی محاذ:

روسیوں نے جنگ کا جو نقشہ تیار کیا تھا اس کی اصل غرض یہ تھی کہ آسٹریا کو ختم کیا جائے، للٰہذا زیادہ فوجیں آسٹریا کی سرحد پر گلیشیا کے سامنے جمع کی گئی تھیں۔اس کے برعکس آسٹریا نے جو نقشہ جنگ تیار کیا تھا اس میں جرمنوں کی امداد سے روس کے اس علاقے میں پیش قدمی مدنظر تھی، جو 1914ء میں روسی پولینڈ کہلاتا تھا۔ جرمن دوسری مصروفیتوں کے باعث فوری امداد نہ دے سکے۔حکومت آسٹریا مشرق گلیشیا کو چھوڑ نہ سکتی تھی، جہاں تیل کے قیمتی چشمے تھے، للٰہذا اس نے لیم برگ [2] سے لبلن [3] کی طرف پیش قدمی کا فیصلہ کر لیا، یہاں تک کہ 3 ستمبر کو روسی لیم برگ پر قابض ہو گئے اور آسٹریا مشرقی گلیشیا سے پیچھے ہٹ گیا۔روس نے اور بھی چند شہر لے لیے۔

سرویا کے محاذ پر آسٹریا کی فوج زیادہ نہ تھی۔بلغراد پر گولہ باری ہوئی، پھر پیش قدمی شروع ہو گئی، لیکن سرویوں نے بھی جم کر مقابلہ کیا۔کچھ دیر تک کشمکش جاری رہی، پھر سروی پیچھے ہٹ گئے اور آسٹریا نے 2 دسمبر کو بلغراد پر قبضہ کر لیا۔

جرمنوں کی پیش قدمی:

روسیوں نے فرانس کی التجاؤں پر دو فوجیں اس غرض سے تیار کی تھیں کہ جرمنی کے صوبہ مشرقی پروشیا پر مشرق اور جنوب سے پیش قدمی کی جائے۔چنانچہ روسیوں کی پہلی فوج آگے بڑھی تو جرمن کماندار بے بس ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔اس پر مشرقی محاذ کی کمان جنرل ہنڈن برگ [1] کے حوالے کی گئی، جسے بعد میں فیلڈ مارشل کا خطاب ملا۔لوڈنڈارف [2] ہنڈن برگ کے ساتھ تھا۔ہنڈن برگ نے ٹینن برگ (Tennenberg) کی لڑائی میں روسیوں کو ایسی شکست فاش دی کہ وہ پھر سنبھل نہ سکے۔کم وبیش ایک لاکھ قیدی جرمنوں کے ہاتھ آئے۔ساتھ ہی جھیلوں (Masurian Lakes) کی جنگ میں روسیوں نے ایک اور شکست کھائی اور اس میں ان کے سوا لاکھ آدمی اسیر ہوئے۔ان دو لڑائیوں نے روسی قوت کو بھی سخت نقصان پہنچایا اور ان کا فوجی وقار بھی خاک میں مل گیا۔

آسٹریا پر روسیوں کا دباؤ بہت بڑھا ہوا تھا۔اب جرمنوں کی امداد سے روسیوں کو ایک اور شکست ہوئی، جس میں وہ کوہستان کارپیتھیا سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔جرمنی اور آسٹریا کی فوجیں دریائے وِچودا کی طرف بڑھنے لگیں۔روس کی پوزیشن پورے محاذ پر خاصی نازک رہی، لیکن آسٹریا سرویا کے مقابلے میں اپنی برتری زیادہ دیر تک قائم نہ رکھ سکا، یہاں تک کہ 15 دسمبر کو سرویوں نے بلغراد پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

بحری جنگ:

برطانیہ کا جنگی بیڑا مختلف مقامات پر ٹھہرا ہوا تھا۔اس کا ایک حصہ رود بار انگلستان کی حفاظت کر رہا تھا۔ جرمن بیڑا بحیرۂ شمالی کی بندرگاہوں میں مقیم تھا۔ 28 اگست کو برطانوی کروزروں نے ہیلی گولینڈ پر چھاپا مارا، جو جرمنوں کا بڑا مستحکم جزیرہ تھا۔ جرمنوں نے مقابلہ کیا،لیکن ان کے تین جہاز ڈوب گئے۔ جرمنوں نے جب دیکھا کہ برطانوی بیڑے کا مقابلہ آسان نہیں تو انھوں نے آبدوزوں کی جنگ پر خاص توجہ کی اور اس طرح برطانیہ کے چند جہاز ڈبوئے۔ ایک بحری لڑائی جنوری 1915ء میں ہوئی، جس میں برطانوی جہازوں کو خاصا نقصان پہنچا اور جرمنی کا صرف ایک جہاز غرق ہوا۔

جب جاپان نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا تو ایک جرمن اور امیر البحر چند کروزر لے کر جنوبی امریکہ کی طرف چلا گیا اور اس نے جگہ جگہ چھاپے مارے۔ واپسی میں اس کے چار جہاز غرق کر دیے گئے، صرف ایک جہاز بچ کر نکل سکا۔ جرمن امیر البحر، اس کے دو بیٹے اور ایک ہزار آٹھ سو آدمی بھی سمندر کی نظر ہو ئے۔ یہی امیر البحر تھا، جس کے نام پر جرمنوں نے ایک جہاز بنایا اور وہ دوسری جنگ عظیم میں غرق ہوا۔

جو جنگی جہاز باہر کے سمندروں میں تھے، ان میں سے جرمنی کے ایک جہاز ایمڈن (Emden) کا ذکر ضروری ہے جو چین کی ایک بندرگاہ سے نکل کر بحر ہند میں پہنچ گیا تھا۔اس نے متعدد جہاز قبضے میں کر لیے اور مدراس کے ساحل پر بھی گولہ باری کی۔ آخر اسے بھی ڈبو دیا گیا۔

نوآبادیوں کا فیصلہ:

لڑائی کے چھڑتے ہی جرمنی کی جو نوآبادیاں افریقہ کے مختلف حصوں میں تھیں، ان پر حملے ہوئے اور تمام نوآبادیوں پر برطانیہ نے قبضہ کر لیا۔ بحر الکاہل کے جزیرے جاپان نے سنبھال لیے۔

ترکی محاذ: (1914ء-1915ء)

ترکوں کے متعلق اتحادیوں کو اندیشہ تھا کہ وہ جرمنوں کا ساتھ دیں گے اور جنگ میں اتحادیوں کے خلاف شامل ہو جائیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ ترکوں نے برطانیہ سے دو جنگی جہاز تیار کرائے تھے جو ترکی روانہ ہونے چاہئیں تھے، مگر جنگ کے باعث انھیں روک لیا گیا۔ ترکوں نے اپنی دفاعی ضرورتوں کے لیے جرمنی کے دو جہاز لیے، جو بحیرۂ روم سے گزرتے ہوئے قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ترکوں نے ابتداء ہی میں روس کے خلاف جنگی کارروائیوں کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انھیں غیر جانبدار رکھنے کے لیے اتحادیوں نے وہ مراعات بھی ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا، جو غیر ملکیوں کو ترکی میں حاصل تھیں۔ 29 اکتوبر کو دو جنگی جہازوں نے،

جن میں دو جرمن کروزر بھی شامل تھے، بحیرۂ اسود کی روسی بندرگاہوں پر گولہ باری کی۔ برطانیہ اور اس کے حلیفوں نے فوراً ترکی سے تعلقات توڑ لیے اور الٹی میٹم دے دیا۔ روس نے 2 نومبر 1914ء کو ترکی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ برطانیہ اور فرانس نے 5 نومبر کو اس کی پیروی کی اور جزیرۂ قبرص کا الحاق کر لیا، جس پر برطانیہ 1878ء سے قابض تھا۔ ترکی محاذ کے کئی حصے تھے: ایک قفقاز کا محاذ، دوسرا مصر کا محاذ، تیسرا عراق کا محاذ، چوتھا عرب کا محاذ۔ قفقاز کے محاذ پر ترکوں نے خاصی کامیابی حاصل کی اور روس کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ مصر میں انگریزوں نے عباس حلمی پاشا خدیو کو معزول کر کے حسین کامل کی بادشاہی کا اعلان کر دیا اور اسے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ فروری 1915ء میں ایک ترکی فوج نے جزیرہ نمائے سینا کو عبور کر کے نہر سویز پر حملہ کیا۔ اس کی حفاظت کے لیے انگریزوں کو خاصی بڑی فوج مصر میں رکھنی پڑی۔

اتحادیوں کی تجویزیں:

اتحادیوں میں جنگی تدابیر کے اعتبار سے دو گروہ بن گئے تھے۔ چرچل، لائڈ جارج اور کچنر کی رائے تھی کہ فرانس کے محاذ پر لڑائی خندقوں تک محدود رہ گئی ہے، لہٰذا اس میں فرانسیسی فوج کو مدافعت کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے اور برطانیہ کو اپنی فوجیں دوسرے حصوں میں بھیجنی چاہئیں۔ مثلاً

(1) خلیج اسکندریہ میں فوج اتار کر شام اور اناطولیہ کی درمیانی ریلوے لائن قطع کر دی جائے۔ اس طرح اول ترک مصر پر حملہ نہ کر سکیں گے، دوم عربوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جا سکے گا۔

(2) سالونیکا کی بندرگاہ میں فوج اتار کر یونان اور بلغاریہ کو اتحادیوں کے ساتھ ملایا جائے۔ اس طرح اول سرویوں کے لیے سہولت پیدا کی جا سکے گی، دوسرے قسطنطنیہ کی طرف پیش قدمی کا دروازہ کھل جائے گا، سوم دریائے ڈینیوٹ کے راستے آسٹریا کے اندر پہنچنا آسان ہو جائے گا۔

(3) تیسری تجویز یہ تھی کہ دردانیال پر حملہ کر کے ایک فوج خشکی پر اتاری جائے، جو پیش قدمی کرتی ہوئی قسطنطنیہ پر قابض ہو جائے۔

بعض فرانسیسی جرنیل ان تجویزوں کو اچھا سمجھتے تھے، لیکن جان فرینچ اور جنرل جافرے، جو فرانس میں اتحادی فوجوں کے کماندار تھے، کہتے تھے کہ بیرونی محاذوں پر کامیابی سے اصل جنگ کو زیادہ فائدہ نہ پہنچے گا، اس لیے کہ آخری فیصلہ بہر حال بڑے یورپی محاذ پر ہی ہوگا اور اسی پر توجہ رکھنی چاہیے۔

گیلی پولی کی جنگ:

جنوری 1915ء میں روس نے برطانیہ سے اپیل کی کہ قفقاز کے محاذ پر ترکوں کا دباؤ کم کرنے کے

لیے کوئی تدبیر اختیار کی جائے، چنانچہ برطانیہ کی جنگی کونسل نے درِ دانیال پر حملے کا فیصلہ کیا۔ مقصود یہ تھا کہ قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ یونان کے وزیر اعظم نے اتحادیوں کو مدد دینے کی کوشش کی۔ یونان کے بادشاہ نے یہ تجویز رد کر دی اور وزیر اعظم نے استعفیٰ دے دیا۔ حکومت روس بھی یونان کی شرکت جنگ کے خلاف تھی۔ اسے اندیشہ تھا کہ کہیں یونانی فوجیں قسطنطنیہ نہ لے لیں۔

بہر حال ترکوں کو اس تجویز کا علم ہو گیا تھا انھوں نے گیلی پولی کی حفاظت کا پورا بندوبست کر لیا۔ برطانوی فوج وہاں اتاری گئی۔ آبدوزوں نے تین برطانوی جنگی جہاز ڈبو دیئے۔ یہی محاذ ہے جس میں لیمان فان سانڈرس کو ترکی فوج کا سپہ سالار بنایا گیا تھا۔ یہی محاذ ہے جس میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے جنگی ہنر مندیوں کے جوہر سب سے پہلی مرتبہ دکھائے اور برطانوی فوجوں کو شکست فاش دی، یہاں تک کہ وہ فوجیں ناکام واپس جانے پر مجبور ہوئیں۔

1915ء کی لڑائیاں:

مغربی محاذ پر 1915ء میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بعض حصوں میں فرانسیسی فوجیں آگے بڑھیں، لیکن عمومی حیثیت میں صورت حال وہی رہی جو پہلے تھی۔ اتحادی چاہتے تھے کہ جرمنوں کو شمالی فرانس سے باہر نکل جانے پر مجبور کر دیں، مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی اور صورت حال وہی رہی جو 1914ء میں تھی۔

روسیوں نے مشرقی پروشیا پر پھر پیش قدمی شروع کی، لیکن وہ پھر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے۔ اب جرمنوں میں بھی جنگی تدابیر کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہنڈن برگ اور لوڈ نڈارف کی رائے یہ تھی کہ مشرقی محاذ پر زیادہ فوجیں جمع کی جائیں۔ جنرل فالکن ہین کہتا تھا کہ جنگ کا فیصلہ مغربی محاذ پر موقوف ہے اور اسی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیے۔ بہر حال جرمنوں اور آسٹرویوں نے مل کر گلیشیا میں روسیوں کے خلاف زبردست پیش قدمی شروع کی اور انھیں شدید شکستیں دے کر پیچھے ہٹا دیا۔ جون 1915ء کے اخیر میں گلیشیا بالکل آزاد ہو چکا تھا اور بے شمار روسی فوجی قید ہو چکے تھے۔ جولائی میں پیش قدمی کا دوسرا شروع ہوا اور روس کے متعدد شہر لے لیے گئے، جن میں پولینڈ کا مرکزی شہر وارسا بھی شامل تھا۔ ستمبر تک روس سے پولینڈ، لتھوانیا اور کورلینڈ چھینے جا چکے تھے اور کم و بیش دس لاکھ فوجی قیدی بنا لیے گئے تھے۔

فروری 1915ء میں جرمنی نے اعلان کیا کہ اس نے آبدوزوں کے ذریعے سے برطانیہ کی ناکہ بندی کا فیصلہ کر لیا ہے اور 8 فروری سے اس تجویز پر عمل شروع ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں برطانیہ نے اعلان کر دیا جو سامان جرمنی کے لیے بھیجا جائے گا، خواہ وہ کسی جہاز میں ہو، اسے قبضے میں لے لیا جائے گا۔ 28 مارچ کو پہلا برطانوی جہاز ڈبو دیا گیا۔ یکم مئی کو امریکہ کے ایک جہاز پر بلا اشتباہ تارپیڈو مارا گیا۔

7 مئی کولوسی ٹینیا[1] جہاز پر تارپیڈو پڑا اور ایک ہزار ایک سو اٹھانوے جانیں تلف ہوئیں۔ان میں سے ایک سو انتالیس امریکی تھے۔اس امریکی جہاز کی غرقابی کے باعث جرمنی اور امریکہ کے تعلقات بہت خراب ہو گئے۔چنانچہ امریکہ کی طرف سے برلین میں احتجاج نامہ بھیجا گیا۔19 اگست کو ایک اور جہاز ڈوبا،جس پر دو امریکی سوار تھے۔آخر حکومت جرمنی کو سر جھکانا پڑا اور اس نے قبول کر لیا کہ آئندہ مسافروں کے کسی جہاز کو متنبہ کیے بغیر ڈبویا نہ جائے گا اور اگر جہاز مقابلہ نہ کرے گا تو اس کے تمام مسافروں کو بچا لینے کا انتظام کر لیا جائے گا۔چنانچہ 1915ء میں جرمنی کی پالیسی یہی رہی۔

اٹلی کی شرکت جنگ:

اٹلی نے آسٹریا اور جرمنی سے جو معاہدہ 1882ء میں کیا تھا اور جس کی تجدید ہوتی رہی تھی،اس کے مطابق وہ آسٹریا اور جرمنی کا ساتھی تھا،لیکن اس نے 3 اگست کو یہ بہانہ پیش کر دیا کہ آسٹریا نے سرویا کے خلاف جارحانہ اقدام کیا ہے،جو معاہدہ سہ گانہ کے مطابق نہیں،لہٰذا وہ جنگ میں شامل نہیں ہو سکتا اور غیر جانبدار رہے گا۔ساتھ ہی مطالبہ پیش کر دیا کہ بلقان میں کچھ علاقے دیئے جائیں۔جرمنی اس کے لیے تیا رتھا،لیکن آسٹریا تیار نہ ہوا۔جرمنی کے اصرار پر آسٹریا نے کچھ علاقہ دینے پر آمادگی ظاہر کی،اس سے اٹلی کی تسلی نہ ہوئی۔اس اثناء میں انگلستان،فرانس اور روس نے لندن میں اٹلی سے خفیہ معاہدہ کر لیا۔اس کے مطابق اٹلی کو بہت سے علاقے دینے کا وعدہ کر لیا گیا۔ان میں جنوبی ٹائرول،ٹریسٹ،بحیرۂ ایڈریاٹک کے وہ جزیرے جو ساحل ڈلمیشیا کے قریب ہیں،نیز صوبہ ڈلمیشیا کا جنوبی حصہ بھی شامل تھا۔جزائر دوازدہ گانہ[1] پر اٹلی کا تسلط مان لیا گیا۔لیبیا،اریٹریا اور صومالی لینڈ میں کچھ مزید علاقے دینے کا فیصلہ کر لیا گیا۔یہ یقین بھی دلا دیا گیا کہ اگر سلطنت ترکی کے حصے بخرے کیے گئے تو اناطولیہ کا ایک صوبہ اٹلی کو دے دیا جائے گا۔

اس معاہدے کے بعد اٹلی نے جرمنی اور آسٹریا سے معاہدہ ختم کر دیا۔برطانیہ اور فرانس کے ساتھ بحری معاملہ طے کر لیا گیا اور 23 مئی 1915ء کو آسٹریا و ہنگری کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔جرمنی کے خلاف 28 اگست 1916ء تک اعلان جنگ نہ کیا،لیکن اطالوی فوجیں کوئی خاص کارنامہ انجام نہ دے سکیں۔1915ء میں صرف ساٹھ میل کے محاذ پر اٹلی نے گیارہ مرتبہ لڑائی کی اور اگر کبھی بڑھا بھی تو دس بارہ میل سے آگے نہ بڑھا۔

جنگ کا درمیانی دور

محاذِ بلقان:

بلقان کی ایک ریاست، یعنی سرویا تو جنگ کی بنیاد بن گئی تھی، باقی تین ریاستیں، یعنی یونان، بلغاریا اور رومانیا جنگ بلقان میں اتنی قوت ضائع کر چکی تھی کہ ان کے لے کسی نئی جنگ میں شریک ہونا ممکن نہ تھا، لہٰذا انھوں نے غیر جانبداری کا اعلان کر دیا۔ تاہم روس رومانیا کو جنگ پر آمادہ کرتا رہا، اس لیے کہ گلیشیا کی مہم میں رومانیا کی شرکت سے بڑا فائدہ پہنچتا تھا۔ چنانچہ روس نے یہ وعدہ بھی کر لیا کہ رومانیا کو ٹرانسلوینیا کا علاقہ بھی دے دیا جائے گا۔ جب تک رومانیا کا بادشاہ کیرول زندہ رہا (وفات 10 اکتوبر 1914ء) اس کے لیے شرکتِ جنگ کی بظاہر کوئی امید نہ تھی۔ جب اس کا بیٹا فرڈی نینڈ مسند نشین ہوا تو کامیابی کی امید بندھی، لیکن رومانیا کے وزیر اعظم نے اپنی قیمت اتنی بڑھا دی کہ صورت حال پہلے کی طرح یاس افزا رہی۔ وہ ٹرانسلوینیا کے علاوہ بھی کچھ علاقے مانگتا تھا۔

ادھر اتحادی چاہتے تھے کہ رومانیا یونان پر بلغاروی حملے کی حفاظت کا ذمہ اٹھائے یا بلغاریا کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ڈبروجا[1] کا کچھ علاقہ دے دے۔ رومانیا نے یہ تجویزیں ٹھکرا دیں۔ روس نے بہت زور ڈالا تو رومانوی وزیر اعظم نے کہا کہ ہم اس وقت شریک جنگ ہو سکتے ہیں کہ پانچ لاکھ اتحادی فوجیں بلقان میں پہنچ جائیں اور دو لاکھ روسی فوجیں بسربیا میں داخل ہو جائیں۔

بلغاریہ کی کیفیت:

ترکی کی شریک جنگ ہونے سے بلغاریا کی پوزیشن خاصی نازک ہو گئی تھی۔ اتحادیوں نے بلغاریا سے وعدہ کیا کہ جنگ کے خاتمے پر اسے مشرقی تھریس میں سے وہ پورا علاقہ دے دیا جائے گا جو دریائے مرِٹزا کے مغرب میں ساحل بحر سے بمقام اینوس[1] شروع ہو کر شمال میں میڈیا[2] تک جاتا ہے، نیز مقدونیہ کا وہ پورا علاقہ دے دیا جائے گا جس کے متعلق کوئی خاص جھگڑا نہیں۔ بلغاریا اس سے بہت زیادہ علاقے کا طلبگار تھا۔ جب اتحادیوں نے گیلی پولی میں فوج اتارنے کا فیصلہ کیا تو یونان کے سامنے یہ پیشکش کر دی کہ سمرنا اور اس کے آس پاس کا پورا علاقہ دے دیا جائے گا۔ بشرطیکہ یونان کیوالا[3] کا علاقہ بلغاریا کو دے دے اور بلقانی جتھے میں شامل ہو کر سرویا کو امداد پہنچائے۔ وینزیلا[4] وزیر اعظم اس پیشکش کو قبول کرنے کا حامی تھا، لیکن شاہ کانسٹنٹائن نے اسے منظور نہ کیا۔ وینزیلا اس کی وزارت ختم ہو گئی اور یونان نے اتحادیوں کی پیشکش ٹھکرا دی۔

اتحادیوں نے سرویا کو بھی یقین دلایا کہ اگر مقدونیہ کا علاقہ بلغاریا کے حق میں چھوڑ دیا جائے گا تو اسے بوسنیا اور ہرزی گوئینا کے علاوہ ایڈریاٹک کے ساحل کا بڑا علاقہ دے دیا جائے گا، مگر بلغاریا اس پر راضی نہ ہوا، اس لیے کہ وہ خود یونان اور سرویا کے علاقوں میں نظر جمائے بیٹھا تھا۔

بلغاریہ میدان جنگ میں:

اس اثناء میں جرمنوں نے بلغاریا کو اپنے ساتھ مل جانے پر راضی کرلیا۔ چالیس کروڑ فرینک کی رقم بطور قرضہ دے دی اور وعدہ کرلیا کہ مقدونیہ بلغاریا کو دے دیا جائے گا۔ اگر رومانیا جرمنی، آسٹریا، ترکی کے خلاف شامل جنگ ہوا تو ڈبروجا بھی بلغاریا کو مل جائے گا۔ اگر یونان نے کوئی مخالفانہ حرکت کی تو کیوالا بھی بلغاریا کے حوالے کر دیا جائے گا۔ جرمنوں نے یہ وعدہ بھی کرلیا کہ تیس دن کے اندر سرویا کے خلاف زبردست مہم شروع کردی جائے گی۔ اس مہم کے آغاز سے پانچ روز بعد بلغاریا شامل جنگ ہو جائے۔

غرض بلغاریا نے 21 ستمبر کو فوجی نقل وحرکت شروع کردی۔ سرویا کے لیے زبردست خطرہ پیدا ہوگیا۔ اس نے یونان سے امداد کی اپیل کی۔ وینزیلاس دوبارہ وزیراعظم بن چکا تھا، وہ امداد کے لیے تیار ہوگیا، لیکن شرط یہ پیش کی کہ اتحادی ڈیڑھ لاکھ فوج مہیا کریں۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں نے وعدہ کرلیا۔ وینزیلاس نے بادشاہ سے خفیہ خفیہ یہ وعدہ لے لیا کہ اتحادی فوجیں سالونیکا میں اتر جائیں، مگر اعلان کیا کہ ہم نے اتحادی فوجیں اترنے کی درخواست ٹھکرا دی ہے۔ چنانچہ برطانیہ اور فرانس نے سالونیکا میں فوجیں اتار دیں۔ شاہ یونان نے وینزیلاس کی امداد سے انکار کردیا اور جنگ میں شامل ہونا منظور نہ کیا، چنانچہ وینزیلاس کو پھر استعفیٰ دینا پڑا۔

جرمنی اور آسٹریا کی مہم:

جرمنی اور آسٹریا نے 6 اکتوبر 1915ء کو سرویا کے خلاف مہم شروع کی۔ فان میکینسن اس مہم کا سپہ سالار تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں سرویا کا بہت بڑا علاقہ چھن گیا۔ بلغاریا نے بھی چند روز بعد اعلان جنگ کردیا۔ اتحادیوں نے یونان کو ہر قسم کے لالچ دیئے، یہ بھی کہا کہ جزیرہ قبرص لے لو، مگر یونان راضی نہ ہوا۔ سرویا کا بچا کھچا علاقہ بلغاریا نے فتح کرلیا۔ 2 دسمبر کو مانٹی نیگرو پر حملہ ہوا۔ شاہ مانٹی نیگرو ہتھیار ڈال کر اٹلی پہنچ گیا۔ گویا بلقان کی صورت حال آسٹریا اور جرمنی کے لیے زیادہ سے زیادہ سازگار ہوگئی۔

محاذ عراق: (1914ء-1916ء)

ابتداء میں برطانیہ نے سوچا تھا ہندوستانی فوج کو بھیج کر بصرہ پر قبضہ کرلیا جائے، تا کہ ایران سے آنے

والے تیل کی پائپ لائن محفوظ رہے۔ بعد میں بغداد کی طرف پیش قدمی شروع کر دی گئی۔ نومبر 1915ء میں ٹسی فون (مدائن) کے مقام پر انگریزوں اور ترکوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ اس میں کوئی فیصلہ نہ ہو سکا، لیکن اس وقت سے انگریزی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں، حتیٰ کہ ترکوں نے قط العارہ پر قبضہ کر لیا۔ اپریل 1916ء میں انگریزی فوج جس کا سپہ سالار جنرل ٹاؤن سینڈ تھا، ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوئی۔ یہ دس ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ روسیوں نے ترکوں پر دباؤ ڈالنے کے خیال سے شمالی و مغربی ایران میں پیش قدمی شروع کر دی اور مشرقی اناطولیہ میں بھی بعض مقامات پر حملے کیے۔ ترکوں نے جوابی حملے میں روسیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ انگریزوں کو مصر میں بھاری فوج رکھنی پڑی، اس لیے کہ مشرقی جانب سے نہر سویز پر ترکوں کی پیش قدمی کا خطرہ تھا اور مغربی جانب سے سنوسیوں کی یورش کا اندیشہ تھا، جنھوں نے جنوبی طرابلس میں خاصی بڑی قوت جمع کر رکھی تھی۔ 19 جولائی 1916ء کو ترکوں نے زیادہ بڑی قوت سے نہر سویز پر یورش کی، لیکن یہ یورش کامیاب نہ ہو سکی۔

سیاسی تغیرات:

1916ء تک مختلف ملکوں میں مختلف وجوہ سے کچھ سیاسی تغیرات بھی ہوئے۔ مثلاً

(1) حکومت برطانیہ نے جبری فوجی خدمات کا قانون منظور کیا۔

(2) اپریل 1916ء میں آئر لینڈ کا ایک امیر، جس کا نام سر راجر کیس منٹ (Roger Casment) تھا ایک جرمن آبدوز میں سوار ہو کر آئر لینڈ پہنچا، تاکہ وہاں بغاوت کرا دے اور چند روز بعد ڈبلن نیز دوسرے حصوں میں بغاوت شروع ہو گئی۔ ایک ہفتے تک خونریزی جاری رہی۔ آخر بغاوت فرو کر دی گئی۔ بہت سے لیڈر پکڑے گئے۔ ان میں کیس منٹ بھی تھا۔ ان سب کو موت کی سزا ملی۔

(3) لارڈ کچنر وزیر جنگ برطانیہ کو ایک خفیہ مشن پر روس جانا پڑا۔ وہ ہیمپ شائر جہاز میں روانہ ہوا، مگر جزائر آرکنی سے ذرا آگے یہ جہاز جرمن آبدوز نے غرق کر دیا اور لارڈ کچنر اپنے تمام رفیقوں کے ساتھ ڈوب گیا۔ اس کی جگہ لائڈ جارج وزیر جنگ بنا۔

(4) 4 دسمبر کو مسٹر ایسکوتھ نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور لائڈ جارج نے نئی وزارت بنائی۔

(5) فرانس میں بھی وزارت مستعفی ہوئی اور بریاں نے نئی وزارت بنائی۔

(6) اٹلی اور روس میں بھی ایک سے زیادہ مرتبہ وزارتیں بدلیں۔

(7) 21 نومبر 1916ء کو آسٹریا کا شہنشاہ فرانسس جوزف فوت ہوا اور اس کے بھائی کا ایک پوتا (مقتول

ولی عہد فرانسس فرڈی ننڈ کا بھتیجا) چارلس اول کے لقب سے بادشاہ ہوا۔

(8) جرمنی میں صرف وزیر خارجہ تبدیل ہوا۔

وردون اور سومے کی لڑائیاں:1916ء

فرانسیسی سپہ سالار جنرل جافرے اور جرمن سپہ سالار جنرل فالکن ہین، دونوں کی رائے تھی کہ جنگی قوت کا آخری فیصلہ فرانس کے محاذ پر ہوگا۔ چنانچہ جافرے نے انگریزی اور فرانسیسی فوجوں کی پیش قدمی کا ایک نقشہ تیار کیا۔ تجویز یہ تھی کہ مغرب سے فرانسیسی اور انگریزی فوجیں، مشرق سے روسی فوجیں اور جنوب مشرق سے اطالوی فوجیں حملہ آور ہوں۔ انگریزی جرنیل سرڈگاس ہیگ کی رائے تھی کہ جارحانہ اقدام بلجیم کے صوبہ فلینڈرز میں کیا جائے۔ فرانسیسی جرنیل جافرے کو اصرار تھا کہ جارحانہ اقدام دریائے سومے کے علاقے میں ہو، تاکہ جرمنوں کو فرانس سے خارج کیا جا سکے۔ یہ امر دونوں جرنیلوں کے درمیان خاصی کشمکش کا باعث بنا رہا۔

اس اثناء میں جرمنی کے مشرقی محاذ کی حالت بہتر ہوگئی اور فالکن ہین ادھر سے اڑھائی لاکھ فوج مغربی محاذ پر لے آیا، تاکہ فرانسیسیوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جا سکے۔

فروری 1916ء میں وردون میں جنگ شروع ہوئی، جو علاقہ میوز کا مشہور مقام ہے۔ جرمنوں نے آٹھ میل کے محاذ پر چودہ سو توپیں جمع کر لیں تھیں جو دریائے میوز کے دائیں کنارے لگادی گئیں اور سخت گولہ باری شروع ہوئی۔ یہاں خاصی دیر تک لڑائی جاری رہی، جس میں فرانسیسیوں کا جانی نقصان ساڑھے تین لاکھ تھا۔ جرمنوں کا نقصان اس سے کم تھا۔

عین اس موقع پر سومے کے حلقے میں حملے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ فرانسیسیوں کو وردون کے محاذ سے فوج کے چوبیس ڈویژن سومے کے لیے روانہ کرنے پڑے اور اپنے محاذ کی لمبائی پچیس میل سے گھٹا کر دس میل کر لینی پڑی۔ یکم جولائی سے سومے کے محاذ پر جنگ شروع ہوئی اور ایک دن میں انگریزی فوج کے ساٹھ ہزار آدمی تلف ہو گئے۔ 15 ستمبر کو انگریزی نے پہلی مرتبہ ٹینک استعمال کیے۔ سومے کی لڑائی 18 نومبر کو ختم ہوئی۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کا نقصان چھ لاکھ اور جرمنوں کا چار اور پانچ لاکھ کے درمیان تھا، لیکن صرف سوا سو مربع میل رقبہ انگریزوں اور فرانسیسیوں کو ملا۔

بحری لڑائیاں:

فروری 1916ء میں جرمنی نے پھر اعلان کر دیا کہ یکم مارچ سے آبدوزوں کی ہمہ گیر مہم شروع کر دی

جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ شہنشاہ جرمنی اپنی بحری قوت سے وسیع پیمانے پر کام لینے کے لیے تیار نہ تھا اور ایک خاص مشورے میں تمام ماہرین بحریات نے رائے دی تھی کہ اگر وسیع پیمانے پر آبدوزوں کے حملے شروع کر دیئے جائیں تو انگلستان چھ مہینے کے اندر اندر ہتھیار ڈالنے مجبور ہو جائے گا۔ اس میں امریکہ کی ناراضی کا اندیشہ ضرور تھا، لیکن خیال تھا کہ اگر اس کی طرف سے اعلان جنگ ہو بھی گیا تو پوری قوت فراہم کرتے کرتے چھ مہینے لگ جائیں گے۔ اس اثناء میں برطانیہ کا فیصلہ ہو جائے گا۔

جرمنی نے اپنے بیڑے کا ایک حصہ ساحل ناروے کی طرف بھیجا تھا، انگریزی امیر البحر بیٹی (Betty) سے اس کی مڈ بھیڑ ہو گئی۔ آخر 31 مئی کو جنگ ہوئی جس میں فریقین کے چھ چھ جہاز غرق ہوئے، لیکن انگریزی جہازوں کا وزن جرمن جہازوں کے مقابلے میں دگنا تھا۔ اسے عام طور پر جٹ لینڈ کی جنگ قرار دیا جاتا ہے۔ اگست سے اکتوبر تک جرمنوں نے ایک طرف ساحل انگلستان پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا، دوسری طرف ان کے ہلکے کروزر ناکہ بندی کو توڑتے ہوئے اٹلانٹک چلے جاتے اور تجارتی جہازوں کو تباہ کرتے رہے۔ جرمن آبدوزوں کے حملے بھی جاری رہے۔

اطالوی اور مشرقی محاذ:

اٹلی کے محاذ پر فروری 1916ء سے نومبر 1916ء تک ایک ہی مقام پر بار بار لڑائیاں شروع رہیں۔ ایک موقع پر آسٹرویوں نے اچانک اطالویوں پر حملہ کیا اور دو مقام لے لیے۔ اطالویوں کا نقصان ڈیڑھ لاکھ سے کم نہ تھا۔

اطالویوں کی طرف سے بار بار امداد کی اپیلیں ہو رہی تھیں، چنانچہ روس نے 4 جون 1916ء کو اپنا جارحانہ اقدام شروع کر دیا، تاکہ اٹلی کے محاذ پر آسٹرویوں کا دباؤ کم ہو جائے۔ یہ اقدام ذرا قبل از وقت شروع کر دیا گیا۔ روسیوں نے بعض مقامات لے لیے اور بعض علاقوں میں خاصی پیش قدمی کی، لیکن ان کا نقصان بہت ہوا۔ صرف جانی نقصان دس لاکھ سے کم نہ تھا۔

محاذ بلقان:

1916ء میں بلقانی محاذ کی حالت اتحادیوں کے نقطہ نگاہ سے خاصی تشویش ناک رہی۔ بلغاریا اور جرمنی کی فوجیں یونانی مقدونیہ میں ایک قلعے پر قابض تھیں اور کانسٹنٹائن شاہ یونان نے خفیہ خفیہ جرمنی اور آسٹریا سے تعلق قائم کر رکھا تھا۔ جون میں اتحادیوں نے یونان کی ناکہ بندی کر لی۔ ساتھ ہی مطالبہ کیا کہ یونانی فوج کو چھاؤنیوں میں بٹھا دیا جائے اور ذمہ دار حکومت قائم کی جائے۔ یہ مطالبات مان لیے گئے۔

سالونیکا میں جو فرانسیسی فوج بیٹھی تھی، اس کے سپہ سالار نے وینزیلاس کے ذریعے سے اتحادیوں کی حمایت میں ایک تحریک جاری کرائی۔ وینزیلاس نے ایک عارضی حکومت قائم کی، ساتھ ہی جرمنی اور بلغاریہ کے خلاف 23 نومبر کو اعلان جنگ کر دیا۔ ادھر کیوالا کی یونانی فوج نے جرمنی اور بلغاریہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اتحادیوں نے الٹی میٹم دے دیا کہ یونانی بیڑا ہمارے حوالے کرنے کے علاوہ جرمنی و آسٹریا کے نمائندوں کو رخصت کر دیا جائے، نیز پورا جنگی سامان دے دیا جائے۔ یہ الٹی میٹم ٹھکرا دیا گیا تو فرانس اور برطانیہ نے اپنی فوجیں جنوبی یونان میں اتار دیں۔ غرض یونان کا محاصرہ جاری رہا۔ اتحادی فوجوں نے سالونیکا سے پیش قدمی شروع کی، لیکن بلغاروی سرحد کی طرف کوئی نہ گیا۔

روس بدستور رومانیا کو لڑائی پر آمادہ کر رہا تھا۔ اگست 1916ء میں رومانیا نے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور ٹرانسلوینیا میں پیش قدمی کر کے چند مقامات پر قبضہ کر لیا۔ جرمنی اور آسٹریا کی فوجوں نے تیزی سے جوابی کاروائی شروع کی۔ دوسری طرف بلغاریا کی جانب سے فان میکنسن نے ڈبروجا میں جنگ شروع کر دی۔ 1916ء کے اواخر تک رومانیا کے بہترین علاقے، جن میں گیہوں بکثرت پیدا ہوتے تھے، جرمنی اور آسٹریا کے قبضے میں آ گئے۔

صلح کے لیے کوششیں:

جمہوریہ امریکہ کے صدر ولسن کی خواہش تھی کہ جب موقع ملے مداخلت کر کے محارب فریقوں میں صلح کرا دے۔ 1916ء میں ولسن کے دوست اور مشیر خاص نے ایک یادداشت تیار کی، جس کا مفاد یہ تھا کہ برطانیہ اور فرانس کو جب موقع مناسب ہو، ولسن کی طرف سے صلح کی تجویز پیش کر دی جائیں گی، اگر اتحادی یہ تجویزیں مان لیں گے اور جرمنی رد کر دے گا تو امریکہ اتحادیوں کی حمایت میں شریک جنگ ہو جائے گا۔ امریکہ جن تجاویز پر صلح کے لیے کوششیں کرے گا ان میں بلجیم اور سرویا کی بحالی لازم ہو گی۔ الساس اور لورین فرانس کو واپس کر دیئے جائیں گے۔ روس کو قسطنطنیہ پر قبضے کا حق دے دیا جائے گا۔ آسٹریا کے جن علاقوں میں اطالوی زبان بولی جاتی ہے، وہ اٹلی کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔ پولینڈ آزاد ہو جائے گا۔ جرمنی کو نو آبادیاں رکھنے کی اجازت دے دی جائے گی، بلکہ کچھ اور نو آبادیاں دے دی جائیں گی۔

1916ء میں ولسن دوبارہ صدر بن گیا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ اس کے ذریعے سے لڑائی بند ہو جانے کی امید تھی۔

جرمنی نے ولسن کو اطلاع دے دی کہ مرکزی یورپ کی طاقتیں صلح کی گفتگو کے لیے تیار ہیں، مگر قطعی تجاویز پیش نہ کیں۔ اگرچہ بعد میں ولسن نے بہ صیغہ راز یہ تجویزیں حاصل کر لیں۔ اتحادیوں نے جو تجویزیں

پیش کیں، وہ حد اعتدال سے بہت بڑھی ہوئی تھیں، حالانکہ اتحادیوں کی فوجی اور جنگی حالت اس وقت بہت نازک تھی۔

امریکہ کا اعلان جنگ:

جنگ کی جو صورت حال تھی اس سے بالکل واضح تھا کہ اتحادی بڑی تیزی سے ایک ایسے نقطے پر پہنچ رہے ہیں، جس کے بعد امریکہ کی امداد کے بغیر ان کے لیے جنگ جاری رکھنا ممکن نہ ہوگا۔ ادھر جرمنی کے ماہرین نے اندازہ کرلیا کہ ایک مہینے میں آبدوزوں کے حملے سے چھ لاکھ ٹن کے جہاز ڈبوئے جا سکتے ہیں، لہٰذا فیصلہ کرلیا گیا کہ آبدوزوں ہی کی تدبیر پر کاربند ہونا مناسب ہے۔ بے شک یہ اندیشہ تھا کہ امریکہ جرمنی کے خلاف شریک جنگ ہو جائے گا، لیکن اس کا توڑ یہ سمجھا گیا کہ میکسیکو اور جاپان کو ساتھ ملا کر امریکہ کے خلاف آمادہ کرلیا جائے۔ 31 جنوری 1917ء کو امریکہ کے نام اطلاع بھیج دی گئی کہ یکم فروری سے آبدوزوں کو ہمہ گیر جنگ شروع ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ جنگ شروع ہوئی تو امریکہ نے جرمنی سے تعلقات توڑ لیے۔ جنوبی امریکہ کے ملکوں نے بھی ولسن کی پیروی کی۔ 6 اپریل کو جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا گیا۔

اس اثناء میں آسٹریا کا شہنشاہ جرمنی سے الگ ہو کر خفیہ خفیہ صلح کی کوششیں کرتا رہا، لیکن یہ کوششیں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکیں، اس لیے کہ اٹلی کو اس کی خواہش کے مطابق مطمئن کرنے کی کوئی صورت نہ نکلی۔

ترکی کے خلاف مہمیں:

اپریل 1916ء میں فرانس، برطانیہ اور روس نے باہم معاہدہ کر کے ترقی کے حصے بخرے کرنے کا فیصلہ کیا۔ روس کو قسطنطنیہ اور آبنائیں دے دی گئیں، نیز آرمینیا، کردستان کا ایک حصہ اور شمالی اناطولیہ اس کے لیے تجویز ہوئے۔ ایک آزاد عرب حکومت کا فیصلہ کیا گیا۔ اس میں عراق کو برطانیہ کا حلقۂ اثر قرار دیا گیا۔ حیفا اور عکہ کی بندرگاہیں اسے دے دی گئیں۔ شام اور بعض دوسرے علاقوں کو فرانس کا حلقہ اثر مان لیا گیا۔ فلسطین کے لیے بین الاقوامی نظام تجویز ہوا۔ اس کے چند روز بعد فرانس اور برطانیہ کے دو نمائندوں، پیکو اور سائیکس نے اپنے حلقہ ہائے اثر کے متعلق زیادہ واضح فیصلہ کرلیا۔ اٹلی نے معاہدہ منظور کرلیا تو اسے سمرنا اور ادالیہ کے علاقے میں زیادہ رعایتیں دے دی گئیں۔

کچنر نے شریف مکہ کو آزادی کی ضمانت دی تھی، اس پر گفتگو شروع ہوئی۔ ایک عربی سلطنت کی حدیں تجویز کرلی گئیں۔ برطانیہ نے طے کیا کہ جہاں جہاں اسے اختیار حاصل ہے اور اس کے حلیف فرانس کو

نقصان نہ پہنچے گا، وہاں وہ عربوں کے مطالبات کی پوری حمایت کرے گا۔ جون 1916ء میں حجاز کے اندر عربوں کی بغاوت شروع ہوئی۔ حسین کو شاہ عرب قرار دیا گیا۔ حکومت برطانیہ نے اس شاہی کو قبول کرلیا۔ جو انگریزی فوجیں مصر میں مقیم تھیں، ان کے کمانداروں نے جزیرہ نمائے سینا اور فلسطین میں پیش قدمی شروع کر دی۔ غزہ کے مقام پر لڑائیاں ہوئیں۔ پھر جنرل ایلن بی نے حملہ آور انگریزی فوج کی کمان سنبھال لی۔ کرنل لارنس نے شریف حسین کے فرزند امیر فیصل کے ساتھ ہو کر عربوں کو ترکوں کے خلاف منظم کرنے میں بڑی سرگرمی دکھائی اور وہ پیش قدمی کرنے والی فوج کے ساتھ رہا۔ جنرل ماڈ نے عراق میں پیش قدمی شروع کر دی۔ 11 مارچ کو بغداد پر قبضہ کرلیا گیا، پھر انگریزی فوجیں اور آگے بڑھ گئیں۔

جنگ کا آخری دور

مغربی محاذ: 1917ء:

اگست 1916ء میں ہنڈن برگ کو فالکن ہین کی جگہ مغربی محاذ کا کمانداراعظم بنایا گیا اور لوڈنڈراف اس کا معاون بنا۔صورت حال کا معائنہ کرنے کے بعد دونوں اس نتیجے پر پہنچے کہ جنگ کا آخری فیصلہ بہرحال فرانسیسی محاذ ہی پر ہو سکتا ہے۔

لوڈنڈارف نے پورے محاذ کا معائنہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ مغربی محاذ کو مستحکم بنانا اسی صورت میں ممکن ہے جب اس کے مختلف ناہموار حصوں کو ہموار کر لیا جائے۔چنانچہ پورے محاذ کے ساتھ ساتھ ایک مستحکم جائے قیام تیار کر لی گئی۔آس پاس کے تمام علاقے خالی کرا لیے گئے اور سڑکوں میں سرنگیں بچھا دی گئیں۔اسی کا نا ہنڈن برگ لائن (ہنڈن برگ کا خط دفاع) تجویز ہوا۔اس سلسلے میں جرمنوں کو بعض مقامات چھوڑ کر پیچھے بھی ہٹنا پڑا۔

اپریل 1917ء میں زبردست لڑائیاں شروع ہوئیں جو 15 مئی تک جاری رہیں۔فرانسیسی فوج بری طرح تھک چکی تھی۔اس میں بے اطمینانی پیدا ہوئی،اس لیے کہ نقصان بہت ہوا تھا۔حکومت فرانس نے پہلے سپہ سالار کو موقوف کر کے جنرل پیتال کو اس کی جگہ مامور کیا اور جن لوگوں نے فوج میں بے اطمینانی پھیلائی یا صلح کے لیے پروپیگنڈا کیا ان میں سے تئیس کو موت کی سزا دے دی گئی۔

آب دوزوں کی جنگ:

دسمبر 1916ء میں جرمن آبدوزوں نے تین لاکھ ٹن کے جہاز ڈبوئے تھے۔1917ء میں یہ تعداد ایک سو چونتیس تک پہنچ گئی۔اپریل میں آبدوزوں کے حملے بہت تیز ہو گئے اور صرف ایک مہینے میں پونے آٹھ لاکھ ٹن کے جہاز ڈبوئے گئے۔چنانچہ برطانیہ نے فیصلہ کیا کہ تجارتی جہازوں کے ساتھ گنوائے،یعنی حفاظتی جہاز جایا کریں۔اس سے بڑا فائدہ پہنچا۔برطانیہ نے اپنے تباہ کن جہازوں کی تعداد بھی بہت بڑھا لی اور آبدوزوں کا تعاقب کرنے والے جہاز بھی زیادہ تعداد میں پھرنے لگے،نیز ایسے بم ایجاد ہوئے جو سمندر کی گہرائی تک میں ہر چیز کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔اور بہت نیچے کا پانی اچھل کر اوپر آ جاتا تھا،یہاں تک کہ آبدوز سمندر کی تہہ میں نہ رہ سکتی تھی۔نقصان کی تلافی کے لیے جہاز بنانے کا کام سرگرمی سے جاری ہوا۔

اکتوبر 1917ء تک جرمنوں نے قریباً اسی لاکھ ٹن کے جہاز ڈبوئے تھے۔اس اثناء میں ان کی پچاس

آبدوزیں تباہ ہوئیں اور آبدوزوں کے حملوں میں پہلے جیسا جوش وخروش باقی نہ رہا۔ گویا جرمنوں کا یہ حربہ بھی آخر کار ناکام ہوگیا۔

عمومی جنگی حالات:

1917ء میں انگریزی فوج نے جنرل ہیگ کی سکیم کے مطابق فلینڈرز میں پیش قدمی شروع کی۔ جون سے نومبر تک بڑی سخت لڑائیاں ہوئیں۔ ایک مرتبہ ٹینکوں کی بھاری تعداد لے کر بھی حملہ کیا گیا۔ تاہم پیش قدمی پانچ میل سے آگے نہ بڑھی، پھر اچانک جرمنوں نے حملہ کر کے وہاں سے بھی انگریزوں کو پیچھے ہٹا دیا۔

روس میں اس سال بماہ مارچ انقلاب شروع ہو چکا تھا، جس میں زار کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور وہاں ایک عارضی جمہوری حکومت بن گئی جو مارچ سے نومبر تک قائم رہی۔ اس حکومت کے سربراہ جنگ جاری رکھنے کے حامی تھے، لیکن جرمنوں نے ایسے شدید حملے کیے کہ وہ بہت آگے بڑھ گئے، یہاں تک کہ ریگا بھی لے لیا اور بحیرۂ بالٹک کے بعض جزیروں پر بھی قبضہ کر لیا۔ 7 نومبر 1917ء کو بالشویک ایک دم اٹھے اور عارضی حکومت کو ختم کر کے مالک ومختار بن گئے۔ 15 دسمبر کو انھوں نے مشرقی محاذ پر جنگ سے دست برداری اختیار کر لی۔

بلقان میں اتحادیوں نے زیادہ سرگرمی سے کام کا فیصلہ کیا۔ یونان کو الٹی میٹم دے دیا کہ شاہ کانسٹنٹائن تاج وتخت سے دست برداری اختیار کر لے اور ولی عہد بھی تاج وتخت کا حق چھوڑ دے۔ 12 جون 1917ء کو کانسٹنٹائن اپنے دوسرے بیٹے ایلگزانڈر کے حق میں دست بردار ہوگیا۔ وینزیلاس وزیراعظم بن گیا اور حکومت یونان نے وسطی یورپ کی طاقتوں سے تعلقات توڑ لیے۔

اٹلی کی فوجیں بدستور سرحد پر بیٹھی تھیں اور انتہائی کوششوں کے باوجود آگے نہ بڑھ سکیں۔ لوڈنڈارف نے ایک اچھی فوج وہاں بھیج کر اطالویوں پر ایسا سخت حملہ کرایا کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگے اور خاصا بڑا علاقہ خالی کر دیا۔ کم وبیش تین لاکھ اطالوی فوجی اسیر ہوئے اور ان سے بہت زیادہ فوج چھوڑ کر بھاگ گئے۔ گویا اٹلی کا محاذ عملاً ختم ہوگیا۔

مختلف حکومتوں میں وزارتیں بدل گئیں۔ جرمنی میں پرانے چانسلر نے استعفیٰ دے دیا اور نیا چانسلر مقرر ہوا۔ 19 جولائی کو جرمن پارلیمنٹ نے ایک قرارداد منظور کر لی جس کا مطلب یہ تھا کہ باہم سمجھوتے سے صلح کر لی جائے اور کسی کے علاقے پر قبضہ نہ کیا جائے۔ پوپ نے بھی صلح کے اصول پیش کیے: مثلاً یہ کہ اسلحہ بندی چھوڑ دی جائے۔ باہمی جھگڑوں کا فیصلہ ثالثی سے کرا لیا جائے۔ بحری تجارت کی عام آزادی ہو۔

تاوان کسی سے نہ لیا جائے۔ متصرفہ علاقے خالی کردیئے جائیں وغیرہ۔ اتحادیوں نے یہ جواب دیا کہ جرمنی کا برسرکار گروہ ناقابل اعتماد ہے، لہٰذا ان کے ساتھ بات چیت نہیں ہوسکتی۔

مشرقی محاذ کا فیصلہ:

بالشویک حکومت جنگ ترک کر چکی تھی۔ جرمن اس سے قبل پولینڈ پر قبضہ کر کے وہاں ایک آزاد حکومت بنا چکے تھے۔ بالشویکوں نے برسر اقتدار آتے ہی تمام محارب فریقوں سے اپیل کی کہ آپس میں صلح کر لیں۔ کسی کے علاقے پر قبضہ نہ کیا جائے اور کسی سے تاوان نہ لیا جائے۔ جب اس کا کوئی جواب نہ ملا تو انھوں نے خود وسطی یورپ کی طاقتوں سے صلح کی بات چیت شروع کر دی۔ چنانچہ بریسٹ لٹوسک میں جرمنی، آسٹریا اور روس کے درمیان بات چیت شروع ہوئی۔ 20 نومبر کو یوکرین کے باشندوں نے جمہوریت کا اعلان کر دیا۔ 28 نومبر کو استھونیا کی آزادی کا اعلان ہو گیا۔ 6 دسمبر کو فن لینڈ نے آزاد حکومت بنا لی، گویا روس کے مختلف حصے الگ الگ ہو گئے۔ 23 دسمبر کو بسربیا میں جمہوری حکومت بن گئی۔

وسطی یورپ کی طاقتوں نے تاوان اور الحاق کے بغیر صلح پر آمادگی ظاہر کی، لیکن شرط یہ لگائی کہ اتحادی دس دن کے اندر اندر یہ تجویز مان لیں۔ 12 جنوری 1918ء کو لٹویا کی آزادی کا اعلان ہو گیا۔ وسطی یورپ کی طاقتوں نے یوکرینی جمہوریت کو تسلیم کر لیا۔ 10 فروری کو روس نے جنگ کے خاتمے کا اعلان کر دیا، اگرچہ اس وقت تک صلح کی بات چیت کسی نتیجے پر نہیں پہنچی تھی۔ 3 مارچ کو روسیوں نے بریسٹ لٹوسک میں صلح نامے پر دستخط کر دیئے۔ پولینڈ، لتھوانیا، یوکرین، ریاست ہائے بالٹک، فن لینڈ اور ماورائے قفقاز کے علاقے چھوڑ دیئے۔ جرمنوں اور آسٹریوں نے یوکرین کو بالشویکوں سے پاک کرنے کے لیے کیف، آڈیسہ، خرکاف اور سباسٹاپول پر قبضہ کر لیا۔ اپریل میں جرمن فوجیں فن لینڈ پہنچ گئیں۔ اکتوبر میں رومانیا نے بھی مجبور ہو کر صلح کر لی اور ڈبروجا کا علاقہ بلغاریا کو دے دیا۔ کوہستان کارپیتھین کے درے آسٹریا ہنگری کے حوالے کر دیئے۔ بسربیا کی جمہوریت نے رومانیا سے اتحاد کا اعلان کر دیا۔ روسیوں نے اس پر احتجاج کیا، لیکن وسطی یورپ کی طاقتوں نے اس اتحاد کو تسلیم کر لیا۔

مغربی محاذ: (1918ء)

جنوری 1918ء میں لائڈ جارج نے مقاصد جنگ کی تشریح کی، یعنی بلجیم، سرویا اور مانٹی نیگرو کی بحالی۔ فرانس، اٹلی اور رومانیا کے متصرفہ علاقوں کا تخلیہ۔ 1881ء میں فرانس پر جو ظلم ہوا تھا (الساس اور لورین کا الحاق) اس پر از سر نو غور۔ پولینڈ کی آزادی، آسٹریا و ہنگری کی قومیتوں کے لیے حقیقی خود اختیار

حکومت۔عرب، آرمینیا، عراق، شام اور فلسطین میں جداگانہ قومی مقاصد کی درستی کا اعتراف۔

جرمن آبدوزوں کی جنگ کے ذریعے سے اپنا مقصد پورا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے اور حالت ناکہ بندی کے باعث خاصی پریشان کن ہو گئی تھی، لہٰذا انھوں نے فیصلہ کیا کہ امریکی فوجوں کی بھاری تعداد فرانس میں پہنچنے سے پیشتر مغربی محاذ پر ایک زبردست حملہ کر دینا چاہیے۔انھوں نے مارچ 1918ء میں چھ ہزار توپوں کی گولہ باری اور گیس کے بھاری بادل چھوڑنے کے بعد حملہ شروع کیا اور کم و بیش چالیس میل آگے نکل گئے۔انگریزی فوج نے فرانسیسیوں کی امداد سے اس حملے کو روکا۔ جنرل فوش کو تمام اتحادی فوجوں کا کماندار اعظم بنا دیا گیا، لیکن انگریزوں، امریکیوں اور اہل بلجیم کے اپنے اپنے کماندار بدستور کارفرما رہے۔ جرمنوں نے ایک حملہ فرانسیسی فوج پر بھی کیا۔اس اثناء میں امریکی فوج پہنچ گئی۔آخر جرمن تھک گئے۔پھر جنرل فوش نے جوابی حملے کا بندوبست کر لیا۔اس طرح جرمنوں کی آخری کوشش بھی اگست 1918ء میں بے نتیجہ ثابت ہوئی۔

ولسن کے چودہ نکات:

جمہوریہ امریکہ کے صدر مسٹر ولسن نے 8 جنوری 1918ء کو مقاصد جنگ کا اعلان کیا تھا، جو اس کے زمانے میں چودہ نکات کے نام سے مشہور ہوا۔یہی نکات صلح کی بنیاد بنے تھے اور انھیں بڑی اہمیت حاصل ہوئی۔ان کی کیفیت ذیل میں درج ہے:

(1) مختلف ممالک آپس میں کھلم کھلا معاہدے کریں (خفیہ نہ کیے جائیں)۔

(2) صلح و جنگ میں سمندروں کے اندر جہاز رانی کی آزادی ہو اور صرف اس وقت کسی سمندر کی بندش کا اعلان کیا جائے جب کسی بین الاقوامی فیصلے کو جامۂ عمل پہنانا مقصود ہو۔

(3) اقتصادی حد بندیوں کو حتی الامکان ختم کر دیا جائے۔

(4) ایسی موثر ضمانتوں کا بندوبست کیا جائے کہ اسلحہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں گھٹ جائیں اور صرف اسی قدر رکھے جائیں جو داخلی حفاظت کے لیے ضروری ہوں۔

(5) نو آبادیوں کے متعلق تمام دعوؤں کا فیصلہ انصاف کی بنا پر کیا جائے۔حکومتوں کے دعوؤں کے ساتھ آبادیوں کے مفاد کا بھی پورا خیال رکھا جائے۔

(6) روسی علاقے خالی کر دیئے جائیں اور روس کو اپنی سیاسی اور قومی پالیسی کے فیصلے کا پورا حق ہو۔

(7) بلجیم کا تخلیہ اور بحالی۔

(8) فرانسیسی علاقے کا تخلیہ اور بحالی، نیز الساس ولورین کے سلسلے میں فرانس کو جو نقصان پہنچا، اس کی تلافی کی جائے۔

(9) قابل اعتراف قومی حقوق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اٹلی کے حدود میں ردوبدل کیا جائے۔

(10) آسٹریا وہنگری کی اقوام کو خود اختیاری نشوونما کا موقع دیا جائے۔

(11) رومانیا، سرویا اور مانٹی نیگرو کے علاقوں کا تخلیہ اور بحالی، نیز سرویا کے لیے سمندر تک راستے کا انتظام۔

(12) سلطنت عثمانیہ کے ان حصول کے لیے جہاں تک ترک آباد ہیں، محفوظ حاکمیت کا انتظام، مگر دوسری اقوام کو خود اختیار نشوو ارتقا کے لیے موقع دیا جائے۔ دردانیال تمام قوموں کے جہازوں کے لیے بین الاقوامی ضمانتوں کے ماتحت ہمیشہ کھلا رہے گا۔

(13) پولینڈ کی آزاد حکومت بنائی جائے، جس میں غیر متنازعہ فیہ پولستانی علاقے شامل ہوں اور اس حکومت کے لیے سمندر تک راستے کا بندوبست کر دیا جائے۔

(14) تمام قوموں کی ایک جمعیت بنائی جائے، تاکہ چھوٹی اور بڑی قوموں کی سیاسی آزادی اور علاقائی حفاظت کے لیے باہمد گر ضمانتیں دی جاسکیں۔

جنگ کا خاتمہ

عام حالات:

اگست 1918ء کے بعد جنگ کی حالت جرمنوں کے نقطہ نگاہ سے خاصی خراب ہو گئی تھی۔ انھوں نے اسی جنگ میں ہوائی جہازوں سے بھی کام لیا۔ چنانچہ 30 اگست 1914ء کو پیرس پر ہوائی جہازوں کا پہلا حملہ ہوا۔ پھر انگریزوں نے مختلف جرمن شہروں پر ہوائی حملے کیے۔ اکتوبر 1915ء میں جرمنی نے ایک خاص قسم کے ہوائی حملے کیے۔ اکتوبر 1915ء میں جرمنی نے ایک خاص قسم کے ہوائی جہاز بنائے، جن کی وجہ سے فضا میں انھیں برتری حاصل رہی۔ مختلف لڑائیوں میں بھی ہوائی جہاز استعمال ہوئے۔ انگلستان پر زبردست ہوائی حملے زیپلن ہوائی جہازوں نے کیے۔ 28 نومبر 1916ء کو لندن پر جرمن ہوائی جہازوں کا پہلا حملہ ہوا۔ پھر ابتداء میں دن کے وقت بعد ازاں رات کے وقت آخر جنگ تک حملے ہوتے رہے، جن میں جان و مال کا بڑا نقصان ہوا۔

بالشویکوں کے برسر اقتدار آتے ہی روسی محاذ کی حالت خراب ہو چکی تھی۔ امیر البحر کولچک نے ڈکٹیٹر بن کر معاملات کو سنبھالنا چاہا۔ انگریزوں نے بھی امداد کا بندوبست کیا۔ چنانچہ وہ ایران کے راستے روس کے اندر داخل ہوئے اور باکو پہنچ گئے۔ ترکوں نے آرمینیا میں پیش قدمی کی اور مختلف شہر لے لیے۔ پھر گرجستان، آذر بائیجان اور آرمینیا نے آزادی کا اعلان کر دیا۔ ادھر انگریزی فوجیں یروشلم لے لینے کے بعد آگے بڑھیں اور بیروت، دمشق، حمص اور حلب پر قابض ہو گئیں۔ 13 اکتوبر 1918ء کو ترکی کے نئے سلطان محمد سادس نے نوجوان ترکوں کی وزارت موقوف کر دی (3 جولائی 1918ء)۔ طلعت پاشا وزیر اعظم اور انور پاشا وزیر جنگ ترکی سے چلے گئے۔ عزت پاشا کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ 14 اکتوبر کو حکومت ترکی نے جمہوریہ امریکہ سے اپیل کی کہ متارکہ کا بندوبست کیا جائے۔ اس کا کوئی جواب نہ ملا تو انھوں نے جنرل ٹاؤن سینڈ کو آزاد کر کے بحیرۂ ایجہ کے برطانوی کماندار کے پاس بھیج دیا۔ 31 اکتوبر 1918ء کو بمقام مدروس متارکہ جنگ پر دستخط ہوئے۔ 12 نومبر کو اتحادی بیڑا دردانیال میں داخل ہوا اور 13 نومبر کو قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ اس سے کم و بیش ایک مہینہ پہلے بلغاریا ہتھیار ڈال چکا تھا۔ بلغاریا کے بادشاہ نے اپنے بیٹے کے حق میں تخت سے دست برداری اختیار کر لی تھی۔

جرمنی اور آسٹریا:

آسٹریا کے حالات 1918ء کے موسم گرما ہی میں خراب ہو گئے تھے۔ بدامنی پیدا ہو چکی تھی، جسے فرو کرنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ پھر مختلف قومیتوں نے آزادی کے اعلانات شروع کر دیئے۔ ان قومیتوں نے اپریل میں ایک کانگرس رومہ کے اندر منعقد کی تھی جس میں آزادی کا اعلان ہوا۔ اٹلی اور فرانس نے 30 جون کو اسے تسلیم کر لیا، بعدازاں برطانیہ اور امریکہ نے بھی اسے قبول کر لیا۔ شہنشاہ چارلس نے ایک ایک فرمان جاری کیا کہ ہنگری کے سوا جتنی قومیں آسٹریا میں موجود ہیں، وہ اپنی اپنی حکومتیں بنا لیں، لیکن وفاقی طور پر آسٹروی سلطنت میں شامل رہیں۔ اس سے کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ ادھر جنگ میں حالت نازک ہو گئی۔ اکتوبر 1918ء میں یوگوسلافیوں کی قومی مجلس نے یوگوسلافیا کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ 3 نومبر کو آسٹریا نے ہتھیار ڈال دیئے۔ آخر شہنشاہ چارلس تاج و تخت سے دست بردار ہو گیا اور آسٹریا اور ہنگری میں الگ الگ جمہوری حکومتوں کا اعلان کر دیا گیا۔ مانٹی نیگرو کی ریاست یوگوسلافیا میں ضم ہو گئی۔ ٹرانسلوینیا اور بعض دوسرے علاقے رومانیا کو مل گئے۔

مغربی محاذ پر جنگ جاری رہی۔ سخت لڑائیاں ہوئیں، مگر فیصلہ کن نتیجہ نہ نکل سکا۔ آخری جنرل لوڈنڈارف نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ صلح کے لیے گفت و شنید جاری کی جائے۔ مسٹر ولسن کے چودہ نکات کو بنیاد بنایا گیا۔ کیل میں جو بحری بیڑا تھا اس نے اپنے امیر البحر کے خلاف بغاوت کر دی۔ 7 نومبر کو میونخ میں بغاوت ہوئی اور بویریا کا بادشاہ تخت سے دست بردار ہو گیا۔ 9 نومبر کو قیصر جرمنی کی دست برداری کا اعلان ہوا اور وہاں جمہوری حکومت بن گئی۔ قیصر ولیم ہالینڈ چلا گیا۔ آخر متارکہ جنگ پر دستخط ہو گئے۔ بریسٹ لٹوسک اور بخارست کے معاہدے ختم کر دیئے گئے۔ جرمنی کی فوجیں ہر جگہ سے واپس بلا لی گئیں۔ اس نے پانچ ہزار انجن، پانچ ہزار موٹر لاریاں، پندرہ ہزار بار بردار گاڑیاں، ایک سو ساٹھ آب دوزیں اور بہت سے جنگی جہاز حوالے کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ 11 نومبر 1918ء کو جنگ ختم ہوئی۔

جنگی نقصانات:

پہلی جنگ عظیم کے جانی نقصانات کا سرسری اندازہ یہ کیا گیا ہے کم و بیش ایک کروڑ آدمی مارے گئے اور دو کروڑ کے قریب زخمی ہوئے۔ ان کی سرسری تفصیل ذیل میں درج ہے:

ملک	مقتول	مجروح	اسیران جنگ
برطانیہ	9,47,000	21,22,000	1,92,000

فرانس	13,85,000	30,44,000	4,46,000
روس	17,00,000	49,50,000	25,00,000
اٹلی	4,60,000	9,47,000	5,30,000
جمہوریہ امریکہ	1,15,000	2,06,000	4,500
جرمنی	18,08,000	42,47,000	6,18,000
آسٹریا، ہنگری	12,00,000	36,20,000	22,00,000
ترکی	3,25,000	4,00,000	....

باقی رہا خرچ کا مطالبہ تو ایک کھرب اسی ارب اور پچاس کروڑ ڈالر کی رقم براہ راست خرچ ہوئی۔ بالواسطہ خرچ کی مقدار ایک کھرب اکاون ارب اکسٹھ کروڑ پچیس لاکھ ڈالر تھی۔

عہد نامہ ہائے صلح

(1)

عام سیاسی فضا:

جنگ ختم ہوتے ہی پیرس میں صلح کی کانفرنس کے لیے تیاریاں شروع ہو گئی تھیں، چنانچہ 18 جنوری 1919ء کو ستائیس فاتح حکومتوں کی طرف سے کوئی ستر نمائندے پیرس پہنچ گئے۔ جرمنوں اور تمام دوسرے محارب فریقوں نے مسٹر ولسن صدر جمہوریہ امریکہ کے چودہ نکات کی بنا پر صلح کی درخواست کی تھی اور اتحادیوں نے نومبر میں انھی چودہ نکات کی بناء پر متارکہ کی منظوری دی تھی۔ صرف دو تحفظات کا انتظام کیا تھا، مگر صلح کی کانفرنس شروع ہوئی تو ولسن کے چودہ نکات نظر انداز کر دیئے گئے اور نمائندوں نے اپنے اپنے مقاصد کے لیے باہم لڑنا شروع کر دیا۔ ولسن وسط دسمبر 1918ء میں یورپ پہنچا تو اس کا پر جوش استقبال ہوا۔ سب نے سمجھا کہ دنیا میں ایک نئی زندگی کا دور شروع ہو رہا ہے، قوموں کی جمعیت بن جائے گی جو تمام چھوٹے بڑے معاملات کا فیصلہ کرے گی، لیکن یہ خوش گوار امیدیں بہت جلد ختم ہو گئیں، اس لیے کہ جنگ میں مختلف ملکوں کو جو نقصان پہنچ چکے تھے ان کے زخم تازہ تھے اور ہر ایک کے دل میں جوش بھرا ہوا تھا کہ جرمنوں اور ان کے ساتھیوں سے بہت سخت بدلہ لیا جائے، اس میں کمی نہ کی جائے۔

فرانس کی ذمہ داری:

لائڈ جارج کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک حد تک ملائمت سے کام لے کر معتدل درجے کی صلح کر لینا چاہتا تھا، مگر اس نے انتخابات میں یہ وعدہ بھی کر لیا تھا کہ جنگ شروع کرنے والے مجرموں کو سزا دلائی جائے گی اور جنگی نقصانات کا معاوضہ جرمنی سے لیا جائے گا۔ گویا وہ تاوان وصول کرنے کا بھی اقرار کر چکا تھا اور بڑے بڑے جرمن لیڈروں کے خلاف مقدمے چلانے کا بھی حامی تھا۔ اس وجہ سے صورت حال خاصی پیچیدہ ہو گئی، مگر انتقام کے بارے میں سب سے زیادہ تکلیف دہ روش فرانس کی تھی۔ اس کا نمائندہ کلیمن شو تھا، جو چاہتا تھا کہ جرمنی سے جتنا سخت بدلہ لیا جا سکتا ہے ضرور لیا جائے۔ نہ صرف یہ کہ پچھلے نقصانات کی تلافی کرائی جائے، بلکہ جرمنی پر آئندہ کے لیے ایسی سخت پابندیاں لگا دی جائیں جن کے بعد فرانس اپنی حفاظت کی طرف سے بالکل مطمئن ہو جائے۔ پھر برطانیہ و فرانس نے مشرق قریب اور بعض دوسرے

مقامات کے تعلق میں اٹلی سے وعدے کرر کھے تھے اور اٹلی کے وزیر اعظم کو اگرچہ زیادہ اہم حیثیت حاصل نہ تھی۔ تاہم وہ آسٹریا اور نوساختہ یوگوسلافیا کے خلاف اپنے دعوؤں میں بڑا ہی سرگرم تھا اور ذرا سا بھی جھکنے پر آمادہ نہ تھا۔

یوں اصل میں فرانس اور اس کے بعد برطانیہ اور اٹلی کی وجہ سے قیام امن کے کی ایک بہت بڑی امید تباہ ہوئی۔ ایک نہایت عمدہ موقع ضائع کیا گیا اور ایسی صلح کی بنیاد پڑی جس میں آئندہ جنگ کے جراثیم فراہم کر دیئے گئے تھے۔ انھوں نے پرورش پائی اور بیس اکیس سال میں ایک نئی اور خوفناک تر جنگ کی شکل اختیار کی۔ اس جنگ نے سب سے زیادہ نقصان فرانس، جرمنی اور برطانیہ ہی کو پہنچایا۔

جمعیت اقوام:

پہلے صلح کی کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ اس کی حیثیت محض رسمی تھی۔ تمام معاملات کے فیصلے اس اعلیٰ مجلس کے ہاتھ میں تھے جو دس نمائندوں پر مشتمل تھی، یعنی جس میں مسٹر ولسن صدر جمہوریہ امریکہ کے علاوہ پانچ بڑی طاقتوں کے وزرائے اعظم اور وزرائے خارجہ شامل تھے۔ روس اس میں شریک نہ تھا، اس لیے کہ وہاں خانہ جنگی بڑے زور سے جاری تھی اور کلیمن شو اس امر کے حق میں نہ تھا کہ روس کی تمام محارب پارٹیوں کی طرف سے نمائندے بلائے جائیں۔

جمعیت اقوام قائم کر دینے کا فیصلہ ہو گیا اور اس کا دستور اساسی بنانے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ پھر ولسن تھوڑی دیر کے بعد امریکہ چلا گیا۔ 28 اپریل 1919ء کو جمعیت اقوام کا میثاق تیار ہوا اور طے ہو گیا کہ اس میں وہ تمام ملک شریک ہوں گے، جو میثاق پر دستخط کر چکے ہیں۔ دوسرے ملک، ممبر ملکوں کے دو تہائی ووٹ لے کر شامل ہو سکتے تھے۔ ممبروں کا فرض قرار دیا گیا کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ اقدام کو روک کر حفاظت کا فرض انجام دیں، جنگ سے احتراز کریں، جھگڑوں کا فیصلہ ثالثی کے ذریعے سے کرائیں اور جو فیصلہ ہو جائے، اس سے تین مہینے بعد تک بالکل نہ لڑیں۔ خفیہ معاہدے یا وہ معاہدے جو میثاق جمعیت کے خلاف ہوں، منسوخ سمجھے جائیں۔ آئندہ جو معاہدے ہوں وہ جمعیت کے روبرو پیش کیے جائیں۔ جمعیت کا فرض یہ ہوگا کہ اسلحہ میں تخفیف کرائے۔ مزدوروں کی حالت بہتر بنانے کے لیے قوانین بنوائے۔ حفظان صحت کے انتظام کرے، بین الاقوامی تعلقات کو خوشگوار تر بنائے اور ایسے ہی دوسرے معاملات میں حصہ لے۔

جمعیت کے لیے ایک مرکزی ادارہ بنا دیا گیا۔ ایک جنرل اسمبلی تجویز ہوئی جس میں تمام ممبر شریک ہوتے تھے اور ہر ممبر کو ایک ووٹ حاصل تھا۔ ایک کونسل بن گئی جس میں پانچ بڑی طاقتوں کے نمائندے

شامل ہو سکتے تھے اور چار نمائندوں کا انتخاب اسمبلی کے ذریعے سے ہوتا تھا۔ چنانچہ اس میثاق پر جنوری 1920ء سے عمل شروع ہو گیا۔

عہد نامہ ورسائی:

جرمنی کے متعلق صلح کی گفت وشنید شروع ہوئی تو کلیمن شو نے اصرار کیا کہ دریائے رہائن کے بائیں کنارے کا علاقہ جرمنی سے الگ کر لیا جائے، نیز دریائے سار کا طاس فرانس کے حوالے کر دیا جائے۔ ولسن اور لائڈ جارج ایسی باتوں کے حق میں نہ تھے، مگر ولسن واپس چلا گیا تو کلیمن شو نے لائڈ جارج سے اپنے دعوے منوالیے۔ اسی طرح دوسرے معاملوں کے متعلق جو جھگڑے پیدا ہوئے، انھیں بھی جس طرح چاہا طے کر لیا گیا۔

بہر حال جرمنی کے ساتھ جو صلح نامہ ہوا تھا، اس پر ورسائی کے شیش محل میں دستخط ہوئے تھے، لہٰذا وہ عہد نامہ ورسائی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے:

(1) السا س اور لورین فرانس کو دیے جائیں۔ اسی طرح کچھ علاقے بلجیم کے حوالے کیے جائیں۔

(2) سار کا علاقہ پندرہ سال تک بین الاقوامی انتظام میں رہے۔ اس اثناء میں فرانس وہاں کی کانوں سے کوئلہ نکالنے کا ذمہ دار ہوگا۔ پندرہ سال کے بعد وہاں رائے عامہ لی جائے اور اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔

(3) شمالی اور وسطی شلیس وگ کا فیصلہ رائے عامہ سے کیا جائے۔

(4) مشرق میں پوسن اور مغربی پروشیا کا علاقہ پولینڈ کو دے دیا جائے۔ بالائی سلیشیا میں رائے عامہ لی جائے۔ ڈانزگ آزاد شہر ہوگا۔ مشرق پروشیا میں رائے عامہ کے ذریعے سے معلوم کیا جائے کہ وہ پولینڈ کے ساتھ رہنا چاہتا ہے یا جرمنی کے ساتھ۔ میمل اتحادیوں کو دے دیا جائے۔

(5) جرمنی جنگ شروع کرنے کی ذمہ داری قبول کرے۔

(6) جرمن نو آبادیاں اتحادیوں کے حوالے ہو جائیں اور جمعیت کی نگرانی میں وہاں حکمداریاں قائم کی جائیں۔

(7) آئندہ جرمنی کی فوج ایک لاکھ سے زیادہ نہ ہو۔ اسے بھاری توپیں رکھنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(8) جرمن بحریات میں صرف چھ جنگی جہاز ہوں گے اور انھی کے مطابق باقی جہاز رکھے جائیں گے، لیکن اسے آبدوزیں اور فوجی جہاز بنانے کی اجازت نہ ہوگی۔ ہیلی گولینڈ کے تمام استحکامات ختم کر دیے

جائیں گے۔

(9) رہائن لینڈ کا علاقہ پندرہ سال کے لیے اتحادیوں کے قبضے میں رہے گا اور دریائے رہائن کے دائیں کنارے پر تیس میل کے علاقے کو فوجی استحکامات سے پاک کر دیا جائے گا۔

(10) نہر کیل تمام قوموں کے جنگی اور تجارتی جہازوں کے لیے کھلی رہے گی اور جرمنی کے دریاؤں میں تمام قومیں کشتیاں چلا سکیں گی۔

(11) شہنشاہ جرمنی اور دوسرے مجرموں کے خلاف مقدمے چلائے جائیں گے۔

(12) جرمنی غیر مصافی آبادی کے تمام نقصانات پورے کرنے کا ذمہ دار ہوگا اور یکم مئی 1921ء کو نقصان کا آخری اندازہ اس کے روبرو پیش کر دیا جائے گا۔ اس میں سے پانچ ارب ڈالر کی رقم فوراً ادا کر دی جائے، باقی رقم تیس سال میں ادا کرنی لازم ہوگی۔

(13) جرمنی اپنے تجارتی جہازوں میں سے سولہ سوٹن سے اوپر کے تمام جہاز، آٹھ سوٹن اور سولہ سوٹن کے جہازوں میں سے نصف اور ماہی گیر کشتیوں میں سے ایک چوتھائی اتحادیوں کے حوالے کر دیئے، نیز ہر سال دو لاکھ ٹن کے جہاز اتحادیوں کے لیے بنائے اور یہ سلسلہ پانچ سال تک جاری رہے۔

(14) جرمنی کوئلے کی بڑی مقدار فرانس بلجیم اور اٹلی کو دس سال تک دیتا رہے اور جو فوجیں جرمنی میں عارضی طور پر رہیں گی، ان کا خرچ بھی ادا کرے۔

(15) وہ اس بات کا بھی اقرار کرے کہ اتحادی ملکوں میں جرمنی کی جتنی جائداد ہے، اسے حسب ضرورت فروخت کر دیا جائے گا۔

جرمنی کی حکومت نے احتجاج کرتے ہوئے اس عہد نامے پر دستخط کر دیئے۔ امریکہ نے اس میں ترمیمیں پیش کیں، جو منظور نہ ہوئیں، لہٰذا اس نے اصل معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

عہد نامہ ہائے صلح

(2)

آسٹریا، بلغاریا اور ہنگری سے عہد نامے:

آسٹریا سے جو عہد نامہ ہوا، وہ عہد نامہ سان جرمین [1] کہلاتا ہے اور اس پر 10 ستمبر 1919ء کو دستخط ہوئے۔ اس کی شرطیں یہ تھیں:

(1) آسٹریا نے چیکوسلوا کیا، یوگوسلافیا، پولینڈ اور ہنگری کی آزادی تسلیم کر لی اور ان حکومتوں سے اقلیت کی حفاظت کے اقرار لیے گئے۔

(2) مشرق گلیشیا، ٹرینٹینو، جنوبی ٹائرول، ٹریسٹ اور آسٹریا الگ کر لیے گئے۔

(3) آسٹریا کی فوج تیس ہزار رکھی گئی۔

(4) جرمنی کی طرح آسٹریا سے بھی کہا گیا کہ تیس سال میں نقصانات کی تلافی کر دے۔

(5) جمعیت اقوام کی کونسل سے منظوری لیے بغیر آسٹریا اور جرمنی کا اتحاد ممنوع قرار دیا گیا۔

بلغاریا سے جو عہد نامہ ہوا وہ عہد نامہ نیولی [2] کہلاتا ہے۔ اس پر 27 نومبر 1919ء کو دستخط ہوئے۔ اس کا مفاد یہ تھا:

(1) بلغاریا سے بحیرہ ایجہ کا ساحل لے لیا گیا اور صرف اتنی اجازت دی گئی کہ ایک مقام پر اس کے تجارتی جہاز آجا سکیں۔

(2) بلغاریا نے یوگوسلافیا کی آزادی تسلیم کر لی۔

(3) ساڑھے چوالیس کروڑ ڈالر تاوان مقرر ہوا۔

(4) فوج صرف بیس ہزار رکھی گئی اور زیادہ تر سامان جنگ اس سے لے لیا گیا۔

ہنگری سے جو عہد نامہ ہوا، اس سے پیشتر وہاں لڑائی ہوتی رہی۔ بالشویکوں نے بھی اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ رومانیا نے بھی موقع مناسب دیکھ کر حملہ کیا اور بوڈاپسٹ لے لیا۔ آخر شاہ پرستوں نے اکٹھے ہو کر امیر البحر ہارتھی [1] کو نائب السلطنت بنایا اور اسی کی حکومت میں 4 جون 1920ء کو عہد نامے پر دستخط ہوئے، جو عہد نامہ ٹریانان [2] کہلاتا ہے۔ اس کے مطابق ہنگری کا تین چوتھائی علاقہ اور دو تہائی باشندے

الگ ہو گئے۔ مثلاً سلوا کیا، چیکوسلوا کیا کو دے دیا گیا۔ مغربی ہنگری آسٹریا کے حوالے کر دیا گیا۔ کچھ علاقے یوگوسلافیا اور رومانیا نے لے لیے۔ ہنگری پر تاوان بھی ڈالا گیا اور فوج صرف پینتیس ہزار چھوڑی گئی۔

عہد نامہ سیورے:

اس عہد نامے کا ذکر کتاب کے آغاز میں آچکا ہے، لیکن یہاں بیان مکمل کرنے کی غرض سے اس کا سرسری ذکر ضروری ہے۔ اس عہد کا تعلق ترکی سے تھا۔ اتحادی قسطنطنیہ پر قابض ہو چکے تھے۔ اس اثناء میں بالشویکوں نے خفیہ معاہدے شائع کر دیئے، جن میں ترکی کے حصے بخرے کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور خود بالشویکوں نے اعلان کر دیا کہ وہ قسطنطنیہ سے دست بردار ہوتے ہیں، نیز امریکہ نے آبناؤں یا آرمینیا کے متعلق کوئی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اتحادیوں نے یونانیوں کو اکسایا اور انھوں نے 15 مئی 1919 کو سمرنا میں فوج اتار دی، ساتھ ہی اطالوی فوج جنوبی و مغربی اناطولیہ میں پہنچ گئی۔ 18 اپریل 1920ء کو اتحادیوں نے صلح کی۔ شرطیں سلطان کی بے دست و پا حکومت کے سامنے پیش کر دیں اور ان پر دستخط ہو گئے۔ یہ عہد نامہ سیورے تھا۔ اس کا مفاد یہ تھا:

(1) سلطنت حجاز کی آزادی تسلیم کر لی گئی۔

(2) شام فرانس کی حکمداری میں، عراق مع موصل، نیز فلسطین برطانیہ کی حکمداری میں دے دیئے گئے۔

(3) سمرنا اور آس پاس کا علاقہ پانچ سال تک یونانیوں کے زیر انتظام رہے گا۔ پھر رائے عامہ معلم کر کے آخری فیصلہ کیا جائے گا۔

(4) دوازدہ گانہ جزائر اور روڈز اٹلی کے حوالے کر دیئے گئے۔

(5) تھریس اور بحیرۂ ایجہ کے ترکی جزیرے یونان کر دے دیئے گئے۔

(6) آرمینیا کی آزادی تسلیم کر لی گئی۔

(7) آبناؤں کو بین الاقوامی بنا دیا گیا اور ان کے متصلہ علاقوں میں فوجی استحکامات ختم کر دیئے گئے۔

(8) قسطنطنیہ اور اس کے ساتھ شتلجہ تک کا علاقہ، نیز باقی اناطولیہ ترکی کے پاس رہے۔

جہادِ آزادی:

مجاہد ترکوں نے مصطفیٰ کمال پاشا کی سرکردگی میں آزادی کے لیے جہاد کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ انھوں نے بڑی بے چارگی کی حالت میں فوجیں منظم کیں، یونانیوں کو اگست 1921ء میں نہایت خوفناک شکست دی،

یہاں تک کہ وہ ایسے بھاگے کے سمرنا میں بھی نہ ٹھہر سکے۔ پھر ترکوں نے قسطنطنیہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ فرانس، اٹلی اور بالشویک روس الگ ہو گئے۔ لائڈ جارج وزیراعظم برطانیہ لڑنا چاہتا تھا۔ سلطنت برطانیہ کی نوآبادیوں نے کوئی سرگرمی نہ دکھائی، لائڈ جارج کو استعفیٰ دینا پڑا۔ مدانیا میں ایک کانفرنس ہوئی، جس میں پورے ترکی علاقے ترکوں کو دینے کا فیصلہ ہوگیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے خلافت منسوخ کر دی۔ 20 نومبر 1922ء کو لوازن میں مستقل معاہدے کے لیے کانفرنس شروع ہوئی اور 4 فروری 1923ء کو اس پر دستخط ہو گئے۔ اس کے مطابق دریائے مرٹزا مشرقی تھریس میں سرحد قرار پایا۔ امبروس اور ٹینی دوس کے جزیرے ترکوں کو مل گئے۔ تمام غیر ملکیوں کے لیے رعاتیں منسوخ ہو گئیں۔ قسطنطنیہ اور تمام دوسرے علاقوں کو خالی کر دلیا گیا اور ترکوں نے کوئی تاوان قبول نہ کیا۔

دو جنگوں کا درمیانی دور
1919ء-1939ء

بین الاقوامی مسائل
(1)

بین الاقوامی معاملات:

پہلی جنگ عظیم نے بین الاقوامی دائرے میں نئے مسئلے پیدا کر دیے۔ مثلاً:

(1) جمعیت اقوام اور عالمی عدالت کے ذریعے سے اجتماعی امن قائم کرنے کی کوشش۔

(2) غیر یورپی طاقتوں نے حن میں سے جمہوریہ امریکہ، جاپان اور برطانوی نوآبادیاں بطور خاص قابل ذکر ہیں، اپنے مفاد کے خاص حلقوں سے باہر کوئی ذمہ داری قبول کرنے سے بے توجہی برتی۔

(3) جاپان نے مشرق بعید پر بزور قوت اقتدار قائم کرنا چاہا۔ جمہوریہ امریکہ نے اچھے ہمسائے کی روش اختیار کر کے شمالی وجنوبی امریکہ کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کے لیے سعی وکوشش شروع کر دی۔

(4) فرانس نے فیصلہ کر لیا کہ جنگ میں کامیابی کے باعث اسے جو نمایاں حیثیت حاصل ہو گئی تھی، اسے بہر حال قائم رکھے۔ اس کے برعکس جرمنی نے یہ ارادہ کر لیا کہ 1919ء کے معاہدے میں اس پر جو شرطیں عائد کی گئی تھیں، انھیں پورا نہ کرے اور ان میں ترمیم کرائے۔

(5) جنگ نے دنیا کو سخت مالی نقصان پہنچایا تھا، اس کی تلافی اور عام خوشحالی کا ذریعہ عالم گیر تجارت کی بحالی کے سوا کچھ نہ تھا۔

اس پورے دور کو تین حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے:

(1) پہلا حصہ، جسے دور تصفیہ کہنا چاہیے، یعنی عہد ناموں کے ذریعے سے جو تصفیے ہوئے تھے ان کے سلسلے میں پیداہونے والے جھگڑوں کا فیصلہ۔ یہ دور 1924ء پر ختم ہوا۔

(2) دور ایفائے عہد، یعنی جو عہد نامے کیے گئے تھے، ان کو پورا کیا گیا یا کرایا گیا۔ یہ دور 1924ء سے 1930ء تک آتا تھا۔

(3) آخری دور جس میں عہد نامے توڑے گئے اور انھیں بدلوایا گیا۔ یہ دور 1939ء پر ختم ہوا۔

دورِ تصفیہ:

28 جون 1919ء کو فرانس، برطانیہ اور جمہوریہ امریکہ کے درمیان ایک دفاعی معاہدہ ہوا، جس کا مطلب یہ تھا کہ جرمنی کی طرف سے فرانس پر حملہ ہو تو برطانیہ اور امریکہ فرانس کی امداد کریں گے۔ امریکہ کے سینٹ نے نہ اس معاہدے کو منظور کیا نہ عہد نامہ ورسائی پر مہر تصدیق لگائی۔

اس اثناء میں پولینڈ اور لتھوانیا کے درمیان ولنا کے متعلق جھگڑا پیدا ہو گیا۔ جنوری 1922ء میں رائے عامہ لی گئی تو ولنا پولینڈ کو مل گیا۔ اسی طرح پولینڈ اور چیکوسلواکیا کے درمیان سرحد کے متعلق جھگڑا شروع ہوا۔ یہاں بھی رائے عامہ سے فیصلہ کیا گیا، مگر فسادات باقی رہے۔ آخر متنازعہ فیہ علاقے کو 1920ء میں پولینڈ اور چیکوسلواکیا کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔ اسی طرح پولینڈ اور روس، آسٹریا اور ہنگری کے درمیان جھگڑے شروع ہوئے۔ پولستانیوں نے روس میں پیش قدمی شروع کی، تاکہ 1772ء کی سرحد پر پہنچ جائیں اور پورا درمیانی علاقہ لے لیں، مگر انھیں شکست دے کر پیچھے ہٹا دیا گیا۔ آسٹریا اور ہنگری کا جھگڑا بھی دسمبر 1921ء میں طے ہوا۔

بالائی سلیشیا کے متعلق پولینڈ اور جرمنی کے درمیان منازعت شروع ہوئی۔ رائے عامہ لی گئی تو جرمنی کے حق میں ووٹ بہت زیادہ آئے۔ آخر متنازعہ فیہ علاقے کو آبادیوں کے لحاظ سے دونوں فریقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اسی طرح شمالی شلیس وگ کا ایک حصہ ڈنمارک کو دے دیا گیا۔ باقی جرمنی کے پاس رہا۔

مسئلہ تاوان:

ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ تاوان تھا۔ 1920ء میں جرمنوں نے نقصانوں کی تلافی کے لیے ایک سکیم پیش کی تھی۔ اتحادیوں نے فیصلہ کیا کہ اس سلسلے میں تاوان کی جو رقم ملے اسے مندرجہ ذیل صورت میں تقسیم کیا جائے:

فرانس	52فیصد
سلطنت برطانیہ	22فیصد
اٹلی	10فیصد
بلجیم	8فیصد
باقی طاقتیں	8فیصد

تاوان کے فیصلے کے لیے ایک کمیشن مقرر ہو گیا تھا، جس نے اپریل 1921ء میں اعلان کیا کہ جرمنی

کو ایک کھرب اور بتیس ارب سنہری مارک بہ صورت تاوان ادا کرنے چاہئیں۔ بعد ازاں لندن میں کانفرنس ہوئی اور جرمنی کو الٹی میٹم دے دیا گیا کہ مئی 1921ء کے آخر تک ایک ارب سنہری مارک ادا کر دیئے جائیں، ورنہ روہر پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ جرمنوں نے لندن میں قرضے کا انتظام کر کے یہ رقم ادا کر دی۔ اس اثناء میں مالی حالات خاصے خراب ہو گئے۔ جرمنی سے کوئی رقم فوری ملنے کی امید نہ تھی، لہٰذا تاوان کے کمیشن نے 21 مئی 1922ء کو بقیہ سال کے لیے قسطوں میں التوا منظور کر لیا، اگرچہ فرانس اس کے لیے تیار نہ تھا۔ اگست میں کانفرنس ہوئی تو فرانس نے مطالبہ کیا کہ التوا کے دور میں ایسی ضمانتیں دی جائیں جن سے رقم وصول ہوتی رہے۔ مثلاً دریائے رہائن کے بائیں کنارے پر جرمنوں نے رنگ کے جتنے کارخانے بنا رکھے ہیں، ان کی پیداوار کا ساٹھ فیصد حصہ مقرر کر دیا جائے، نیز روہر کی سرکاری کانوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے۔ یہاں سے فرانس اور برطانیہ کی پالیسی میں اختلاف شروع ہوا۔ جنوری 1923ء میں جرمنی کی طرف سے کوئلے کی مقررہ مقدار نہ پہنچی تو فرانس اور بلجیم کی فوجوں نے روہر پر قبضہ کر لیا۔ برطانیہ نے اس اقدام میں کوئی حصہ نہ لیا۔ جرمنوں نے پرامن مزاحمت شروع کر دی۔ افراطِ زر نے ایسی صورت پیدا کر دی کہ کارکنوں کو تنخواہیں بھی نہ ملیں۔ فرانس نے رہائن لینڈ کو جرمنی سے الگ کر کے مستقل حکومت بنانے کی کوشش کی۔ کچھ خون خرابہ ہوا، لیکن بات چل نہ سکی۔

ایک امریکی سکیم:

ستمبر 1933ء تک جرمنی کے نوٹوں کی قیمت اتنی گر چکی تھی کہ انھیں ان کاغذوں کے نرخ پر بھی خریدنے کے لیے کوئی تیار نہ تھا، جن پر وہ چھاپے گئے تھے۔ اس کا اثر باہر بھی پہنچا اور فرانس کے فرینک کی قیمت 25 فیصد گر گئی۔ آخر حکومت فرانس نے اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ جو لوگ روہر کی کانوں میں کام کر رہے ہیں، ان سے بات چیت کر کے کوئلہ لینے کا فیصلہ کیا جائے۔ حکومت برطانیہ نے امریکہ سے وعدہ لے لیا کہ وہ اس مالی تباہی سے نجات دلانے میں دنیا کو امداد دے گا۔ چنانچہ دو کمیٹیاں مقرر ہو گئیں، تا کہ جرمنی کے مالی حالات کا جائزہ لے کر تاوان کی رقم کا فیصلہ کریں۔ 9 اپریل 1924ء کو ایک امریکی ماہر مالیات چارلس ڈاز (Dawes) نے بحیثیت صدر رپورٹ پیش کی، جس کا مفاد یہ تھا کہ جرمنی کے مرکزی بنک کو اتحادیوں کی نگرانی میں نئے سرے سے درست کیا جائے۔ پانچ سال کے خاتمے تک یہ رقم بڑھا کر دو ارب پچاس کروڑ پر پہنچا دی جائے اور جرمنی کو اسی کروڑ سنہری مارک کی رقم باہر سے بطور قرضہ دلائی جائے۔ جرمنوں نے یہ سکیم منظور کر لی اور لندن میں اس کے مطابق فیصلہ ہو گیا۔ گیارہ کروڑ ڈالر کی رقم بطور قرض امریکہ نے پیش کی، بقیہ رقم یورپی ملکوں سے حاصل کی گئی۔

متفرق واقعات:

اس عہد کے متفرق واقعات کی سرسری کیفیت یہ ہے:

(1) 10 جنوری 1920ء کو جمعیت اقوام کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔

(2) چیکوسلواکیا اور یوگوسلافیا کے درمیان عہد نامہ ہو گیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ ہنگری سے صلح کی شرطیں پوری کرائی جائیں اور ہیپس برگ خاندان کی بادشاہی بحال نہ ہونے دی جائے۔

(3) پولینڈ اور فرانس کے درمیان، نیز پولینڈ اور رومانیا، چیکوسلواکیا اور رومانیا، رومانیا اور یوگوسلافیا کے درمیان معاہدے ہو گئے۔

(4) ہالینڈ سے مطالبہ کیا گیا کہ قیصر ولیم شہنشاہ جرمنی کو حوالے کر دیا جائے۔ اس نے انکار کر دیا، مگر شہنشاہ کو نظر بند کر لیا۔

(5) آسٹریا و ہنگری نے معزول شہنشاہ نے اپنی شاہی بحال کرنے کی کوشش کی، مگر چیکوسلواکیا اور یوگوسلافیا کی مخالفت کے باعث شہنشاہ کو باہر نکلنا پڑا۔ وہ مڈیرا پہنچا اور وہیں یکم اپریل 1922ء کو فوت ہوا۔

(6) 15 فروری 1922ء کو عالمی عدالت کا افتتاح بہ مقام ہیگ ہوا۔

(7) وارسا میں پولینڈ اور ریاست ہائے بالٹک کی کانفرنس ہوئی جس میں بیرونی حملوں سے دفاع اور باہمی جھگڑوں میں ثالثی کا فیصلہ ہوا۔

(8) جنوآ میں ایک کانفرنس ہوئی، جس میں دوسرے ملکوں کے علاوہ جرمنی اور روس کے نمائندے بھی شریک ہوئے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ روس کے مسئلے اور عام اقتصادی مسائل پر غور کیا جائے۔ یہ کانفرنس اس لیے ناکام رہی کہ فرانس کو اصرار تھا کہ روس جنگ سے پیشتر کے قرضے قبول کرے۔ روس اور جرمنی نے باہم مل کر ایک دوسرے کے خلاف تاوان کا مطالبہ چھوڑ دیا۔

بحری کانفرنس:

امریکہ نے نومبر 1921ء میں ایک بحری کانفرنس واشنگٹن میں بلائی، جس میں امریکہ کے علاوہ برطانیہ، فرانس، اٹلی، بلجیم، ہالینڈ، چین، جاپان اور پرتگال کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس میں فیصلہ ہو گیا کہ برطانیہ، فرانس، جاپان اور امریکہ ایک دوسرے کے قبضوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ جاپان نے کیاؤ چاؤ چین

کے حوالے کر دیا۔ چین کی آزادی کا اقرار کر لیا گیا۔ ایک عہد نامہ بحری قوت کے متعلق کیا گیا، جس کا مفاد یہ تھا کہ آئندہ دس سال میں دس ہزار ٹن سے بڑا کوئی جہاز نہ بنایا جائے۔ برطانیہ اور امریکہ کے لیے سوا پانچ پانچ لاکھ ٹن کے جہاز تجویز ہوئے، جاپان کے لیے تین لاکھ پندرہ ہزار ٹن کے، فرانس اور اٹلی کے لیے پونے دو دو لاکھ ٹن کے۔ اسی طرح طیارہ بردار جہازوں کی بھی مقدار مقرر ہو گئی۔

بین الاقوامی

(2)

دور ایفائے عہد:

1924ء سے بین الاقوامی حفاظت امن کی مشینری کو مضبوط بنانے کی سرگرم کوششیں شروع ہو گئیں۔ جمعیت اقوام اتنی قوی نہ تھی، جتنی کہ اسے بنانا منظور تھا، اس لیے کہ امریکہ نے عملی طور پر اس سے کوئی تعلق نہ رکھا تھا۔ روس اور جرمنی اس میں شامل نہ تھے۔ انھی کوششوں میں سے ایک وہ تھی جو میثاق جنیوا کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ میثاق 2 اکتوبر 1924ء کو پیش ہوا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ تمام بین الاقوامی جھگڑوں کا فیصلہ صلح و امن کے ذریعے ہو جائے۔ تجویز یہ تھی کہ جب کوئی جھگڑا پیدا ہو تو ہر حال میں اس کے لیے ثالثی کا انتظام کر دیا جائے اور جو فریق ثالثی پر راضی نہ ہو اسے جابر قرار دیا جائے۔ برطانوی نو آبادیوں کی مخالفت کے باعث یہ تجویز کامیاب نہ ہو سکی۔

9 فروری کو حکومت جرمنی کے رہائن لینڈ کے متعلق مشترکہ ضمانت کا میثاق تجویز کر دیا۔ فرانس نے یہ تجویز اس شرط کے ساتھ منظور کر لی کہ جرمنی خود جمعیت میں شامل کر لیا جائے۔ 25 اگست 1925ء کو فرانس نے جرمنی کے مختلف قبضے خالی کر دیے، جن پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا تھا۔

لوکارنو کانفرنس:

اکتوبر 1925ء میں بمقام لوکارنو[1] یورپی طاقتوں کی ایک کانفرنس ہوئی، جس میں متعدد عہد نامے پایہ تکمیل کو پہنچے۔ مثلاً:

(1) باہمی ضمانت کا عہد نامہ، جو فرانس اور جرمنی، نیز جرمنی اور بلجیم کے درمیان ہوا تھا۔ برطانیہ اور اٹلی کے بطور ضامن ان عہد ناموں پر دستخط کیے تھے۔

(2) ثالثی کے عہد نامے جرمنی اور چیکوسلواکیا، جرمنی اور بلجیم، جرمنی اور فرانس کے درمیان ہوئے۔

(3) باہمی امداد کا عہد نامہ ایک فرانس اور پولینڈ کے درمیان، دوسرا فرانس اور چیکوسلواکیا کے درمیان۔ دونوں کا مقصد یہ تھا کہ جرمنی کی طرف سے حملہ ہو تو یہ ملک ایک دوسرے کی امداد کریں گے۔

فرانس کو اپنی اور جرمنی کی سرحد کے متعلق برطانیہ کی حمایت حاصل تھی۔ چیکوسلواکیا اور پولینڈ کے

ساتھ معاہدوں نے مزید اطمینان کا بندوبست کر دیا، یعنی جرمنی کے مشرق اور جنوب میں فرانس کے معاون پیدا ہو گئے۔ اس کے بعد جرمنی والی سرحد پر فرانس نے مستحکم قلعوں کا وہ سلسلہ شروع کیا، جو میجی نو لائن[1] کے نام سے مشہور ہوا اور استحکام میں زیادہ سے زیادہ شہرت کے باوجود آئندہ جنگ میں یہ لائن بالکل بے کار ثابت ہوئی۔

متفرق واقعات:

اس دور کے متفرق واقعات یہ ہیں:

(1) 8مارچ 1926ء کو جرمنی کی جمعیت اقوام میں شمولیت کرنے کا فیصلہ ہوا اور وہ ستمبر میں شامل ہو گیا۔

(2) 1926ء میں تخفیف اسلحہ (سازوسامان جنگ میں کمی) کے لیے عملی کوششیں شروع ہوئیں اور اس کمیشن نے پہلا اجلاس منعقد کیا، جو مختلف قوموں کو سازوسامان اور فوجوں میں کمی کے لیے تیار کرنے کی غرض سے مقرر ہوا تھا۔

(3) جنوری 1927ء میں جرمنی کے فوجی کنٹرول کے لیے اتحادیوں نے جو کمیشن مقرر کیا تھا، وہ ختم ہو گیا۔

(4) مئی 1927ء میں بمقام جنیوا بین الاقوامی اقتصادی کونسل منعقد ہوئی، جس میں پچاس ملکوں نے حصہ لیا۔ اسی سال روس جمعیت اقوام میں شامل ہو گیا۔ اس کے نمائندے نے تجویز پیش کی کہ سازو سامان جنگ اور فوجیں فی الفور ختم کر دی جائیں۔ اس تجویز کو کمیونسٹوں کا فریب قرار دے دیا گیا۔

(5) اپریل 1928ء میں جمہوریہ امریکہ کے سیکرٹری آف سٹیٹ مسٹر کیلاگ نے ترک جنگ کی سکیم ان طاقتوں کے سامنے پیش کی جو لوکارنو کانفرنس میں شریک تھیں۔ یہ بتا دیا گیا کہ اس سے مقصود جارحانہ جنگ کا ترک ہے۔ چنانچہ فرانس اور امریکہ نے اس پر دستخط کر دیئے۔

(6) فروری 1929ء میں روس نے پولینڈ، رومانیا، ایستھونیا اور لیٹویا کے ساتھ مل کر ترک جنگ کے میثاق پر دستخط کر دیئے۔

ادائے تاوان کی نئی سکیم:

ادائے تاوان کے لیے ایک نئی کمیٹی مقرر کر دی گئی تھی تا کہ سارے مسئلے پر خوب غور کرے اس کمیٹی نے یہ تجویز پیش کی کہ تاوان کی رقم کو غیر ملکی سکوں میں تبدیل کر دینے کی ذمہ داری جرمنی کو اٹھانی چاہیے۔ اس غرض سے ایک نیا بین الاقوامی بنک بنایا جائے، جس میں تمام بڑے بڑے بنکوں کے نمائندے شریک

ہوں۔ جرمنی 1988ء تک پوری رقم سالانہ قسطوں میں ادا کردے۔ پہلے چھتیس سال کے لیے رقم میں تدریجاً اضافہ ہوتا جائے گا۔

اس سکیم کے متعلق ایک کانفرنس ہیگ میں ہوئی اور جرمنی نے پوری تجویز مان لی۔

امریکہ، فرانس، برطانیہ، اٹلی اور جاپان نے آبدوزوں کی جنگ کے متعلق ایک عہد نامہ پر دستخط کیے، نیز بحری قوت کے متعلق بعض دوسری تجویزیں منظور ہوئیں۔ بلقانی طاقتوں نے اپنا اتحاد مستحکم کرلیا۔ تخفیف اسلحہ کمیشن کا آخری اجلاس ہوا، جس میں ایک سکیم منظور کی گئی۔ جرمنی اور روس کے نمائندوں نے اس سے اتفاق نہ کیا۔ امریکہ اور سویڈن کے نمائندوں نے اس پر سخت نکتہ چینی کی۔

دورِ اختلاف:

1930ء کے بعد اقتصادی حالات خراب ہو گئے، اور مختلف ملک دیوالے کے قریب پہنچ گئے۔ امریکہ کے صدر نے یہ اعلان کردیا کہ جن ملکوں کے ذمے امریکہ کا قرضہ ہے، انھیں فی الحال ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنی حالت ٹھیک کرلیں، پھر قرضہ ادا کرنا شروع کریں۔ بنک آو انگلینڈ نے معیار زر کو ترک کردیا، اگرچہ اس کے پاس سونے کی خاصی بڑی مقدار تھی۔

جاپان کے فوجی لیڈروں نے منچوریا کے بعض مشہور شہروں پر قبضہ کرلیا۔ یوں چین اور جاپان کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی۔ جاپان نے جمعیت اقوام سے درخواست کی تھی کہ منچوریا کے حالات کی چھان بین کے لیے ایک کمیشن مقرر کردیا جائے۔ چین نے میثاق کی مختلف دفعات کے مطابق اپیل پیش کردی تھی۔ کمیشن مقرر ہوا اور اس نے جاپان کے منچوریا سے نکل جانے کی تجویز پیش کرنے کے بجائے تصفیے کی یہ صورت پیش کی کہ چونکہ جاپان کے خاص مفاد منچوریا سے وابستہ ہیں، لہٰذا منچوریا کو چین کی ایک خود مختار ریاست تسلیم کیا جائے، جس کا نظم ونسق جاپان کے ہاتھ میں ہو۔ اس تجویز نے جمعیت اقوام کے وقار پر پہلی کاری ضرب لگائی اور اس وقت سے جمعیت کی بے حقیقتی نمایاں ہوگئی۔

جرمنی اور اٹلی:

امریکہ اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح قیام امن کی اچھی صورت پیدا ہو جائے، لیکن کوئی کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔ برطانوی وزیراعظم نے تجویز پیش کی کہ یورپی فوجوں میں کم از کم پانچ لاکھ کی کمی کردی جائے۔ فرانس اور جرمنی کی فوجیں بالکل برابر رکھی جائیں۔ جرمنی اس پر راضی تھا، لیکن اس نے کہا کہ نازی پارٹی کے رضا کار دستے اس گنتی میں شامل نہ کیے جائیں۔ 1933ء میں جرمنی نے تخفیف اسلحہ کی کانفرنس

سے بھی علیحدگی اختیار کرلی اور وہ جمعیت اقوام سے بھی کنارہ کش ہوگیا۔ 16 مارچ 1935ء کو جرمنی نے عہد نامہ ورسائی کی ان تمام دفعات کو رد کردیا، جن میں جرمنی کی فوجی قوت پر پابندیاں لگائی گئی تھیں۔ جبری فوجی بھرتی کا از سر نو اعلان کردیا گیا اور یہ بھی بتادیا گیا کہ جرمنی کی فوج بڑھا کر چھتیس ڈویژن کردی جائے گی۔

اس تشویش ناک صورت حال نے مختلف طاقتوں کو باہم عہد نامے کر لینے پر مجبور کردیا۔ چنانچہ بلقانی ریاستوں نے آپس میں اتحاد کرلیا۔ فرانس اور روس کے درمیان اتحاد ہوگیا۔

ستمبر 1935ء میں اٹلی اور حبشہ کے درمیان صورت حال نازک ہوگئی، جس نے جنگ کی شکل اختیار کرلی۔ جمعیت اقوام کی اسمبلی نے جس میں اکاون قوموں کے نمائندے شریک تھے، اٹلی کے تعلق میں پابندیاں لگادیں۔ مثلاً یہ کہ اسلحہ نہ دیئے جائیں، قرضہ نہ دیا جائے، خام مال نہ بہم پہنچایا جائے۔ اٹلی سے کوئی مال نہ منگوایا جائے۔ مارچ 1936ء میں جرمنوں نے عہد نامہ ورسائی کو توڑتے ہوئے رہائن لینڈ پر قبضہ کرلیا اور اٹلی حبشہ کے دارالحکومت پر قابض ہوگیا۔ گویا جمعیت اقوام ایک سیاسی نظام کی حیثیت سے بالکل ختم ہوگئی۔

خطرناک واقعات کا تواتر:

جولائی 1936ء میں ہسپانیہ کے اندر خانہ جنگی شروع ہوگئی اور فوجی گروہ نے جنرل فرینکو کی سرکردگی میں جمہوری حکومت کے خلاف اقدامات کیے۔ جرمنی اور اٹلی نے فرینکو کو امداد دی، یہاں کہ وہ کامیاب ہوگیا اور جمہوری حکومت کی جگہ فرینکو کی ڈکٹیٹری نے لے لی۔

مارچ 1938ء میں جرمنی نے آسٹریا کو اپنے ساتھ ملالیا۔ اسی سال ستمبر میں جرمنی اور چیکوسلواکیا کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی۔ پہلے چیکوسلواکیا کے وہ حصے اس سے الگ کرائے گئے جن میں جرمنوں کی آبادی خاصی تھی، مارچ 1939ء میں اس کا وجود ہی ختم کردیا گیا۔

یہ سب کچھ ہو چکا تو ڈانزگ کے علاوہ پولینڈ میں سے مشرقی پروشیا تک راستے کا سوال پیدا کردیا گیا۔ ادھر اٹلی نے البانیا پر قبضہ کرلیا، پھر ہسپانیہ، جرمنی، اٹلی اور جاپان بالشویکوں کے خلاف ایک معاہدے میں شریک ہوگئے۔

جمہوریہ امریکہ کے صدر روزویلٹ نے ہٹلر اور مسولینی سے درخواست کی کہ یورپی اقوام اور مشرق قریب پر حملے سے احتراز کے متعلق یقین دلایا جائے۔ ہٹلر نے جرمنی کی شکایات پیش کردیں، لیکن جارحانہ اقدام سے بالکل انکار کیا۔ اگست 1939ء میں پولینڈ کے جھگڑے نے سخت نازک صورت اختیار کرلی۔ 23 اگست کو روس اور جرمنی میں معاہدہ ہوگیا۔ امریکہ نے بڑی کوشش کی کہ جھگڑا مصالحت سے طے ہو جائے، اس کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ یکم ستمبر کو پولینڈ پر حملہ ہوا اور دوسری جنگ عظیم شروع ہوگئی۔

برطانیہ، بلجیم اور ہالینڈ

جزائرِ برطانیہ:

یورپ کے اہم واقعات اوپر پیش کیے جا چکے ہیں، اب مختلف ملکوں کی سرسری کیفیت بتائی جاتی ہے۔

برطانیہ میں جنگ کے بعد بے روزگاری بہت بڑھ گئی۔ کوئلے کی کانوں کے کارکنوں نے بار بار ہڑتالیں کیں۔ مئی 1926ء میں جو ہڑتال ہوئی، اس میں ٹریڈ یونینوں کے ساٹھ لاکھ ممبروں میں سے کم از کم پچیس لاکھ شامل تھے۔

لائڈ جارج کے استعفیٰ (19 اکتوبر 1922ء) پر بونرلا نے وزارت بنائی، پھر سٹینلے بالڈون کو وزیر اعظم بنایا گیا، اس لیے کہ بونرلا بیمار ہو گیا تھا۔ 1924ء میں لیبر پارٹی نے رامزے میکڈانلڈ کی سرکردگی میں وزارت بنائی۔ 1931ء میں متحدہ قومی وزارت بنی۔ 30 جنوری 1936ء کو شاہ جارج پنجم نے وفات پائی اور پرنس آف ویلز (شہزادہ ولی عہد) ایڈورڈ ہشتم کے لقب سے بادشاہ بنا۔ اس نے 10 دسمبر 1936ء کو اپنے بھائی جارج ششم کے حق میں تخت سے دست برداری اختیار کر لی۔ جب جرمنی اور اٹلی کے اقدامات نے یورپی صورت حال بہت نازک بنا دی، تو یکم دسمبر 1938ء کو جنگی خدمات کا قومی رجسٹر کھول دیا گیا، تاکہ جو لوگ چاہیں اپنی رضامندی سے جنگی خدمات کے لیے اپنے نام درج کراتے جائیں۔ یہ جنگ کی تیاری کی طرف پہلا قدم تھا۔

متفرق واقعات:

اب متفرق واقعات کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے:

(1) 28 فروری 1922ء کو یہ اعلان ہوا کہ مصر پر برطانوی سیادت ختم کر دی گئی۔

(2) 8 اگست 1924ء کو روس کے ساتھ تجارتی عہد نامہ ہوا۔

(3) 20 جنوری 1928ء کو چین کے ساتھ عہد نامہ ہوا جس میں حکومت نانکن کو تسلیم کر لیا گیا۔

(4) ہندوستان میں اصلاحات کے متعلق سائمن کمیشن کی رپورٹ 10 جون 1930 کو شائع ہوئی۔

(5) 2 اگست 1935ء کو حکومت ہند کا نیا آئین منظور ہوا۔

(6) 8 جولائی 1937ء کو فلسطین کے متعلق یہ تجویز پیش ہوئی کہ ملک کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک

ٹکڑے کے مالک یہودی ہوں، دوسرے کے عرب۔

(7) ستمبر 1928ء میں برطانوی وزیر اعظم نیویل چیمبرلین ہٹلر سے بات چیت کے لیے جرمنی پہنچا اور امن کا پیغام لے کر واپس آیا، جسے اس وقت بڑی اہمیت دی گئی تھی، لیکن یہ بالکل بے نتیجہ ثابت ہوا۔

(8) 31 مارچ 1939ء کو برطانیہ اور فرانس نے اعلان کیا کہ وہ ہر حال میں پولینڈ کی امداد کریں گے۔ گویا جرمنی کو خوش کرنے کی پالیسی ترک کر دی گئی۔

(9) 27 اپریل کو حکومت برطانیہ نے جبری بھرتی از سر نو جاری کر دی۔ چنانچہ بیس اور اکیس سال کے لوگ فوج میں شامل کر لیے گئے جس سے فوج کی تعداد میں تین لاکھ کا اضافہ ہوا۔

(10) 3 ستمبر کو جرمنی اور انگلستان کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔

آئر لینڈ:

آئر لینڈ میں سن فین پارٹی نے جرمنوں کی امداد کے بھروسے پر اپریل 1916ء میں بغاوت کی تھی، لیکن اسے فرو کر دیا گیا اور باغیوں کو معافی دے دی گئی۔ اسی معافی میں ڈی ولیرا رہا ہوا، جو سن فین پارٹی کا لیڈر تھا۔ مئی 1918ء میں ڈی ولیرا دوبارہ گرفتار ہوا، لیکن وہ قید خانے سے بچ نکلا اور امریکہ پہنچ گیا۔ نومبر 1919ء میں سن فین پارٹی اور برطانوی فوج کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ 1920ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے شمالی اور جنوبی آئر لینڈ کے متعلق سکیم منظور کی کہ یہ اپنی پارلیمنٹیں بنا لیں۔ آئر لینڈ کے نمائندوں نے اس سکیم کو منظور کر لیا، لیکن ڈی ولیرا نے اس کی سخت مخالفت کی اور اپنی جداگانہ پارٹی بنالی۔ اس سلسلے میں بعض اشخاص، جنھوں نے آئر لینڈ کی آزادی کے لیے قابل قدر کام کیا تھا، مارے گئے۔ 1925ء میں شمالی اور جنوبی آئر لینڈ کے درمیان سرحد کا فیصلہ ہوگیا۔ اگست 1927ء میں ڈی ولیرا اور اس کے ساتھیوں نے آئینی طور طریقوں کے مطابق کام کا فیصلہ کر لیا اور مارچ 1932ء کے انتخاب میں ڈی ولیرا جنوبی آئر لینڈ کا صدر بنا۔ اس وقت تک برطانوی بادشاہ کی اطاعت کا حلف اٹھانا ضروری تھا۔ مئی 1933ء میں آئر لینڈ کی پارلیمنٹ نے یہ حلف منسوخ کر دیا۔ اپریل 1938ء میں برطانیہ کے ساتھ بیشتر جھگڑوں کا فیصلہ ہو گیا۔ ڈگلس ہائڈ جنوبی آئر لینڈ کا صدر بنا اور ڈی ولیرا نے وزارت کا منصب سنبھال لیا۔

بلجیم اور ہالینڈ:

بلجیم کو جنگ میں سخت نقصان پہنچا تھا، صرف مالی نقصان کی مقدار سات ارب ڈالر سے کم نہ تھی۔ ابتداء میں بلجیم فرانس کے ساتھ مل کر انتقامی تدابیر پر کاربند رہا۔ جب جرمنی میں نازی پارٹی برسر اقتدار

آ گئی تو بلجیم نے پندرہ کروڑ ڈالر کی رقم دفاعی اغراض کے لیے منظور کی اور دریائے میوز کے ساتھ ساتھ قلعہ بندیاں کر لیں۔ 1934ء میں شاہ ایلبرٹ کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا لیو پولڈ بادشاہ بنا۔ اکتوبر 1936ء میں بلجیم نے فرانس سے فوجی معاہدہ ختم کر دیا۔ جرمنی نے یقین دلایا کہ اس کی سرحد کو ہمیشہ حملے سے محفوظ رکھا جائے گا۔ جب یورپ کے حالات نے نازک صورت اختیار کر لی اور فرانس جرمنی کے خلاف میدان جنگ میں اتر آیا تو شاہ بلجیم نے اپنی طرف سے، نیز ہالینڈ اور سکینڈے نیویائی ملکوں کی طرف سے صلح و امن کے لیے اپیل کی۔ اپنی غیر جانب داری کا بھی اعلان کیا، لیکن جرمنی نے اس کا کوئی خیال نہ رکھا اور فرانس پر آخری اقدام کے سلسلے میں بلجیم اور ہالینڈ دونوں کو پامال کر ڈالا۔

ہالینڈ کے متعلق اس کے سوا کوئی چیز قابل ذکر نہیں کہ ملکہ کی اکلوتی بیٹی شہزادی جولیانا کی شادی جنوری 1937ء میں شہزادہ برن ہاڈ سے ہوئی۔ شہزادی جولیانا ہی آگے چل کر تاج و تخت کی مالک بنی۔

ہسپانیہ اور پرتگال:

ہسپانیہ کو جنگ عظیم کے خوفناک واقعات سے سابقہ نہیں پڑا تھا، لیکن صنعت و حرفت نے خاصی ترقی کی اور اس وجہ سے طبقاتی کشمکش شروع ہو گئی۔ ایک طرف نیم جاگیردار طبقہ تھا، جس کی حمایت کلیسا اور فوج کر رہی تھی، دوسری طرف اشتراکیت کے حامی تھے، جو ہر ملک میں صنعتی ترقی کے ساتھ پیدا ہوئے اور ان میں سے بعض نے انارکزم یعنی بے آئینی کو اپنا نصب العین بنا لیا تھا۔ پھر مراکش کے مسئلے نے خاصی نازک صورت اختیار کر لی۔ 21 جولائی 1921ء کو غازی محمد بن عبدالکریم نے بیس ہزار ہسپانوی فوج کو سخت شکست دی۔ بارہ ہزار ہسپانوی مارے گئے، ہسپانوی جرنیل نے خودکشی کر لی۔ بعد میں بھی حالت خاصی خراب رہی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جنرل پریموڈی رویرا نے اک گونہ ڈکٹیٹر کی حیثیت حاصل کر لی اور یہ صورت حال کم وبیش سات سال قائم رہی۔

1930ء میں ڈی رویرا نے خرابی صحت کی بنا پر استعفیٰ دیا تو جمہوری قوتیں برسرکار آ گئیں اور بادشاہی نظام کے خلاف تحریک شروع ہو گئی۔ بعض جگہ بغاوتیں ہوئیں۔ 1931ء میں بادشاہ (الفانسو سیزدہم) نے دستور بحال کر دیا اور انتخابات ہوئے۔ بادشاہ ہسپانیہ سے چلا گیا، جمہوری فریق کو کامیابی حاصل ہوئی۔ بادشاہی ختم کر کے جمہوری حکومت قائم کر دی گئی اور نیا دستور مرتب ہوا۔ بعض مقامات پر بغاوتیں ہوئیں، جنھیں ختم کر دیا گیا۔

خانہ جنگی:

جیسا کہ اندیشہ تھا، ابتداء میں افراتفری کی حالت قائم رہی۔ 1936ء کے انتخابات میں جمہوریت پسندوں اور اشتراکیوں نے مل کر عدالتی محاذ بنایا۔ جولائی 1936ء میں ہسپانوی مراکش کے شہر ملیلا میں فوجی بغاوت ہوئی۔ اس کا اثر ہسپانیہ کے شہروں پر بھی پڑا۔ جنرل فرینکو باغیوں کا سردار بن گیا اور جمہوری حکومت کے خلاف اس نے جنگ شروع کر دی۔ اٹلی نے اس جنگ میں پچاس ہزر سے پچھتر ہزار تک فوج فرینکو کی امداد کے لیے بھیج دی۔ جمہوری حکومت نے جرمنی کے جہاز پر گولہ باری کی۔ اس پر جرمنوں نے جوابی کاروائی کا بندوبست کر لیا اور فرینکو کو ہر ممکن امداد بہم پہنچائی۔ صرف فوجی امداد دس ہزار سے کم نہ تھی۔ خانہ جنگی میں جمہوری حکومت کا ناکام رہی۔ فرینکو نے میڈرڈ لے لیا۔ اطالوی اور جرمن فوجیں ہٹ گئیں اور فرینکو کی حکومت قائم ہو گئی۔ خانہ جنگی میں کم و بیش سات لاکھ جانیں ضائع ہوئیں۔ تیس ہزار آدمیوں کو سزائے موت دی گئی۔ پندرہ ہزار ہوائی حملوں کی نذر ہوئے۔

پرتگال کا کوئی واقعہ اس کے سوا قابل ذکر نہیں کہ اس نے 1914ء میں جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ 1933ء میں نیا دستور بنا۔ ہسپانیہ میں خانہ جنگی کے آغاز پر پرتگال ہی کے راستے جرمنی اور دوسرے ممالک کی طرف سے فرینکو کو امداد ملتی رہی۔

اٹلی:

پہلی جنگ عظیم میں اٹلی کے چھ لاکھ آدمی مارے گئے تھے، مگر اُسے طرف نوے ہزار مربع میل علاقہ ملا، جس کے باشندوں کی تعداد سولہ لاکھ تھی۔ جنگ کے بعد حالات خاصے نازک رہے۔ جگہ جگہ ہنگامے بھی بپا ہوئے، اس لیے کہ اقتصادی حالات بڑے ہی خراب تھے۔ مسولینی نے فاشسٹوں کے نام سے اپنی ایک پارٹی بنالی تھی۔ 28 اکتوبر کو مسولینی کی ہدایت کے مطابق فاشسٹوں نے رومہ پر دھاوا بولا۔ بادشاہ نے مجبور ہو کر مسولینی کو میلان سے بلایا اور اس نے 31 اکتوبر کو وزارت بنالی۔ اس وقت سے کم و بیش بائیس سال تک وہ اٹلی کا مختار مطلق بنا رہا۔

مسولینی کا دور اقتدار:

مسولینی نے وزارت بناتے ہی اپنی پارٹی کے استحکام کا بندوبست کر لیا اور فاشسٹوں کی ایک فوج بنا لی۔ عدالتی نظام کی اصلاح کی۔ مختلف یورپی ملکوں سے دوستی کے معاہدے کر لیے۔ مثلاً یوگوسلافیا، ہنگری، ہسپانیہ، البانیا، حبشہ، یونان، برطانیہ، فرانس وغیرہ۔ ابتداء میں جرمنی سے تعلقات کشیدہ رہے، مگر ہٹلر کے

برسر اقتدار آنے کے بعد آہستہ آہستہ تعلقات بہتر ہونے لگے، یہاں تک کہ مسولینی ہٹلر کا گہرا دوست بن گیا۔

اس نے اٹلی کو بہت بڑی قوت بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ فوج کی تعداد بڑھائی، جنگی جہاز تیار کرائے۔ 1935ء میں حبشہ سے کشمکش شروع ہوئی۔ مسولینی نے تھوڑی ہی مدت میں حبشہ کو فتح کر کے سلطنت اٹلی کا حصہ بنا لیا۔ اسی طرح لیبیا میں اپنا اقتدار پوری طرح قائم کر لیا، لیکن یہ بتا دینا چاہیے کہ اس کی تمام تعمیری کوششوں کی حیثیت زیادہ تر سطحی تھی۔ جب ہٹلر نے پولینڈ کو فتح کر کے اپنی فوجوں کا رخ فرانس کی طرف پھیرا اور فرانس میں ابتری کے آثار پیدا ہوئے تو مسولینی نے بھی اعلان جنگ کر دیا۔ اگرچہ ابتداء میں وہ غیر جانب دار رہا تھا اور غیر جانب داری کا مقصد یہ تھا کہ اٹلی کے راستے جرمنی کو ضرورت کی تمام چیزیں حاصل ہوتی رہیں۔

پوپ کے ساتھ معاہدہ:

مسولینی نے 11 فروری 1929ء کو پوپ کے ساتھ معاہدہ کر لیا، جس کے مطابق ویٹی کن شہر میں، جو رومہ کا ایک حصہ ہے، پوپ کی دنیوی حکومت تسلیم کر لی اور ایک مالی معاہدہ ہوا، جس کے مطابق پچھتر کروڑ اطالوی لیرا کی رقم پوپ کو نقد ادا کی گئی اور ایک ارب لیرا کے سرکاری تمسکات حوالے کر دیئے گئے۔ اگرچہ اس معاہدے کے بعد بھی کشمکش ختم نہ ہوئی۔

جرمنی

جرمنی:

قیصر ولیم کی دست برداری کے بعد جرمنی میں جمہوری حکومت کا اعلان ہو گیا تھا، لیکن جنگ میں جرمنی پر جو ضرب لگی تھی، اس سے انتظامی حالت خاصی خراب ہو گئی۔ بعض علاقوں نے جداگانہ جمہوریتیں قائم کرنے کا رجحان ظاہر کیا۔ فرانس نے روہر پر قبضہ کر لیا۔ رہائن لینڈ میں ایک الگ جمہوری حکومت بنا دی گئی۔ نومبر 1923ء میں نازی پارٹی کے لیڈر ہٹلر نے جنرل لوڈنڈارف کی مدد سے میونخ میں ہنگامہ بپا کیا، لیکن ہٹلر گرفتار ہوا اور قید میں اس نے اپنی مشہور کتاب مین کیمف (میری جدوجہد) لکھی، جو بعد ازاں نازیوں کا پروگرام بن گئی۔

ہنڈن برگ کی صدارت:

اپریل 1925ء میں جنرل ہنڈن برگ اکثریت سے صدر منتخب ہوا۔ اسے جرمنی میں بڑی عظمت حاصل تھی۔ اسی دور میں جرمنی نے ترقی اور استحکام کے لیے مستقل کام شروع کیا۔

ستمبر 1930ء کے انتخابات میں ہٹلر کی نازی پارٹی کو ایک سو سات نشستیں مل گئیں، حالانکہ اس سے پیشتر کے انتخاب میں اس پارٹی کو صرف بارہ نشستیں حاصل تھیں۔ کمیونسٹوں اور نازیوں کے درمیان تصادم کے واقعات بھی پیش آئے۔ 1932ء کے انتخاب صدارت میں ہنڈن برگ دوبارہ صدر منتخب ہوا۔ اس انتخاب میں ہٹلر بھی امیدوار بنا تھا اور اس نے خاصے ووٹ حاصل کیے تھے۔ جولائی 1932ء میں جرمن پارلیمنٹ کے انتخابات ہوئے تو نازی پارٹی دو سو نشستیں لے گئی۔ ہنڈن برگ نے ہٹلر سے درخواست کی کہ وہ فان پاپن کے ماتحت وائس چانسلر کا عہدہ قبول کر لے، اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ یا تو پورے اختیارات لوں گا یا کچھ نہیں لوں گا۔ آخر فان پاپن نے استعفیٰ دے دیا۔ ہٹلر نے 24 نومبر 1932ء کو اس شرط پر چانسلر کا عہدہ قبول کیا کہ اسے پورے اختیارات دے دیے جائیں۔ آخر 30 جنوری 1933ء کو فیصلہ ہٹلر کے حق میں ہوا۔ وہ خود چانسلر، یعنی وزیراعظم بن گیا۔ فان پاپن کو نائب وزیراعظم بنایا گیا۔ آئندہ انتخاب میں پارلیمنٹ کی دو سو اٹھاسی نشستیں نازی لے گئے اور ملک کے چالیس فیصد ووٹ ہٹلر کے حق میں آئے۔ کمیونسٹ پارٹی خلاف آئین قرار دی گئی۔ اس پارٹی پر یہ الزام لگا تھا کہ اس نے پارلیمنٹ کی عمارت کو آگ لگائی تھی۔ اس وقت سے ہٹلر مختار کل بن گیا اور اس نے پوری انتظامی مشینری کو نئے سانچے میں ڈھال دیا۔

جرمنی جمعیت اقوام کا ممبر بن چکا تھا، لیکن ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اکتوبر 1933ء میں اس نے جمعیت سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ قوم نے اس کی پوری تائید کی۔ ہٹلر نے اپنے سے اختلاف رکھنے والے لوگوں کو مختلف الزامات کے ماتحت قتل کرا دیا۔ 2 اگست 1934ء کو ہنڈن برگ نے وفات پائی تو ہٹلر نے صدارت کا عہدہ بھی سنبھال لیا اور اپنے لیے فیوہرر یعنی لیڈر کا لقب اختیار کیا۔

ہٹلر کا دورِ مختاری:

ہٹلر کے دورِ مختاری کے بیشتر واقعات پہلے پیش کیے جا چکے ہیں۔ اختصاراً یہ واقعات ذیل میں درج ہیں:

(1) علاقہ سار میں جمعیت اقوام نے رائے عامہ کا انتظام کیا (جنوری 1935ء)۔ نوے فی صد ووٹ جرمنی سے الحاق کے حق میں آئے، چنانچہ سار جرمنی کو مل گیا۔
(2) ہٹلر نے عہد نامہ ورسائی کی ان تمام دفعات سے اختلاف کیا، جن کے مطابق جرمنی کی فوجی حیثیت پر پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔
(3) جرمنی نے لوکارنو کانفرنس کے معاہدوں کی مذمت کی (7 مارچ 1936ء)۔
(4) رہائن لینڈ پر قبضہ۔
(5) برلین اور رومہ کی محور کی ترتیب۔
(6) جرمنی اور جاپان کے درمیان معاہدہ۔
(7) جرمنی نے ہسپانیہ میں فرینکو کی حکومت تسلیم کر لی۔
(8) آسٹریا کا الحاق (مارچ 1938ء)۔ اس طرح ساٹھ لاکھ مزید جرمن نازی جرمن میں شامل ہو گئے۔
(9) چیکوسلواکیا میں سے جرمن آبادی والے علاقوں کی علیحدگی۔ اس طرح تیس لاکھ جرمنی، میں شامل ہو گئے (ستمبر 1938ء)۔
(10) چیکوسلواکیا کا خاتمہ، یعنی بوہیمیا اور موریویا کے باقی حصوں پر قبضہ (15 مارچ 1939ء)۔
(11) میمل پر قبضہ اور پولینڈ سے زبردست مطالبات (مارچ 1939ء)۔
(12) اٹلی سے سیاسی اور فوجی معاہدہ (مئی 1939ء)
(13) روس سے معاہدہ (10 اگست 1939ء)۔

(14) پولینڈ پر حملہ (یکم ستمبر 1939ء)۔ برطانیہ اور فرانس کا اعلان جنگ۔

آسٹریا:

صلح کی کانفرنسوں میں یورپ کے مدبروں نے جو حکومتیں پیدا کیں، ان میں سب سے زیادہ بدنصیب غالبًا آسٹریا تھا۔ 80 لاکھ کی آبادی اور قریبًا سب جرمن، ان میں سے بیس لاکھ باشندے ویانا میں تھے اور اس مرکزی شہر کو سلطنت کے سابقہ علاقوں سے کوئی تعلق نہ رہا تھا۔ صنعت وحرفت کے تمام سلسلے اسی شہر میں تھے اور الگ ہونے والے علاقوں نے جو حکومتیں بنائیں، انھوں نے ہر جگہ محصولوں کی دیواریں کھڑی کر دیں۔ پھر جرمنی کے ساتھ مل جانے سے اسے روک دیا گیا تھا۔ نومبر 1918ء میں وہاں عارضی حکومت بنی۔ کمیونسٹوں نے ہنگامے شروع کر دیئے۔ دستور ساز اسمبلی کا انتخاب ہوا تو ان میں زیادہ بڑی تعداد اشتراکیوں کی تھی۔ اسمبلی نے فیصلہ کیا کہ آسٹریا جرمنی کے ساتھ مل جائے، مگر صلح نامے کی رو سے جو وزارت پہلے بنی تھی، اس نے استعفیٰ دے دیا اور نئی وزارت نے کاروبار سنبھال لیا۔ 1921ء میں کھانے پینے کی چیزیں بہت کم ہو گئیں۔ لوگوں کی تکلیفیں بڑھ گئیں اور بے چینی پیدا ہو گئی۔ ساتھ ہی آس پاس کی نئی حکومتوں سے مختلف علاقوں کے متعلق جھگڑے شروع ہو گئے۔ اکتوبر 1922ء میں جمعیت اقوام نے ملک کی از سر نو تنظیم کا کاروبار خود سنبھال لیا، تاہم اس سے کوئی بہتر صورت نہ ہوئی۔

بعد کے حالات:

بعد کے حالات کی مختصر سی کیفیت یہ ہے:

(1) حکومت آسٹریا نے مارچ 1931ء میں فیصلہ کیا کہ کسٹمز میں جرمنی کے ساتھ اتحاد کر لیا جائے۔ ملکی اتحاد کی طرف یہ پہلا قدم تھا، جس سے بڑی تشویش پھیلی۔ جرمنی اور آسٹریا نے عام مصلحتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود یہ سکیم ترک کر دی۔

(2) جولائی 1932ء میں جمعیت اقوام نے تیس کروڑ شلنگ کا قرضہ اس شرط پر منظور کیا کہ آئندہ بیس سال کے لیے آسٹریا جرمنی کے ساتھ سیاسی یا اقتصادی اتحاد نہ کرے۔

(3) جمہوریہ آسٹریا کے صدر ڈاکٹر ڈالفس (Dollfuss) نے پارلیمانی نظام اس وجہ سے روک دیا کہ جرمنی میں ہٹلر کی کامیابی کے باعث آسٹریا کی نازی پارٹی نے سرگرم شورش شروع کر دی تھی۔ کچھ دیر بعد نازی پارٹی کو توڑ دیا گیا اور ڈالفس نے اشتراکیوں، نیز دوسری پارٹیوں کو ختم کر کے ملکی محاذ کے نام سے نئی پارٹی بنالی۔

(4) اپریل 1934ء میں ویانا کے لیے نیا دستور بنا، جس کے مطابق اختیارات پر خاصی پابندیاں لگ گئیں۔

(5) جولائی میں نازیوں نے ویانا کے ریڈیو سٹیشن پر قبضہ کرلیا اور ڈاکٹر ڈالفس کی طرف سے خود بخود استعفیٰ کا اعلان کردیا، پھر اسے گولی ماردی۔ اس پر ڈاکٹر شش نگ (Schuschnigg) نے کاروبار سنبھال لیا اور وہ تمام قانون منسوخ کردیے، جو ہپس برگ خاندان کی بحالی کے خلاف تھے۔ یہ بادشاہی کو بحال کردینے کی ایک تدبیر تھی۔

(6) شش نگ نے 1937ء میں مسولینی سے اور 1938ء میں ہٹلر سے ملاقاتیں کیں، تاکہ آپس میں مصلحت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ یہ وعدہ بھی کرلیا کہ آسٹریا میں جن نازیوں کو قید کیا گیا ہے، انھیں معافی دے دی جائے گی اور انھیں وزارت میں شامل کرلیا جائے گا۔

(7) 9 مارچ 1938ء کو شش نگ نے اعلان کیا کہ آسٹریا کے عوام سے آزادی کے متعلق رائے پوچھی جائے گی۔ جرمنی نے آسٹروی حکومت کو الٹی میٹم بھیج دیا۔ جرمن فوجیں اندر داخل ہوگئیں اور پورے آسٹریا پر قبضہ کرکے وہاں اپنی حکومت بنالی۔

(8) 10 اپریل کو رائے عامہ معلوم کی گئی 75ء99 ووٹ جرمنی کے ساتھ اتحاد کے حق میں آئے۔ چنانچہ آسٹریا جرمنی کا ایک حصہ بن گیا۔

چیکوسلوا کیا، ہنگری اور بلقانی ریاستیں

چیکوسلوا کیا:

چیکوسلوا کیا کی آزادی کا اعلان 28 اکتوبر 1918ء کو ہوا اور ڈاکٹر میسارک [1] کو صدر چنا گیا، جو آزادی کا پرانا مجاہد تھا۔ آس پاس کی حکومتوں سے تعلقات استوار ہوئے۔ سب سے معاہدے کیے گئے۔ ایک معاہدہ فرانس سے بھی ہوا۔ مختلف صوبوں کو خود اختیاری حقوق دیئے گئے۔ ملک کے جرمنوں نے نازی پارٹی کے اصول پر جو پارٹی بنائی تھی، اسے توڑ دیا گیا۔ روس کے ساتھ ایک دوسرے کی امداد کا معاہدہ ہوا (16 مئی 1935ء)۔ ڈاکٹر میسارک بار بار صدر بنتا رہا۔ دسمبر 1935ء میں اس نے استعفیٰ دے دیا کہ اس کی عمر پچاسی برس کی ہو چکی تھی اور اس کی جگہ ڈاکٹر بینس (Benes) صدر بنا۔

جرمنی سے کشمکش:

چیکوسلوا کیا کی پولیس نے جرمنوں کو بزور دبانے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جرمنی کے ساتھ تعلقات بگڑ گئے اور جرمن نمائندوں نے پارلیمنٹ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ آسٹریا جرمنی میں شامل ہو گیا تو چیکوسلوا کیا کی حالت خاصی نازک ہو گئی، اس لیے کہ شمال مغرب ہی میں نہیں، بلکہ جنوب مغرب میں بھی جرمنوں کی حکومت آ گئی تھی۔ فیصلے کے لیے گفتگو شروع ہوئی تو جرمنوں نے آٹھ نکات پیش کر دیئے، جن کا مطلب یہ تھا کہ جرمن اکثریت والے علاقوں کی حد بندی کر کے انھیں خود اختیار حقوق دے دیئے جائیں، نیز 1918ء سے انھیں جو نقصانات پہنچ چکے ہیں، ان کی تلافی کی جائے، بلکہ چیکوسلوا کیا کی خارجہ پالیسی پر بھی نظر ثانی کی جائے۔ جب اندیشہ پیدا ہوا کہ جرمنی کی طرف سے حملہ ہو جائے گا تو چیکوسلوا کیا نے چار لاکھ فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔

یورپی طاقتوں میں سے برطانیہ اور فرانس نے بیچ بچاؤ کی کوشش کی۔ ستمبر 1938ء میں حالات بہت نازک ہو گئے اور برطانوی وزیر اعظم نے خود جرمنی جا کر ہٹلر سے ملاقات کی، تاکہ مصالحت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ اٹلی جرمنی کا حامی بن گیا تھا۔ روس اور رومانیا چاہتے تھے کہ جرمنی کا مقابلہ کیا جائے۔ تیسری مرتبہ برطانوی وزیر اعظم جرمنی گیا تو میونخ میں فیصلہ ہوا کہ جرمن علاقوں کو چیکوسلوا کیا سے الگ کر کے جرمنی میں شامل کر دیا جائے۔ یہ چیکوسلوا کیا پر کاری ضرب تھی، مگر اس لیے قبول کر لی گئی کہ یورپ کو جنگ سے محفوظ رکھا جائے۔ برطانیہ اور فرانس میں سے اس وقت کوئی بھی جنگ کے لیے تیار نہ تھا۔

آخری فیصلہ:

چنانچہ چیکوسلواکیا سے دس ہزار مربع میل علاقہ الگ کر کے جرمنی میں شامل کر دیا گیا۔ عین اس موقع پر پولینڈ اور ہنگری نے مختلف علاقوں کا مطالبہ پیش کر دیا اور چیکوسلواکیا کی جمہوریت سے کم وبیش پچاس لاکھ نفوس الگ ہو گئے۔ خود چیکوسلواکیا کے مختلف صوبے بھی علیحدگی پر تل گئے۔ گویا 1918ء میں مختلف ٹکڑوں کو جوڑ کر اتحادیوں نے جو ملک بنایا تھا، وہ پارہ پارہ ہو گیا۔ صوبہ سلواکیا کا وزیراعظم ہٹلر سے ملا ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے علاقے کو الگ کرا لے۔ اس نے ہٹلر سے امداد کی اپیل کی۔ ہٹلر نے جمہوریہ چیکوسلواکیا کے صدر کو جرمنی بلوایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلواکیا اور کوہ کارپتھین کے یوکرینی علاقوں نے آزادی کا اعلان کر دیا۔ بوہیمیا اور موربویا کو جرمنی نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اس طرح مارچ 1939ء میں چیکوسلواکیا کی آزادانہ حیثیت ختم ہو گئی۔

ہنگری:

ہنگری میں جمہوری حکومت بنی تو اس کا کاروبار کمیونسٹوں کے ہاتھ آ گیا تھا، جن کا لیڈر بیلاکن (Beal Kun) تھا۔ ابتداء میں رومانیا اور چیکوسلواکیا سے لڑائیاں ہوئیں۔ بیلاکن ملک چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ہارتھی کو نائب السلطنت بنایا گیا۔ آسٹریا کے معزول شہنشاہ نے ہنگری میں بادشاہی قائم کرنے کی کوشش کی۔ نومبر 1921ء میں ہنگری کی حکومت نے اس کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ 1934ء میں یوگوسلافیا کا بادشاہ ایلگزانڈر فرانس میں مارا گیا۔ عام خیال یہ تھا کہ اس کے قتل کی سازش ہنگری میں کی گئی ہے، لہٰذا اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں ہنگری اور یوگوسلافیا کے درمیان لڑائی نہ شروع ہو جائے۔ 1937ء میں ہنگری کے خلاف نازیوں کی ایک سازش کا سراغ ملا۔ جرمنی کے ساتھ آسٹریا کے الحاق سے ہنگری کے لیے مزید تشویش پیدا ہو گئی۔ اس میں کم وبیش پانچ لاکھ جرمن آباد تھے، ان کی روش بالکل بدل گئی۔ چیکوسلواکیا پارہ پارہ ہوا تو کم وبیش پانچ ہزار مربع میل کا علاقہ ہنگری کو ملا، جس میں دس لاکھ باشندے آباد تھے۔

بلقانی حکومتیں:

(1) یوگوسلافیا کی حکومت سرویوں، کروٹوں وغیرہ کو ملا کر بنائی گئی تھی۔ چیکوسلواکیا، رومانیا اور یونان وغیرہ سے معاہدے ہوئے۔ اگست 1921ء میں شاہ پیٹر کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا ایلگزانڈر بادشاہ بنا۔ اس نے ملک کے تشویش ناک حالات دیکھ کر 1929ء میں پارلیمنٹ توڑ دی اور ڈکٹیٹر کی حیثیت میں کام شروع کر دیا۔ 1931ء میں نئے انتخابی قانون کے مطابق پارلیمنٹ بنی۔ 1934ء میں یوگوسلافیا،

یونان، رومانیا اور ترکی کے درمیان معاہدہ ہوا۔ 1934ء میں ایلگزانڈر کے قتل پر اس کا کم سن بیٹا بادشاہ بنا۔ بیچ میں پھر ایک مرتبہ پارلیمانی نظام معطل کرنا پڑا، جو اگستِ 1939ء میں دوبارہ بحال ہوا۔

(2) البانیا کی آزادی کا مسئلہ 1912ء سے چلا آتا تھا۔ دسمبر 1918ء میں ترخان پاشا جمہوریہ البانیا کا صدر بنا۔ دسمبر 1922ء میں احمد زوغو وزیراعظم بن گیا۔ اٹلی کے ساتھ دو مرتبہ معاہدہ ہوا۔ 1928ء میں احمد زوغو کی بادشاہی کا اعلان ہو گیا۔ 1939ء میں جرمنی نے چیکوسلوا کیا پر قبضہ کر کے افراتفری پیدا کی تو اٹلی نے البانیا میں فوج بھیج دی۔ اس نے تھوڑے ہی دنوں میں ملک کو پامال کر ڈالا۔ احمد زوغو پہلے یونان، پھر ترکی اور بعد ازاں انگلستان چلا گیا۔ اٹلی نے البانیا کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

(3) یونان کے زیادہ تر حالات پہلے پیش کیے جا چکے ہیں، یعنی وینزیلاس کی کوشش کہ سمرنا پر قبضہ کرے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کے ہاتھوں یونانیوں کی ذلت خیز شکست۔ جنگ کے زمانے میں کانسٹنٹائن کو معزول کیا گیا تھا۔ 1920ء سے 1922ء تک وہ دوبارہ بادشاہ رہا، پھر اپنے بیٹے جارج کے حق میں دست بردار ہو گیا۔ جارج 1925ء میں ملک چھوڑ گیا اور یونان میں جمہوری حکومت بن گئی۔ خاصی دیر تک افراتفری رہی۔ 1935ء میں جارج کو دوبارہ بادشاہ بنا دیا گیا۔ اگست 1936ء میں میٹکساس (Metaxas) ڈکٹیٹر بن گیا۔ کریٹ میں بغاوت ہوئی، مگر اسے فرو کر دیا گیا۔ اپریل 1939ء میں فرانس اور برطانیہ نے یونان کی آزادی کے لیے ضمانت دے دی۔

(4) بلغاریا نے جنگ میں شکست کھائی تھی۔ بادشاہ فرڈی ننڈ تخت سے دست بردار ہو گیا اور اس کا بیٹا بورس بادشاہ بنا۔ اس نے اٹلی کی شہزادی سے شادی کی۔ یونان اور یوگوسلافیا سے تعلقات اچھے ہو گئے۔ یہ فیصلہ بھی ہو گیا کہ بلغاریا ازسرنو اپنی جنگی قوت مستحکم کرے۔ فرانس اور برطانیہ نے اس غرض کے لیے اسے ایک کروڑ ڈالر کی رقم بطور قرض دی۔

(5) رومانیا نے ٹرانسلوینیا پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایک مرتبہ روس سے تعلقات بگڑے، پھر متارکہ کا فیصلہ ہو گیا۔ پولینڈ، ہنگری، چیکوسلوا کیا، یوگوسلافیا اور بلقانی ریاستوں سے دوستی کے معاہدے کیے گئے۔ 1927ء میں بادشاہ فرڈی ننڈ کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا کیرول پہلے ہی تخت سے دستبرداری کا اعلان کر چکا تھا، لہٰذا کیرول کا بیٹا مائیکل بادشاہ بنا اور اس کے چچا کو نائب السلطنت بنا دیا گیا، مگر 1930ء میں کیرول رومانیا پہنچ گیا۔ پارلیمنٹ نے اسے بادشاہ تسلیم کر لیا اور مائیکل الگ ہو گیا۔ جولائی

1933ء میں روس سے ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کا معاہدہ ہوا۔ 1938ء میں کیرول نے پارلیمنٹ توڑ دی۔ رائے عامہ لی گئی تو اکثریت نے اس فعل کی تصدیق کی۔ پاریل 1939ء میں برطانیہ اور فرانس نے رومانیا کی آزادی کی ضمانت دی۔

روس

حکومت زار کا خاتمہ:

روس میں انقلابی تحریکیں پہلے سے موجود تھیں۔ جنگ میں شکستیں ہوئیں تو زار نکولس نے فوج کی سپہ سالاری خود سنبھال لی۔ وہ محاذ جنگ پر چلا گیا تو کاروبار حکومت میں ملکہ کا اثر بڑھ گیا۔ وہ ایک نام نہاد مقدس شخص گریگوری راسپٹن (Gregory Rasputin) کی بڑی معتقد تھی اور اسی کے زیر اثر سب کاروبار ہو رہے تھے۔ اس وجہ سے حکومت کا وقار عوام کی نظروں میں بہت گر گیا۔ 30 دسمبر 1916ء کو راسپٹن مارا گیا۔ مارچ 1917ء میں ہڑتالیں اور فسادات شروع ہو گئے۔ فوجوں میں بغاوت پھیل گئی۔ زار نے پارلیمنٹ کو توڑنے کا حکم دیا۔ پارلیمنٹ نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ 12 مارچ کو عارضی حکومت بن گئی۔ تین روز بعد زار اپنے بھائی کے حق میں دست بردار ہو گیا۔ بھائی نے تمام اختیارات عارضی حکومت کی طرف منتقل کر دیئے۔ یوں زاروں کی حکومت ختم ہوئی اور روس میں جمہوری حکومت بن گئی۔

عارضی حکومت اور بالشویک:

عارضی حکومت کے برسر اقتدار آتے ہی بالشویکوں نے لینن کی سرکردگی میں اقتدار کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ عارضی حکومت نے پولینڈ، فن لینڈ اور استھونیا کی آزادی تسلیم کر لی۔ بہت سی دوررس اصلاحات تجویز کیں، جن کی تصدیق دستور ساز اسمبلی پر موقوف رہی۔ یہ حکومت اتحادیوں کے ساتھ رہ کر جنگ جاری رکھنے کی حامی تھی۔ بالشویکوں نے یہ اعلان کر دیا کہ جنگ جاری رکھنی ہے۔ تو مقاصد کھول کر بیان کیے جائیں۔ صاف اعلان کیا جائے کہ کوئی نیا علاقہ نہ لیا جائے گا اور جلد سے جلد جمہوری اصول پر امن قائم کر دیا جائے گا۔ تاوان بھی نہ لیا جائے گا۔

عارضی حکومت میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ 6 نومبر کو بالشویکوں نے ان سے فائدہ اٹھا کر نظام حکومت خود سنبھال لیا۔ کیرنسکی (Kerensky) جو عارضی حکومت کا مختار کل بن گیا تھا، بھاگ کر انگلستان پہنچ گیا۔ چنانچہ 7 نومبر 1917ء کو عنان حکومت بالشویکوں کے ہاتھ آ گئی۔ لینن نے پہلے سے اعلان کر رکھا تھا کہ عارضی حکومت پر سرمایہ دار قابض ہیں، یہ عوامی نمائندوں کے حوالے ہونی چاہیے۔ جنگ فوراً ختم کر دینی چاہیے۔ اگر کوئی اور تیار نہ ہو تو روس کو وسطی یورپ کی طاقتوں سے الگ صلح کر لینی چاہیے۔ پوری قابل کاشت زمین کسانوں کے حوالے کی جائے اور صنعت و حرفت کا نظم و نسق مزدوروں کی کمیٹیوں کے

ہاتھ میں رہے۔اسی پر عمل شروع ہوا۔نئی حکومت کے کارکنوں میں رہے۔اسی پر عمل شروع ہوا۔نئی حکومت کے کارکنوں میں لینن کے علاوہ ٹراٹز کی (Trotsky) اور سٹالین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بالشویکوں کا کام:

بالشویکوں نے اپنے پروگرام نے ماتحت جلد سے جلد عمل شروع کر دیا۔فروری 1918ء میں اعلان ہو گیا کہ ملک کی پوری زمین قومی ملکیت ہے۔کسانوں کو حکم دے دیا گیا کہ جو غلہ ان کے پاس فالتو ہے، وہ حکومت کے حوالے کر دیا جائے۔تمام بنک قومی ملکیت قرار پائے۔قومی قرضہ ختم کر دیا گیا۔مزدوروں کو کارخانوں پر پورا اختیار مل گیا۔ٹریڈ یونینیں حکومت کی نگرانی میں آ گئیں۔خاص ضرورت کے مواقع پر جبری مزدوری جائز قرار پائی۔کلیسا کے جتنے اوقاف تھے، وہ ضبط کر لیے گئے۔سکولوں میں مذہب کی تعلیم بند کر دی گئی۔وسطی یورپ کی طاقتوں سے صلح بھی ہو گئی، جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔پیٹرز برگ کا نام پہلے پیٹروگراڈ رکھا گیا تھا، 26 جنوری 1924ء کو لینن کے اعزاز میں اس کا نام لینن گراڈ تجویز ہوا اور اس کے بجائے بالشویکوں نے ماسکو کو مرکز حکومت بنایا۔روس کے مختلف حصوں میں جمہوری حکومتیں بن گئیں۔ٹراٹز کی فوجی تنظیم پایہ کمال پر پہنچائی۔

مخالف کا زور:

مختلف حصوں میں بعض روسی جرنیلوں نے اتحادیوں کی امداد سے بالشویکوں کی مخالفت شروع کی۔ان میں سے ڈینی کن (Denikin) اور رینگل (Wrangel) نیز امیر البحر کولچک (Kolchak) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اول الذکر دو جرنیل قفقاز اور جنوبی روس میں برسرِ کار تھے۔امیر البحر کولچک نے مشرقی روس سے پیش قدمی شروع کی تھی۔ان لڑائیوں کی تفصیل پیش کرنی ضروری نہیں، صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ آہستہ آہستہ سب مخالفتیں ختم ہو گئیں اور جولائی 1918ء میں بالشویکی دستور جاری کر دیا گیا۔اس کے مطابق مقامی جماعتیں صوبائی جماعتوں کے لیے نمائندے منتخب کرتی تھیں۔صوبائی جماعتیں مرکزی مجلس کے لیے نمائندوں کے انتخاب کی ذمہ دار تھیں۔مرکزی مجلس ایک ایگزیکٹو کمیٹی چنتی تھی، جو کانگرس کا اجلاس نہ ہونے کے اوقات میں تمام انتظامات کی ذمہ دار تھی۔کانگرس ہی وزارت بناتی تھی۔انتخابات علاقائی بنا پر نہیں، بلکہ پیشے کی بنا پر ہوتے تھے۔

مخالفانہ جدوجہد کا ایک دردناک نتیجہ یہ نکلا کہ زار اور اس کا پورا خاندان 16 جولائی 1918ء کو بمقام اکائرن برگ (Ekaterinburg) ایک تہ خانے میں مارا گیا۔شاہی خاندان کو پہلے زار کوئی سیلو میں رکھا

گیا، پھر اسے ٹوبالسک لے گئے۔اپریل 1918ء میں اکاٹرن برگ بھیج دیا گیا۔اس قتل کے ذمہ دار مقامی بالشویک تھے، جنھیں اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ مخالف قوتیں بڑھی چلی آرہی ہیں، کہیں وہ شاہی خاندان کو بچا لینے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔

بقیہ واقعات:

(1) مارچ 1921ء میں نئی پالیسی کا اعلان ہوا، جس کے مطابق فالتو کام لینے کے بجائے حکم دیا گیا کہ کسانوں سے ایک محدود مقدار ٹیکس کے طور پر لی جائے۔تجارت کی آزادی کا اعلان ہو گیا۔شہروں میں نجی تجارتی فرموں کی بھی اجازت دے دی گئی اور مالی نظام نیم سرمایہ دارانہ بنیادوں پر قائم کر لیا گیا۔

(2) جرمنی کے ساتھ معاہدہ (اپریل 1922ء)۔

(3) سویٹ جمہوریتوں کا اتحاد (دسمبر 1922ء)

(4) لینن کی وفات (21 جنوری 1924ء)

(5) سٹالن اور ٹراٹزکی میں کشمکش، جس میں سٹالن کامیاب ہوا۔

(6) نئی جمہوریتوں کا قیام، مثلاً ازبکستان، ترکمانستان اور قازقستان۔

(7) صنعتی، زرعی اور دوسری ترقیات کا شاندار دور، ریلوں اور سڑکوں کا جال ہُر طرف پھیل گیا۔

(8) فرانس کے ساتھ معاہدہ اتحاد (مئی 1935ء)۔

(9) نیا جمہوری دستور، جس کے مطابق یونین کے گیارہ حصے قرار پائے، یعنی روس، یوکرین، ترکمانستان، تاجکستان، گرجستان، ارمنستان، ترکمانستان، تاجکستان، قازقستان اور کرغستان۔نئے انتخابی نظام میں ہر فرد کو ووٹ کا حق مل گیا۔سابقہ کانگرس کی جگہ دو ایوان بن گئے: ایک سپریم سویت، دوسری یونین کونسل۔پارلیمنٹ کو ایک پریذیڈیم بنانے کا اختیار دے دیا گیا، جس نے ایکزیکٹو کمیٹی کی جگہ لے لی۔

(10) اگست 1939ء میں جرمنی کے ساتھ معاہدہ ہوا، جس کی وجہ سے جرمنی کو پولینڈ پر حملے کا حوصلہ ہوا۔

پولینڈ:

پولینڈ کی آزادی میں اس کے مشہور جرنیل پلسڈسکی (Pilsduski) کا خاص ہاتھ تھا اور وہ اپنی زندگی

کے آخری دور تک خاصا مختار بنا رہا تھا۔1926ء میں پلسڈسکی نے حکومت اور اس وقت کے سیاسی نظام کے خلاف بغاوت کی۔خود وزیر اعظم بن گیا۔دستور میں ترمیمیں کیں۔مخالفوں کو دبانے کے لیے سخت ذریعے استعمال کیے۔مئی 1935ء میں اس کی وفات پر سمگلی رِٹز مختار بن گیا۔جرمنی کے ساتھ لڑائی کے اسباب پیش کیے جا چکے ہیں اور انھیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

ریاست ہائے بالٹک یا سکینڈے نیویائی، ممالک، یعنی ناروے، سویڈن، ڈنمارک اور فن لینڈ کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں۔

جمہوریہ امریکہ

جرمنی کے خلاف 6 اپریل 1917ء کو اعلان جنگ کیا گیا تھا۔ آسٹریا، ہنگری سے صرف سفارتی تعلقات توڑے گئے اور جنگ کا اعلان 7 ستمبر کو ہوا۔ ترکی سے بھی تعلقات توڑ لیے گئے۔ اس کے خلاف رسمی اعلان جنگ بالکل نہ ہوا اور یہی کیفیت بلغاریہ کے سلسلے میں پیش آئی۔ 18 مئی کو اکیس سال سے اکتیس سال تک کی عمر کے باشندوں کی بھرتی کا اعلان ہو گیا۔ 5 جون کو جائزہ لیا گیا، تو پچانوے لاکھ چھیاسی ہزار آدمی رجسٹر ہو چکے تھے۔ 12 دسمبر 1918ء کو اٹھارہ سال سے اڑتالیس سال تک کے لوگ رجسٹر کر لیے گئے اور کلی تعداد ایک کروڑ تیس لاکھ سے اوپر تک پہنچ گئی۔ 13 جون کو پہلا فوجی ڈویژن فرانس بھیجا گیا۔ جنگ کے سلسلے میں جاسوسی، دشمن کے ساتھ تجارت اور فسادات کے قانون منظور ہوئے۔ ایک جنگی بورڈ بنا دیا گیا، جسے سامان جنگ کے سلسلے میں تمام چیزیں خریدنے کا اختیار دے دیا گیا۔ ہربرٹ ہوور (Hoover) کو غذائی انتظام کا ذمہ دار بنایا گیا۔ 8 جنوری 1918ء کو صدر ولسن نے اپنے چودہ نکات پیش کیے، جن میں امریکہ کے مقاصد جنگ کا اعلان ہوا۔ جنگ کے سلسلے میں ایک مالی کمیشن قائم کیا گیا، جس کا ابتدائی سرمایہ پچاس کروڑ ڈالر تھا۔

امریکی فوجوں نے چھ زبردست حملوں میں حصہ لیا، جن میں سے دو حملوں کا پورا بوجھ امریکی فوجوں پر پڑا۔ ان میں بارہ لاکھ امریکی شریک تھے۔

جنگ کا خاتمہ:

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے 11 نومبر 1918ء کو جنگ ختم ہوئی۔ 13 دسمبر کو صدر ولسن اپنے مشیروں کے ساتھ فرانس پہنچا، تا کہ صلح کی گفت وشنید کی جائے۔ اس سلسلے میں ضروری حالات پہلے پیش کیے جا چکے ہیں۔ 1919ء میں معاہدہ ورسائی، سینٹ کے سامنے پیش ہوا۔ اگرچہ اسے رد کر دیا گیا، لیکن جرمنی کے خلاف حالت جنگ ختم کر دی گئی۔ مختلف قوانین منظور ہوئے۔ جنگ کے دوران میں ریلوں کا انتظام حکومت نے سنبھال لیا تھا۔ یکم مارچ 1920ء کو تمام ریلیں اصل مالکوں کے حوالے کر دی گئیں۔ ستمبر 1920ء میں نیویارک اور سان فرانسسکو کے درمیان ہوائی ڈاک کے آمد ورفت شروع ہوئی۔ 2 نومبر کو ریڈیو کے ذریعے سے نشرواشاعت کا آغاز ہوا۔

متفرق واقعات:

بعد کے واقعات کی سرسری کیفیت یہ ہے:

(1) وارن ہارڈنگ صدر منتخب ہوا، یہ امریکہ کا انتیسواں صدر تھا۔

(2) واشنگٹن میں بحری اسلحہ کی تخفیف کے لیے کانفرنس بلائی گئی۔ 1922ء میں چار طاقتوں کے معاہدے کی تصدیق کی گئی۔ چند روز کے بعد پانچ طاقتوں کے بحری معاہدے کی بھی تصدیق کر دی گئی۔

(3) امریکہ نے جنگ میں مختلف حکومتوں کو دس ارب پینتیس کروڑ ڈالر بطور قرض دیئے تھے، اس رقم کی واپسی کا فیصلہ کیا گیا۔

(4) ہارڈنگ کی وفات پر کیلون کولج (Calvin Coolidge) 2 اگست 1923ء کو صدر بنا اور 1925ء کو انتخابات میں اسے مستقل صدر چنا گیا۔

(5) مارچ 1929ء میں ہربرٹ ہوور صدر منتخب ہوا اور اس نے تاوان کے سلسلے میں ادائیگی کے التوا کا اعلان کیا۔

(6) پچاس کروڑ کا سرمایہ اس غرض سے الگ کیا گیا کہ تعمیری کاموں کے سلسلے میں مختلف اداروں کو قرض دیا جائے۔

(7) نومبر 1932ء میں فرینکلن روز ویلٹ صدر منتخب ہوا۔ اس وقت تک دنیا کی اقتصادی حالت سخت خراب ہو چکی تھی۔ روز ویلٹ نے بہت سے قوانین اصلاح احوال کے لیے منظور کرائے، جن سے ملک کی مالی حالت بہت بہتر ہو گئی۔ انھی میں ایک اہم سکیم وادی ٹینیسی (Tennessee Valley) کی تھی، جو آج بھی امریکہ کا ایک نہایت عظیم الشان تعمیری کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

(8) 1936ء کے انتخابات میں روز ویلٹ دوبارہ بھاری اکثریت سے صدر منتخب ہوا۔ جو اصلاحی کام اس نے شروع کر رکھے تھے، وہ بدستور جاری رہے۔ اس عہد میں ہڑتالیں ہوئیں، لیکن روز ویلٹ نے حسن انتظام سے معاملات سلجھا لیے۔

(9) جنوری 1939ء میں روز ویلٹ نے پچپن کروڑ بیس لاکھ ڈالر کی رقم دفاعی اغراض کے لیے منظور کرائی۔ چونکہ یورپ کے حالات بگڑ گئے تھے، اس لیے روز ویلٹ قبل از وقت ہر خطرے کے انسداد کی کوشش میں لگا رہا۔ اس نے فرانس کو بہت سے جنگی جہاز خریدنے کی اجازت دے دی اور نئے ہوائی جہازوں کی تعمیر وسیع پیمانے پر شروع کرا دی۔

(10) روز ویلٹ نے یورپ میں جنگ روکنے کی انتہائی کوشش کی۔ یہ کوشش ناکام رہی تو 5 ستمبر کو امریکہ کی غیر جانب داری کا اعلان کر دیا۔

برطانیہ کے اعلان جنگ کے ساتھ ہی کینیڈا بھی شریک جنگ ہو گیا۔ دوران جنگ میں چند مرتبہ داخلی قرض کا اعلان ہوا اور ہر مرتبہ عوام نے ضرورت سے زیادہ روپیہ قرض میں دے دیا۔ ستمبر 1917ء میں جبری فوجی خدمت کا قانون منظور ہوا، جس کے مطابق بیس سال پینتالیس سال تک کی عمر کے تمام لوگوں کے لیے فوجی خدمت لازم ہو گئی۔ جنگ کے اختتام پر معلوم ہوا کہ جنگ میں کینیڈا نے قریباً چھ لاکھ اکتالیس ہزار آدمی پیش کیے اور ڈیڑھ ارب ڈالر کے قریب چھ لاکھ اکتالیس ہزار آدمی پیش کیے اور ڈیڑھ ارب ڈالر کے قریب روپیہ خرچ کیا۔ اس کے بعد تعمیری کام شروع کر دیئے گئے۔ 1930ء میں بے روزگاری بڑھی تو حکومت کینیڈا نے امور عامہ کے محکمے کو گراں قدر رقمیں دے دیں، جن میں مختلف میونسپل کمیٹیوں نے بھی خاصا بڑا حصہ لیا اور کم و بیش آٹھ نو کروڑ ڈالر کی رقم مختلف تعمیری کاموں کے لیے وقف کر دی، تاکہ بے روزگاروں کے لیے روزگار کا بندوبست ہو جائے۔

1933ء میں جمہوریہ امریکہ، ارجنٹائن، آسٹریلیا اور سویٹ روس نے گندم کے متعلق ایک سمجھوتا کیا۔ کینیڈا بھی اس سمجھوتے میں شامل ہو گیا۔ اس کے مطابق ان ملکوں نے فیصلہ کیا کہ 1933ء اور 1934ء کے سال میں وہ زیادہ سے زیادہ چھپن کروڑ بشل [1] گندم برآمد کریں گے اور آئندہ کے لیے گندم کی کاشت کے رقبے یا برآمد میں پندرہ فی صد تخفیف کر دیں گے۔ 1935ء میں معاشی اصلاح کے لیے بہت سے قوانین بنے۔ 1939ء میں برطانیہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا تو کینیڈا نے برطانیہ کی امداد کے لیے فوراً ضروری تدابیر اختیار کر لیں۔

جنوبی امریکہ:

جنوبی امریکہ کے اکثر ملکوں نے پہلی جنگ عظیم میں جمہوریہ امریکہ کے ایماء پر جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا یا کم از کم اس سے سیاسی تعلقات توڑ لیے تھے، اگرچہ عملاً جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا تھا، یعنی کسی نے بھی فوج میدان جنگ میں نہ بھیجی، تاہم یہ جنگ پورے جنوبی امریکہ کے لیے بڑی اہم ثابت ہوئی، اس لیے کہ وہاں ہر قسم کا مال کثیر مقدار میں موجود تھا۔ جنگ کرنے والوں کو اس کی سخت ضرورت تھی، اس لیے تجارت نے غیر معمولی ترقی کی۔ صرف 1920ء اور 1921ء کا سال چھوڑ کر جو غیر معمولی کساد بازاری کا سال تھا، یہ تجارتی ترقی 1916ء سے 1929ء تک برابر جاری رہی۔ اس سلسلے میں بڑے بڑے

سرمائے تجارت میں لگائے گئے اور ان میں سب سے زیادہ حصہ جمہوریہ امریکہ نے لیا۔ تجارت اور صنعت و حرفت کی ترقی کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہروں میں متوسط طبقہ پیدا ہو گیا۔ پہلے حکومت کا کاروبار بڑے بڑے زمینداروں کے ہاتھ میں تھا، اب متوسط شہری طبقے نے بھی حصہ داری کے لیے کوششیں کر دیں۔ ایک قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ پہلے کھیتوں میں کام کرنے والے مزدور ہی سرمایہ داروں کے خلاف شکایتیں پیش کیا کرتے تھے۔ صنعت و حرفت اور کان کنی کی ترقی سے مزدوروں کا ایک نیا طبقہ پیدا ہو گیا، جس سے کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی تحریک کو بڑی تقویت ملی۔ چنانچہ مختلف حکومتیں مجلسی اور معاشی قوانین بنانے پر مجبور ہوئیں۔

امریکہ کے زیر اہتمام تمام ممالک امریکی اتحاد کے لیے بڑی کوششیں کرتے رہے، اگرچہ مختلف ملکوں کو جمہوریہ امریکہ کی قوت اور اقتدار کے متعلق شبہات تھے۔ جنوبی امریکہ کے قریباً تمام ملکوں میں ڈکٹیٹری کا زور رہا، اگرچہ اسے توڑنے کی کوششیں بھی برابر جاری رہیں۔ چنانچہ مختلف ملکوں کے صدر، جو ڈکٹیٹر بن چکے تھے، استعفیٰ دینے پر مجبور ہوئے۔ میکسیکو دوران جنگ میں بھی ایسی پالیسی پر کاربند رہا، جو عام امریکی پالیسی کے عین مطابق نہ تھی، تاہم جمہوریہ امریکہ کی دوراندیشی کے باعث کوئی خرابی پیدا نہ ہوئی۔ مارچ 1937ء میں میکسیکو نے برطانیہ اور امریکہ کی تیل کی کمپنیوں کے املاک اپنے قبضے میں لے لیے۔ جمہوریہ امریکہ نے اس پر فیصلہ کر لیا کہ میکسیکو سے چاندی نہ خریدی جائے گی۔ برطانیہ نے سیاسی تعلقات معطل کر دیئے۔ امریکہ کو اصولاً حکومت میکسیکو کے حق میں تصرف پر اعتراض نہ تھا، لیکن یہ مطالبہ ضرور تھا کہ جن املاک پر قبضہ کیا گیا، ان کے معاوضے کا فیصلہ ثالثی کے ذریعے کرا لیا جائے۔ آخر نومبر 1937ء میں فیصلہ ہو گیا۔ حکومت میکسیکو نے مان لیا کہ وہ ہر سال دس لاکھ ڈالر دیتی رہے گی، یہاں تک کہ تمام معاوضے پورے ہو جائیں، البتہ تیل کے بارے میں 1939ء کے موسم بہار تک کوئی فیصلہ نہ ہوا۔

افریقہ

افریقی ممالک میں سے مصر، سوڈان، مراکش، الجزائر، تیونس اور لیبیا کے حالات کتاب کے شروع میں دیئے جا چکے ہیں۔

عمومی کیفیت:

1915ء سے 1935ء تک افریقہ میں اکتشاف اور چھان بین کا سلسلہ بڑی سرگرمی سے جاری رہا۔ جھیلیں بنیں، دریاؤں پر پل بنے اور نئے راستے دریافت ہوئے، مثلاً مشرق سے مغرب تک ریل اور سٹیمر کے ذریعے سے سفر کا سلسلہ قائم کر دیا گیا۔ دارالسلام سے جھیل ٹانگانیا تک ریل تھی۔ اس کے بعد دریائے کانگو تک ریل میں جا سکتے تھے۔ آگے سٹیمر کے ذریعے سے مغربی جانب پہنچ سکتے تھے۔ 1918ء میں قاہرہ سے کیپ ٹاؤن تک ریل کا سلسلہ جاری کر دیا تھا، صرف دو جگہ اس میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ باقی رہ گیا۔ مختلف لوگوں نے صحرائی علاقے میں سے سفر کیے اور اس طرح نئے راستے دریافت ہوئے۔ 1925ء میں وہران الجزائر سے کیپ ٹاؤن تک موٹر میں سفر کیا گیا۔ 1925ء میں قاہرہ سے راس امید تک کا فاصلہ ہوائی جہاز کے ذریعے سے چورانوے گھنٹے میں طے کیا گیا۔ 1929ء میں الجزائر سے جھیل چاڈ تک موٹر کی سڑک کا افتتاح ہوا۔ 1935ء میں لوئر زیمبزی پر ریل کا پل بن گیا۔ یہ پل دنیا کے طویل ترین پلوں میں سے ہے۔

حبشہ:

1916ء سے 1930ء تک حبشہ میں ملکہ حکمراں رہی اور راس طفاری نائب السلطنت تھا۔ 1923ء میں حبشہ جمعیت اقوام کا ممبر بن گیا اور راس طفاری نے غلامی سرکاری طور پر منسوخ کر دی۔ اس کے بعد اٹلی کے ساتھ بیس سال کے لے حبشہ کا معاہدہ ہو گیا اور اٹلی جنگ کے بعد ہی حبشہ کے وسائل سے فائدہ اٹھانے کا پکا ارادہ کر چکا تھا۔ 1928ء میں راس طفاری نے حکومت کا کاروبار سنبھال لیا۔ دو سال بعد ملکہ مری تو راس طفاری کی حکومت باقاعدہ شروع ہوئی اور اس نے ہیلی سلاسی کا لقب اختیار کیا۔ جا بجا بغاوتیں ہوئیں، جنھیں فرو کر دیا گیا۔ پارلیمنٹ بنی، جس کے ممبر صوبائی حکومتیں چنتی تھیں۔ 1934ء میں اٹلی کی فوجوں کے ساتھ ایک مقام پر جھڑپ ہو گئی اور اٹلی نے مشرق افریقہ میں زیادہ سے زیادہ فوج جمع کرنے کی تدبیریں اختیار کیں۔ یہ چیز صریح جنگ کا پیش خیمہ تھی، جسے روکنے کی بڑی کوششیں کی گئیں، لیکن اٹلی نے اکتوبر 1935ء میں حبشہ پر حملہ کر دیا۔ جمعیت اقوام نے اٹلی کو جابر قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف تجارتی

پابندیاں لگائیں، مگر اٹلی نے کوئی پروا نہ کی۔ اپنی ہوائی قوت سے پورا کام لیا اور زہریلی گیس بھی استعمال کی۔ حبشہ مقابلہ نہ کر سکا۔ مئی 1936ء میں اس ملک کو سلطنت اٹلی کا جزو بنا لیا گیا۔ بعض مقامی سردار مقابلہ کرتے رہے۔ ان میں سے سب سے زیادہ قوت والا سردار فروری 1937ء کو گرفتار ہوا اور اسے سزائے موت کی سزا دی گئی۔

افریقہ کے باقی ممالک:

پہلی جنگ عظیم کے بعد افریقہ کے مختلف حصے ازسرنو تقسیم ہوئے، اس لیے کہ جو حصے جرمنی کے قبضے میں تھے وہ واپس لے لیے گئے تھے۔ مغربی افریقہ میں بعض علاقوں کے اندر نمائندہ حکومتیں بن گئیں۔ لائبیریا کی حکومت کے ساتھ فائرسٹون ربڑ کمپنی نے ایک معاہدہ کر لیا، جس کے مطابق دس لاکھ ایکڑ زمین ربر کے درخت لگانے کے لیے ننانوے سال کے ٹھیکے پر لی اور پچاس لاکھ ڈالر کی رقم چالیس سال کے لیے سات فیصد سود پر بطور قرض دے دی۔ گولڈ کوسٹ اور سیرالیون میں قانون ساز مجلسیں قائم ہوئیں۔ سیرالون میں غلامی منسوخ کر دی گئی۔ دوران جنگ میں برطانوی اور فرانسیسی فوجوں نے ایک طرف روڈیشیا کی حفاظت کے لیے جنگ کی، دوسری طرف کامرون اور برطانیہ کو مدد دیتی رہیں۔ جو علاقہ حکم داری کے طور پر بلجیم کو ملا تھا وہ کانگو کے ساتھ ملا دیا گیا۔ کانگو کی ترقی کے لیے تیس کروڑ فرینک کی رقم بطور قرض تجویز کی گئی۔ 1828ء میں شاہ بلجیم نے اس علاقے کا دورہ کیا اور ایک ریلوے لائن کا افتتاح اس کے ہاتھوں ہوا۔

جرمنی کے مقبوضہ علاقوں میں سے مشرقی افریقہ کا جو علاقہ برطانیہ کو ملا تھا اس کا نام ٹانگانیکا رکھا گیا۔ جرمن آبادکاروں کو جرمنی بھیج دیا گیا اور ان کے املاک فروخت کر دیئے گئے۔ جس علاقے کا نام پہلے برطانوی مشرقی افریقہ تھا، اس کا نام کینیا قرار پایا۔ کینیا میں ہندوستان کو بھی قانون ساز مجلس میں شامل کیا گیا (1928ء) دو سال بعد ٹانگانیکا میں بھی قانون ساز مجلس قائم کر دی گئی۔ پھر ایک کمیشن مقرر ہوا، جس نے مشرقی افریقہ اور وسطی افریقہ کی نوآبادیوں میں گہرے اتحاد کی تجاویز پیش کیں۔ کینیا کی قانون ساز مجلس کے حلقہ وسیع کر دیا گیا (مارچ 1934ء)۔

جنوبی افریقہ نے جنگ میں پورا حصہ لیا۔ جب صلح کی بات چیت پیرس میں شروع ہوئی تو جنرل ہرٹ زوگ ایک وفد لے کر پیرس پہنچا اور مطالبہ کیا کہ جنوبی افریقہ کو بالکل آزاد کر دیا جائے۔ چونکہ ہرٹ زوگ اقلیت کا نمائندہ تھا، اس لیے اس کے مطالبے پر توجہ کا سوال ہی پیدا نہ ہوا۔ جنرل بوتھا کی وفات (28 اگست 1919ء) پر جنرل سمٹس نے وزارت سنبھالی۔ 1924ء میں جنرل ہرٹ زوگ وزیراعظم ہوا۔ لیبر پارٹی کے مطالبے کی بنا پر علیحدگی کی سکیم ملتوی کر دی۔ فروری 1927ء میں ان ہندوستانیوں کو حکومت کے خرچ پر

واپس بھیج دیا گیا جو واپس آنے کے خواہاں تھے۔ مئی 1930ء میں تمام سفید فام عورتوں کو حق رائے مل گیا۔ مارچ 1933ء میں وہاں قومی حکومت بن گئی، اگرچہ ہرٹ زوگ ہی وزیراعظم رہا۔ نومبر 1934ء میں جنوبی ومغربی افریقہ کی پارلیمنٹ نے قرارداد منظور کی کہ اس علاقے کو جنوبی افریقہ کی یونین میں بطور ایک صوبے کے شامل کرلیا جائے۔

ایشیا

ترکی، شام، فلسطین، شرق اردن، دولت سعودیہ، یمن، عراق، ایران اور افغانستان کے حالات کتاب کے شروع میں درج ہیں۔ جنگ عظیم سے 1939ء تک کے حالات بھی اس کتاب میں بہ تذکرہ پاکستان وہ ہند بیان کیے جا چکے ہیں اور انھیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

ہند چینی:

سیام نے 22 جولائی 1918ء کو جرمنی اور آسٹریا و ہنگری کے خلاف اعلان کیا تھا۔ 1918ء کے موسم گرما میں ایک چھوٹی سی فوج یورپ بھیجی۔ اس وجہ سے سیام کو موقع مل گیا کہ غیر ملکی تصرفات، نیز محصول کی پابندیوں کے خلاف آواز اٹھا سکے۔ چنانچہ امریکہ، جاپان اور فرانس نے یکے بعد دیگرے معاہدے کر کے وہ تمام حقوق چھوڑ دیئے، جنھیں وہ خاص حقوق قرار دیتے تھے اور جن کے ذریعے سے سیام کی آزادی میں خلل پڑتا تھا۔ فرانس نے ہند چینی کی سرحد کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا علاقہ خالی کر کے فوج پیچھے ہٹالی اور قلعہ بندیاں ختم کر دیں۔ 1925ء میں سابق بادشاہ کا بھائی راما ہفتم کے لقب سے بادشاہ بنا اور اس نے اپنے خاندان کے پانچ آدمیوں کی ایک کونسل بنا دی، تا کہ ملکی معاملات میں مشورے دیئے۔ 1931ء میں وہ آنکھ پر عمل جراحی کرانے کے لیے امریکہ گیا۔ 1932ء میں چند نوجوان انتہا پسندوں نے ایک دم حملہ کر کے بادشاہ کو قید کر لیا اور اس وقت تک رہا نہ کیا جب تک کہ اس نے ایک جمہوری دستور پر دستخط نہ کر دیئے۔ اس سے سیام میں دستوری بادشاہی کی بنیاد پڑ گئی۔

ردِ عمل:

بادشاہ خوش دلی سے اس پر راضی نہ تھا، چنانچہ 1933ء میں اس نے یہ سمجھتے ہوئے دستور کو منسوخ کر دیا کہ پورا ملک میری پشت پر ہے۔ پھر ایک نئی مجلس شوریٰ بنا دی، لیکن فوج کے ایک جوان مرد افسر نے بادشاہ کے ساتھ وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے مجلس شوریٰ سے استعفیٰ دے دیا اور قومی اسمبلی کو بحال کر دیا۔ وہ خود وزیر اعظم بن گیا۔ شاہی خاندان کے افراد نے اپنا اقتدار بحال کرنے کی بڑی کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔ بعض گرفتار ہو گئے اور بعض ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ بادشاہ یورپ کی سیاحت کے لیے گیا، پھر واپس نہ ہوا۔ 1935ء میں اس نے تاج و تخت چھوڑ دیا اور اس کا بھتیجا جس کی عمر صرف دس سال کی تھی، بادشاہ بن گیا۔ انتظامات کے لیے ایک نیابتی کونسل بنا دی گئی اور شاہی خاندان کے ایک فرد کو اس کونسل کا صدر مقرر کر

دیا گیا۔ یہ نو عمر بادشاہ بھی اس وقت یورپ ہی میں تعلیم پا رہا تھا اور 1938ء میں پہلی مرتبہ سیام آیا۔ اس زمانے میں تین آدمی تمام ملکی انتظامات کے لیے مختاران کل کی حیثیت رکھتے تھے۔ ایک وزیراعظم، دوسرا وزیر فوج اور تیسرا وزیر خارجہ۔ بقیہ ریاستوں میں سے کسی کے حالات قابل ذکر نہیں۔ 1931ء میں مشرق بعید کے حالات جاپان کی روش کے باعث خاصے خراب ہو گئے تھے، لہٰذا ادھر کے دفاع کے مستحکم بنانے کی تدبیریں اختیار کی گئیں۔ سنگاپور میں ایک نہایت اہم بندرگاہ بنادی گئی، جو بڑی مستحکم تھی اور ایک ہوائی اڈا قائم کر دیا گیا۔

ہند چینی میں ایک کونسل قائم کر دی گئی، جسے مشورہ دینے کے اختیارات تھے۔ جزائر شرق الہند میں بھی، جو بعد میں انڈونیشیا کہلائے، ایک قانون ساز مجلس بنادی گئی تھی جس کے نصف ممبر نامزد ہوئے تھے، نصف چنے جاتے تھے۔ بعدازاں اس کے ممبروں کی تعداد بڑھادی گئی اور قانون سازی کے اختیارات بھی اسے مل گئے، لیکن ملکی باشندے بیدار ہو چکے تھے۔ وہ آزادی چاہتے تھے۔ اس غرض سے ایک قوم پرور جماعت بن گئی، جس نے آزادی کی تحریک کو بڑی تقویت پہنچائی۔ 1937ء میں جزائر شرق الہند کی قانون ساز مجلس نے مطالبہ کیا کہ دس سال کے اندر جزائر الہند کو نو آبادیوں کا درجہ دے دیا جائے۔

چین:

چین میں بادشاہی کو ختم کر کے جمہوری حکومت قائم کر دی گئی تھی، لیکن افراتفری ختم نہ ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مختلف چینی صوبوں کے گورنروں کو بڑی فوجی قوت حاصل تھی اور وہ اپنے اپنے لیے مستقل اقتدار کے خواب دیکھ رہے تھے۔ دوسرے جاپان چین کو اپنے زیر اثر رکھنے کے لیے کوشاں تھا۔ 1917ء میں مانچو رخاندان کو بادشاہی بحال کرنے کی بڑی کوشش کی گئی، مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اسی سال چین نے جرمنی، آسٹریا اور ہنگری کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جاپان نے روس میں کمیونزم کے خطرے کا احساس کرتے ہوئے تربیت کردہ چینی فوجوں کو سائبیریا پہنچایا اور منچوریا میں ترقیاتی منصوبوں کے لیے قرض کے انتظام کیا۔ جنگ ختم ہو گئی۔ چین کے جو علاقے جرمنی کے زیر اثر تھے، صلح کانفرنس نے انھیں چنی کو واپس دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر بڑا شور وغل ہوا۔ منگولیا کے حاکم نے چین کی برتری مان لی۔ 1920ء سے 1926ء تک چین میں خانہ جنگی کا سلسلہ جاری رہا۔ یہی زمانہ ہے جس میں چیانگ کائی شک برسراقتدار آیا اور ڈاکٹر سن یٹ سین کی وفات کے بعد وہی قومی تحریک کا لیڈر رہا۔

قومی جماعت کی کامیابی:

حکومت چین نے 1914ء میں ساٹھ لاکھ ڈالر کی رقم امریکہ کو دے دی۔ یہ اس رقم کا بقایا تھی، جو 1901ء کی شورش کے دوران میں بطور تاوان چین کے ذمے ڈالی گئی تھی۔ 1926ء میں چیانگ کائی شک نے شمالی علاقوں کی شورش کو ختم کرنے کی مہم شروع کی۔ 1927ء میں کمیونسٹوں نے نانکن پر قبضہ کرلیا۔ چیانگ کائی شک اور قومی پارٹی (کومنتانگ) کے قدامت پسند ممبروں نے انتہا پسند ممبروں کے ساتھ مل کر ایک نئی حکومت بنائی۔ شمالی علاقوں کی مہم کے دوران میں چیانگ کائی شک کو خطرات سے بھی سابقہ پڑا، لیکن وہ کامیاب ہوا۔ 1928ء میں نانکن کی حکومت کا اقتدار خاصے بڑے حصے میں مستحکم ہوگیا۔ 1931ء میں قومی کن ونشن نانکن میں منعقد ہوئی، جس نے نیا دستور منظور کرلیا۔ غرض عام حالات سدھر رہے تھے، مگر جاپان کی دراندازیوں نے اطمینان کی کوئی شکل پیدا نہ ہونے دی۔

جاپان کی خلل انگیزی:

جاپان کوریا اور منچوریا میں بدستور فتنوں میں آگ بھڑکا تا رہا، یہاں تک کہ 1932ء میں اس نے منچوریا میں بادشاہی قائم کردی اور اسے چین سے الگ کر کے مانچو کو نام رکھ دیا۔ کوریا پہلے ہی جاپان کے زیر اثر تھا۔ روس نے مشرقی چین کی ریلوے لائن 1935ء میں مانچو کو کے حوالے کردی۔ جاپانی فوج بدستور فتح و تسخیر میں لگی رہی۔

1937ء سے جاپان نے چین کے خلاف باقاعدہ جنگ شروع کردی۔ بعض شہروں پر بے دردی سے بم برسائے۔ پہلے جنوبی چین کی ناکہ بندی کی تھی، پھر پورے ساحل کی ناکہ بندی کا انتظام کرلیا۔ جمعیت اقوام نے جاپان کے اس اقدام کی مذمت کی۔ چین کا دارالحکومت نانکن سےچنگ کنگ لے گئے۔ نانکن بھی شدید جنگ کے بعد جاپانیوں کے قبضے میں چلا گیا اور انھوں نے وہاں خوفناک ظلم کیے۔ اکتوبر 1937ء میں کینٹن اور ہنکاؤ بھی جاپانیوں کے قبضے میں آگئے۔ یہ حالات تھے جب دوسری جنگ یورپ میں شروع ہوئی۔

تعلیم:

اس دوران میں تعلیمی تحریک کو بڑی تقویت پہنچی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ یورپی قوموں کے ساتھ تعلقات زیادہ گہرے ہوگئے تھے اور یورپی فکر و ادب کے لیے چین میں اشاعت کے اچھے موقع مل گئے تھے۔ دوسرے جمہوری حکومت کے ماتحت طبعاً عوام کے لیے آزادی اور روشن خیالی کے زیادہ اچھے موقع پیدا

ہو گئے۔ بہت سے اخبار اور رسالے نکلے۔ ان سے علم کا ذوق بڑھا۔ یورپی ادب کی دیکھا دیکھی چینی ادب میں رموز واوقاف کا طریقہ جاری ہوا۔

تعلیمی ترقی کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ 1912ء میں ابتدائی تعلیم پانے والے طلباء کی تعداد قریباً اٹھائیس لاکھ تھی۔ 1935ء میں یہ تعداد ایک کروڑ سولہ لاکھ اڑسٹھ ہزار تک پہنچ گئی۔ فوقانی مدارس کے طلباء 1912ء میں باون ہزار کے قریب تھے، 1935ء میں ان کی تعداد پانچ لاکھ سے کم نہ تھی۔ 1912ء میں پورے چین میں کل چار کالج تھے۔ 1933ء میں چالیس یونیورسٹیاں بن گئیں، چالیس کالج قائم ہو گئے۔ انتیس ٹیکنیکل سکول کھل گئے۔ لائبریریوں میں کتابوں کی تعداد پینتالیس لاکھ تک پہنچ گئی اور تعلیمی بجٹ چار کروڑ روپہلی ڈالروں سے اوپر ہی تھا۔

جاپان:

جاپان کے زیادہ تر حالات دوسرے ملکوں کے سلسلے میں بیان ہو چکے ہیں۔ مثلاً چین میں تصرفات یا بڑی یورپی طاقتوں کے ساتھ تعلقات۔ 1926ء میں بادشاہ کی وفات پر اس کا بیٹا ہیرو ہیٹو بادشاہ بنا۔ 1920ء میں پہلی مرتبہ مردم شماری کرائی گئی، تو معلوم ہوا کہ جاپان جزائر سکھالین، فارموسا اور کوریا کی آبادی سات کروڑ ستر لاکھ سے اوپر ہے۔ آبادی کی اسی روزافزوں زیادتی نے جاپان کو نئے علاقوں کی تسخیر کا حوصلہ دلایا تھا۔

جاپان اپنے آپ کو مشرق بعید میں کمیونزم کے مقابلے پر ایک مضبوط قلعہ سمجھتا تھا۔ 1935ء میں جاپانی وزیراعظم نے اپنی خارجہ پالیسی کے تین بنیادی نقطے بیان کیے تھے: اول جاپان، چین اور مانچوکو کا ایک متحدہ بلاک ہو، دوم چین میں جاپان کے خلاف جو ہنگامے ہوتے ہیں یا تحریکات پائی جاتی ہیں، وہ بالکل ختم کردی جائیں۔ سوم چین اور جاپان مل کر کمیونزم کے خلاف ایک محاذ قائم کریں۔

جنگ سے پیشتر جاپان نے شمالی چین میں ایک جداگانہ خود مختار حکومت بنانے کی کوشش کی تھی، جس میں وہ ناکام رہا۔ فتوحات کے ذریعے سے اسے چین پر اپنی پروٹکٹریٹ قائم کر لینے کا یقین تھا، لیکن اس میں بھی چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ یورپ میں اٹلی اور جرمنی، جاپان کے خاص رفیق بنے ہوئے تھے اور ان تینوں کی رائے ایک سمجھی جاتی تھی، بلکہ ان کے درمیان کمیونسٹوں کے خلاف خاص اتحاد پیدا ہو چکا تھا۔ اگست 1939ء میں جرمنی نے یکا یک روس سے معاہدہ کرلیا تو اس سے جاپان کو سخت دھچکا لگا۔ چنانچہ وہ کمیونزم کے خلاف اتحاد کو ختم کر کے اپنی مصلحتوں کے مطابق کارکردگی میں آزاد ہو گیا، تاہم حالات نے اسے جرمنی اور اٹلی سے علیحدگی کا موقع نہ دیا، یہاں تک کہ جنگ پیش آ گئی۔

آسٹریلیا اور فلپینز

عمومی کیفیت:

جنگ شروع ہوتے ہی برطانوی جنگی جہازوں نے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی فوجوں کی مدد سے ان تمام جرمن جزیروں پر قبضہ کر لیا، جو خط استوا کے جنوب میں واقع تھے۔ جاپان خط استوا کے شمالی جانب کے جزیروں پر قابض ہو گیا۔ جنگ ختم ہوئی تو جاپان، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی خواہش تھی کہ ان جزیروں کو مستقل طور پر تصرف میں لے لیا جائے، لیکن امریکہ راضی نہ ہوا، اس لیے حکم داری کی صورت پر راضی ہونا پڑا۔

جرمنوں کے پاس نیوگنی کا علاقہ تھا، اس کی حکم داری آسٹریلیا کے حوالے کر دی گئی۔ پاس ہی جزیروں کا ایک مجموعہ تھا، جنھیں مجمع الجزائر بسمارک کہا جاتا تھا۔ ساموآ کی حکم داری نیوزی لینڈ کو دے دی گئی۔ ایک چھوٹا سا جزیرہ نارو تھا، جہاں فاسفیٹ بہت تھے، اس کی حکم داری برطانیہ کو مل گئی۔ برطانیہ نے جزیرے کے انتظام میں آسٹریا اور نیوزی لینڈ کو بھی شریک کر لیا۔ خط استوا کے شمال میں جتنے جزیرے تھے، ان کی حکم داری جاپان کو دے دی گئی۔

جاپانی جزیرے تعداد میں چودہ سو تھے۔ ان میں نئی صنعتیں شروع ہوئیں، خصوصاً شکر سازی کی صنعت۔ جاپانی کثیر تعداد میں جا بجا آباد ہو گئے۔ 1933ء میں کل جزیروں کی دیسی آبادی پچاس ہزار تھی، ان کے مقابلے میں جاپانی بتیس ہزار تھے۔

آسٹریلیا:

آسٹریلیا جنگ چھڑتے ہی اس میں شامل ہو گیا تھا۔ دو تین مرتبہ جبری فوجی بھرتی کا قانون سامنے آیا، لیکن رائے عامہ سے اسے منظور نہ کیا۔ اس کے بغیر ہی آسٹریلیا نے جنگ میں زبردست امداد دی۔ جنگ کے بعد بعض علاقوں کو انتظامی نقطہ نگاہ سے از سر نو تقسیم کیا گیا۔ باہر سے آنے والے آباد کاروں پر پابندی لگا دی گئی۔ آسٹریلیا کی یونین کا مرکز کین برا (Canberra) قرار پایا۔ چنانچہ 9 مئی 1927ء کو کین برا میں پارلیمنٹ کا افتتاح ہوا۔ اس سے پیشتر پارلیمنٹ کے اجلاس میلبورن میں ہوتے تھے۔ مغربی آسٹریلیا نے ایک قرارداد منظور کی، جس کا مطلب یہ تھا کہ کامن ویلتھ سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغربی آسٹریلیا، جنوبی آسٹریلیا، تسمانیا اور دوسری زرعی ریاستوں کو مدت سے وفاق کے خلاف شکایات چلی آتی

تھیں، چنانچہ مغربی آسٹریلیا نے بادشاہ کے پاس عرضداشت اس لیے منظور نہ ہوئی کہ باشندگان آسٹریلیا کی تصدیق کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھایا جا سکتا تھا۔

دسمبر 1934ء میں ہفتہ وار ہوائی ڈاک آسٹریلیا اور انگلستان کے مابین جاری ہوئی۔ 1938ء میں بادشاہ کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف کینٹ کو آسٹریلیا کا گورنر جنرل نامزد کیا گیا۔ 3 ستمبر 1939ء کو آسٹریلیا نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

فلپینز:

امریکہ نے فلپینز کا انتظام سنبھالتے ہی اصلاحات شروع کر دی تھیں کہ اہل فلپینز اپنے ملک کے انتظامات خود سنبھالنے کے قابل ہو جائیں۔ 1931ء میں جمہوریہ امریکہ کے صدر ہوور نے کہا کہ فلپینز کی سیاسی آزادی اس صورت میں قائم رہ سکتی ہے، جب ملک اقتصادی آزادی حاصل کر لے۔ امریکہ میں فلپینز کی آزادی اس وجہ سے ضروری سمجھی جاتی تھی کہ امریکہ نے وہاں خاص سرمایہ نہ لگایا تھا۔ دوسرے، اقتصادی لحاظ سے جزیرے پر قبضہ نہ کیا تھا۔ تیسرے، امریکہ کے شکر ساز چاہتے تھے کہ انھیں فلپینز کی شکر کے مقابلے سے آزاد کر دیا جائے۔ بہرحال 1933ء میں ایک مسودہ قانون منظور کیا گیا کہ عبوری دور بارہ سال کا ہو۔ اس دو میں انتظام اہل ملک کے حوالے کیا جائے۔ امریکہ صرف فوجی اور بحری حقوق اپنے قبضے میں رکھے، نیز عدالتی فیصلوں کی نگرانی امریکہ کی عدالت عالیہ میں ہو سکے۔

فلپینز کی قانون سازی مجلس نے یہ تجویز اس بنا پر رد کر دی کہ یہ آزادی کی تجویز نہ تھی۔ 1934ء میں روز ویلٹ نے فوجی تحفظات کو ختم کر دینے کا فیصلہ کیا۔ بحری امور کے متعلق گفت وشنید جاری کر دی۔ 1935ء میں باہمی مشورے سے ایک دستاویز تیار ہوئی، جسے روز ویلٹ نے منظور کر لیا اور 15 نومبر کو اس کے مطابق فلپینز میں ملکی حکومت قائم ہو گئی۔

دوسری جنگِ عظیم

1939ء-1945ء

سیاسی اور بین الاقوامی حالات

(1)

1939ء کے واقعات:

یکم ستمبر 1939ء کو جرمن فوجوں نے پولینڈ پر حملہ کیا۔ اٹلی نے غیر جانب داری کا اعلان کر دیا۔ برطانیہ اور فرانس نے جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا (3 ستمبر)۔ جنرل سمٹس جنوبی افریقہ کی یونین کا وزیر اعظم بن گیا۔ یونین کی پارلیمنٹ میں ایک تجویز پیش ہوئی کہ جنوبی افریقہ جنگ میں غیر جانب دار رہے، لیکن یہ تجویز ٹھکرا دی گئی۔ 28 ستمبر کو جرمنی اور روس نے باہم پولینڈ کی تقسیم کا فیصلہ کر لیا۔ 3 نومبر کو جمہوریہ امریکہ نے 1937ء کے قانون غیر جانب داری میں ترمیم کی۔ پہلے کسی کو کوئی جنگی چیز دینے کی اجازت نہ تھی۔ نئی ترمیم کے مطابق فیصلہ ہو گیا کہ جنگی فریقوں میں سے جو چاہے نقد روپیہ دے کر جنگی سامان خرید لے اور اپنے جہازوں پر اٹھا کر لے جائے۔ 30 نومبر کو روس نے فن لینڈ پر حملہ شروع کیا اور وہ جنگ دونوں ملکوں کے درمیان چھڑ گئی، جو مارچ 1940ء تک جاری رہی۔ 20 مارچ 1904ء کو فرانس نے وزیر اعظم نے استعفیٰ دے دیا اور پال ریناؤ (Paul Reynaud) نے نئی وزارت بنائی۔ 9 اپریل کو جرمن فوجوں نے ڈنمارک اور ناروے پر حملہ کیا۔ 10 مئی کو جرمن فوجیں بلجیم، ہالینڈ اور لکسم برگ میں داخل ہو گئیں۔ چیمبر لین نے استعفیٰ دے دیا اور چرچل نے ملی جلی حکومت بنائی، جس میں قدامت پسند بھی شریک تھے اور لیبر پارٹی بھی۔ 28 مئی کو شاہ بلجیم نے اپنی فوجوں کو جنگ بند کرنے کا حکم دے دیا۔ 10 جون کو اٹلی نے فرانس اور برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ 13 جون کو جرمن پیرس پہنچ گئے۔ حکومت فرانس پہلے تو رز پھر بوردو چلی گئی۔ مارشل پے تان نے حکومت سنبھال لی۔ 18 جون کو جرمنوں سے صلح کی درخواست کی۔ 22 جون کو فرانس اور جرمنی کے درمیان جنگ ختم ہو گئی۔

1940ء کے واقعات:

فرانسیسی حکومت نے وشی کو اپنا مرکز بنا لیا۔ جب برطانیہ نے وہران میں فرانسیسی بیڑے پر حملہ کیا، تو

وشی کی حکومت نے برطانیہ سے تعلقات توڑ لیے۔ فرانس کی قانون ساز مجلس نے تمام اختیارات مارشل پے تان کے حوالے کر دیئے اور اختیار دے دیا کہ مطلق العنان حکومت قائم کر لی جائے (10 جولائی)۔ امریکہ میں ڈیمو کریٹک پارٹی نے ایک کنونشن شکاگو میں بلائی اور روز ویلٹ کو تیسری مرتبہ جمہوریہ امریکہ کا صدر تجویز کیا۔ روز رویلٹ نے ایک مسودہ قانون پر دستخط کیے، جس کا مقصد یہ تھا کہ امریکہ کی حفاظت کے لیے دونوں سمندروں یعنی اوقیانوس اور بحرالکاہل میں الگ الگ بیڑے ہونے چاہئیں (20 جولائی)۔ لتھوانیا، لیٹویا اور استھونیا نے روس کے زیر اثر روسی سوشلسٹ جمہوریتوں کی یونین میں شامل ہونے کی درخواست کی۔ جرمنی نے برطانیہ کے اردگرد سمندروں میں کامل ناکہ بندی کا اعلان کر (17 اگست)۔ رومانیا میں جنرل اینٹونسکو نے پورے اختیارات سنبھال لیے۔ بادشاہ کیرول ملک چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس کا بیٹا مائیکل بادشاہ بنا (6 دسمبر)۔ امریکہ نے ایک قانون منظور کیا، جس کے مطابق 21 سال کی عمر سے 36 سال کی عمر تک کے تمام لوگوں کے لیے ایک سال تک فوجی ترتیب حاصل کرنا لازم ہو گیا۔ اس طرح مقصود یہ تھا کہ بارہ لاکھ فوج تیار کر لی جائے۔ آٹھ لاکھ ریزرو میں رکھی جائے۔ 16 اکتوبر تک ایک کروڑ چونسٹھ لاکھ آدمیوں کے نام درج رجسٹر ہو چکے تھے۔ فرانس کی شکست کے بعد جاپان نے ہند چینی پر قبضے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جرمنی، اٹلی اور جاپان نے ایک معاہدہ کیا، جس کے مطابق دس سال کے لیے ایک دوسرے کی امداد لازم قرار دی گئی (27 ستمبر)۔ روز ویلٹ تیسری مرتبہ صدر جمہوریت منتخب ہوا (5 نومبر)۔ ہنگری کی حکومت نے رومہ، برلین، ٹوکیو، یعنی اٹلی، جرمنی اور جاپان کے معاہدے کی تائید کی اور رومانیا بھی اس معاہدے میں شریک ہو گیا۔ روز رویلٹ نے چار آدمیوں کا بورڈ بنایا، جس کا مقصد یہ تھا کہ اول مدافعت کی تدبیریں اختیار کی جائیں، دوم برطانیہ کو جلد سے جلد امداد پہنچائی جائے۔ جرمنی نے اس فعل کو اخلاقی اعتبار سے جارحانہ اقدام قرار دیا۔ لارڈ ہیلی فیکس کی جگہ اینتھونی ایڈن برطانیہ کا وزیر خارجہ بن گیا اور ہیلی فیکس کو سفیر بنا کر امریکہ بھیج دیا گیا۔

1941ء کے واقعات:

امریکہ کی کانگرس نے وہ قانون منظور کیا، جس کے مطابق صدر کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ جس قوم کے دفاع کو امریکہ کے دفاع کے لیے ضروری سمجھے، اسے سامان جنگ وغیرہ ادھار یا ٹھیکے پر دے دے (11 مارچ)۔ یوگوسلافیا میں نائب السلطنت کی حکومت ختم کر دی گئی اور نوجوان پیٹر کو بادشاہی اختیارات دے دیئے گئے۔ دس روز بعد جرمن فوج نے یوگوسلافیا پر حملہ کیا اور وہ بلغراد پر قابض ہو گئیں (10 اپریل) روس اور جاپان کے درمیان غیر جانب داری کا معاہدہ ہوا (13 اپریل) جزیرہ آئس لینڈ کی پارلیمنٹ نے

جزیرے کو ڈنمارک سے علیحدہ قرار دے دیا (17 مئی)۔ روز ویلٹ نے غیر محدود قومی ضرورت کا اعلان کر دیا (27 مئی)۔ عراق میں فسادات (31 مئی)۔ برطانوی کمک پہنچنے پر فسادات فرو ہوئے۔ جمہوریہ امریکہ نے تمام جرمن قونصل خانے بند کر دیئے۔ جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا۔ حملے کا یہ محاذ دو ہزار میل تک پھیلا ہوا تھا (22 جون)۔ وشی کی حکومت نے ہند چینی کو جاپان کے فوجی کنٹرول میں دے دیا (23 جون)۔ برطانیہ اور روس کا امدادی معاہدہ (13 جولائی)۔ روز رویلٹ اور چرچل نے مقاصد صلح کا اعلان کیا۔ یہ اعلان منشور اوقیانوس (Atlantic Charter) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کا مفاد یہ تھا کہ متعلقہ لوگوں کی رائے لیے بغیر کسی علاقے کی حیثیت میں تبدیلی نہ ہوگی۔ ہر قوم کو اپنی مرضی کے مطابق نظام حکومت بنانے کا اختیار ہوگا۔ ان تمام قوموں کی خودمختاری اور سیادت بحال کی جائے گی، جن سے یہ چیزیں چھین لی گئی ہیں۔ سب کو یکساں اقتصادی مواقع حاصل ہوں گے۔ تمام قوموں کے لیے ضرورت کا خام مال بہم پہنچایا جائے گا۔ لوگوں کے درمیان دوستانہ اتحاد کو تقویت پہنچائی جائے گی۔ قوموں کو خوف احتیاج سے نجات دلائی جائے گی۔ تمام سمندروں میں سب قومیں آزادانہ آجا سکیں گی۔ قوت کا حربہ ترک کر دیا جائے گا۔ جابر قوموں سے ہتھیار چھین لیے جائیں گے (14 اگست)۔ چرچل نے اعلان کیا کہ اگر جاپان اور امریکہ کے درمیان لڑائی چھڑ گئی، تو برطانیہ امریکہ کی مدد کرے گا (24 اگست)۔ برطانوی اور روسی فوجوں نے بیک وقت ایران پر حملہ کیا۔ رضا شاہ پہلوی اپنے بیٹے کے حق میں تاج وتخت سے دست بردار ہو گیا (16 ستمبر)۔ پندرہ حکومتوں یعنی آسٹریلیا، کینیڈا، بلجیم، چیکوسلوا کیا، آزاد فرانس، یونان، لکسم برگ، ہالینڈ، نیوزی لینڈ، ناروے، روس، جنوبی افریقہ، یوگوسلافیا، پولینڈ اور برطانیہ نے منشور اوقیانوس کی حمایت کی۔ (24 ستمبر)۔ ٹوجو جاپان کا وزیراعظم بنا، جو جرمنی اور روس کا سرگرم حامی تھا (17 اکتوبر)۔ امریکہ نے ایک ارب ڈالر کی رقم اس غرض سے الگ کر دی کہ روس کو سامان جنگ آدھار دیا جائے (6 نومبر)۔ بلغاریا جرمنی، اٹلی اور جاپان کے اتحاد میں شامل ہو گیا (25 نومبر)۔ حکومت لبنان نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا (26 نومبر)۔ جاپان کے وزیراعظم جنرل ٹوجو نے اعلان کیا کہ مشرق سے امریکہ اور برطانیہ کا اثر ختم کر دینا چاہیے (29 نومبر)۔ روز ویلٹ نے شہنشاہ جاپان سے اپیل کی کہ امن قائم رکھنے میں مدد دی جائے، نیز ہند چینی میں جاپان کے مقاصد واضح کیے جائیں۔ جاپان نے اچانک پرل ہاربر (ہوائی) پر حملہ کر کے امریکہ کے خلاف جنگ شروع کر دی (7 دسمبر)۔ ساتھ ہی فلپینز، گوآم، مڈوے، ہانگ کانگ اور ملایا پر حملے کیے۔ امریکہ کی کانگرس نے جاپان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا (11 دسمبر)۔ کانگرس نے دس ارب ڈالر سے زیادہ رقم امریکہ کی حفاظت اور حلیف ملکوں کی امداد کے لیے منظور کی۔

سیاسی اور بین الاقوامی حالات

(2)

1942ء کے واقعات:

تمام امریکی ممالک کے نمائندوں کی ایک کانفرنس برازیل میں بلائی گئی، تاکہ جارحانہ اقدام کے خلاف امریکی جمہوریتیں مل جل کر کام کریں (15 جنوری)۔ روس اور برطانیہ نے ایران کی سیادت، علاقائی سلیت اور سیاسی آزادی کے احترام کا اعلان کیا (29 جنوری)۔ برطانیہ نے جبشہ کی آزادی تسلیم کر لی اور ہیلی سلاسی کی حکومت سے تعلقات قائم کرتے ہوئے اس امر کا ذمہ اٹھایا کہ اسے مالی امداد دی جائے، نیز فنی اور انتظامی کاموں میں ہاتھ بٹایا جائے گا (31 جنوری)۔ جرمنی نے ناروے میں جو حکومت قائم کی، اس کے اختیارات کوئز لنگ (Quisling) نام ایک باشندہ ناروے کے حوالے کیے (یکم فروری)۔ کوئز لنگ نے ناروے کا دستور منسوخ کر دیا اور خود ڈکٹیٹر بن گیا۔ (اس وقت سے کوئز لنگ اس شخص کو کہنے لگے جو اپنے ملک کو قوم سے غداری کرے)۔ جاپان نے رنگون پر قبضہ کر لیا (8 مارچ)۔ مارشل پیتاں نے لافال (Laval) کو وزارت سے الگ کر دیا گیا تھا، لیکن جرمنوں کے دباؤ کے ماتحت اسے پھر وزیر بنا لیا گیا (14 اپریل)۔ امریکہ اور برطانیہ نے غذا اور پیداوار کے تمام وسائل اکٹھے کر لیے، تاکہ جنگ میں کامیابی زیادہ سے زیادہ یقینی ہو جائے (9 جون)۔ امریکی کانگرس نے بیالیس ارب ڈالر کی رقم فوجی دفاع کے لیے منظور کی۔ جن کارکنوں سے جنگی کارخانوں میں کام لیا جا رہا تھا، ان کی مزدوری میں اسی تناسب سے اضافہ کر دیا گیا، جس تناسب سے یکم جنوری 1941ء اور مئی 1942ء کے درمیان معیشت کا خرچ بڑھا تھا (16 جولائی)۔ چرچل سٹالن سے ملاقات کے لیے روس گیا، تاکہ یورپ میں دوسرا محاذ قائم کرنے کے لیے بات چیت ہو جائے (12 اگست)۔ امریکہ کی فوجیں فرانسیسی شمالی افریقہ میں داخل ہوئیں (8 نومبر)۔ جرمنوں نے فوراً اپنی فوجیں غیر متصرفہ فرانس میں داخل کر دیں مدعا یہ تھا کہ جو فرانسیسی بیڑہ طولون میں ہے، اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ بیڑے کے ملاحوں نے تمام جہاز غرق کر دیئے۔ مارشل پیتاں نے لافال کو اپنا جانشین مقرر کیا اور قانون بنانے یا خاص فرمان جاری کرنے کے اختیارات دے دیئے (17 نومبر)۔ فرانسیسی امیر البحر دارلان (Darlan) شمالی افریقہ میں تمام فرانسیسی مقبوضات کا مختار بن گیا۔

1943ء کے واقعات:

روز ویلٹ اور چرچل نے مراکش کی مشہور بندرگاہ کلسا بلانکا میں دس روز تک باہم بات چیت جاری رکھی اور اعلان کیا کہ 1943ء کے لیے اتحادی جرنیلوں نے جارحانہ جنگ کی سکیم تیار کر لی اور مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ جرمنی، اٹلی اور جاپان کی فوجیں بلاشرط ہتھیار ڈال دیں۔ چرچل نے یہ اعلان بھی کیا کہ نو مہینے کے اندر اندر یورپ میں حملے کا آغاز ہو جائے گا (جنوری)۔ مسولینی نے وزارت کے گیارہ ممبر الگ کر دیئے۔ ان میں اس کا داماد کاؤنٹ چیانو (Caino) بھی شامل تھا اور وزیر خارجہ کا عہدہ سنبھال لیا (6 فروری)۔ جنرل آئزن ہاور کو شمالی افریقہ کے جداگانہ محاذ کی اتحادی فوجوں کا سپہ سالار بنا دیا گیا۔ چرچل نے دوسرے محاذ جنگ کے متعلق بات چیت کے لیے امریکہ کا سفر اختیار کیا اور امریکہ کی کانگرس کو یقین دلایا کہ برطانیہ جاپان سے جنگ کے اختتام تک امریکہ کے دوش بہ دوش لڑتا رہے گا (12 مئی)۔ شمالی افریقہ میں دارلامان مارا گیا اور جنرل جیرا (Giraud) اس کا جانشین بنا۔ جیرا اور ڈیگال نے مل کر فرانس کی آزادی کے لیے ایک قومی جماعت ترتیب دی (4 جون)۔ مسولینی نے استعفیٰ دے دیا (22 جولائی)۔ استعفیٰ کے ساتھ ہی اسے گرفتار کر لیا گیا۔ فاشسٹ پارٹی توڑ دی گئی۔ مارشل بدولیو نے وزارت بنالی۔ بعد ازاں جرمن ہوائی جہاز مسولینی کو رہا کرا کے جرمنی لے گئے (15 ستمبر) اور وہاں جمہوری فارشسٹ پارٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ مارشل بدولیو کی وزارت نے اتحادیوں کی شرطیں مان لیں اور ہتھیار ڈال دیئے (9 ستمبر)۔ اٹلی میں جو جرمن فوجیں تھیں، انھوں نے بڑے بڑے شہروں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ مثلاً: روحہ، میلان، ٹریسٹ، جنوآ، بولون۔ جو اطالوی فوجیں بدولیوں کے زیر اثر تھیں، انھوں نے سارڈینیا پر قبضہ کر لیا۔ آزادی فرانس کی فوجیں کارسیکا پر قابض ہو گئیں۔ چیانگ کائی شک جمہوریہ چین کا صدر منتخب ہوا۔ (13 ستمبر) مارشل ٹیٹو نے دستوں نے یوگوسلافیا میں چھاپہ مار جنگ شروع کر رکھی تھی، اب انھوں نے ٹریسٹ میں ہٹلر اور مسولینی کی فوجوں کے خلاف باقاعدہ محاذ قائم کر لیا (9 اکتوبر)۔ روز ویلٹ، چرچل اور سٹالن کے درمیان تہران میں کانفرنس ہوئی جو 28 نومبر سے 12 جنوری 1944ء تک جاری رہی۔ اس میں دوران جنگ میں اور جنگ کے بعد ایران کے لیے مالی امداد کا اعلان ہوا۔ اس وقت امریکہ، برطانیہ اور روس نے اعلان کیا کہ جاپان کے ہتھیار ڈالنے تک جنگ جاری رکھی جائے گی۔

1944ء کے واقعات:

حکومت امریکہ نے ڈی ولیرا وزیر اعظم آئرلینڈ سے کہا کہ جرمن اور جاپانی سفارت خانے بند کر دیئے

جائیں، اس لیے کہ ان کے ذریعے سے محوری طاقتوں کو فوجی اطلاعات ملتی رہتی ہیں۔ ڈی ولیرا نے انکار کر دیا۔ برطانیہ نے آئرلینڈ کے ساتھ آمد و رفت کا سلسلہ معطل کر دیا (11 مارچ)۔ جرمن فوجوں کے ہنگری پر قبضہ کر کے اپنی مرضی کی حکومت بنا لی (22 مارچ)۔ امریکہ کی پانچویں فوج رومہ میں داخل ہو گئی (4 جون)۔ اتحادی فوجوں کا عظیم الشان حملہ نارمنڈی پر (6 جون)۔ جرمنوں میں جٹ بموں کا سلسلہ شروع کر دیا، جن سے برطانوی شہروں کو بڑا نقصان پہنچا (17 جولائی)۔ روز ویلٹ کو چوتھی مرتبہ صدارت کے لیے نامزد کیا گیا (21 جولائی)۔ روسی فوجوں نے جرمنوں سے آخری روسی شہر آزاد کرا لیا (24 جولائی)۔ شاہ رومانیا نے اینٹونیسکو کی وزارت توڑ دی اور صلح کی شرطیں قبول کر لیں۔ روسیوں نے بخارسٹ پر قبضہ کر لیا (23 اگست۔ 31 اگست)۔ پیرس کی جرمن فوجوں نے اتحادیوں کے روبرو ہتھیار ڈال دیئے (29 اگست)۔ برسلز جرمنوں سے واگزر کرا لیا گیا (4 ستمبر)۔ بلغاریا نے صلح کی شرطیں مان لیں (8 ستمبر)۔ ایتھنز پر اتحادی فوجوں کا قبضہ (13 اکتوبر)۔ بلغراد پر روسی اور یوگوسلافی فوجوں کا قبضہ (20 اکتوبر)۔ روز ویلٹ چوتھی مرتبہ صدر منتخب ہوا (7 نومبر)۔ جنرل چیانگ کائی شک نے اہل چین سے وعدہ کیا کہ جنگ ختم ہونے سے پہلے دستوری حکومت قائم کر دی جائے گی (31 دسمبر)۔

1945ء کے واقعات:

6 جنوری کو حکومت ترکیہ نے جاپان سے سیاسی تعلقات توڑ لیے۔ یونان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی تھی۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جو برطانوی فوجوں کے حامی تھے، دوسری طرف کمیونسٹ تھے جو برطانوی مداخلت کی مخالفت کر رہے تھے۔ چرچل اور ایڈن نے خود ایتھنز پہنچ کر اس خانہ جنگی کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ جارج دوم شاہ یونان نے لاٹ پادری کو نائب السلطنت بنا دیا اور اس کے ماتحت عارضی حکومت قائم ہو گئی۔ اس طرح خانہ جنگی بند ہو گئی۔ اس خانہ جنگی میں صرف ایتھنز شہر کا نقصان بیس کروڑ ڈالر سے کم نہ تھا۔ برطانوی مقتولین و مجروحین کی تعداد دو ہزار تھی۔

7 فروری کو مالٹا (کریمیا) میں روز ویلٹ، چرچل اور سٹالن کے درمیان ایک کانفرنس ہوئی، جو 12 فروری تک جاری رہی۔ اس میں امریکہ، برطانیہ اور روس کے فوجی اور سیاسی ماہرین بھی شریک تھے۔ جرمنی کی آخری شکست کی تدبیروں کے علاوہ ملک پر قبضے اور تاوان کی تفصیلات آخری مرتبہ طے کر لی گئیں۔ تینوں ملکوں نے فیصلہ کیا کہ وہ آزاد شدہ یورپی ملکوں کو مشترکہ امداد دیں گے۔ امن و تحفظ کی خاطر بین الاقوامی نظام کو تقویت پہنچائیں گے۔ اسی غرض سے 25۔ اپریل کو سان فرانسسکو میں مجوزہ انجمن اقوام متحدہ کا پہلا اجلاس ہوا۔

3 مارچ کو فن لینڈ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ قاہرہ میں جمعیت عرب (عرب لیگ) کے قیام کا فیصلہ ہو گیا۔ روس نے جاپان کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کا جو عہد نامہ کیا تھا، اسے ختم کر دیا۔ اس سال کا نہایت افسوس ناک واقعہ یہ ہے کہ 12 اپریل کو روز ویلٹ نے یکا یک وفات پائی اور نائب صدر ہنری ٹرومین نے صدارت کا کاروبار سنبھالا۔ روس اور پولینڈ کے درمیان بیس سال کے لیے باہم امداد کا عہد نامہ ہوا۔ 27 اپریل کو مسولینی بچ کر نکلتا ہوا گرفتار ہو گیا اور اسے موت کی سزا دے دی گئی۔ یکم مئی کو اعلان ہوا کہ ہٹلر نے برلین میں خودکشی کر لی، اس کی جگہ امیر البحر دوئنتز نے عارضی کونسل بنا کر اتحادی حکومتوں سے حوالی کی بات چیت شروع کر دی۔ 7۔ مئی کو بلا شرط حوالگی عمل میں آئی۔

شام اور لبنان کی حکومتوں نے اس لیے فرانس سے تعلقات توڑ لیے کہ اس نے اجازت لیے بغیر فرانسیسی فوج ان ملکوں میں بھیج دی تھی۔ چرچل نے مطالبہ کیا کہ فرانسیسی فوج شام اور لبنان میں آتش باری بند کر دے۔ 12 جون کو پولستانی حکومت کی ترتیب کے لیے لندن، واشنگٹن اور ماسکو سے سہ گانہ کمیشن کے تقرر کا اعلان ہوا۔

10 جولائی کو جاپان پر اتحادیوں نے حملہ شروع ہوا۔ ایک ہزار ہوائی جہازوں نے ٹوکیو پر بم برسائے۔ امریکی بیڑے نے بندرگاہوں پر گولہ باری کی۔ برطانوی بیڑے نے جاپانی مراکز کو برباد کیا۔ 5 اگست کو ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا گیا، جس میں پچاس ہزار نفوس تلف ہوئے اور چار مربع میل رقبے میں جتنے مکان اور کارخانے تھے، ملیا میٹ ہو گئے۔ 9 اگست کو ناگاساکی پر ایٹم بم گرا اور جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ بعد ازاں حوالگی کی شرطیں طے ہو گئیں۔ ایٹم بم کی تیاری کے لیے ابتداء میں دو ارب ڈالر کی رقم الگ کی گئی تھی۔

جنگ کا نقشہ

(1)

پولینڈ کا فیصلہ:

یکم ستمبر 1939ء کو سترہ لاکھ جرمن فوج نے یکا یک پولینڈ پر یورش کر دی۔ یورش کے مرکز تین تھے: مشرقی پروشیا، سلیشیا اور سلواکیا۔ فوج کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ مکانیکی ڈویژن بھی زیادہ تھے اور ان کے ساتھ ہوائی قوت بھی بے پناہ تھی۔ اگرچہ پولینڈ کے پاس چھ لاکھ فوج تھی، لیکن وہ مقابلہ نہ کر سکا۔ 27 ستمبر کو وارسا جرمنوں کے حوالے ہو گیا اور یہ برق رفتار جنگ چار ہفتوں سے بھی کم مدت میں کامیابی پر ختم ہوئی۔ اصل فیصلہ ابتدائی دس ہی دن میں ہو چکا تھا۔

جب روس نے دیکھا کہ جرمن اس تیزی سے پولینڈ میں بڑھے چلے آ رہے ہیں تو روسی فوجوں کو مشرقی جانب سے حملے کا حکم دیا گیا۔ اس طرح پولینڈ روس اور جرمنی کے درمیان تقسیم ہو گیا۔ قریباً دو کروڑ اکیس لاکھ کی آبادی کے علاقے روسیوں کے قبضے میں آ گئے۔ روس نے استھونیا، لٹویا اور لتھوانیا سے معاہدے کر لیے۔ فن لینڈ سے کہا کہ وہ فوجوں کی نقل و حرکت بند کر دے۔ یہ مطالبہ مانا نہ گیا تو فن لینڈ پر حملہ ہو گیا۔ 12 مارچ 1940ء کو فن لینڈ نے بھی روس کی شرطیں مان لیں۔

مغربی اور شمالی سمت میں حملے:

ابھی فرانس اور برطانیہ پوری طرح لڑائی کے لیے تیار نہ ہوئے تھے کہ جرمنی نے پولینڈ کا فیصلہ کر کے اپنا رخ ڈنمارک اور ناروے کی طرف پھیر دیا، چنانچہ 9 اپریل 1940ء کو ڈنمارک پر قبضہ جمایا، دوسری طرف ہوائی جہازوں کے ذریعے سے ناروے کے بڑے بڑے شہروں میں فوجیں اتار دیں۔ برطانیہ کے بیڑے نے ناروِیک پر حملہ کیا۔ انگریزی اور فرانسیسی فوج بھی جنوبی ناروے میں اتاری گئی، مگر دو ہفتوں کے بعد اسے ہٹانا پڑا۔ 30 اپریل کو ناروے کی مزاحمت ختم ہو گئی۔ شاہ ناروے اور اس کے وزیر ملک چھوڑ کر لندن چلے گئے۔

ہالینڈ، بلجیم اور لکسم برگ:

ناروے سے فارغ ہوتے ہی جرمنی نے 10 مئی کو ہالینڈ، بلجیم اور لکسم برگ پر دھاوا بول دیا۔ حالات

بڑے ہی خراب تھے۔ برطانیہ میں چیمبرلین نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور چرچل نے مختلف پارٹیوں کو ملا کر قومی حکومت بنائی۔ اس اثناء میں جرمن ایک طرف دریائے میوز کو عبور کر کے فرانس میں داخل ہو گئے، دوسری طرف ان کے بکتر بند دستوں نے ہالینڈ، بلجیم اور لکسم برگ کو پامال کر ڈالا۔ فرانس میں جنرل گمیاں کی جگہ جنرل ویگاں کو سپہ سالار بنایا گیا۔ جو فوج اتحادیوں نے بلجیم میں بھیجی تھی، اس کا ایک حصہ پیچھے ہٹا لیا گیا۔ کوئی ساڑھے تین لاکھ فوج ڈنکرک (فرانس کا شمالی و مشرقی گوشہ) میں محصور ہو گئی، جسے برطانیہ کے چھوٹے بڑے جہازوں اور کشتیوں نے بڑی مردانگی سے بچا کر برطانیہ پہنچا دیا۔ برطانیہ کے مقتولین، مجروحین اور اسیروں کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی۔ (4 جون 1940ء)۔

فرانس کی شکست:

ادھر فرانس میں حالات نے حد درجہ نازک صورت اختیار کر لی۔ 10 جون کو اٹلی نے جنوبی فرانس پر حملہ کر دیا۔ 13 جون کو پیرس خالی ہو گیا۔ 15 جون کو جرمنوں نے وردون پر قبضہ کر لیا۔ اسی روز روسی فوجیں بحیرۂ بالٹک کی ریاستوں، یعنی استھونیا، لٹویا اور لتھوانیا میں داخل ہو گئیں۔ فرانسیسی حکومت نے استعفیٰ دے دیا اور مارشل پیتاں نے سارا انتظام سنبھال لیا (16 جون)۔ ساتھ ہی جرمنوں سے صلح کی درخواست کر دی۔ چنانچہ 22 جون کو صلح ہو گئی۔ فرانسیسی فوجوں سے ہتھیار لے لیے گئے اور ملک کا 3/5 حصہ دوران جنگ میں جرمنوں کے زیر انگرانی دے دیا گیا۔ جنرل ڈیگال نے لندن میں قومی دفاع کے لیے ایک مجلس بنالی او راعلان کیا کہ جرمنی کا مقابلہ جاری رہے گا۔

برطانیہ کے لیے سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ فرانس کا بیڑا خاصا طاقت ور تھا۔ اگر وہ پورے کا پورا جرمنوں کے قبضے میں چلا جاتا تو لڑائی کے حالات بہت خراب ہو جاتے۔ برطانیہ نے بیڑے کی حوالگی کا مطالبہ کیا، یہ مانا نہ گیا۔ چنانچہ برطانوی قوت نے 3 جولائی کو الجزائر کی بندرگاہ وہران پر حملہ کیا، جہاں فرانسیسی بیڑے کے بڑے جہاز ٹھہرے ہوئے تھے اور یہ جہاز تباہ کر دیے۔ جو فرانسیسی جہاز برطانوی بندرگاہوں میں تھے وہ قبضے میں لے لیے گئے۔ مارشل پیتاں نے اپنی حکومت کا مرکز وشی میں قائم کیا اور لافال کو اپنا نائب وزیر بنالیا۔

یہاں یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ دوران جنگ میں پیتاں فرانس کا مختار بنا رہا۔ 15 اگست 1945ء کو خاتمہ جنگ کے بعد اس پر مقدمہ چلا اور دشمن کے ساتھ ساز باز کا مجرم قرار دے کر اسے موت کی سزا دی گئی، جسے عمر قید میں بدل دیا گیا۔ پیتاں نے قید ہی میں وفات پائی، لافال کو پھانسی دی گئی۔

برطانیہ کی نازک حالت:

اب جنگی نقطہ نگاہ سے برطانیہ کے لیے حالات بڑے ہی نازک ہو گئے تھے۔ اس کا بھاری سامان جنگ بلجیم اور فرانس میں رہ گیا تھا۔ یورپ کا بڑا حصہ جرمنی کے قبضے میں چلا گیا تھا۔ فرانس ختم ہو چکا تھا۔ جرمنوں نے ہر طرف سے مطمئن ہو کر برطانیہ پر ہوائی حملے شروع کر دیئے اور جزیرے کی ناکہ بندی کر لی۔ چنانچہ جون کے آخر تک پانچ لاکھ بندوقیں، اسی ہزار کلدار توپیں، پچھتر ملی میٹر کی نو سو میدانی توپیں اور تیرہ کروڑ کارتوس برطانیہ پہنچ گئے تھے۔ جرمنوں کے ہوائی حملے زیادہ سے زیادہ تیز ہوتے گئے۔ ستمبر میں صرف ہوائی حملوں سے مقتولین کی تعداد تین سو سے چھ سو یومیہ اور مجروحین کی تعداد ایک ہزار تے تین ہزار یومیہ تک پہنچ گئی۔ برطانوی ہوائی جہاز ایک طرف ان ہوائی حملوں کا مقابلہ کرتے تھے، دوسری طرف موقع پا کر ان یورپی بندرگاہوں پر بم برساتے تھے، جو جرمنی کے قبضے میں جا چکی تھیں۔

اب بظاہر جرمنی کی کامیابی میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا، چنانچہ جرمنی، اٹلی اور جاپان نے 27 ستمبر کو دس سال کے لیے فوجی اور اقتصادی اتحاد کا معاہدہ کر لیا۔ اس اثناء میں برطانیہ نے جرمن ہوائی جہازوں کو بری طرح تباہ کرنا شروع کیا، چنانچہ ایک مرتبہ ایک دن میں ایک سو پچاس ہوائی جہاز گرائے۔ 10 نومبر کو کوونٹری (Coventry) کے صنعتی مرکز پر سخت حملہ ہوا، لیکن جرمنوں کا نقصان اتنا زیادہ تھا کہ وہ حملے جاری نہ رکھ سکے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ 8 اگست 1940 سے 31 اکتوبر 1940ء تک جرمنوں کے دو ہزار تین سو پچھتر ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ اس کے مقابلے میں برطانوی طیاروں کا نقصان صرف آٹھ سو تھا۔

امریکہ کی امداد:

مارچ 1941ء میں امریکہ اور برطانیہ کے درمیان ادھار اور اجارے کا طریقہ طے ہو گیا۔ نومبر 1940ء میں امریکہ نے ساڑھے چھ ارب ڈالر کی رقم برطانیہ کے لیے مخصوص کی تھی، جس کا سامان جنوری 1941ء تک لے لیا گیا۔ سب سے زیادہ تکلیف غذائی اجناس کی تھی۔ امریکہ نے اپریل سے دسمبر 1941ء تک دس لاکھ من غذائی چیزیں برطانیہ پہنچا دیں۔

پوری جنگ میں ہوائی حملوں سے برطانیہ کا نقصان یقیناً بہت ہوا۔ اندازہ کیا گیا کہ ہر پانچ گھروں میں سے کم از کم ایک ضرور تباہ ہو چکا ہوتا۔ کارخانوں کا نقصان بھی بڑا سخت تھا۔ علاوہ بریں آمد و رفت، گیس اور پانی کے وسائل درہم برہم ہوئے۔ پارلیمنٹ کے ایوان اور برٹش میوزیم بھی گزند سے محفوظ نہ رہے، تاہم برطانیہ بڑی مردانگی سے مقابلے پر جما رہا اور یہ بالکل درست ہے کہ برطانیہ کی قومی حمیت کا یہ بہترین مظاہرہ

تھا۔ ادھر ہوائی جہازوں کے نقصان نے جرمنوں کو پریشان کر دیا، نیز ان کی توجہ روس پر حملے کی تیاری کی طرف وقف ہوگئی۔

بلقان، شام اور عراق اور ایران:

مغرب میں برطانیہ تنہا مقابلے پر رہ گیا تھا۔ عین اس موقع پر روس نے رومانیا سے خاصے بڑے علاقے کا مطالبہ پیش کر دیا اور اسے پینتیس لاکھ کی آبادی کے اضلاع روس کے حوالے کرنے پڑے۔ ساتھ ہی جرمنی اور اٹلی کے دباؤ کے ماتحت 30 اگست 1940ء کو کم وبیش ساڑھے سولہ ہزار مربع میل کا علاقہ اس نے ہنگری کے حوالے کیا۔ ان ضربوں نے رومانیا میں افراتفری پھیلا دی۔ شاہ کیرول تخت چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کا بیٹا پھر بادشاہ بن گیا۔ اینٹونیسکو نے وزارت سنبھال لی، ساتھ ہی بلغاریا نے ڈبروجا کا علاقہ طلب کر لیا۔ رومانیا کو یہ علاقہ بھی چھوڑنا پڑا۔ 8 اکتوبر کو جرمن فوجیں اس غرض سے رومانیا میں داخل ہوگئیں کہ تیل کے چشموں کی حفاظت کریں۔

اٹلی نے یونان سے روبرو مطالبہ پیش کر دیا کہ اپنے بحری مرکز استعمال کرنے کی اجازت دو۔ یہ مطالبہ پورا نہ ہوا تو یونان پر حملہ کر دیا گیا۔ برطانیہ نے یونان کو امداد دی۔ ایک ہوائی حملہ اٹلی کے بحری بیڑے پر کیا۔ اتحادیوں کو شکستیں ہوئیں، تو جرمنی نے اپنی ہوائی فوج اٹلی بھیج دی۔ اس اثناء میں ہنگری، رومانیا، یوگوسلاویا، بلغاریا، رومہ برلین اور ٹوکیو کے معاہدوں میں شامل ہوگئے۔ جرمن فوجوں نے یوگوسلافیا اور یونان کو پامال کر ڈالا۔ بڑی مشکل سے برطانوی فوج کے ایک حصے کو یونان سے نکالا گیا، لیکن قیمتی سامان جنگ وہیں رہ گیا۔

2 مئی کو رشید علی گیلانی وزیراعظم عراق نے جرمنوں سے امداد طلب کی اور وہاں برطانیہ کے خلاف تحریک شروع ہوگئی، جسے بڑی مشکل سے 4 جون کو فرو کیا گیا۔ شام میں بھی جرمنوں کی مداخلت کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا، لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ اس علاقے کو وشی کی حکومت کے اثر سے آزاد کرا لیا جائے، جو مارشل پیتاں کی سرکردگی میں۔ جرمنوں کے زیر اثر کام کر رہی تھی، چنانچہ جولائی میں شام و لبنان پر قبضہ کر لیا گیا۔ اسی طرح ایران میں برطانوی اور روسی فوجیں داخل ہوگئیں۔

روسی مہم:

22 جون 1941ء کو جرمنی نے روس پر حملہ کیا۔ یہ محاذ بحیرۂ اسود سے بحیرۂ سفید تک دو ہزار میل لمبا تھا۔ جرمنوں کے علاوہ اٹلی، رومانیا، ہنگری اور فن لینڈ کی فوجیں بھی حملے میں شامل تھیں۔ کل فوجوں کی

تعداد تیس لاکھ سے کم نہ تھی۔ اس کے مقابلے میں روسی فوج کا اندازہ بیس لاکھ کیا گیا تھا۔ چرچل نے روسیوں کو ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔ اسی امداد کے لیے ایران پر قبضہ کیا گیا تھا، اس لیے کہ ایران سے سامان جنگ بھیجنے کا راستہ ہوائی، بحری یا دوسرے حملوں کے خطرے سے محفوظ تھا۔ پھر امریکہ نے بھی ادھار اور اجارے کا معاہدے کے مطابق روس کے لیے وسیع امداد کا دروازہ کھول دیا۔

جرمنوں نے بڑی تیزی سے پیش قدمی شروع کی اور وہ بہت جلد خاصے بڑے علاقے پر قابض ہو گئے، یہاں تک کہ لینن گراڈ اور ماسکو خطرے میں پڑ گئے۔ کریمیا جرمنوں کے قبضے میں آ گیا۔ یوکرین اور شمالی قفقاز کے علاقے چھن جانے کے باعث روس کے زرعی وسائل پر بڑی سخت ضرب لگی۔ امریکہ نے کثیر مقدار میں گوشت، مکھن، چربی، روغنیات، پھل اور سبزیاں ڈبوں میں بند کر کے پہنچا دیں۔ جولائی 1943ء تک پندرہ لاکھ ٹن غذائی جنسیں روس پہنچ چکی تھیں۔

سٹالن گراڈ:

ابتدائی حملے کے بعد موسم سرما میں جنگ بڑی حد تک رکی رہی۔ 1942ء کے موسم گرما میں سٹالن گراڈ میں لڑائی شروع ہوئی۔ اس شہر کو روس میں بہ وجوہ خاص اہمیت حاصل تھی۔ اگر یہ چھن جاتا تو اول باکو سے تیل کی درآمد رک جاتی۔ دوم ساز و سامان جنگ اور رسد کی جو امداد ایران کے راستے پہنچ رہی تھی، اس کا سلسلہ منقطع ہو جاتا۔ یہاں روسیوں نے حیرات انگیز استقامت کا ثبوت دیا اور اسی غفلت نے روس و جرمنی کی جنگ میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا۔ پھر روسیوں کے جوابی حملے شروع ہو گئے، اس لیے کہ امریکہ سے کم و بیش چار ہزار ایک سو ہوائی جہاز، ایک لاکھ اڑتیس ہزار موٹر گاڑیاں، بے شمار فولاد اور جنگی کارخانوں کے لیے مشینری پہنچ چکی تھی۔ 1943ء کے آغاز میں تین مہینے کے اندر اندر جرمنوں اور ان کے ساتھیوں کے پانچ لاکھ آدمی مارے گئے یا گرفتار ہوئے۔ جب لڑائی کا پانسا پلٹا تو جرمن پیچھے ہٹنے لگے۔ جگہ جگہ انھیں شکستیں ہوئیں۔ برطانیہ اور امریکہ نے نارمنڈی پر حملہ شروع کیا تو جرمنوں پر مغرب میں اتنا دباؤ بڑھ گیا کہ وہ مشرق کی طرف سے فوجیں ہٹانے پر مجبور ہو گئے، یہاں تک کہ روسی فوجیں بڑھتے بڑھتے برلین پہنچ گئیں۔ رومانیا، بلغاریا، یوگوسلافیا، ہنگری اور آسٹریا بھی یکے بعد دیگرے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوئے۔

جنگ کا نقشہ

(2)

جاپان میدان جنگ میں:

جمہوریہ امریکہ کے صدر روز ویلٹ کو آغاز جنگ ہی میں خطرہ محسوس ہونے لگا تھا کہ اگر یورپ پر جرمنوں کا قبضہ ہو گیا، تو پھر امریکہ بھی سلامت نہ رہے گا، چنانچہ جہاں پر برطانیہ اور امریکہ بھی سلامت نہ رہے گا، چنانچہ جہاں برطانیہ اور امریکہ نے روس کو سامان خوراک زیادہ سے زیادہ مقدار میں دینے کی کوشش کی، وہاں اپنے لیے بھی فوج اور سامان جنگ کی تیاری شروع کر دی، تاکہ موقع پیش آنے پر بچاؤ کا بندوبست کیا جا سکے۔ شمالی و جنوبی امریکہ کے دوسرے ملکوں کو بھی دفاع کے لیے ہوشیار کر دیا گیا۔ 7 دسمبر 1941ء کو جاپان نے بلاوجہ امریکہ کے بحری مرکز پر ہاربر (جزائر ہوائی) پر حملہ کر دیا، ساتھ ہی فلپینز میں فوج اتار دی۔ تمام امریکی ملکوں نے محوری طاقتوں، یعنی جاپان، جرمنی، اٹلی اور ان کے حلیفوں سے تعلقات توڑ لیے۔ مختلف ملکوں سے امریکہ کے جو جھگڑے چلے تھے، ان کا بھی تصفیہ کر لیا گیا، تاکہ اطمینان سے جنگ کو کامیابی کی منزل پر پہنچایا جا سکے۔

تجارتی جہاز:

1939ء میں مختلف اتحادی ملکوں کے تجارتی جہازوں کی کیفیت یہ تھی:

ملک	تجارتی جہاز
برطانیہ	2,10,10,925 ٹن
جمہوریہ امریکہ	1,14,70,177 ٹن
ناروے	48,33,813 ٹن
ہالینڈ	29,69,578 ٹن
فرانس	29,33,933 ٹن
بلجیم	4,08,418 ٹن
میزان	4,36,17,844 ٹن

ان کے مقابلے میں جاپان، جرمنی، اور اٹلی کے جہازوں کا جو نقشہ بنا، وہ ذیل میں درج ہے:

جاپان	56,29,845 ٹن
جرمنی	44,82,662 ٹن
اٹلی	34,24,804 ٹن
میزان	1,35,37,311 ٹن

گویا برطانیہ کو تمام ملکوں پر فوقیت حاصل تھی اور دنیا بھر کے تجارتی جہازوں کا بہت بڑا حصہ انھی ملکوں کے پاس تھا، جو جنگ میں شریک ہوئے۔ پھر جو ملک جرمنی کے قبضے میں چلے گئے تھے: ان کے زیادہ تر تجارتی جہاز برطانیہ ہی میں پناہ گزیں ہوئے۔

ان میں سے کم و بیش نصف جہاز ہوائی حملوں یا آبدوزوں نے تباہ کر دیئے۔ تاہم اتحادی ملکوں، خصوصاً امریکہ میں جہاز سازی کی صنعت اس اعلیٰ پیمانے پر پہنچادی گئی تھی کہ مئی 1945ء تک چار کروڑ تین لاکھ ٹن کے چار ہزار جہاز تیار کر لیے گئے۔ اس کے برعکس جرمنی، جاپان اور اٹلی کے لیے نقصانات کی تلافی کی کوئی قابل اطمینان شکل نہ تھی اور ان کے تجارتی اور بحری بیڑے 1945ء تک قریب قریب ختم ہو چکے تھے۔

بحری لڑائیاں:

جرمنی نے ایسے جنگی جہاز تیار کر لیے تھے، جن کا وزن زیادہ نہ تھا، مگر وہ بڑے جنگی جہازوں کے برابر سازوسامان سے لیس ہوتے تھے اور ان کی رفتاری خاصی تیز تھی۔ برطانیہ نے آغاز جنگ ہی میں جرمنی کی ناکہ بندی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ بعض جرمن جہازوں نے راستے پا کر ناکہ بندی سے مخلصی حاصل کر لی اور باہر نکل کر حملے شروع کر دیئے۔ ان میں سے تمام قابل ذکر جہاز ڈبو دیئے گئے۔ ڈوبنے والوں میں خاص اہمیت گریف شپی اور بسمارک کو حاصل ہے۔ آخری جہاز 24 مئی 1941ء کو ڈبویا گیا۔

جیسا کہ بتایا جاچکا ہے فرانسیسی بیڑا یا تو برطانیہ کے قبضے میں آچکا تھا یا اسے تباہ کر دیا گیا یا خود فرانسیسی ملاحوں نے اپنے جہاز جرمنوں سے بچانے کے لیے ڈبو دیئے۔ اٹلی کے بیڑے پر ایسی ضرب لگی کہ وہ باہر نکل کر کوئی قابل ذکر کام نہ کر سکا۔ آخری دور میں اتحادیوں کی قوت اس پیمانے پر پہنچی ہوئی تھی کہ انھوں نے جہاں چاہا انتہائی بے تکلفی سے فوجیں اتار دیں اور جہازوں کی کمی کسی جگہ بھی سدراہ نہ ہوئی۔

جب جاپان نے جنگ شروع کی تھی تو امریکی بیڑے پر خاصی ضرب لگ چکی تھی۔ پھر بعض اونچے درجے کے جنگی جہاز جنوبی بحرالکاہل ہیں جاپانیوں نے ڈبو دیئے۔ آخری دور میں جاپان کا جنگی بیڑا خاصا بڑا تھا جس میں سترہ بڑے جنگی جہاز تھے، تاہم یہ بیڑا جزائرشوق الہند اور ملایا تک کے لمبے بحری راستوں کی

حفاظت کے لیے ناکافی تھا۔ جاپانیوں کے پاس طیارہ بردار جہاز دس سے بھی کم رہ گئے، ان کے مقابلے میں برطانیہ کے پاس چالیس اور امریکہ کے پاس ایک سو طیارہ بردار جہاز تھے۔

افریقی محاذ:

جب اٹلی نے برطانیہ اور فرانس کے خلاف اعلان جنگ کیا تو ایک طرف برطانوی صومالی لینڈ پر قبضہ کر لیا، دوسری طرف لیبیا سے مصر پر حملہ بول دیا۔ کبھی اتحادی فوجیں پیش قدمی کرتی ہوئی لیبیا میں داخل ہو جاتیں، کبھی اطالوی اور جرمن فوجیں آگے بڑھتی بڑھتی مصر کے اندر پہنچ جاتیں۔ اس سلسلے میں جرمنی کے مشہور جرنیل فیلڈ مارشل رومیل کی پیش قدمی بڑی حیرت انگیز ہے، جس میں وہ آخری مرتبہ العلمین پہنچ گیا (21 جون 1942ء)۔ یہ مقام اسکندریہ سے صرف ستر میل کے فاصلے پر تھا، یعنی وہاں سے قدم آگے بڑھتا تو اسکندریہ بچ نہ سکتا تھا اور قاہرہ پر براہ راست حملہ بھی غیر ممکن نہ تھا، پھر چار مہینے کے لیے جنگ رکی رہی۔

اس اثناء میں جنرل ایلگزانڈر کو تمام فوجوں کا سپہ سالار بنایا گیا اور جنرل منٹگمری اس آٹھویں برطانوی فوج کا سالار مقرر ہوا، جو العلمین کی حفاظت کے لیے بیٹھی تھی۔ 23 اکتوبر 1943ء سے منٹگمری نے جوابی حملے کا آغاز کیا۔ 12 نومبر تک جرمنی اور اٹلی کی فوجیں مصر سے باہر نکل چکی تھیں۔ عین اس موقع پر امریکی فوجوں نے آئزن ہاور کے ماتحت فرانسیسی مراکش اور الجزائر میں پیش قدمی شروع کر دی۔ 24 جنوری 1943ء تک لیبیا کو مسخر کر کے منٹگمری کی فوج تیونس میں داخل ہو گئی۔ مئی 1943ء تک افریقہ کی مہم ختم ہو چکی تھی۔ جرمنی اور اٹلی کی فوجوں سے افریقہ بالکل پاک ہو چکا تھا صرف اس مہم میں جرمنی اور اٹلی کے ساڑھے نو لاکھ آدمی مقتول یا اسیر ہوئے۔ آٹھ ہوائی جہاز اور دو لاکھ چالیس ہزار ٹن کے بحری جہاز تباہ کیے گئے۔

اٹلی پر حملہ:

10 جولائی 1943ء کو امریکہ اور کینیڈا کی فوجوں نے جنرل آئزن ہاور کے ماتحت سسلی پر حملہ کیا۔ اس میں چھوٹے بڑے دو ہزار بحری جہاز کام میں لائے گئے اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار فوج سسلی کے جنوبی ساحل پر اتاری گئی۔ وہاں سے اٹلی پر شدید ہوائی حملوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ 22 جولائی تک نصف سے زیادہ اٹلی پر قبضہ ہو چکا تھا۔ مسولینی نے استعفیٰ دے دیا اور وہ گرفتار ہو گیا۔ مارشل بدولیو نے نئی حکومت بنائی۔ فاشسٹ پارٹی توڑ دی گی اور صلح کے لیے بات چیت شروع کر دی گئی۔ سسلی میں مزاحمت ختم ہوئی تو اٹلی پر ہلہ بول دیا گیا۔ 4 جون 1944ء کو اتحادی فوجیں رومہ میں داخل ہو گئیں، پھر فلارنس پر قبضہ ہوا۔ اطالوی لڑائی چھوڑ چکے تھے، لیکن جرمنوں نے شمالی اٹلی میں کچھ مدت تک مزاحمت جاری رکھی اور جیسا کہ پہلے بتایا جا

چکا ہے مسولینی کو رہا کرا کر شمالی اٹلی کی عنان حکومت اس کے حوالے کر دی گئی۔ آہستہ آہستہ قوم پرور اطالوی دستے منظم ہوئے۔ مسولینی نے حالات بگڑتے دیکھے تو بھاگنے کی کوشش کی، مگر وہ گرفتار ہو گیا اور مقدمہ چلائے بغیر قوم پروروں کے ایک دستے نے اسے گولی مار دی (28 اپریل 1944ء)۔

فرانس اور بلجیم کی آزادی:

6 جون 1944ء کو اتحادی فوجوں نے برطانیہ سے نارمنڈی پر حملہ کیا۔ دوسری جنگ عظیم کا یہ سب سے بڑا حملہ تھا۔ سپہ سالار اعظم جنرل آئزن ہاور کو بنایا گیا۔

فیلڈ مارشل منٹگمری ابتدائی حملہ آور فوج کا کماندار تھا۔ اسی جنگی جہازوں نے جن پر آٹھ سو توپیں نصب تھیں، سخت گولہ باری کی۔ چار ہزار بحری جہاز فوج کو برطانیہ سے فرانس پہنچانے کے لیے استعمال کیے گئے۔ دس ہزار ہوائی جہاز فضا کی حفاظت کر رہے تھے۔

27 جون کو شربورگ [1] پر قبضہ کر لیا گیا، جو فرانس کی خاصی بڑی بندرگاہ ہے۔ 6 جون سے ایک سو دن کے اندر اندر بائیس لاکھ آدمی فرانس پہنچائے گئے۔ ان کے ساتھ ساڑھے چار لاکھ گاڑیاں تھیں اور چالیس لاکھ ٹن مختلف سامان تھا۔ فوجوں کی تاریخ میں اس قسم کے حملے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ بعد کے معاملات زیادہ تفصیل کے محتاج نہیں۔ قدم گاہ حاصل کر لینے کے بعد اتحادی فوجیں مختلف لہروں میں فرانس سے ہوتی دریائے رہائن پر پہنچ گئیں۔ سال ختم ہونے سے پہلے پہلے فرانس، بلجیم اور ہالینڈ آزاد ہو چکے تھے اور مشرق و مغرب دونوں جانب سے جرمنی پر حملے کا ساز و سامان کر لیا گیا تھا۔

ہٹلر کا خاتمہ:

شدید ہوائی حملوں نے جرمنی کے صنعتی مرکزوں، بڑے بڑے شہروں اور حمل و نقل کے وسیلوں کو جرمنی کی ہوائی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی، لیکن 1943ء میں اس کے پاس کل تین ہزار عمدہ ہوائی جہاز رہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک ہزار صرف جنوری اور فروری 1945ء میں تباہ ہو گئے۔ اتحادی ہوائی حملوں کی شدت کا اندازہ اس حقیقت سے ہو سکتا ہے کہ جرمنی نے برطانیہ پر جتنے بم جرمنی پر گرائے تھے، ان میں سے ہر ایک ٹن کے مقابلے میں تین سو پندرہ ٹن کے بم گرائے گئے۔ جنگ کے آخری چار مہینوں میں جرمنی کی ہوائی قوت بالکل درہم برہم ہو چکی تھی۔ مشرق کی طرف سے روس اور پولینڈ، مغرب کی طرف سے برطانیہ، امریکہ اور ان کے اتحادیوں نے حملے شروع کیے اور دونوں طرف کی فوجیں برلین کے دروازوں پر پہنچ گئیں۔ یکم مئی کو ہٹلر نے خودکشی کر لی۔ 7 مئی کو جرمنی کے جرنیلوں کی ایک جماعت نے حوالگی کے کاغذ پر

دستخط کر دیئے۔ جنگ ختم ہو گئی۔ تین جرنیلوں کی کمیٹی نے تمام اختیارات سنبھال لیے، جو آئزن ہاور (امریکہ)، منٹگمری (برطانیہ) اور زوکاف (روس) پر مشتمل تھی۔ پہلے ہی سے قبضے کے لیے جرمنی کا چار حلقوں میں بانٹ لیا گیا تھا۔ چنانچہ چاروں حلقوں کا انتظام امریکہ، برطانیہ، روس اور فرانس نے سنبھال لیا۔

بحرالکاہل کی جنگ:

7 دسمبر 1941ء کو جاپان نے پرل ہاربر پر حملہ کیا تھا۔ اس طرح جاپان اور امریکہ کے درمیان جنگ شروع ہوئی تھی۔ پرل ہاربر کے حملے میں امریکہ کے پانچ بڑے جنگی جہاز اور تین کروزر ڈبو دیئے گئے یا انھیں سخت نقصان پہنچایا گیا۔ تین بڑے جنگی جہازوں کو ذرا کم نقصان پہنچا تھا۔ بہت سے چھوٹے جہاز غرق ہو گئے یا استعمال کے قابل نہ رہے۔ ایک سو تہتر ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ دو ہزار تین سو سینتالیس آدمی مارے گئے۔ ایک ہزار دو سو بہتر مجروح ہوئے۔ آٹھ سو چھہتر کا کچھ پتا نہ چلا۔

اس وقت تک امریکہ جنگ کے لیے تیار نہ ہوا تھا۔ جاپان کی پیش قدمی شروع ہوئی، تو ہانگ کانگ کے برطانوی دستے نے اپنے آپ کو جاپانیوں کے حوالے کر دیا۔ فلپینز میں مزاحمت کچھ دیر جاری رہی، مگر اس پر بھی جاپان نے قبضہ کر لیا۔ پھر آگے بڑھ کر جزائر شرق الہند کے لیے 15 فروری 1942ء کو سنگاپوری اور ملایا پر حملہ کیا اور ساٹھ ہزار اتحادی فوج گرفتار ہوئی۔ جاپانی اور آگے بڑھے اور برما میں داخل ہو گئے۔ برطانیہ نے رنگون خالی کر دیا۔ آس پاس کے بحرالکاہل کے بہت سے جزیرے جاپانیوں کے قبضے میں چلے گئے، یہاں تک کہ برما سے ہوتی ہوئی جاپانی فوج مشرقی ہندوستان کی سرحد میں داخل ہو گئی۔

مشہور امریکی جرنیل میک آرتھر جنگ کے وقت فلپینز میں تھا۔ وہ بڑی ہمت سے بچ کر نکلا اور آسٹریلیا پہنچ کر جاپان کے خلاف اتحادی فوجوں کی کمان سنبھال لی۔ اس وقت سے مقابلے کے لیے تیاری شروع ہوئی۔ پہلے چھوٹے چھوٹے جزیروں پر قبضہ کیا گیا، پھر جنوبی و مشرقی ایشیا کی برطانوی فوج کے کماندار لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے امریکہ اور چین کی امداد سے جاپان کی مختلف فوجیں تباہ کیں۔ 5 مئی 1945ء تک جاپان کے مقتولین و مجروحین کی تعداد تین لاکھ سینتالیس ہزار تھی۔ جوابی حملے شروع ہوئے تو جاپان شکستیں کھا کر پیچھے ہٹتا گیا، یہاں تک کہ فلپینز بھی اسے چھوڑنا پڑا۔ فلپینز سے جاپان پر تیز ہوائی حملے شروع ہو گئے۔ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے، ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایک ایک ایٹم بم گرنے کے بعد جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ 2 ستمبر کو حوالگی کی شرطوں پر دستخط ہو گئے۔ جاپان کی دس لاکھ فوج چین میں تھی، اس نے بھی ہتھیار ڈال دیئے، اس طرح جنگ اختتام کو پہنچی۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد کے حالات

1945ء-1952ء

بین الاقوامی نظامِ امن

جمعیت اقوام کی ناکامی:

پہلی جنگ عظیم کے بعد 1919ء میں بمقام ورسائی (نزد پیرس) ایک بین الاقوامی نظام امن کی بنیاد رکھی گئی تھی، جس کا نام جمعیت اقوام رکھا۔ یہ اپنی قسم کا پہلا نظام تھا، لیکن یہ جس مقصد کے لیے بنا تھا، اسے بالکل پورا نہ کرسکا۔ نہ بڑی طاقتیں اپنی اغراض کے لیے جبر وزور کے استعمال سے باز رہ سکیں نہ کمزور قوموں کی حفاظت کا کوئی بندوبست ہوسکا، اگرچہ وہ جمعیت اقوام کی ممبر تھیں۔ اس کے کئی وجوہ تھے، مثلاً اصل نظام متوازن نہ تھا۔ اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی تھی مگر ان میں سے برطانیہ اور خصوصاً فرانس نے پختہ ارادہ کرلیا کہ وہ بدلہ لے کر رہے گا۔ یہ نہ سوچا کہ بدلہ لینے کا جذبہ دوسری قوموں میں بھی ویسے ہی جذبات برانگیختہ کر دے گا اور بالآخر معاملہ صلح وامن کے بجائے جنگ کی صورت اختیار کرلے گا۔ پھر فتح میں سب سے بڑا حصہ امریکہ کا تھا، لیکن امریکہ کے صدر ولسن نے جب دیکھا کہ فرانس اور برطانیہ اپنے خاص مقاصد پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور انھیں عام نظام امن کا چنداں خیال نہیں تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ برطانیہ وفرانس کے لیے من مانی کاروائیوں کا میدان صاف ہوگیا۔ سب سے آخر میں یہ کہ نہ اس نظام میں اقتصادی مسائل طے کرنے کا کوئی بندوبست تھا، نہ کوئی ایسی تجویز سوچی گئی تھی، جس کے مطابق جمعیت اقوام کے فیصلوں کو بہ سہولت نافذ کیا جاسکتا۔ چنانچہ تھوڑی ہی مدت میں جمعیت اقوام برطانیہ وفرانس کی گروہ بندی کا آلہ کار بن کر رہ گئی۔ نتیجے کے طور پر 1939ء میں دوسری جنگ عظیم کے آغاز تک جمعیت اقوام اپنا بھرم بالکل کھو بیٹھی تھی، ہر طرف انارکی پھیل گئی تھی۔ جو قوم جب موقع پاتی، عہد ناموں کو پس پشت ڈال کر اپنی مرضی کے مطابق سب کچھ کرلیتی، اس طرح بین الاقوامی کشیدگی بہت بڑھ گئی۔ جرمنی نے ہوش سنبھالتے ہی عہد نامہ ورسائی کی ایک ایک دفعہ کو توڑنا شروع کیا۔ اٹلی نے جب موقعہ مناسب دیکھا بے تکلف حبشہ پر حملہ کردیا۔ جاپان نے ہر طرف سے بے پرواہ ہوکر چین پر ہلہ بول دیا۔ جمعیت اقوام نے اٹلی کے خلاف پابندیوں کا فیصلہ کیا لیکن پابندیاں کوئی بھی مقصد پورا نہ کرسکیں۔ کمزور قوموں میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ جب انھیں بچانے والا کوئی نہیں اور بچاؤ کی امید بھی نہیں تو پھر بڑی طاقتوں کی ناراضی کیوں مول لیں۔ یہ صورت حال 1919ء سے

1939ء تک ساری دنیا پر واضع ہو چکی تھی۔

خود غرضی کے ہتھکنڈے:

جمعیت اقوام نے بہر حال ایک نیا تصور دماغوں کو دے دیا تھا، یعنی یہ کہ مختلف قوموں کو مل کر اور متحد ہو کر اپنے بچاؤ کی تدبیریں اختیار کرنی چاہیں۔ جن قوموں کو پہلی جنگ عظیم میں نقصان پہنچا تھا اور ان سے بدلہ لینے کے جوش میں فاتحین نے حد درجہ بُرا سلوک کیا تھا، انھیں اپنے آپ کو سنبھالنے کا موقع ملا تو انھوں نے اپنے لیے کوئی نہ کوئی نصب العین تجویز کر لیا، جس کی بنا پر وہ دوسری قوموں کو ہم نوا بنانے کے لیے کوششیں کرتی رہیں۔ مثلاً جرمنی میں ہٹلر برسر اقتدار آیا تو اس نے اپنا مقصد یہ بیان کیا کہ بالشکویکوں کے خلاف ایک متحدہ نظام بنانا چاہیے۔ جو قومیں اس کے زیر اثر تھیں، ان سب کو اکٹھا کر کے ایک جتھا تیار کیا اور اس کا نام "نظامِ نو" (New Order) رکھا، حالانکہ ہٹلر کی اصل غرض و غایت یہ تھی کہ جمہوری مقاصد کو دبائے اور مطلق العنانی کو فروغ دے۔ گویا اس نے "نظامِ نو" کو اپنے خاص مقاصد کے لیے ایک ہتھکنڈے اور ایک فریب کے طور پر استعمال کیا۔ ملک کے داخلی انتظام میں وہ بھی غیر جمہوری نظام پر کار بند رہا اور بیرونی معاملات میں بھی اس نے مدار غیر جمہوری اصول ہی پر رکھا۔

جاپان کو یہ خیال تھا کہ ایشیا اور خصوصاً مشرق بعید میں کوئی طاقت اس کے مقابلے پر نہیں آسکتی اور اگر یورپی طاقتوں یا امریکہ کا اثر ایشیا سے زائل کر دیا جائے تو پورے ایشیا میں کم از کم اس کے مشرقی حصے میں جاپان سب سے بڑی قوت بن جائے گا، لہٰذا اس نے یہ نعرہ لگایا کہ ایشیا صرف ایشیاؤں کے لیے ہے۔ یہ نعرہ اصلاً درست تھا، بشرطیکہ ایشیائی اقوام کو واقعی آزادی کی منزل پر پہنچانا مقصود تھا، مگر جاپان کا مقصود محض ذاتی اقتدار تھا۔ وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ یورپی طاقتیں اور امریکہ یہاں سے نکل جائیں اور ان سب کی جگہ جاپانیوں کو مل جائے، اس کا نام اس نے "مشترکہ خوش حالی کا حلقہ (Co-prosperity Sphere) رکھا۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کی تدبیروں سے وہ بین الاقوامی نظام وجود میں نہیں آسکتا تھا جس کے مطابق امن کے لیے موثر کوشش کی جا سکتی۔

انجمن اقوام متحدہ:

یہی حالات تھے جنھیں پیش نظر رکھتے ہوئے دوران جنگ میں ایک نئے اور صحیح بین الاقوامی نظام کی تجویز سوچی گئی۔ اس نظام کے اصول اس پر منشور پر واضح کر دیئے گئے تھے جو "منشور اوقیانوس

"(Atlantic Charter)" کے نام سے مشہور ہے اور اگست 1941ء میں روز ویلٹ اور چرچل نے اسے تیار کیا تھا۔ اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ یہ منشور آٹھ نکتوں پر مشتمل تھا، یعنی کوئی حکومت اپنے حدود نہ بڑھائے گی۔ کسی قوم کی مرضی کے بغیر علاقائی ردوبدل نہ ہوگا۔ جو قومیں خودمختاری سے محروم ہو چکی ہیں، ان کی آزادی بحال کر دی جائے گی۔ تجارت اور خام مال حاصل کرنے کا موقع تمام قوموں کو ملے گا۔ مزدوروں اور کارکنوں کا معیارِ معیشت بہتر بنایا جائے گا اور ان کے لیے معاشی تحفظ کا انتظام کیا جائے گا۔ سب کو خوف اور احتیاج سے نجات دلائی جائے گی۔ سمندر سب کے لیے کھلے رہیں گے۔ جو قومیں جارحانہ اقدامات کی ذمہ دار ہیں ان سے ہتھیار لے لیے جائیں گے اور اس وقت تک یہ صورت باقی رہے گی، جب تک تحفظ عامہ کا مستقبل نظام وجود میں نہ آ جائے۔

چنانچہ اس منشور کی بنا پر انجمن اقوام متحدہ کی تاسیس عمل میں آئی۔ اس کے قیام کے ابتدائی ذمے دار تین ملک تھے، جنھیں جنگ میں جرمنی کے خلاف سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی: یعنی امریکہ، برطانیہ اور روس، اور سرمایہ اس رقم سے حاصل ہوا، جو امریکہ نے دورانِ جنگ میں جرمنی، جاپان اور اٹلی کے خلاف لڑنے والی قوموں کے لیے ادھار اور اجارے کی پالیسی کے ماتحت الگ کی تھی۔

دورانِ جنگ کے ادارے:

دورانِ جنگ ہی میں کئی بین الاقوامی ادارے قائم کر دیئے گئے تھے، جن کی سرسری کیفیت یہ ہے:

(1) امداد اور آبادکاری کا ادارہ:

اس ادارے کا پہلا اجلاس 9 نومبر 1943ء کو اٹلانٹک سٹی (Atlantic City) میں ہوا۔ اس میں چوالیس نمائندے شریک تھے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جو قومیں اور ملک جرمنی، اٹلی یا جاپان کے حملوں سے تباہ ہوئے تھے اور ان کے باشندے بے خانماں ہو چکے تھے، انھیں ازسرِنو بسا دیا جائے، تاکہ وہ اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں۔ اس ادارے نے بین الاقوامی دائرے میں کام کرنے کے لیے کارکنوں کی ایک جماعت تیار کی۔ اس ادارے کے دوسرے اجلاس میں اٹلی کے لیے پانچ کروڑ ڈالر کی رقم منظور ہوئی، جس کا مقصد عام امداد کے علاوہ یہ بھی تھا کہ ضرورت کے مطابق دوائیں مہیا کی جائیں۔

(2) تعلیم وثقافت کا ادارہ:

اس ادارے کی بنیاد اپریل 1944ء میں اتحادی ملکوں کے وزرائے تعلیم نے رکھی۔ اس کا اجلاس لندن میں ہوا۔ یہی ادارہ آگے چل کر یونیسکو کے نام سے مشہور ہوا۔

(3) مالی امداد کا ادارہ:

تیسرا ادارہ مالی امداد کے لیے معرض وجود میں آیا، تا کہ ہر ملک اپنی ضرورت اور بساط کے مطابق روپیہ مناسب شرح پر قرض لے سکے۔ اس کا پہلا اجلاس جولائی 1944ء میں ہوا اور دو شاخیں قائم کرنے کی تجویز ہوئی۔ ایک کا نام انٹرنیشنل مانٹری فنڈ (International Monetary Fund) دوسرے کا نام بین الاقوامی بنک برائے تعمیر وارتقاء (انٹرنیشنل بنک فار ری کنسٹرکشن اینڈ ڈیویلپمنٹ (International Bank for Reconstruction and Development) پہلے کا سرمایہ آٹھ ارب اسی کروڑ ڈالر اور دوسرے کا سرمایہ دس ارب ڈالر قرار پایا۔ ان اداروں کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مختلف ملکوں کے سکوں کی قیمت میں ایسی کمی بیشی نہ ہونے پائے کہ اس کا اثر دنیا بھر کے مالی نظام پر پڑے۔ ان اداروں کی تفصیلات چوالیس ملکوں کے ماہرین مالیات نے طے کیں۔

انجمن اقوام متحدہ کا منشور:

21 اگست 1944ء کو ڈمبرٹن اوکس (Dumbarton Oask) (واشنگٹن، امریکہ) کے مقام پر برطانوی کامن ویلتھ اور روس کے نمائندوں کی ایک مجلس ہوئی، جس نے انجمن اقوام متحدہ کی تجاویز پیش کیں۔ 25 اپریل 1945ء کو پچاس قوموں کے نمائندے سان فرانسسکو میں جمع ہوئے اور انجمن اقوام متحدہ کا منشور مکمل کیا گیا۔ قرار پایا کہ اس کی ایک جنرل اسمبلی (مجلس عام) ہو، جس میں پالیسی کے بنیادی اصول وضع کیے جائیں۔ ایک سکیورٹی کونسل (سلامتی کونسل) ہو، جو سیاسی اور فوجی معاملات کی نگرانی کرے۔ ان کے علاوہ ایک اقتصادی اور مجلسی کونسل ہو، جو اقتصادی معاملات سے بحث کرے اور مجلسی جھگڑوں کو روکے۔ ایک بین الاقوامی عدالت ہو۔ خود انجمن کا دفتری کاروبار اچھے طریقے پر چلانے کے لیے ایک سیکریٹریٹ ہو۔

غرض 24 اکتوبر 1945ء کو انجمن اقوام متحدہ باقاعدہ وجود میں آ گئی اور ٹرجیف لی (Trygve lie) (ساکن ناروے) اس کا پہلا سیکریٹری جنرل منتخب ہوا۔ جمیعت اقوام کی اسمبلی کا آخری اجلاس 18 اپریل 1946ء کو جنیوا میں ہوا۔ اس میں یہ جمیعت توڑ دی گئی اور اس کا اثاثہ انجمن اقوام متحدہ کے حوالے کر دیا گیا۔

انجمن کا کام:

انجمن کے منشور کی تصدیق ابتداء میں انتیس قوموں نے کی تھی، اس میں دوسری قومیں شریک ہوتی رہیں۔ 1948ء تک جنرل اسمبلی کے ممبروں کی تعداد بیاسی تھی۔ گویا چند ملکوں کے سوا سب اس میں شریک ہو گئے ہیں۔

یہ مان لینا چاہیے کہ انجمن کے تمام فیصلے متفقہ نہیں ہوئے اور ابتداء میں ایسا ہونا ممکن بھی نہ تھا، تاہم وہ برابر ہر بین الاقوامی جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے کوشاں رہی اور جہاں کوشش کے باوجود لڑائی شروع ہو گئی، اسے جلد سے جلد بند کرا دیا گیا۔ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ انجمن اقوام متحدہ نے وہ سب کچھ پورا کر دیا جس کی امیدیں اس کے ساتھ وابستہ کی گئی تھیں، لیکن اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ انجمن نے گزشتہ ساٹھ سالوں میں دنیا کو کسی بڑی اور تباہ کن خوں ریزی سے بچانے کے لیے کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

نومبر 1947ء میں انجمن نے فلسطین کی تقسیم کا خاکہ منظور کیا، جو عربوں کے خلاف تصریح بے انصافی پر مبنی تھا اور مسلمانان عالم کے علاوہ حق شناسیوں کا کوئی بھی گروہ اسے صحیح نہیں سمجھتا تھا۔ اس پر عربوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ انجمن نے سویڈن کی ہلال احمر کے صدر کاؤنٹ فوک برنادوت (Folke Bernadotte) کو اپنی طرف سے ثالث مقرر کر دیا، تاکہ جھگڑوں کا فیصلہ کرا دے۔ وہ بیچارے 17 ستمبر 1948ء کو دہشت پسند یہودیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

انڈونیشیا میں حالات نازک ہو گئے تو انجمن اقوام ہی کی کوشش سے لڑائی ختم ہوئی اور آخر کار انڈونیشیا میں جمہوریت قائم ہو گئی۔

جنوبی اور شمالی کوریا کے درمیان جنگ چھڑی تو اول انجمن کی کوشش سے جنوبی کوریا کو مناسب امداد دی گئی، پھر جنگ بند کرا دی گئی۔ اسی طرح نومبر 1956ء میں برطانیہ، فرانس اور اسرائیل نے مل کر مصر کے خلاف حملہ کیا، تو وہ جنگ بھی انجمن ہی کی کوشش سے بند ہوئی اور حملہ آوروں کو مصر کا ایک ایک انچ علاقہ چھوڑنا پڑا۔ البتہ بعض معاملات کے متعلق ابھی تک انجمن کچھ نہیں کر سکی۔ ان میں سے ایک معاملہ کشمیر کا ہے، دوسرا ان عرب مہاجروں کا جنھیں اسرائیل نے باہر نکال دیا ہے اور ان کی تعداد دس لاکھ کے قریب ہے۔
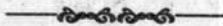
جرمنی، جاپان اور اٹلی کا فیصلہ

جرمنی کے متعلق فیصلہ:

17 جولائی 1945ء کو برلین میں برطانیہ، امریکہ، روس، فرانس اور چین کے نمائندوں کی ایک کانفرنس ہوئی، جس میں جرمنی کے متعلق آخری فیصلے کیے گئے۔ اس موقع پر جمہوریہ امریکہ کا صدر، برطانیہ کا وزیراعظم اور روس کا مختار سٹالن بھی شریک تھا۔ اس فیصلے کے تین حصے تھے: پہلے حصے میں صلح کے اصول بیان کیے گئے، مثلاً جرمنی کی عسکریت ختم کر دی جائے، نازی پارٹی نے جو ادارے قائم کیے تھے، توڑ دیئے جائیں، جنگی مجرموں کے خلاف مقدمے چلائے جائیں، جمہوری مقاصد کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ تقریر، تحریر اور مذہب کی آزادی ہر شخص کو حاصل ہو، صرف فوجی نقطہ نگاہ سے چند تحفظات قائم رکھے جائیں، جن کی اشد ضرورت ہو۔ لوکل سیلف گورنمنٹ بحال کر دی جائے اور جمہوری اصول پر سیاسی پارٹیاں بنانے کی عام اجازت ہو۔

دوسرے حصے میں جرمنی پر بعض اقتصادی پابندیاں عائد کی گئیں، مثلاً جنگی سامان اور اسلحہ بنانے کی ممانعت، ان دھاتوں، کیمیاوی اجزا اور مشینوں کے بنانے کی نگرانی، جو جنگ کے لیے استعمال ہو سکتی ہیں۔ زراعت اور امن پرور گھریلو صنعتوں کی حوصلہ افزائی، درآمد برآمد اور سائنٹیفک ریسرچ کی نگرانی۔ اس سلسلے میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ فاتحوں کو وہ تمام وسائل اختیار کرنے کا حق ہے، جو ان پابندیوں کے سلسلے میں ضروری سمجھے جائیں۔

تیسرے حصے میں یہ اصول طے کر دیا گیا کہ جرمنی نے مختلف ممالک کو جو نقصان پہنچایا اور جو تکلیفیں دیں، ان کی تلافی جس حد تک ممکن ہو، ضرور کرائی جائے۔

جاپان کا فیصلہ:

ہتھیار ڈالنے کی شرائط پہلے طے ہو چکی تھیں، ان کے مطابق جاپان کا فوجی کنٹرول امریکہ نے سنبھال لیا۔ شہنشاہ کا عہدہ بحال رہا۔ فوجی تنظیمات آہستہ آہستہ توڑ دی گئیں۔ کوریا کو روس اور امریکہ کے حوالے کر دیا گیا، تاکہ وہاں جمہوری حکومت کے قیام کا بندوبست کیا جا سکے۔ جزائر کوریل (Kurile Islands) اور سکھالین کا جنوبی حصہ روس کو دے دیا گیا۔ بیرونی منگولیا کو روس کا نقطہ اقتدار مان لیا گیا۔ پورٹ آرتھر اور

منچوریا کی ریلوے لائن کی نگرانی چین اور روس دونوں نے سنبھال لی۔ اندرونی منگولیا، منچوریا، فارموسا اور سینان چین کے حوالے کر دیئے گئے۔ ہانگ کانگ پر برطانیہ قابض ہو گیا اور جو جاپانی فوج جنوبی و مشرقی ایشیا اور جزائر شرق الہند میں تھی، اس نے سنگاپور میں اپنے آپ کو برطانیہ کے حوالے کر دیا۔

اٹلی اور دوسرے ملکوں کا فیصلہ:

اٹلی، رومانیا، ہنگری، بلغاریا اور فن لینڈ کے ساتھ صلح کے جو معاہدے ہوئے، ان پر پیرس میں دستخط کیے گئے۔ کیفیت یہ ہے:

(1) اٹلی کے کچھ علاقے فرانس کو دے دیئے گئے۔ ایڈریاٹک کے تمام جزیرے اور کچھ علاقے یوگوسلافیا کے حوالے کر دیئے گئے۔ جزائر دروازہ گانہ یونان کو مل گئے۔ شمالی افریقہ کی نوآبادیوں سے بھی اٹلی دست بردار ہو گیا اور ٹریسٹ کو آزاد علاقہ بنا دیا گیا۔ اس کی فوج صرف تین لاکھ باقی رکھی گئی۔ چھتیس کروڑ ڈالر کا تاوان اس پر ڈالا گیا۔

(2) رومانیا نے بسربیا اور شمالی بگووینا کے علاقے روس کے حوالے کر دیئے، البتہ ٹرانسلوینیا اسے واپس مل گیا۔

(3) ہنگری کی وہی حدیں مقرر کی گئیں، جو 1937ء میں تھیں، البتہ تھوڑا سا علاقہ اسے چیکوسلواکیا کو دینا پڑا۔ جنوبی ڈبروجا بلغاریا کے پاس رہا۔

(4) فن لینڈ نے پٹسامو (Petsamo) کی بندرگاہ روس کے حوالے کر دی۔ نیز پورک کالا (Porkkala) کے بحری مراکز پچاس سال کے لیے روس کو اجارے پر دے دیئے۔

عام بین الاقوامی حالات:

عام بین الاقوامی حالات کی اجمالی کیفیت یہ ہے:

(1) مغربی یورپ کی سولہ حکومتوں نے پیرس میں ایک کانفرنس منعقد کی، جس میں ایک کمیٹی بنائی گئی، تاکہ تمام قومیں مل کر یورپ کی بحالی کے پروگرام پر عمل کریں۔ روس اور اس کے ساتھیوں نے اس میں حصہ نہ لیا، اس لیے کہ پورے پروگرام کا انحصار امریکہ کی امداد پر تھا۔

(2) بلجیم، ہالینڈ اور لکسم برگ نے کسٹمز کے اتحاد کا عہد نامہ کر لیا (29 اکتوبر 1947ء)

(3) جنوری 1949ء میں روس اور اس کے یورپی ساتھیوں نے ماسکو میں ایک کانفرنس منعقد، کی جس کا

مدعا یہ تھا کہ آپس میں اقتصادی تعاون کو ترقی دی جائے۔

(4) برطانیہ، فرانس، بلجیم، ہالینڈ، لکسم برگ، اٹلی، پرتگال، ڈنمارک، آئس لینڈ، ناروے، امریکہ، کینیڈا نے واشنگٹن میں ایک معاہدے پر دستخط کیے، جس کا مقصد یہ تھا کہ شمالی اوقیانوس کے حلقے میں ہر جارحانہ اقدام کے خلاف ایک دوسرے کی امداد کی جائے۔ بعد میں یونان اور ترکی بھی اس معاہدے میں شامل ہو گئے۔ فوجی تربیت، اسلحہ کی ساخت اور جنگی منصوبوں کے متعلق بھی باہم اتحاد کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ معاہدہ عام طور پر نیٹو[1] کے نام سے مشہور ہے۔ پہلے آئزن ہاور کو سپہ سالار بنایا گیا، پھر جنرل منٹگمری کو یہ عہدہ دے دیا گیا۔

(5) ستمبر 1950ء میں ایک کانفرنس امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے درمیان بمقام نیو یارک ہوئی، جس میں فیصلہ کیا گیا کہ مغربی جرمنی کے متعلق زیادہ نرم پالیسی اختیار کی جائے اور اسے مغربی یورپ کے دفاع میں شریک کر لیا جائے۔

(6) بعض ملکوں کے درمیان دوستی کے معاہدے ہوئے۔ بعض تجویزوں سے روس اور اس کے ساتھیوں نے شدید اختلاف کیا۔ ان میں سے ایک نیٹو کی سکیم بھی تھی۔

یورپ

واقعات کی مختصر سی کیفیت

جزائر برطانیہ:

جنگ عظیم کے خاتمے پر برطانیہ میں انتخابات ہوئے اور عجیب امر یہ ہے کہ چرچل کی بے مثال جنگی خدمات کے باوجود اس کی پارٹی کو شکست ہوئی۔ لیبر پارٹی بھاری اکثریت سے برسر اقتدار آگئی۔ ایٹلی وزیر اعظم بنا اور لیبر پارٹی نے وسیع مجلسی اصلاحات کا پروگرام پیش نظر رکھ لیا۔ جنگ کے زمانے میں جو غیر معمولی اختیارات حکومت کو دیئے گئے تھے، دار العوام نے وہ مزید پانچ سال کے لیے حکومت کے حوالے کر دیئے جو اس وجہ سے ضروری ہو گئے تھے کہ امریکہ کی طرف سے آدھار اور اجارے کا قانون ختم کر دیا گیا۔ بعد ازاں امریکہ اور کینیڈا نے خاص بڑی رقمیں بطور قرض دے دیں، لیکن ان سے بھی زیادہ فائدہ نہ پہنچا، اس لیے کہ امریکہ میں چیزوں کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی اور برطانیہ کو زیادہ قیمت دے کر چیزیں خریدنی پڑی تھیں۔

بہر حال 1946ء اور 1948ء میں متعدد صنعتوں اور کاروباری اداروں کو قومی بنالیا گیا، مثلاً بنک آف انگلینڈ سب سے پہلے قومی بنا۔ پھر کوئلے کی صنعت قومی بنی۔ انشورنس کو قومی بنایا گیا۔ حفظان صحت کے متعلق یہی طریقہ طے ہوا۔ جنوری 1947ء میں کوئلے کی کانیں قومی ملکیت بنادی گئیں۔

اور بھی بہت سے اصلاحی قانون بنے جن کی وجہ سے طبقہ بالائی کے وسائل پر خاصی ضرب لگی۔ ہڑتالیں بھی ہوئیں۔ 24 نومبر 1949ء کو لوہے اور فولاد کی صنعت بھی قومی بن گئی۔ ایک قانون ایسا بھی منظور ہوا جس کے رو سے دار الامراء کے لیے ویٹو کا اختیار محدود کر دیا گیا۔ 1950ء کے انتخاب کے بعد بھی لیبر پارٹی ہی کی وزارت قائم رہی، اگر چہ اس کی پوزیشن خاصی متزلزل ہوگئی۔

20 نومبر 1947ء کو شہزادی الزبتھ کی شادی فلپ ماؤنٹ بیٹن، ڈیوک آف ایڈنبرا سے ہوئی۔ جنوری 1952ء میں برطانیہ کے ایک کروزر پر جس میں فوجیں سوار تھیں، مصریوں نے آتش بازی کی۔ مصری دستوں نے چاولی جنگ شروع کر دی۔ برطانوی فوجیں بہ زور اسماعیلیہ میں داخل ہو گئیں۔ 26 جنوری کو قاہرہ میں نہایت خوفناک فسادات ہوئے جس میں بیس آدمی مارے گئے اور انگریزی جائیداد کو

سخت نقصان پہنچا۔ 6فروری 1952ء کو برطانیہ کے بادشاہ جارج ششم کا انتقال ہوا۔ اس وقت شہزادی الزبتھ مشرقی افریقہ میں دورہ کر رہی تھی۔ وہ فی الفور واپس ہوئی اور دو روز بعد الزبتھ دوم کے لقب سے ملکہ بن گئی۔

آئر لینڈ کے متعلق اس کے سوا کوئی امر قابل ذکر نہیں کہ 18اپریل 1949ء کو ڈبلن میں جمہوری حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ شاہ جارج نے اس موقع پر جمہوریت کے لیے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا۔

ہالینڈ، بلجیم اور فرانس:

دوران جنگ میں لیوپولڈ شاہ بلجیم جرمنی چلا گیا تھا۔ مارچ 1950ء میں رائے عامہ لی گئی تو 57.7فی صد ووٹ لیوپولڈ کے حق میں ڈالے گئے، چنانچہ وہ بلجیم واپس آیا، مگر اس کے خلاف اشتراکیوں نے ایسے سخت مظاہرے کیے کہ وہ اپنے بیٹے کے حق میں تخت سے دست بردار ہو گیا۔

ہالینڈ کی ملکہ جرمن حملے کے بعد انگلستان چلی گئی تھی۔ جرمنی کی شکست کے بعد وہ واپس آ گئی۔ ستمبر 1948ء میں خرابی صحت کی بنا پر وہ اپنی بیٹی جولیانا، کے حق میں دستبردار ہو گئی۔ لکسم برگ، ہالینڈ اور بلجیم کے درمیان کسٹمز کا اتحاد ہو گیا۔

فرانس کی حکومت دوران جنگ میں ختم ہو چکی تھی۔ مارشل پے تاں کو پہلے موت کی سزا سنائی گئی، پھر اسے عمر قید میں بدل دیا گیا۔ لاوال کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اکتوبر میں دستور ساز اسمبلی کے انتخابات ہوئے جن میں سے سب سے زیادہ ووٹ کمیونسٹوں کو ملے، دوسرا درجہ اشتراکیوں نے حاصل کیا، تیسرا درجہ جمہوری پارٹی کا تھا۔ جنرل ڈیگال کو بالاتفاق عارضی حکومت کا صدر بنایا گیا، لیکن کمیونسٹوں اور اشتراکیوں کی کثرت کے باعث اسے بہت جلد استعفیٰ دینا پڑا۔ اس کے بعد بار بار حکومتیں بدلیں، ہڑتالیں ہوئیں، ہند چینی میں ویت نام کو آزادی دے دی گئی۔

ہسپانیہ اور پرتگال:

ہسپانیہ نے جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا تھا۔ اور اس کے رجحانات جرمنی و اٹلی کی طرف تھے، تاہم جنگ کے بعد وہاں کے اقتصادی حالات بہت خراب ہو گئے اور ضروری ہو گیا کہ اس کے لیے باہر سے قرضوں کا انتظام کیا جائے۔ اس اثناء میں ڈان جون نے تخت کا دعویٰ پیش کر دیا۔ ہسپانیہ نے جرمنی سے تعلقات توڑ لیے، لیکن جرمنوں کی ایک بڑی تعداد کو پناہ دے دی اور اتحادیوں کے مطالبے کے باوجود انھیں واپس نہ

کیا۔اس پر سان فرانسسکو کی کانفرنس میں فیصلہ کرلیا گیا کہ ہسپانیہ کو انجمن اقوام متحدہ کی رکنیت سے باہر رکھا جائے۔مارچ 1946ء میں امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے ہسپانیہ کے باشندوں سے اپیل کی کہ جنرل فرینکو کو ملک سے باہر نکال دیا جائے، تاکہ جمہوری حکومت کے لیے راستہ صاف ہو جائے۔1947ء میں جنرل فرینکو نے اعلان کر دیا کہ ہسپانیہ میں بادشاہی حکومت قائم کی جائے گی، رہا بادشاہ کا انتخاب، تو یہ فرینکو کی مرضی پر موقوف رہا۔جس جمہوری گروہ نے فرینکو سے پہلے ہسپانیہ میں حکومت بنا رکھی تھی، وہ فرینکو کی کامیابی پر باہر نکل گیا تھا، لیکن اپنی حکومت باہر بھی قائم رکھی۔1947ء میں وہ حکومت ختم ہو گئی۔جو شاہ پرست اور فرینکو کے مخالف ملک سے باہر بیٹھے تھے، انھوں نے فرینکو کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ستمبر 1949ء میں شاہ عبداللہ والی اردن نے ہسپانیہ کا دورہ کیا۔لاطینی امریکہ کی حکومتوں کے زیر اثر انجمن اقوام متحدہ میں وہ قرار داد منسوخ ہو گئی، جس کے مطابق فرینکو کو انجمن کی رکنیت سے خارج رکھا گیا تھا۔اس طرح نومبر 1950ء میں اس کے لیے اقوام متحدہ کی رکنیت کا دروازہ کھل گیا۔3 مئی 1945ء کو پرتگال کی حکومت نے ہٹلر کی موت کا سوگ منایا، لیکن جرمنی اور اٹلی کی شکست سے اندرون ملک کے حالات میں بدل گئے اور عوام کو زیادہ آزادی مل گئی۔ستمبر 1950ء میں جنرل فرینکو اور وزیر اعظم پرتگال نے دونوں ملکوں کے اتحاد پر زور دیا۔

اٹلی اور سوئٹزرلینڈ:

شاہ وکٹر عمانوئیل نے 9 مئی 1946ء کو اپنے بیٹے کے حق میں تخت چھوڑ دیا اور بیٹا شاہ امبرٹو دوم کے لقب سے بادشاہ بنا۔2 جون 1946ء کو دستور ساز اسمبلی کے لیے انتخابات ہوئے۔ساتھ ہی بادشاہی اور جمہوریت کے حق میں ہوا۔شاہ امبرٹو نے اس فیصلے کو درست ماننے سے انکار کر دیا، لیکن ملک چھوڑ دیا، تاکہ آپس میں کشمکش شروع نہ ہو جائے۔اس کے بعد بار بار وزارتیں بدلیں، نیا دستور منظور ہوا۔فرانس اور اٹلی کے درمیان کسٹمز کا اتحاد ہو گیا۔1950ء میں دو سالہ اقتصادی منصوبے کا اعلان ہوا۔وکٹر عماوئیل سابق شاہ اٹلی نے 28 دسمبر 1947ء جلاوطنی میں وفات پائی۔اٹلی کو صومالی لینڈ پر ٹرسٹی بنا دیا گیا، اگرچہ اس وقت تک وہ انجمن اقوام متحدہ کی رکنیت سے خارج تھا۔

مارچ 1946ء میں سوئٹزرلینڈ اور اتحادیوں کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا جس کے مطابق جرمنی کے اثاثے کا فیصلہ ہوا۔1950ء میں سوئٹزرلینڈ نے فوجی تیاری کا پنج سالہ منصوبہ بنایا۔

جرمنی اور آسٹریا:

جرمنی میں ہیئت حاکمہ اتحادیوں کی ایک کونسل کے حوالے کی گئی تھی، جس کے چار ممبر تھے: برطانیہ،

فرانس، امریکہ اور روس۔ ان سب کے الگ الگ حلقے مقرر کر دیئے گئے تھے۔ اسی طرح برلین کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ 20 نومبر 1945ء کو بڑے بڑے نازی لیڈروں کا مقدمہ اتحادیوں کی مشترکہ عدالت میں پیش ہوا۔ علاوہ بریں ہزاروں نازی عہدوں سے برطرف کیے گئے اور اکثر کے خلاف مقدمے چلائے گئے۔ غذائی اجناس کی بے حد کمی تھی۔ باہر سے خاصی مقدار جرمنی میں پہنچائی گئی اور سیاسی پارٹیاں بنانے کی اجازت دے دی گئی۔ ہر حلقے میں الگ الگ انتخابات ہوئے۔ اس وجہ سے ملک میں یک جہتی کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ 30 ستمبر 1947ء کو بڑے نازی لیڈروں کے مقدموں کا فیصلہ ہوا۔ بائیس ملزموں میں سے تین رہا ہو گئے، باقی کو پھانسی یا قید کی سزا ہوئی جس کی میعاد کم سے کم دس سال تھی۔

جرمنی کے آئندہ انتظام کے متعلق روس اور مغربی طاقتوں کے درمیان اختلاف بہت جلد شروع ہو گیا۔ فرانس، برطانیہ اور امریکہ نے اپنے زیر اثر علاقوں کی ایک نئی حکومت بنالی، جس کی پارلیمانی کونسل نے بنیادی قانون منظور کیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ جرمنی میں وفاقی جمہوریت قائم کی جائے، چنانچہ بون کو دارالحکومت بنا کر یہ جمہوریت قائم بھی ہوگئی (23 مئی 1949ء)۔ ادھر روس نے مشرقی جرمنی میں انتخابات کا بندوبست کیا اور وہاں ایک جداگانہ حکومت بن گئی۔ یہ سلسلہ اختلاف اب تک جاری ہے۔ مغربی جرمنی نے مغربی طاقتوں کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ مشرقی جرمنی تا حال روس کے زیر اثر ہے۔ کوریا کی جنگ کے باعث مغربی جرمنی کی حالت تیزی سے بدلنے لگی اور وہ سابقہ دشمن علاقے کے بجائے حلیف علاقے کی حیثیت اختیار کر گیا، چنانچہ 19 ستمبر 1950ء کو مغربی طاقتوں نے اعلان کر دیا کہ مغربی جرمنی پر ہر حملہ خود ان کے خلاف سمجھا جائے گا، بلکہ جرمنی کو معاہدہ شمالی اوقیانوس کا ممبر بنا لینے کی تجویز ہوگئی۔

آسٹریا میں پہلے عارضی حکومت بنائی گئی، پھر سابقہ جمہوری حکومت از سرِ نو قائم کر دی گئی۔

چیکوسلواکیا اور ہنگری:

چیکوسلواکیا میں نئی حکومت ڈاکٹر بینش کی صدارت میں بنی اور پراگ اس کا صدر مقام قرار پایا۔ بہت سے لوگوں کے خلاف مقدمے چلے۔ سابق صدر ہاہا قید میں مرا۔ ہینلن نے خودکشی کر لی۔ جرمنی اور ہنگری کے جتنے لوگ چیکوسلواکیا میں رہتے تھے، انھیں شہری حقوق سے محروم کر دیا گیا، بعد ازاں ملک سے نکال دیا گیا۔ ساتھ ہی وسیع پیمانے پر زرعی اصلاحات کا پروگرام بنایا گیا۔ ڈاکٹر بینش دوبارہ صدر منتخب ہوا، مگر بہت جلد کمیونسٹوں نے نظام حکومت پر قبضہ کر لیا اور پورا ملک کمیونزم کی لائنوں پر منظم ہو گیا۔ 7 جون 1948ء کو بینش نے استعفیٰ دے دیا۔ چند ماہ بعد اس نے وفات پائی۔ 1949ء میں ترقی کا پنج سالہ منصوبہ منظور ہوا۔ آج کل چیکوسلواکیا روسی حلقے کا ایک رکن سمجھا جاتا ہے، تاہم صنعت وحرفت میں اس نے جو ترقی کی وہ ہر لحاظ سے

قابل قدر ہے۔ ہنگری کی حکومت نے 1945ء میں اتحادیوں سے صلح کی اور جرمنی کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ پیرس میں صلح نامے پر دستخط ہوئے اور ٹرانسلوینیا رومانیا کے والے کر دیا گیا۔ کچھ مدت بعد کیمونسٹوں۔ وزیر اعظم پر الزام لگایا گیا کہ وہ سازش میں مصروف ہے، لہٰذا اس نے استعفیٰ دے دیا۔ ترقی کا سہ سالہ منصوبہ بنایا گیا۔ 1949ء کے انتخابات میں کیمونسٹوں کو اقتدار حاصل ہو گیا اور نیا دستور بنا، جو روس کے دستور سے ملتا جلتا تھا۔ کچھ دیر بعد تمام بڑی بڑی صنعتیں قومی بنالی گئیں اور ترقی کے پنج سالہ منصوبے پر عمل شروع ہوا۔

بلقان:

یوگوسلافیا میں مارشل ٹیٹو نے قومی آزادی تحریک جاری کی تھی اور وہ جنگ میں جرمنوں کے خلاف لڑتا رہا۔ 1945ء کے انتخابات میں اسی کی پارٹی کو اکثریت حاصل ہوئی اور یوگوسلافیا میں جمہوری حکومت کا اعلان ہو گیا۔ نیا دستور روس کے دستور سے ملتا جلتا تھا۔ پولینڈ، چیکوسلواکیا، البانیا، بلغاریا اور ہنگری سے سیاسی اور اقتصادی معاہدے کیے گئے۔ 1950ء کے انتخابات میں بھی پوزیشن وہی رہ۔ اگرچہ مارشل ٹیٹو کیمونسٹ ہے، مگر اس کا کیمونزم ایسا نہیں جیسا کہ روس کا ہے۔ مثلاً کوریا میں جنگ شروع ہوئی تو ٹیٹو نے صاف اعلان کر دیا کہ چینیوں کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ اس وجہ سے مغربی طاقتوں کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے رہے۔

البانیا میں 11 جنوری 1964ء کو جمہوری حکومت کا اعلان ہوا۔ 1950ء میں البانیا روس کے زیر اثر چلا گیا اور اس نے روس سے دوستی کا معاہدہ کر لیا۔

یونان میں انتخابات 31 مارچ 1946ء کو ہوئے۔ ان میں عوامی پارٹی نے خاصی اکثریت حاصل کر لی، اشتراکیوں اور کیمونسٹوں نے انتخابات میں حصہ نہ لیا اور گوریلا جنگ شروع کر دی، جس نے آہستہ آہستہ خانہ جنگی کی صورت اختیار کر لی اور یہ تین سال جاری رہی۔ نظام حکومت کے لیے رائے عامہ لی گئی تو انہتر فیصد ووٹ بادشاہی کے حق میں نکلے، چنانچہ شاہ جارج واپس ایتھنز آ گیا۔ امریکہ نے یونان اور ترکی کو وسیع پیمانے پر مالی امداد دینے کا اعلان کیا۔ یکم اپریل 1947ء کو شاہ جارج نے وفات پائی۔ اور اس کا بھائی شہزادہ پال بادشاہ بنا۔ عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ گوریلوں کو یوگوسلافیا، البانیا اور بلغاریا سے مدد مل رہی ہے۔ 24 دسمبر 1947ء کو گوریلوں نے عارضی جمہوری حکومت بنالی اور اسے آزاد یونان کی حکومت قرار دیا۔ امریکہ کی امداد کے باعث باغیوں کو شکست ہوئی۔ 1950ء کے انتخابات میں اعتدال پسند لوگوں کو اکثریت حاصل ہوئی اور اطمینان سے کاروبار حکومت جاری ہوا۔ بلغاریا میں کیمونسٹوں کو خاصا اقتدار حاصل ہو گیا۔ بادشاہی ختم کر دی گئی اور جمہوری حکومت قائم ہو گئی۔

رومانیا میں شاہ مائیکل نے نئی حکومت بنوائی۔ فروری 1947ء میں صلح نامے پر دستخط ہوئے۔ 30

دسمبر 1947ء کو کمیونسٹوں کے دباؤ کے ماتحت شاہ مائیکل تخت سے دست بردار ہو گیا اور وہاں جمہوری حکومت بن گئی۔ 1949ء میں روسی کارندوں نے اس پورے ملک کو کمیونسٹ بنا دیا۔

روس:

روس پر جرمنوں کے حملے سے جو ضربیں لگی تھیں، وہ بڑی ہی سخت تھیں، لیکن تمام ضربیں برداشت کر لی گئیں۔ اس کے بعد جرمنی کو شکست دینے کا سروسامان کر لیا گیا۔ یہ روس کی داخلی قوت کا ایک روشن مظاہرہ تھا۔ جنگ ختم ہوئی تو کم وبیش اڑھائی کروڑ روسی بے خانماں تھے۔ وسیع علاقے بری طرح برباد ہو چکے تھے اور تعمیر نو کا کام آسان نہ تھا، لیکن روس نے تعمیر کا کام بڑی اچھی طرح انجام دیا اور خارجی تعلقات کو بھی بڑی خوش اسلوبی سے چلایا۔ مارچ 1946ء میں چوتھا پنج سالہ منصوبہ بنایا گیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ صنعت و حرفت میں جنگ سے پیشتر کے دَور کے مقابلے میں پچاس فیصد سے زیادہ اضافہ کر لیا جائے۔ دسمبر 1947ء میں غذائی راشن ختم کر دیا گیا۔ روس اور اس کے ساتھیوں نے باہمی اقتصادی امداد کے لیے ایک کونسل بنا دی۔ ستمبر 1949ء میں پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ روس ایٹم بم بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ جنوری میں موت کی سزا منسوخ کی گئی، لیکن بعد ازاں جاسوسی، غداری اور تخریبی جرموں کے لیے اسے از سرِ نو بحال کر دیا گیا۔ فروری 1950ء میں جمہوریہ چین کے ساتھ تیس سال کا معاہدہ اتحاد ہوا۔ 1951ء کے انتخابات میں سٹالن کی پارٹی کو 99.76 ووٹ ملے۔

پولینڈ اور سکینڈے نیویائی ممالک:

1945ء میں پولینڈ کے اندر از سرِ نو باقاعدہ حکومت بنی۔ تمام صنعتوں کو قومی بنا لیا گیا۔ زرعی اصلاحات کی گئیں۔ 1947ء کے انتخابات میں حکومت کو تین سو چورانوے نشستیں ملیں۔ 1948ء میں پولینڈ بھی کمیونسٹوں کے زیرِ اثر چلا گیا۔

ڈنمارک کے بادشاہ نے 20 اپریل 1947ء کو وفات پائی اور اس کا بیٹا فریڈرک نہم کے لقب سے بادشاہ بنا۔ انتخابات میں اشتراکیوں کی تعداد بڑھ گئی اور کمیونسٹوں کی تعداد گھٹ گئی۔ اپریل 1949ء میں ڈنمارک نے شمالی اوقیانوس کے معاہدے پر دستخط کر دیئے۔

ناروے میں کوئزلنگ کے لیے موت کی سزا تجویز ہوئی اور 24 اکتوبر 1945ء کو اسے پھانسی دے دی گئی۔ ڈنمارک کے ساتھ ناروے نے بھی شمالی اوقیانوس کے معاہدے پر دستخط کیے۔

سویڈن اور فن لینڈ کا کوئی واقعہ قابلِ ذکر نہیں۔

امریکہ

جمہوریہ امریکہ:

یکم اگست 1945ء کو صدر ٹرومین نے ادھار اور جارے کا عمل ختم کر دیا، جس میں امریکہ کو بھاری رقم خرچ کرنی پڑی تھی۔ ہڑتالیں بہت ہوئیں۔ 15 جولائی 1946ء کو ٹرومین نے بہت بڑی رقم برطانیہ کے لیے بطور قرض تجویز کر دی۔ مارچ 1947ء میں یونان اور ترکی کو گراں قدر مالی امداد دی گئی۔ یورپ کی از سر نو تعمیر کے پروگرام کے سلسلے میں مارشل کا منصوبہ بنا جس میں امریکہ نے بہت بڑی رقم پیش کی۔ نومبر 1948ء کے انتخابات ہوئے تو توقعات کے خلاف ٹرومین دوبارہ صدر بن گیا۔ اس وقت سے کمیونزم کا خطرہ پیدا ہو گیا اور اس کے انسداد کے لیے امریکہ نے متعدد تدبیریں اختیار کیں۔ اپریل 1949ء میں شمالی اوقیانوس کا معاہدہ مکمل ہوا۔ 28 جون 1950ء کو شمالی کوریا کی فوجوں نے جنوبی کوریا کی فوجوں پر حملہ کر دیا۔ اس سے کوریا میں جنگ شروع ہو گئی اور انجمن اقوام متحدہ کے زیر ہدایت امریکہ نے اس جنگ میں مداخلت کی۔ جنرل میکارتھر کو کوریا میں ان تمام فوجوں کا سپہ سالار بنایا گیا، جو انجمن اقوام متحدہ کے زیر ہدایت لڑ رہی تھی۔ جنرل میکارتھر سے بعض اختلافات پیدا ہوئے۔ صدر ٹرومین نے ویک آئی لینڈ پہنچ کر میکارتھر سے گفتگو کی۔ جنوری 1951ء میں شمالی کوریا اور چینی کمیونسٹوں کی فوجیں حد بندی کو توڑتی ہوئی جنوبی کوریا میں داخل ہو گئیں۔ انجمن اقوام متحدہ نے قیام امن کے لیے ایک پروگرام پیش کیا، جسے حکومت چین نے رد کر دیا۔ جنرل میکارتھر نے بھی صلح کی بڑی کوشش کی۔ یہ بھی کہا کہ شمالی کوریا کی فوجوں کا سپہ سالار بات چیت کر کے فیصلہ کر لے، تا کہ خونریزی بند ہو جائے، لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اپریل 1951ء میں انجمن اقوام متحدہ کی فوجوں نے، جن میں زیادہ تر امریکہ کی فوجیں تھیں، جوابی حملہ شروع کر دیا اور وہ حد بندی سے آگے نکل گئیں۔ صدر ٹرومین نے میکارتھر کی جگہ جنرل رجوے (Ridgway) کو کوریا کی فوجوں کا سپہ سالار بنا دیا۔ جولائی میں لڑائی ٹھنڈی پڑ گئی اور متارکہ کے لیے بات چیت شروع ہو گئی، لیکن اگست میں رجوے نے متارکہ اس بات پر ختم کر دیا کہ کمیونسٹ فوجوں نے بد عہدی کی تھی۔ اکتوبر میں دوبارہ صلح کے لیے بات چیت شروع ہو گئی، جو بڑی دیر تک جاری رہی۔ آخر فیصلہ ہوا تو قیدیوں کے تبادلے کے متعلق خاصی دیر تک جھگڑا رہا۔ 30 اگست 1951ء کو امریکہ اور فلپینز کے درمیان دفاعی معاہدہ ہو گیا۔ مشرق بعید میں کمیونسٹوں کے خلاف دفاع کا یہ پہلا معاہدہ تھا۔

کوریا کی جنگ میں کینیڈا نے امریکہ کو پوری امداد دی اور 19 دسمبر 1950ء کو اس کی فوج کے پہلے دستے کوریا پہنچ گئے۔

لاطینی امریکہ:

لاطینی امریکہ کا کوئی واقعہ چنداں قابل ذکر نہیں، الا یہ کہ مختلف ملکوں میں حکومتیں بار بار بدلتی رہیں۔ ہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ 2 ستمبر 1947ء کو برازیل میں امریکی نمائندوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی، جس میں فیصلہ کیا گیا کہ گرین لینڈ سے قطب جنوبی تک پورے علاقے میں جہاں کہیں بھی جارحانہ اقدام ہوگا، تمام امریکی ممالک ایک دوسرے کی امداد کریں گے اور اس کے مطابق ان میں معاہدے ہو گئے۔ 1948ء میں امریکی ملکوں کے اتحاد کی نویں کانفرنس ہوئی، جس میں امریکی حکومتوں کی ایک مجلس بنائی گئی، یعنی انجمن اقوام متحدہ کے ماتحت امریکہ کی تمام حکومتوں نے ایک جتھا بنالیا۔ بولیویا اور وینزویلا میں کمیونسٹ پارٹیوں کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔

افریقہ

مصر و سوڈان:

جنوری 1945ء میں انتخابات ہوئے، جن میں وفد پارٹی نے حصہ نہ لیا۔ نئی حکومت احمد پاشا نے بنائی۔ اس نے جرمنی اور اٹلی کے خلاف جنگ کا اعلان کیا اور 24 فروری 1945ء کو وہ مارا گیا۔ اس کے بعد نقراشی پاشا وزیراعظم بنا۔ مصر نے مطالبہ کیا کہ 1936ء کے معاہدہ مصر و برطانیہ پر نظر ثانی کی جائے، فوجی قبضے کو ختم کر دیا جائے اور سوڈان کا نظم و نسق مصر کے حوالے کیا جائے۔ چونکہ برطانیہ کے خلاف جذبات بہت برانگیختہ ہو رہے تھے، اس لیے اعلان کر دیا گیا کہ مصر سے فوجیں ہٹالی جائیں گی، مگر سوڈان کو خود مختاری کے لیے تیار کرنا ضروری ہے۔ جب باہم کوئی فیصلہ نہ ہو سکا، تو مصر نے اسے انجمن اقوام متحدہ کے روبرو پیش کر دیا۔ 5 اگست 1947ء کو سلامتی کونسل نے اس پر غور کیا، مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

15 مئی 1948ء کو مصری فوجیں فلسطین گئیں، تاکہ یہودیوں کے خلاف عربوں کی امداد کریں۔ سوڈان میں نظام حکومت کے اندر اصلاحات کا اعلان ہوا۔ مصر نے ان کے خلاف احتجاج کیا۔ 28 دسمبر 1948ء کو نقراشی پاشا مارا گیا۔ اس کی جگہ پہلے عبدالہادی پاشا، پھر حسین سری پاشا وزیراعظم بنا۔ 1950ء کے انتخابات میں وفد پارٹی کو بھاری اکثریت حاصل ہوئی اور مصطفیٰ نحاس پاشا نے وزارت سنبھال لی اور ساتھ ہی 1936ء کے معاہدے پر نظر ثانی کے لیے بات چیت شروع کر دی۔

28 اکتوبر 1951ء کو 1936ء کا معاہدہ، نیز 1899ء کا مشترکہ نظام برائے حکومت سوڈان ختم کر دیا۔ سوڈان کی مجلس وضع قوانین نے اس امر کی مخالفت کی کہ سوڈان مصر کے حوالے کیا جائے۔ 16 نومبر کو حکومت مصر نے اعلان کیا کہ سوڈان کے مستقبل کا فیصلہ رائے عامہ لے کر کر دیا جائے اور رائے عامہ کا انتظام انجمن اقوام متحدہ کی نگرانی میں ہو۔

افریقی نو آبادیاں:

مئی 1945ء میں الجزائر کے قوم پروروں اور فرانسیسیوں کے درمیان جھڑپیں ہوئیں۔ قوم پرور الجزائر کی خود مختاری کا مطالبہ کر رہے تھے۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس اور روس نے طنجہ کے لیے نیا بین الاقوامی نظام قائم کیا۔ نائجیریا میں نیا دستور منظور ہوا۔ میڈغاسکر میں فرانسیسیوں کے خلاف بغاوت ہوئی اور فرانس کو وہاں مزید فوج بھیجنی پڑی۔ فرانس نے ایک نئے قانون کے مطابق الجزائر میں سب کو فرانسیسی شہریت دے

دی۔ایک اسمبلی بنادی اور پورے خطے کے لیے مالی خودمختاری کا بندوبست کردیا(یکم ستمبر 1947ء)۔گولڈ کوسٹ میں قومی ہنگامہ، جس میں پچاس ہزار آدمیوں نے حصہ لیا(25فروری1948ء)۔برطانوی مشرقی افریقہ کے لیے جونئی مرکزی قانون ساز مجلس بنی تھی، اس کا پہلا اجلاس نیروبی میں ہوا۔مراکش کے سلطان محمد نے فرانسیسی افریقہ کے لیے ایک مجلس شوریٰ بنادی، جس کے انتخابات میں مسلمان اور مقامی یہودی حصہ لے سکتے تھے۔انجمن متحدہ نے ٹرسٹی شپ کے لیے جوکونسل بنائی تھی، اس نے برطانیہ کے طرز عمل پر نکتہ چینی کی کہ ٹانگانیکا میں نہ جمہوری ادارے ہیں اور نہ تعلیم کا صحیح انتظام ہے۔ 21نومبر 1949ءکوانجمن اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فیصلہ کردیا کہ لیبیا کی آزادی دے دی جائے اور اطالوی صومالی لینڈ میں اٹلی کو انجمن اقوام متحدہ کے زیرنگرانی ٹرسٹی مقرر کردیا جائے۔دس سال کے بعداس حصے کوآزادی مل جانی چاہیے۔ اریٹریا کوحبشہ سے ملادیا گیا۔

جنوبی افریقہ:

جنگ کے ختم ہوتے ہی جنوبی افریقہ میں کولشن حکومت بھی ختم ہوگئی، جنرل سمسٹن وزیراعظم رہا۔ جنوبی افریقہ کی حکومت نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ جنوبی مغربی افریقہ کو یونین میں شامل کرلیا جائے۔انجمن اقوام متحدہ کی اسمبلی نے یہ تجویز رد کردی اور سمسٹن نے یہ اعلان کردیا کہ جنوبی ومغربی افریقہ کو یونین میں شامل نہ کیا جائے گا۔ 1948ء کے انتخابات میں سمسٹن نے شکست کھائی نیشنلسٹ افریقیوں کا جتھا کامیاب ہوگیا۔ڈاکٹرملن نے وزارت بنائی، جونسلی علیحدگی کا سخت حامی تھا۔ڈرین میں زولواور ہندوستانیوں کے درمیان فسادات ہوئے، جن میں ایک سوآدمی مارے گئے، ایک ہزارزخمی ہوئے۔یکم ستمبرکوسمسٹن نے وفات پائی۔

ایشیا

برما، سیام اور ہند چینی:

17 مئی 1945ء کو برطانیہ نے اعلان کر دیا کہ جنگ کے بعد برما ن کو نو آبادیوں کا درجہ دے دیا جائے گا۔ دسمبر 1936ء میں حکومت برطانیہ نے ایک نمائندہ وفد طلب کیا، تا کہ خود اختیاری حکومت کا بندوست جلد سے جلد کیا جا سکے۔ باہم سمجھوتے کے بعد 9 اپریل 1947ء کو دستور ساز اسمبلی کے لیے انتخابات ہوئے۔ یو آنگ سن (U Aung San) کی پارٹی کو بھاری اکثریت حاصل ہوئی، جو آزادی کی حامی، مگر کیمونزم کی مخالفت تھی۔ 17 جون کو دستور ساز اسمبلی نے بالا تفاق ایک قرار داد منظور کی جس کا مفاد یہ تھا کہ برما کاملاً آزاد جمہوری ملک ہے اور اس پر کسی کو برتری حاصل نہیں۔ اس کا نام برما کی یونین ہوگا۔ 19 جولائی کو یکا یک آنگ سن اور اس کے رفیقوں پر حملہ ہوا اور انھیں قتل کر دیا گیا۔ اس واقعے کا اصل ذمے دار برما کا سابق وزیر اعظم یوسا (U Saw) تھا، جسے اپنے اقتدار کے زائل ہو جانے کا غم تھا۔ قاتلوں پر مقدمہ چلا اور 8 مئی 1948ء کو انھیں موت کی سزا دی گئی۔ حکومت کا کاروبار تھاکن نو (Thaking Nu) نے سنبھال لیا اور نئی حکومت بنائی۔ یہ شخص پارٹی میں نائب صدر تھا۔ نیا دستور منظور کر لیا گیا اور 4 جنوری 1948ء کو برمی جمہوریت قائم ہو گئی، البتہ کامن ویلتھ سے تعلق قائم رکھا گیا۔ نئی حکومت نے مختلف صنعتوں اور وسائل آمد کو قومی بنانے کا پروگرام شروع کر دیا۔ کچھ مدت بعد کیمونسٹوں نے جنوبی برما میں بغاوت شروع کر دی۔ ساتھ ہی کرن قبیلے نے ہنگامہ بپا کر دیا اور مطالبہ کیا کہ ہمیں ایک جداگانہ ریاست دے دی جائے۔ ان دونوں بغاوتوں میں جنوبی اور وسطی برما کے بڑے علاقے چھن گئے۔ حکومت نے بڑی مشکل سے 1950ء میں صورت حال پر قابو پایا، خانہ جنگی نے ملک کی اقتصادی حالت پر بہت بُرا اثر ڈالا۔

سیام کا بادشاہ مرا ہوا پایا گیا۔ اس کے گولی کا زخم تھا۔ اس کا بھائی جانشین بنا۔ حکومت سیام نے دوران جنگ میں ہند چینی سے جو علاقے لیے تھے، وہ واپس کر دیئے۔ 1949ء میں سیام کا نام بدل کر تھائی لینڈ رکھ دیا گیا۔ جنوبی و مشرقی ایشیا میں کیمونزم کا زور بڑھا تو تھائی لینڈ نے جنوبی کوریا کی حکومت سے تعلقات پیدا کر لیے اور جنگ کوریا میں کچھ فوج بھی بھیجی۔ ہند چینی میں ہوچی منہ (Ho (Chi-minh) نے ویت نام کے نام سے قومی جمہوریت کا اعلان کر دیا۔ فرانس نے اسے تسلیم کر لیا، مگر کہا کہ یہ ہند چینی کے وفاق میں شامل رہے گی۔ ویت نام اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ جاری رہی۔ مارچ 1949ء میں

فرانسیسیوں اور ان ویت نامیوں کے درمیان ایک سمجھوتا ہوگیا، جو کمیونزم کے خلاف تھے اور جن کا لیڈر را نام کا سابق شہنشاہ باؤ دائی (Bao Dai) تھا، چنانچہ ویٹ نام کی آزادی تسلیم کرلی گئی، لیکن اسے ہند چینی میں شامل رکھا گیا۔ سیگون اس کا دارالحکومت قرار پایا۔ ہوچی منہ نے جنگ جاری رکھی۔ روس اور چین نے ہوچی منہ کی حکومت تسلیم کرلی۔ برطانیہ و امریکہ نے ویت نام، کمبوڈیا اور لاؤس کو تسلیم کرتے ہوئے یہ اقرار کیا کہ یہ سب فرانسیسی یونین کے اجزاء ہیں۔

چین:

جنگ کے خاتمے پر چین دو حصوں میں بٹا ہوا تھا: ایک حصہ چیانگ کائی شیک کی قومی فوجوں کے قبضے میں تھا، دوسرے حصے پر ماؤزے تنگ (Mao Tse-tung) کی کمیونسٹ فوجیں قابض تھیں۔ ماؤزے تنگ نے فرانس کی اچانک شکست سے فائدہ اٹھا کر شمالی صوبوں کے بڑے حصے کو اپنے زیر اثر کرلیا تھا۔ دونوں فریقوں میں سمجھوتے کی کوششیں ناکام رہیں۔ قومی حکومت کے وزیر اعظم نے روس کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرلیا۔ بیرونی منگولیا کی آزادی تسلیم کرلی۔ منچوریا کی ریلوے لائن تیس سال کے لیے دونوں کی مشترکہ ملکیت قرار پائی۔ پورٹ آرتھر کے متعلق فیصلہ ہوا کہ یہ روس اور چین کا مشترکہ بحری مرکز رہے گا۔ روس نے چیانگ کائی شیک کی پارٹی کی حکومت کو چین کی مرکزی حکومت تسلیم کرلیا۔

اس سمجھوتے کے باوجود چیانگ کائی شیک اور ماؤزے تنگ میں لڑائی جاری رہی۔ 1946ء میں دونوں کے درمیان صلح ہوئی اور فیصلہ ہوگیا کہ دونوں کی ملی جلی حکومت قومی فوج تیار کرے اور نیا دستور بنائے۔ کمیونسٹوں نے ساتھ ہی مطالبہ پیش کردیا کہ منچوریا پر بھی دونوں گروہوں کا اقتدار قائم رہنا چاہیے۔ یہ مطالبہ نظر انداز کردیا گیا، تو لڑائی دوبارہ شروع ہوگئی۔ ابتداء میں دونوں کے درمیان صلح کرانے کی کوششیں کر رہا تھا، لیکن امریکی جرنیل مارشل نے جب رپورٹ پیش کی کہ قومی پارٹی (کومن تانگ (Kuo Min Tang) کے قدامت پسند اور کمیونسٹ پارٹی کے انتہا پسند، دونوں سمجھوتے میں رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں، تو امریکہ الگ ہوگیا۔ پھر یکایک کمیونسٹوں کو کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ 1948ء میں چیانگ کائی شیک کی قوت گھٹنے لگی۔ شمالی چین کمیونسٹوں کے قبضے میں آگیا۔ چیانگ کائی شیک کے مقرر کیے ہوئے صوبائی لیڈر رشوت خوری کی وجہ سے بدنام ہوگئے۔ امریکہ نے جو سامان جنگ دیا تھا، وہ کمیونسٹوں کے حوالے کردیا گیا۔ 1948ء تک امریکہ کم و بیش دو ارب ڈالر چین میں چیانگ کائی شیک کی پارٹی کو دے چکا تھا۔ 1948ء کے آغاز میں مزید چالیس کروڑ ڈالر کی رقم دی، لیکن چیانگ کائی شیک کی حکومت اپنی پالیسی بدل نہ سکی اور شمالی چین میں عوامی حکومت قائم ہوگئی۔

کمیونسٹوں کی کامیابی:

کمیونسٹوں سے پھر صلح کی گفتگو ہوئی۔ انھوں نے مطالبہ پیش کر دیا کہ ملی جلی حکومت بنائی جائے، وزیراعظم ماؤزی تنگ ہوا، جنگی مجرموں کو سزا دی جائے، ان مجرموں میں چیانگ کائی شیک بھی شامل تھا۔ یہ مطالبہ مانا نہ گیا تو 1949ء کے اختتام تک کمیونسٹوں نے چیانگ کائی شیک کی فوجوں کو پورے چین سے باہر نکال دیا اور چیانگ کائی شیک فارموسا (تائیوان) میں جا بیٹھا۔ امریکہ نے چیانگ کائی شیک کی پارٹی کو زیادہ سے زیادہ امداد دینے کا اعلان کیا، لیکن اس کی ناکامی کا سبب یہ تھا کہ فوجی، سیاسی اور اقتصادی نقطہ نگاہ سے چیانگ کائی شیک کے ساتھی بالکل نااہل تھے۔ ان کا طریق کار یہ تھا کہ امریکہ کی مدد سے اپنے آپ کو بر سر اقتدار رکھیں۔ ماؤزی تنگ نے چین میں عوامی جمہوریت کے قیام کا اعلان کر دیا، جسے ہندوستان، برما، روس اور برطانیہ وغیرہ نے تسلیم کر لیا۔ چواین لائی وزیراعظم اور وزیر خارجہ مقرر ہوئے۔ ملک میں وسیع پیمانے پر تعمیری کام شروع ہو گیا۔ صنعت و حرفت نے غیر معمولی ترقی کی۔ جو گروہ مخالفت میں لڑ رہے تھے، انھیں ختم کر دیا گیا۔ 14 فروری 1950ء کو روس کے ساتھ دوستی اور ایک دوسرے کی امداد کا معاہدہ ہو گیا۔ جب کوریا میں جنگ شروع ہوئی، تو چینی حکومت نے اس میں شمالی کوریا کی امداد کی۔

کوریا:

بالٹا اور برلین میں اتحادیوں کے درمیان جو فیصلے ہوئے تھے، ان کے مطابق کوریا کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی تجویز قرار پائی تھی۔ عین وسط میں ایک خط کھینچ لیا گیا تھا اور طے ہوا تھا کہ شمالی حصہ روس کی نگرانی میں رہے اور جنوبی حصہ امریکہ کی نگرانی میں رہے، تا آنکہ آخری فیصلے کی کوئی صورت طے ہو جائے۔ دونوں حصوں میں جو مقامی مشیر مقرر ہوئے، وہ ایسے تھے کہ باہم سمجھوتا حد درجہ مشکل بن گیا۔ روسی حصے کے مشیر وہ تھے، جو کمیونزم کے حامی تھے۔ اس کے برعکس امریکی حصے کے مشیر حد درجہ قدامت پسند تھے۔ دسمبر 1945ء میں ایک کانفرنس آخری فیصلے کے لیے ماسکو میں منعقد ہوئی۔ اس میں تجویز پیش ہوئی کہ ایک عارضی حکومت بنا دی جائے۔ جو پانچ سال تک امریکہ، روس، برطانیہ اور چین کی نگرانی میں رہے۔ اس تجویز کو بروئے کار لانے کے لیے ایک مشترکہ روسی اور امریکی کمیشن مقرر ہونا لازم تھا، یہ اس لیے مقرر نہ ہو سکا کہ دونوں فریق جمہوریت کی تعریف میں ہم رائے نہ تھے۔ اس وجہ سے کوریا دو حصوں ہی میں بٹا رہا۔ جنوبی حصہ زیادہ تر زرعی تھا، شمالی حصے میں عموماً صنعتی کارگاہیں تھیں۔ ان وجوہ سے تقسیم ملک کی اقتصادی حالت کے لیے بڑی خطرناک ثابت ہوئی۔

دو جمہوریتیں:

جب کوئی فیصلہ نہ ہو سکا، تو امریکہ نے اپنے حصے میں ایک قانون ساز مجلس بنا دی اور یہ معاملہ انجمن اقوام متحدہ کے سامنے پیش کر دیا کہ جس طرح چاہے کوریا کے مستقبل کے متعلق فیصلہ کر دے۔ روس نے یہ تجویز پیش کی کہ امریکہ اور روس دونوں کوریا کو بیک وقت خالی کر دیں۔ انجمن اقوام متحدہ نے ایک کمیشن مقرر کر دیا، تا کہ دونوں حصوں میں قومی دستور ساز اسمبلی کے انتخابات کا بندوبست کرے۔ اس کمیشن کو شمالی حصے میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی۔ لہٰذا اس نے تجویز پیش کر دی کہ جنوبی کوریا میں نئی نئی قومی دستو ساز اسمبلی کے لیے انتخابات ہوں۔ اس اسمبلی کا اجلاس مئی 1948ء میں بہ مقام سیول منعقد ہوا اور اس نے شمالی کوریا سے نمائندے طلب کیے۔ ظاہر ہے کہ ان نمائندوں کے آنے کا کوئی امکان نہ تھا، چنانچہ جنوبی کوریا میں جمہوری حکومت کا اعلان ہو گیا۔ ڈاکٹر سنگ من ری (Syngman Rhee) صدر مقرر ہوا۔ امریکہ نے اپنی فوجی حکومت ختم کر دی۔

چند روز بعد شمالی کوریا میں بھی ایک عوامی جمہوری حکومت بن گئی۔ جنوبی کوریا کی طرح اسے بھی دعویٰ تھا کہ مجھے پورے کوریا میں اختیار حاصل ہے۔ اس کے تمام ادارے روسی نمونے کے تھے ساتھ ہی روس نے شمالی کوریا سے نکلنے کا اعلان کر دیا۔

خانہ جنگی:

اب ظاہر تھا کہ دونوں جمہوریتوں کے درمیان کسی وقت بھی لڑائی چھڑ جائے گی، بلکہ جھڑپیں شروع ہو چکی تھیں۔ شمالی کوریا کی جمہوریت گفت و شنید کے لیے تیار تھی، لیکن سنگ من ری کی حکومت اس سے کوئی سرو کار رکھنے پر آمادہ نہ تھی۔ 25 جون 1950ء کو شمالی کوریا کی فوجیں حد توڑتی ہوئی جنوبی کوریا میں داخل ہو گئیں۔ اس بنا پر وہ لڑائی شروع ہوئی، جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ پہلے جنرل میکارتھر انجمن اقوام متحدہ کی فوجوں کا کماندار تھا، جو جنوبی کوریا کی حفاظت کی ذمہ دار تھیں۔ پھر یہ عہدہ جنرل رجوے کے حوالے ہوا۔ 1952ء میں دونوں فریقوں کے درمیان جنگ ختم کرنے کا فیصلہ ہوا۔

جاپان:

جاپان کی حوالگی کے ساتھ اتحادی طاقتوں کی ایک کونسل نے جنرل میکارتھر کو سپریم کمانڈر رہ کر تمام انتظامی اختیارات دے دیئے تھے۔ جاپان کے انتظامی ڈھانچے کو نہ بدلا گیا اور ایک ایسی وزارت بنا دی گئی، جس کے ممبر کسی پارٹی سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ اصل کام یہ تھا کہ شہنشاہی کے زمانے میں جو پابندیاں عائد ہو

چکی تھیں، انھیں ختم کیا جاتا، چنانچہ میکارتھر نے خفیہ پولیس موقوف کر دی۔ شہری حقوق بحال کر دیئے۔ سیاسی قیدی چھوڑ دیئے، تعلیمی نظام بدل کر زیادہ آزاد خیال بنا دیا۔ تمام بالغوں کو حق رائے دے دیا۔ مزدوروں کی حوصلہ افزائی کی گئی کہ یونینیں بنالیں۔ جاگیرداروں کے زمانے کے طور پر طریقے ختم کر دیئے۔ بادشاہ کو دیوتا مانا جاتا تھا، یہ سلسلے خود شہنشاہ ہیروہٹو نے ختم کر دیا۔

اپریل 1946ء میں جو انتخابات ہوئے، ان میں اعتدال پسند پارٹیوں کو اکثریت حاصل ہوئی اور نئی حکومت بنائی گئی۔ ٹریبونل نے جنگی مجرموں کے مقدموں کا فیصلہ کیا۔ نیا دستور بنایا گیا۔ ملک کی اقتصادی حالت خاصی خراب تھی۔ امریکہ کی امداد کے بغیر اس کی بحالی ممکن نہ تھی۔ بڑے بڑے صنعتی اداروں کو ختم کر کے چھوٹے چھوٹے اداروں پر زیادہ زور دیا گیا۔ درجہ معیشت وہ مقرر کیا گیا جو 1930ء سے 1934ء تک قائم تھا۔ اپریل نے 1947ء میں بیرونی ملکوں کے ساتھ تجارت کی محدود آزادی بھی دے دی گئی۔

نئے دستور میں دو ایوان رکھے گئے تھے۔ وزارتیں بار بار بدلتی رہیں، لیکن اکثریت عموماً اعتدال پسندوں ہی کو حاصل رہی۔ 12 نومبر 1948ء کو سابق وزیر اعظم ٹوجو اور اس کے چھ ساتھیوں کے مقدمے کا فیصلہ ہوا، جو سب سے بڑے جنگی مجرم مانے جاتے تھے۔ ان سب کے لیے اور سولہ دوسرے آدمیوں کے لیے موت کی سزائیں تجویز ہوئیں۔ جنگ کوریا کے زمانے میں کیمونسٹوں پر خاص پابندیاں لگائی گئیں اور ان کی سرگرمیاں دب گئیں۔ برآمد بڑھ گئی۔ چونکہ جاپان کی مالی حالت خراب تھی، اس لیے اعلان کر دیا گیا کہ تاوان نہ لیا جائے گا۔ 4 ستمبر 1951ء کو سان فرانسسکو میں صلح کی شرطوں کے متعلق بات چیت ہوئی۔ 8 ستمبر کو جاپان اور اڑتالیس دوسرے ملکوں نے صلح نامے پر دستخط کر دیئے۔

بحرالکاہل کا حلقہ:

جنوری 1945ء میں ڈیوک آو گلاؤسٹر کو آسٹریلیا کا گورنر جنرل بنایا گیا۔ 1947ء میں برطانیہ، فرانس، امریکہ، ہالینڈ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے نمائندوں کی ایک کانفرنس آسٹریلیا کے دارالحکومت کینبرا میں منعقد ہوئی اور جنوبی بحرالکاہل کے لیے ایک مشرقی کمیشن مقرر کیا گیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ مقامی باشندوں کی عام اصلاح اور ان کے ساتھ سلوک کے سلسلے میں باہم مشورہ کر کے ایک پالیسی پر عمل کیا جائے۔ بنکوں کو قومی بنانے کی قرارداد منظور ہوئی۔ آسٹریلیا نے کوریا کی جنگ میں انجمن اقوام متحدہ کا ساتھ دیا۔ جنوری 1950ء میں برطانوی کامن ویلتھ کے ملکوں کی ایک کانفرنس کولمبو میں منعقد ہوئی، جس نے جنوبی و مشرقی ایشیا کے ملکوں کی مالی امداد کے لیے ایک مشاورتی کمیٹی بنائی اور چھ سال کے لیے ایک منصوبہ تیار ہو گیا۔

فلپینز:

فلپینز میں 4 جولائی 1946ء کو جمہوری حکومت باقاعدہ قائم ہوئی۔ جنگ میں فلپینز بہت بری طرح تباہ ہوا تھا۔ امریکہ نے تمام نقصانات کی تلافی کا اعلان کر دیا تھا، تاکہ ملک کی اقتصادی حالت بحال ہو جائے، نیز فیصلہ کر دیا گیا کہ آٹھ سال تک، امریکہ اور فلپینز کے درمیان آزادانہ تجارت کا سلسلہ جاری رہے، پھر فلپینز کی درآمد پر آہستہ آہستہ محصول عائد کیے جائیں۔

دوران جنگ میں فلپینز کے اندر کسانوں کی ایک پارٹی بن گئی تھی، جس کے لیڈر کمیونزم کے حامی تھے۔ اس پارٹی نے چھاپہ مار جنگ جاری رکھی۔ انھوں نے بڑے بڑے زمینداروں کی بہت زیادہ زمین چھین لی اور مطالبہ شروع کر دیا تھا کہ زرعی اصلاحات کی جائیں۔ حکومت نے انھیں دبانے کی کوشش کی۔ تو وہ جنگ کے لیے اور مستعد ہو گئے۔ 14 مارچ 1947ء کو فلپینز کی حکومت نے اپنے جنگی اور بحری مرکز ننانوے سال کے لیے، امریکہ کو اجارے پر دے دیئے۔ ساتھ ہی امریکہ نے طے کیا کہ وہ فلپینز کی فوج مرتب کرنے میں پوری امداد دے گا۔ پہلے صدر کی وفات پر ایلپیڈیو کوری نو صدر بن گیا جو پہلے نائب صدر تھا۔ (اپریل 1948ء)۔ 8 نومبر 1949ء کو نئے انتخابات کے موقع پر وہ دوبارہ صدر بنا۔ کسان پارٹی کا جھگڑا ختم کرنے کے لیے، حکومت نے اعلان کر دیا کہ اگر تمام لوگ اپنے آپ کو حوالے کر دیں۔ تو سب کو معافی دے دی جائے گی اور کسی سے بدلہ نہ لیا جائے گا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھایا گیا، تو حکومت نے پوری قوت سے تحریک کو دبانے کا فیصلہ کر لیا اور سخت کاروائیاں شروع ہو گئیں۔ اکتوبر 1950ء میں حکومت فلپینز کی درخواست پر ایک امریکی کمیشن اس غرض سے آیا کہ اقتصادی حالات کا جائزہ لے۔ اس نے اپنی رپورٹ میں نااہلی، رشوت خوری، اقتصادی پس ماندگی اور بے اضافی کی جو تصویر کھینچی، وہ بڑی ہی دردناک تھی۔ مشن نے اقتصادی اور انتظامی دائروں میں وسیع اصلاحات کی سفارشیں پیش کیں۔

واقعات کا گوشوارہ

1951ء۔1959ء

1951ء میں پیش آنے والے واقعات

یکم جنوری۔شمالی کوریا اور چینی کمیونسٹوں کی فوجیں انجمن اقوام متحدہ کی مقرر کی ہوئی حد کو توڑ کر اندر داخل ہو گئیں اور 4 جنوری کو انھوں نے سیول پر قبضہ کر لیا۔

11 جنوری۔انجمن اقوام متحدہ نے صلح کے لیے جو کمیٹی مقرر کر رکھی تھی اس نے مشرق بعید میں پانچ حلقوں کا ایک پروگرام پیش کیا جسے چین کی کمیونسٹ حکومت نے رد کر دیا۔اس پر امریکہ نے یہ قرارداد پیش کر دی کہ چین کو کوریا میں جارحانہ اقدام کا مجرم قرار دیا جائے۔انجمن اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے یکم فروری کو اس مضمون کو ایک قرارداد منظور کر لی۔

یکم فروری۔امریکہ میں قینچی والوں، یعنی سوچ مین 1□6 کی ہڑتال نے ریلوں کی آمد ورفت بالکل معطل کر دی۔8 فروری کو صدر مملکت نے حکم دے دیا کہ ریلیں فوج کی نگرانی میں آمد ورفت جاری رکھیں۔

8 فروری۔حکومت فرانس نے اعلان کیا کہ تیونس کے ساتھ سمجھوتا ہو گیا ہے۔پروٹیکٹر یٹ قائم رہے گی، مگر فرانسیسی یونین کے اندر تیونس کو زیادہ خود مختاری دے دی گئی۔

13 فروری۔برطانوی کامن ویلتھ کی مشورتی کمیٹی کا ایک اجلاس کولمبو میں ہوا، جس میں جنوبی وجنوبی ومشرقی ایشیا کے نشوو ارتقا کے لیے بحث کی گئی۔

24 مارچ۔جنرل میکارتھر نے اعلان کیا کہ میں شمالی کوریا کی فوجوں کے سپہ سالار سے بات چیت کے لیے تیار ہوں، تاکہ خونریزی کو ختم کرنے کا کوئی راستہ نکل آئے۔ساتھ ہی حکومت چین کو خبردار کیا کہ اگر امریکہ چینی ساحل یا چین کے اندرونی مرکزوں کے خلاف کاروائی پر مجبور ہوا تو چین فوجی لحاظ سے تباہی سے دوچار ہو گا۔حکومت چین نے یہ پیش کش قبول نہ کی۔ہندوستان اور برطانیہ نے صلح پر زور دیا۔

29 مارچ۔امریکہ نے جاپان کے ساتھ صلح کا عہد نامہ تیار کر لیا اور اس کی نقلیں ان چودہ حکومتوں کے پاس بھیج دی گئیں جو جنگ میں امریکہ کی حلیف تھیں۔ان میں روس بھی شامل تھا۔

3 اپریل۔انجمن اقوام متحدہ کی فوجوں نے کوریا میں کمیونسٹوں کے حملوں کی روک تھام کے بعد سرحد کے پار جوابی پیش قدمی شروع کی۔

7اپریل۔ ہند چینی میں ہوچی منہ نے باقاعدہ جنگ چھوڑ کر چھاپہ مار حملے شروع کر دیئے۔

11اپریل۔ جنرل میکارتھر کی جگہ جنرل رجوے کو مشرق بعید کی فوجوں کا کمان دار بنایا گیا۔

18اپریل۔ فرانس، مغربی جرمنی، اٹلی، بلجیم، ہالینڈ اور لکسم برگ نے ایک معاہدے پر دستخط کیے، جس کے مطابق کوئلے اور فولاد کا روبار مشترک کر دیا گیا۔

15 مئی۔ چینی کیمونسٹوں اور شمالی کوریا کی فوجوں نے اپنا دوسرا جارحانہ اقدام شروع کیا، مگر انھیں پیچھے ہٹنا پڑا۔

13 جون۔ ڈی ولیرا دوبارہ آئر لینڈ کا وزیر اعظم بن گیا۔

29 جون۔ جنرل رجوے نے شمالی کوریا کو فوجوں کے سپہ سالار سے اپیل کی کہ صلح کے لیے بات چیت کر لی جائے۔

21 جون۔ برطانوی کامن ویلتھ کی حکومتوں کے بیشتر وزراء دفاع لندن میں جمع ہوئے، تاکہ بحیرۂ روم اور مشرق قریب میں حفاظت کے محکم وسائل پر غور کر سکیں۔

5 جولائی۔ کوریا میں صلح کی بات چیت شروع ہو گئی اور لڑائی ختم پڑ گئی۔

17 جولائی۔ لیوپولڈ سوم شاہ بلجیم اپنے بیٹے کے حق میں تخت سے دست بردار ہو گیا۔

5اگست۔ جنرل رجوے نے کوریا میں متارکہ کی بات چیت اس وجہ سے ختم کر دی کہ کیمونسٹ فوجیں عہد شکنی کر رہی تھیں۔

25اگست۔ انجمن اقوام متحدہ کے ہوائی جہازوں نے شمالی کوریا میں ریل کے جنکشن اور ایک بندرگاہ پر بم برسائے۔

10 ستمبر۔ برطانیہ، فرانس اور امریکہ کے وزرائے خارجہ واشنگٹن میں جمع ہوئے، تاکہ روس کے جارحانہ اقدامات کی روک تھام کے وسائل پر غور کریں۔ انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یورپ کی فوج میں مغربی جرمنی کی فوجیں بھی استعمال کی جا سکتی ہیں۔

13 ستمبر۔ انجمن اقوام متحدہ کے مصالحتی کمیشن نے پیرس میں عرب اور اسرائیل کے نمائندوں کے درمیان گفتگو شروع کرائی، یہ گفتگو 21 نومبر کو ناکامی پر منتج ہوئی۔

15 ستمبر۔ شمالی اوقیانوس کی کونسل کے بارہ ممبر کینیڈا میں جمع ہوئے، تاکہ مغربی یورپ کے دفاع پر غور کریں۔ فیصلہ یہ ہوا کہ یونان اور ترکی کو بھی شمالی اوقیانوس کے دفاعی نظام میں شامل کر لیا جائے۔

8اکتوبر۔ شمالی کوریا کی فوجوں کی ہائی کمان از سر نو صلح کی گفتگو کی۔ ونسٹن چرچل وزیر اعظم اور وزیر دفاع، اینتھنی ایڈن وزیر خارجہ بن گئے۔

29 اکتوبر۔ویٹ منہ کے ایک حریت پسند نے کمبوڈیا میں فرانسیسی ہائی کمشنر کو قتل کر دیا۔

6 نومبر۔انجمن اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس پیرس میں ہوا۔مغربی طاقتوں نے روس کے سامنے تخفیف اسلحہ کی تجویزیں پیش کیں۔روس کی طرف سے بھی تجویزیں پیش ہوئیں اور بات چیت بے نتیجہ رہی۔

8 نومبر۔مصر نے اعلان کیا کہ ہمیں شرق قریب کے دفاعی انتظامات میں شریک ہونے سے اختلاف نہیں،لیکن یہ انتظام صرف عرب حکومتوں تک محدود رہنا چاہیے۔برطانیہ،امریکہ،فرانس اور ترکی نے یہ فیصلہ کر لیا کہ شرق اوسط کے بچاؤ کے لیے جو تنظیم پیش نظر ہے،اس کے مطابق عمل شروع ہو جائے گا۔عرب حکومتوں اور اسرائیل کو بھی یہ اطلاع دے دی گئی۔

10 نومبر۔فرانس،برطانیہ،امریکہ اور ترکی نے شرق قریب میں حفاظتی پروگرام کی تفصیلات کا اعلان کیا۔

14 نومبر۔کوریا میں امریکہ کی آٹھویں فوج نے چین اور شمالی کوریا کے کمیونسٹوں پر یہ الزام لگایا کہ امریکی اسیران جنگ میں سے 2513 آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں۔جنرل رجوے نے حکم دیا کہ اس معاملے کی فوری تحقیقات کی جائے۔

2 دسمبر۔مشرقی اور مغربی جرمنی کی حکومتوں۔اپنے نمائندے انجمن اقوام متحدہ میں بھیجنے پر آمادگی ظاہر کی،تاکہ جرمنی میں آزادانہ انتخابات کے متعلق بات چیت ہو جائے۔

19 دسمبر کو پانچ قوموں کے نمائندوں کا ایک وفد مقرر ہو گیا،تاکہ ایسے انتخابات کے امکانات کا جائزہ لے۔روس کی مخالفت کے باعث یہ معاملہ بے نتیجہ رہا۔

18 دسمبر۔کوریا کے کمیونسٹوں۔انجمن اقوام متحدہ کے سامنے 11559 اسیران جنگ کی فہرست پیش کر دی،جو شمالی کوریا میں موجود تھے۔اس فہرست اور بے پتا سپاہیوں کی اس فہرست میں جو انجمن اقوام متحدہ کے سامنے پہلے سے پیش تھی،زبردست اختلاف تھا۔

27 دسمبر۔کوریا میں تیس دن کے لیے جو آزمائشی متارکہ ہوا تھا،اس کی مدت بڑھانے کے لیے کسی فریق نے تجویز پیش نہ کی۔بات چیت دو معاملوں پر رکی رہی۔اول اسیران جنگ کا تبادلہ،دوم شمالی کوریا میں ہوائی اڈوں کی تعمیر۔

28 دسمبر۔ہنگری میں امریکہ کے چار ہواباز گرفتار تھے۔امریکہ نے ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر دے کر انھیں آزاد کرایا۔

1952ء میں پیش آنے والے واقعات

5 جنوری۔ چرچل نے واشنگٹن میں صدر جمہوری امریکہ سے بات چیت کی اور تین امور کا فیصلہ ہو گیا: اول دونوں ملکوں کے درمیان خام مال کا تبادلہ، دوم یورپ کے فوجی منصوبے کے لیے امداد، سوم شمالی اوقیانوس کے دفاعی نظام کو مستحکم کرنے کی تدابیر۔ بعد ازاں چرچل نے امریکی کانگرس کے مشترکہ اجلاس میں تقریر کی، جس میں دوسرے امور کے علاوہ یہ بھی کہا کہ امریکہ کو برطانیہ کی امداد کے لیے تھوڑی سی فوج نہر سویز کے حلقے میں ضرور بھیج دینی چاہیے۔

14 جنوری۔ تیونس کی حکومت نے سلامتی کونسل سے اپیل کی کہ ہماری خود مختاری کے مطالبے پر توجہ دی جائے۔ یہ اپیل سنی نہ گئی۔ تیونس میں سخت فسادات اور بدنظمی شروع ہو گئی۔ تمام لوگ فرانسیسیوں کی مخالفت میں جوش و خروش کا اظہار کر رہے تھے۔

20 فروری۔ شمالی اوقیانوس کی دفاعی کونسل کا ایک اجلاس لزبن میں ہوا اور وہ منصوبہ منظور کر لیا گیا، جو فرانس، اٹلی، مغربی جرمنی، ہالینڈ اور لکسم برگ نے تیار کیا تھا۔ فیصلہ ہو گیا کہ 1952ء کے اختتام تک مغربی یورپ کے دفاع کے لے پچاس ڈویژن فوج تیار کر لینی چاہیے۔ اس کونسل میں یہ فیصلہ بھی ہوا کہ مراکش اور تیونس کو شمالی اوقیانوس کے دفاع میں شامل کر لیا جائے۔

26 فروری۔ چرچل نے دار العوام میں اعلان کیا کہ برطانوی سائنس دانوں نے اپنا ایٹم بم تیار کر لیا ہے۔

یکم مارچ۔ ہندوستان میں نئے دستور کے ماتحت پہلی مرتبہ انتخابات ہوئے۔ قومی اسمبلی یا پارلیمنٹ کی 489ء نشستوں میں سے 364ء نشستیں کانگرس کو مل گئیں۔

8 مارچ۔ کو اعلان ہوا کہ چین اور شمالی کوریا میں نو لاکھ فوج تیار کر لی گئی ہے۔

10 مارچ۔ روس نے امریکہ، برطانیہ اور فرانس کو لکھا کہ چار بڑی طاقتوں کی کانفرنس جلد سے جلد منعقد کی جائے، تاکہ اس میں جرمنی کے اتحاد اور فوج کی از سر نو بحالی کے مسائل پر غور کیا جا سکے۔

20 مارچ۔ جنوبی افریقہ کی حکومت نے نسلی امتیاز کا جو قانون منظور کیا تھا، اسے افریقہ کے سپریم کورٹ نے غیر آئینی قرار دیا۔ ڈاکٹر ملن وزیر اعظم نے ایک نیا قانون پیش کر دیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ پارلیمنٹ کو عدالت عالیہ کے اختیارات دے دیئے جائیں اور وہ اپنے منظور کیے ہوئے قوانین کی آئینی حیثیت کا فیصلہ خود کرے، کسی دوسرے ادارے سے فیصلہ کرانے کی محتاج نہ رہے۔

26مارچ۔فرانس نے تیونس کے قومی وزیراعظم کو گرفتار کرلیا اور مارشل لاء کا اعلان کر دیا۔

29مارچ۔صدر ٹرومین نے اعلان کیا کہ میں 1952ء کے انتخابات میں صدارت کا امیدوار نہ بنوں گا۔

30مارچ۔طنجہ کے بین الاقوامی حلقے میں فرانسیسیوں کے خلاف سخت ہنگامے بپا ہوئے۔

2اپریل۔برطانیہ نے سوڈان کے لیے محدود خود اختیاری نظام تجویز کیا۔

3اپریل۔ماسکو میں بین الاقوامی اقتصادی کونسل کا اجلاس شروع ہوا۔اسی روز لندن میں ٹریسٹ کے متعلق اٹلی، برطانیہ اور امریکہ کے درمیان بات چیت شروع ہوئی۔

15اپریل۔امریکہ میں فولادی کارخانوں کے مزدور ہڑتال کے لیے تیار تھے۔صدر جمہوریہ نے حکم دے دیا کہ صنعت وفولاد کے تمام اداروں پر قبضہ کرلیا جائے۔یہ معاملہ واشنگٹن کی عدالت میں پیش کیا گیا تو فیصلہ ہوا کہ صنعت پر قبضہ خلاف آئین ہے۔حکومت نے اس معاملے کو سپریم کورٹ میں پیش کر دیا۔

10اپریل۔روس نے جرمنی کے متعلق یادداشتیں بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا۔آخری یادداشت میں یہ تجویز پیش کی کہ پورے جرمنی میں انتخابات انجمن اقوام متحدہ کی نگرانی کے بجائے چار طاقتوں کے ایک کمیشن کی نگرانی میں ہوں۔

11اپریل۔امریکہ میں اعلان کیا گیا کہ جنرل آئزن ہاور کو بہ تاریخ یکم جون شمالی اوقیانوس کے دفاعی نظام سے سبکدوش کر دیا جائے گا۔

24اپریل۔مغربی جرمنی کے وزیراعظم نے اعلان کیا کہ جرمنی کے دونوں حصوں کا اتحاد ہمارا نصب العین ہے۔اتحاد کے بعد قوم اپنی تمام ذمے داریوں کا جائزہ ازسرنو لے سکتی ہے۔

25اپریل۔جمہوری امریکہ نے ایران کے لیے ازسرنو امداد شروع کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

28اپریل۔جاپان کے لیے پورے اختیارات بحال کر دیئے گئے۔اسی روز اتحادیوں نے کوریا میں متارکہ جنگ کے لیے شمالی کوریا کے سامنے آخری تجاویز پیش کیں۔

29اپریل۔امریکی فیڈرل کورٹ کے جج نے فیصلہ کر دیا کہ صنعت فولاد پر حکومت کا قبضہ غیر آئینی ہے۔امریکہ کی عدالت مرافعہ نے قبضے کو سپریم کورٹ کے فیصلے تک بحال رکھا۔

9مئی۔برطانیہ اور امریکہ نے ٹریسٹ کے حلقہ الف میں اٹلی کو زیادہ اختیارات دینے پر اتفاق کرلیا۔

12مئی۔شمالی کوریا کے نمائندوں نے اتحاد کی پیش کش قبول نہ کی، البتہ اس بات پر زور دیا کہ متارکہ کے لیے بات چیت برابر جاری رہنی چاہیے۔

15 مئی ۔جنوبی افریقہ کی اسمبلی نے پارلیمنٹ کو وہ اختیارات دینے کا قانون منظور کر لیا، جس کے مطابق پارلیمنٹ سپریم کورٹ کے حکم کو ختم کر سکتی تھی۔

19 مئی ۔برطانیہ نے چین کی کمیونسٹ حکومت کو اطلاع دے دی کہ چین میں برطانوی رعایا کے جو باشندے کاروبار کر رہے ہیں وہ اطمینان سے کاروبار جاری نہیں رکھ سکتے اور ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

22 مئی ۔ایران نے امریکہ سے جو فوجی امداد لی تھی، اس کے خلاف روس نے سخت احتجاج کیا۔

23 مئی ۔امریکہ کی حکومت نے ریلیں اکیس مہینے تک اپنے نظام میں رکھنے کے بعد اصل مالکوں کو واپس کر دیں۔

25 مئی ۔روس نے پھر تجویز پیش کی کہ جرمنی کے مسئلے پر چار طاقتوں کی کانفرنس ہونی چاہیے۔

26 مئی ۔تین بڑی مغربی طاقتوں (فرانس، امریکہ اور برطانیہ) اور مغربی جرمنی کے درمیان بون کے معاہدے پر دستخط ہو گئے۔

2 جون ۔امریکہ کے سپریم کورٹ نے فیصلہ کیا کہ صدر ٹرومین نے فولادی کارخانوں پر جو قبضہ کیا تھا، وہ غیر آئینی تھا، چنانچہ صنعت فولاد کے کارکنوں نے ہڑتال شروع کر دی۔

23 جون ۔جنوبی کوریا کا صدر سنگ من ری از سر نو غیر معین مدت کے لیے صدر منتخب ہوا۔اس روز پانچ سو امریکی ہوائی جہازوں نے پن بجلی کی پانچ بڑی کارگاہوں کو تباہ کیا، جو دریائے یالو (شمالی کوریا) پر بنائی گئی تھیں۔

3 جولائی ۔روس کی طرف سے الزام لگایا گیا تھا کہ انجمن اقوام متحدہ کی فوجوں نے کوریا کی جنگ میں جراثیم بھی استعمال کیے اور سلامتی کونسل کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ صلیب احمر (ریڈ کراس) کے ذریعے اس الزام کی چھان بین کرائی جائے۔فرانس نے اس تجویز کو روکنے کے لیے ویٹو استعمال کیا۔

4 جولائی ۔جنوبی کوریا کی اسمبلی نے دستور میں یہ ترمیم منظور کر لی کہ صدر رائے عامہ سے منتخب ہوا کرے اور اسمبلی کے دو ایوان ہوں۔

4 جولائی ۔جنرل ڈیگال کی پارٹی کے اٹھائیس ممبر الگ ہو گئے اور انھوں نے نئی سیاسی پارٹی بنالی۔

10 جولائی ۔امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے روس کو اطلاع دی کہ جرمنی کے اتحاد کے متعلق فی الحال گفتگو صرف اس امر تک محدود رہنی چاہیے کہ ایک غیر جانب دار کمیٹی منتخب کر لی جائے، جو جرمنی میں آزادانہ انتخابات کا جائزہ لے۔

11 جولائی ۔امریکہ کی ریپبلکن پارٹی نے، جس کی کنونشن شکاگو میں ہوئی تھی، جنرل آئزن ہاور کو صدر

اور نکلس کو نائب صدر نامزد کیا۔ اسی روز متحدہ فوجوں کے ہوائی جہازوں نے شمالی کوریا کے دارالحکومت پر سب سے بڑا حملہ کیا۔

13 ستمبر۔ مغربی یورپ میں دفاعی تیاریوں پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس حلقے میں کم وبیش بیس لاکھ آدمی مسلح ہو چکے ہیں۔ اس کے مقابلے میں بالشویک روس کی فوج چالیس لاکھ ہے۔ امریکہ نے اعلان کیا کہ مغربی یورپ کے ملکوں کو ہوائی جہازوں کی تیاری کے لیے ساڑھے بائیس کروڑ ڈالر کی رقم دی جائے گی، بشرطیکہ یہ ملک ساڑھے اٹھارہ کروڑ ڈالر کی رقم کا انتظام خود کرلیں۔

23 ستمبر۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے ایک ہی مضمون کی یادداشتوں میں جرمنی کے ساتھ معاہدہ صلح کے متعلق روس کی آخری تجویز رد کردی۔

2 اکتوبر۔ سٹالن نے اعلان کیا کہ سرمایہ دار قوموں کے درمیان دنیا کی منڈیوں کے لیے کشمکش ناگزیر ہے۔

8 اکتوبر۔ انجمن اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل نے سالانہ رپورٹ میں بتایا کہ تیسری عالم گیر جنگ کے خطرے پر اب تک قابو نہیں پایا جاسکا، اس وجہ سے انجمن اقوام متحدہ کا وجود اور بھی ضروری ہوگیا ہے۔

17 اکتوبر۔ وسطی یورپ میں متحدہ بری فوجوں کے فرانسیسی کمانڈر نے کہا کہ اگر انجمن اقوام متحدہ مراکش اور تیونس کے فرانسیسی نظم ونسق میں مداخلت کرے تو فرانس کو انجمن سے الگ ہو جانا چاہیے۔

20 اکتوبر۔ برطانیہ نے فوجوں کی ایک بٹالین اور ایک کروزر کینیا بھیجا، ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ ماؤ ماؤ کی خفیہ انجمن نے سفید فام لوگوں کے خلاف جو دہشت انگیزی شروع کر رکھی ہے، اس سے صورت حال بہت نازک ہوگئی ہے۔ گزشتہ چند ہفتوں میں کم از کم تینتالیس انگریز مارے جا چکے ہیں اور ماؤ ماؤ کے ممبر دو لاکھ سے کم نہیں۔

28 اکتوبر۔ کینیا میں دہشت کا سلسلہ بدستور پھیلتا جا رہا تھا۔ گورنر نے نئی تجاویز کا اعلان کردیا، لیکن ساتھ ہی کہا کہ بے چینی کی حالت میں ان تجاویز پر عمل نہیں ہوسکتا۔

عراق کی چار سیاسی پارٹیوں نے مشترکہ طریق پر مطالبہ کیا کہ برطانیہ اور عراق کے درمیان 1918ء کا معاہدہ ختم ہو جانا چاہیے، جس کے مطابق برطانیہ کو عراق میں فوج رکھنے کی اجازت ہے۔

4 نومبر آئزن ہاور امریکہ کا صدر منتخب ہوا، ساتھ ہی صدر ٹرومین نے دعوت دے دی کہ آئزن ہاور وہائٹ ہاؤس (صدر امریکہ کی سرکاری قیام گاہ) آ کر مسائل کا جائزہ لے لے، آئزن ہاور نے یہ دعوت قبول کرلی۔

8 نومبر۔ ڈاکٹر ملن وزیر اعظم جنوبی افریقہ نے امید ظاہر کی کہ جنوبی افریقہ ضرور جمہوریت بن جائے گا، لیکن برطانوی کامن ویلتھ کو رائے عامہ کے بغیر چھوڑنے کی کوئی صورت نہیں۔

10 نومبر۔ انجمن اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل ٹریجیف لی نے میعاد ختم ہونے سے ایک سال پیشتر استعفیٰ پیش کر دیا۔

فرانس کے وزیر خارجہ نے جنرل اسمبلی میں اعلان کیا کہ انجمن اقوام متحدہ کی طرف سے تیونس اور مراکش کے معاملات میں دخل دینا منشور او قیانوس کے خلاف ہوگا۔

19 نومبر۔ امریکہ کے منتخب صدر آئزن ہاور نے جان فاسٹر ڈلس کو سیکریٹری آو سٹیٹ، ولسن کو سیکریٹری دفاع، میکے کو سیکریٹری داخلہ نامزد کیا۔

23 نومبر۔ بغداد میں ہنگامہ بپا ہو گیا۔ امریکہ کے انفارمیشن سروس کے دفتر کو آگ لگا دی گئی اور برطانوی سفارت خانے پر پتھر برسائے گئے۔ نائب السلطنت نے جنرل نور الدین محمود کو نئی وزارت بنانے کی دعوت دی۔ اس نے مارشل لاء کا اعلان کر دیا۔ بغداد میں کرفیو لگا دیا۔ سیاسی پارٹیاں توڑ دیں۔ بارہ اخبار بند کر دیئے۔ مظاہروں کی ممانعت کر دی۔

27 نومبر۔ برطانوی کامن ویلتھ کے وزراء اعظم کی ایک کانفرنس لندن میں ہوئی جس میں اقتصادی مسائل پر غور وخوض کرنا منظور تھا۔ کہا گیا کہ 1932ء میں اوٹو وا کانفرنس کے بعد یہ سب سے زیادہ اہم کانفرنس تھی۔

30 نومبر۔ امریکہ کے منتخب صدر نے ایک خاص کمیٹی مقرر کی جس کا مقصد یہ تھا کہ مرکزی صدر نے ایک خاص کمیٹی مقرر کی جس کا مقصد یہ تھا کہ مرکزی حکومت کے نظم ونسق کی درستی کے لیے سفارتیں مرتب کی جائیں۔ نیلسن راک فیلر کو اس کمیٹی کا صدر بنایا گیا۔

جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ سیاسی لیڈروں نے صدر جمہوریہ امریکہ کے انتخابات میں تین کروڑ بیس لاکھ ڈالر کی رقم خرچ کی۔

2 دسمبر۔ روس نے انجمن اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تجویز پیش کی کہ کوریا کی جنگ فوراً بند کر دی جائے اور قیدیوں کے تبادلے کے متعلق بات چیت شروع کر دی جائے۔

3 دسمبر۔ فرانسیسی پولیس نے استقلال پارٹی کے بہت سے لیڈروں کو گرفتار کر لیا۔ سلطان مراکش نے کاسابلانکا میں قیام امن کے لیے فرانس کو ہر ممکن مدد دی۔

11 دسمبر۔ صدر ٹرومین نے جنرل آئزن ہاور اور جنرل میکارتھر کو چیلنج کیا کہ کوریا میں جنگ ختم کرنے

کے لیے ان کے پاس کوئی سکیم ہے تو اسے پیش کریں۔ آئزن ہاور، میکارتھر اور ڈلس کے درمیان مشورہ ہوا۔

12 دسمبر۔ عرب اور ایشیا کے نمائندوں نے مطالبہ کیا کہ فرانس تیونس کے معاملے میں حقیقی نمائندوں سے بات چیت کرے۔

16 دسمبر۔ شمالی اوقیانوس کی دفاعی کونسل نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو بحیرۂ روم میں متحدہ بحری فوج کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا۔

17 دسمبر۔ عرب اور ایشیا کے نمائندوں نے تجویز پیش کی کہ فرانس سلطان مراکش سے بات چیت کرے۔ سیاسی کمیٹی نے یہ تجویز رد کر دی۔

18 دسمبر۔ فرانس نے تیونس کے حکمران کو الٹی میٹم دے دیا کہ وہ دو خاص فرمان جاری کرے جن کے ماتحت انتظامی اصلاحات کے متعلق فرانسیسی پروگرام کا آغاز ہو سکے۔ حکمران نے اس کے مطابق عمل کیا۔

20 دسمبر۔ جرمنی کی وزارت اقتصادیات نے اعلان کیا کہ مغربی جرمنی میں اگست اور ستمبر کے درمیان صنعت و حرفت نے 21 فیصد ترقی کی ہے اور 1936ء کے مقابلے میں صنعت و حرفت 67 فیصد بڑھ گئی ہے۔

21 دسمبر۔ روس نے انجمن اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے کہا کہ امریکہ کی فوجوں نے کوریا اور چینی اسیران جنگ کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے، لہٰذا اس کی مذمت ہونی چاہیے۔ یہ تجویز ناکام ہوئی۔

25 دسمبر۔ سٹالن نے اخبار نویسوں کے تحریری سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں امریکہ کے نئے صدر سے جلد ملاقات کے حق میں ہوں، تاکہ دنیا میں اس وقت جو تناؤ ہے، وہ کم ہو جائے اور کوریا میں لڑائی رک جائے۔ فاسٹر ڈلس نے اس کے جواب میں کہا کہ سٹالن جو مستقل تجویز پیش کرے گا، امریکہ میں اس پر غور کیا جائے گا۔ سفارتی تعلقات کے ذریعے سے یا انجمن اقوام متحدہ کے ذریعے سے ہر تجویز ہمارے پاس پہنچ سکتی ہے۔

1953ء میں پیش آنے والے واقعات

4 جنوری۔ تیونس کے قومی ترجمانوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ میونسپل انتخابات کا بائیکاٹ کریں گے، اس لیے کہ فرانسیسی آبادکاروں کو بھی ووٹ کا حق دے دیا گیا ہے، نیز انھوں نے اس امر پر احتجاج کیا کہ میونسپل اصلاحات کا پروگرام ہم پر زبردستی ٹھونسا گیا ہے۔

26 جنوری۔ یونان کے وزیراعظم نے بلقان میں ترکی، یوگوسلافیا اور یونان کے اتحاد کی اہمیت پر خاص زور دیا۔

28 جنوری۔ مغربی جرمنی کے متعلق یہ انکشاف ہوا کہ گزشتہ سال صنعتی ترقیات اور بلند درجہ برآمد کے باعث جرمنی کی مالی حیثیت بہت بلند ہوگئی ہے۔ ساتھ ہی وزیراعظم جرمنی نے کہا کہ اگر یورپ میں اجتماعی دفاع کا کوئی بندوبست نہ ہوا تو امریکہ آہستہ آہستہ مغربی یورپ سے دست کش ہوتا جائے گا۔

12 فروری۔ سوڈان کے متعلق طے ہوگیا کہ فوراً خوداختیاری حکومت نافذ کردی جائے۔ تین سال کے بعد اہل سوڈان اس امر کے مجاز ہوں گے کہ وہ رائے عامہ کے ذریعے سے کامل آزادی حاصل کرلیں یا مصر کے ساتھ شامل ہوجائیں یا کسی اور طریقے پر کاربند ہوجائیں۔

25 فروری۔ یونان، ترکی اور یوگوسلافیا نے دوستی اور ایک دوسرے کی فوجی امداد کے معاہدے پر دستخط کردیئے۔

28 فروری۔ رامون، میگا سائی سائی (Magasaysay)□6 نے صدر جمہوریہ فلپینز کے ساتھ اختلافات کی بناء پر وزارت دفاع سے استعفیٰ دے دیا۔ اختلاف کی بنیاد یہ تھی کہ میگا سائی سائی اس گروہ کے خلاف سختی کی پالیسی کے حق میں نہ تھا جس نے بغاوت کر رکھی تھی اور جو زرعی اصلاحات کا مطالبہ کر رہا تھا۔ خیال ظاہر کیا گیا کہ میگا سائی سائی صدارت کا امیدوار بن جائے گا۔

1 مارچ۔ سٹالن نے چار روز کی علالت کے بعد تہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس کے دفاع کی رگ پھٹ گئی تھی جس سے خون جاری ہوگیا۔ اس کی جگہ جارجی مالنکوف کو حکومت روس کا لیڈر بنایا گیا اور وہ وزراء کی کونسل کا صدر بن گیا۔ مولوٹوف، بیریا، بلگانن اور کاگانووچ وزراء کی کونسل کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ بعدازاں مالنکوف نے کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی صدارت چھوڑ دی اور اس کی جگہ خردشیف مقرر ہوا۔

19 مارچ۔ صدر جمہوریہ امریکہ نے کہا کہ وہ روسی وزیراعظم مالنکوف اور دوسرے لیڈروں سے ملاقات

کرنے اور دنیا میں کشیدگی پیدا کرنے والے مسائل کا مناسب حل سوچنے کے لیے بالکل تیار ہے۔

22 مارچ۔ کینیا میں پولیس اور فوج نے ایک ہی چھاپے میں کوئی اڑھائی ہزار قبائلی گرفتار کیے، جن کا تعلق ماؤ ماؤ کی خفیہ انجمن سے تھا۔ اس وقت تک ککویو قبیلے کے قریباً ڈیڑھ سو مرد، عورتیں اور بچے ماؤ ماؤ کے ہاتھوں مارے جا چکے تھے۔

25 مارچ۔ برما نے انجمن اقوام متحدہ سے درخواست کی کہ چیانگ کائی شیک کی حکومت کو جارحانہ اقدام کا مجرم ٹھہرایا جائے، اس لیے کہ اس نے برما کی سرحد پر کمیونسٹ چین کے خلاف چھاپہ مار جنگ شروع کر رکھی ہے۔ اس حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ سرحد پر برمی علاقے میں جو بارہ ہزار فوج بیٹھی ہے، اسے بین الاقوامی قانون کے تحت ہتھیار ڈالنے اور نظر بندی قبول کر لینے کا حکم دیا جائے۔ چیانگ کائی شیک کی حکومت نے یہ نہیں کیا۔

7 اپریل۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس اور روس کے نمائندے قریباً دو سال کے بعد اس غرض سے جرمنی میں جمع ہوئے کہ تقسیم شدہ ملک کی فضا میں اڑنے والے ہوائی جہازوں پر حملوں کا خطرہ کم کرنے کے ذرائع پر غور کیا جائے۔

اسی روز داغ ہیمر شول اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا سیکرٹری چنا گیا۔ یہ سویڈن کا باشندہ ہے۔ ستاون ووٹ اس کے حق میں آئے، صرف ایک ووٹ اس کے خلاف تھا۔

9۔اپریل۔ مغربی جرمنی کے وزیراعظم کو حکومت امریکہ نے یقین دلایا کہ دفاع یورپ کے اجتماعی میثاق پر دستخط ہوتے ہی جرمنی کے لیے اسلحہ کا انتظام کر دیا جائے گا۔

16۔اپریل۔ انجمن اقوام متحدہ نے اس سے اتفاق کیا کہ کوریا میں متارکہ کی گفتگو از سر نو شروع کر دی جائے اور جو قیدی اپنے اصل ملک میں واپس نہ ہونا چاہیں، انھیں کسی غیر جانب دار قوم، مثلاً سوئٹزر لینڈ کی نگرانی میں دے دیا جائے۔

19۔اپریل۔ کوریا میں بیمار اور مجروح قیدیوں کا تبادلہ شروع ہو گیا۔

2 مئی۔ فیصل دوم شاہ عراق نے اپنی اٹھارہویں سالگرہ کے دن پورے اختیارات سنبھال لیے اور چودہ سال کے بعد اس کے ماموں امیر عبداللہ کی نیابت ختم ہوئی۔ اسی روز حسین شاہ اردن نے اپنی عمر کے اٹھارہ سال پورے کیے اور بادشاہ کا حلف اٹھایا۔

12 مئی۔ برطانیہ کے سابق وزیراعظم ایٹلی نے کہا کہ امریکہ کے بعض کاروباری ادارے کوریا میں متارکہ کے خواہاں معلوم ہوتے ہیں۔ اس نے مزید کہا کہ امریکہ کے مسلک میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن

پر نکتہ چینی ہو سکتی ہے۔

13 مئی۔امریکہ کی وزارت نے اعلان کیا کہ امریکہ روسی لیڈروں سے اس وقت تک ملاقات نہیں کرنا چاہتا جب تک ان میں صلح کے لیے خلوص کا ثبوت نہ ملے۔

18 مئی۔ترکی پارلیمنٹ نے یوگوسلافیا اور یونان کے ساتھ بلقانی میثاق کی بالاتفاقی حمایت کی۔

25 مئی۔اقوام متحدہ کی طرف سے کوریا کے کمیونسٹوں کے سامنے ایک نئی خفیہ تجویز پیش کی گئی۔ انھوں نے درخواست کی کہ اس تجویز کے مطالعے کے لیے سات دن کی مہلت دی جائے۔ چنانچہ مہلت دے دی گئی۔ جنوبی کوریا کے نمائندے نے اس سے سخت اختلاف کیا اور کہا کہ وہ متارکہ کی گفتگو میں شامل نہیں ہوگا۔

26 مئی۔صدر امریکہ نے کہا کہ نئی تجویز منصفانہ ہے اور ہمارے سب ساتھی اس کی حمایت کر رہے ہیں اور امریکی پارلیمنٹ کی دونوں پارٹیوں کی اکثریت اس کے حق میں ہے۔ کسی جنگ قیدی کو جبراً مبادلے میں شامل نہ کیا جائے گا۔اور قیدیوں کو گرفتار رکھنے کے لیے ایک میعاد مقرر ہو جانی چاہیے۔

27 مئی۔جنوبی کوریا نے اعلان کیا کہ نئی تجویز کا مطلب ہے کہ کمیونسٹوں کے سامنے سر جھکا دیا جائے۔ اگر اس تجویز پر صلح ہوئی، تو جنوبی کوریا بہ وقت ضرورت تنہا لڑے گا۔ یہ تجویز واپس لے لینی چاہیے، بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ اگر اسے مان لیا گیا تو جنوبی کوریا کی فوج کو انجمن اقوام متحدہ کی کمان سے باہر نکال لیا جائے گا، تا کہ وہ بہ طور خود ہر اقدام کر سکے۔

یکم جون۔نیوزی لینڈ کا کوہ پیما ہلاری اور اس کا مقامی رہبر تن سنگھ ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی پر جا پہنچے

2 جون۔انڈونیشیا کی ملی جلی حکومت نے زرعی اصلاحات کے پروگرام کی مخالفت کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا۔

اسی روز الزبتھ دوم ملکہ برطانیہ کی تاج پوشی ہوئی اور اسے کامن ویلتھ کی سات قوموں کا محض رسمی سرخیل مانا گیا۔

3 جون۔مغربی جرمنی اور امریکہ کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط ہوئے، جس کے مطابق ہٹلر سے پیشتر کے دور کے دوستانہ تعلقات اور تجارتی اور سفارتی حقوق بحال ہو گئے۔

9 جون۔جنوبی کوریا کی اسمبلی نے متارکہ کی نئی تجویز رد کر دی اور اعلان کیا کہ اگر اس کے مطابق متارکہ ہو تو کوریا کے اتحاد کے لیے شمالی سمت میں پیش قدمی کی تیاری کرنی چاہیے۔

17 جون۔جنوبی کوریا کے افسروں نے انجمن اقوام متحدہ کے افسروں کو اطلاع دیئے بغیر شمالی کوریا

کے ہزاروں قیدی رہا کر دیئے۔

15 جولائی۔ مشرقی جرمنی کی حکومت نے مغربی جرمنی کی حکومت کے سامنے تجویز پیش کی کہ دونوں حصوں کے نمائندے پورے جرمنی کے لیے آزادانہ انتخابات کے مسئلے پر گفتگو کریں۔

25 جولائی۔ پاکستان اور ہندوستان کے وزراءاعظم کراچی میں اس غرض سے جمع ہوئے کہ تین اہم مسئلوں کا فیصلہ کریں جو گزشتہ چھ سال سے باہمی امن کے لیے خطرناک بنے ہوئے ہیں، یعنی مسئلہ کشمیر، اقلیتوں کے حقوق کا مسئلہ اور متروکہ جائدادوں کا مسئلہ۔

28 جولائی۔ امریکہ کا سیکرٹری ڈلس جنوبی کوریا کے صدر سے ملنے کے لیے تیار ہو گیا، تاکہ کوریا کی حفاظت کے میثاق پر گفتگو کرے۔ جنوبی کوریا کے صدر نے متارکہ کو ایک افسوس ناک دستاویز اور ایک عارضی تدبیر قرار دیا۔

5 اگست۔ جنوبی کوریا کے صدر اور ڈلس نے باہمی دفاع کے معاہدے پر دستخط کیے۔

8 اگست۔ روس کے وزیر اعظم مالنکوف نے اعلان کیا کہ ہائڈروجن بم کی تیاری امریکہ کا اجارہ نہیں رہی۔

14۔ اگست۔ مراکش کے تین سولیڈروں نے سلطان محمد بن یوسف کو تخت سے اتار کر اس کے چچا مولائے محمد بن عرفہ کو سلطان بنانے کی تحریک شروع کی، چنانچہ بربریوں نے بغاوت کر کے سلطان کو مذہبی قیادت سے الگ کر دیا۔

18۔ اگست۔ روس نے تجویز پیش کی کہ مشرق بعید کے معاملات پر غور کرنے کے لیے جو سیاسی کمیٹی بنائی جا رہی ہے، اس میں پولینڈ، برما، سویڈن اور ہندوستان کو بھی شامل کیا جائے۔ امریکہ نے اعلان کیا کہ وہ ہندوستان کی مشرق بعید کی سیاسی کانفرنس میں شمولیت کی مخالفت کرے گا۔

20 اگست۔ سلطان محمد بن یوسف کو جلاوطن کر کے جارسیکا بھیج دیا گیا اور اس کی جگہ سدی محمد بن عرفہ کو سلطان بنا لیا گیا۔

6 ستمبر۔ مغربی جرمنی کے وزیر اعظم نے امریکہ اور متحدہ یورپ سے مل جل کر رہنے کی پالیسی کی بناء پر رائے عامہ حاصل کی تو اسے بھاری کامیابی حاصل ہوئی۔

9 ستمبر۔ کوریا میں قیدیوں کا مبادلہ پورا ہو گیا۔ بائیس ہزار چھ سو کمیونسٹ قیدیوں نے شمالی کوریا واپس جانے سے انکار کر دیا۔

15 ستمبر۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ مسز وجے لکشمی پنڈت (ہندوستان) کو

اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا۔اسمبلی میں یہ قرارداد پیش ہوئی کہ اس سال کے آخر تک کمیونسٹ چین کی ممبری کا مسئلہ زیر غور نہ آنا چاہیے۔چوالیس ووٹ اس کے حق میں تھے اور دس ووٹ اس کے خلاف آئے۔

26 ستمبر۔امریکہ نے ہسپانیہ میں بحری اور ہوائی مرکز قائم کرنے کے لیے حقوق حاصل کیے۔

8 اکتوبر۔برطانیہ اور امریکہ نے فیصلہ کیا کہ پورا ٹریسٹ حلقہ نمبر الف اٹلی کو واپس کر دیا جائے۔حلقہ نمبر ب یوگوسلافیا کے پاس رہے۔مارشل ٹیٹو صدر یوگوسلافیا نے اس کی سخت مخالفت کی اور دھمکی دی کہ یوگوسلافیا کی فوجیں حلقہ نمبر الف میں داخل ہو جائیں گی۔ساتھ ہی گفت وشنید کی تجویز پیش کی،اگرچہ یہ بھی کہا کہ اگر حلقہ نمبر الف اٹلی کو دے دینا منظور ہے،تو گفتگو بے کار ہے۔

12 اکتوبر۔یونان نے امریکہ کو متعدد بحری اور ہوائی مرکز دینے پر اتفاق کر لیا۔

15 اکتوبر۔چرچل کو 1953ء کے لیے ادبیات کا نوبیل پرائز ملا۔

اسی تاریخ کو اردن نے اسرائیلی فوج پر یہ الزام لگایا کہ اس نے ایک سرحدی گاؤں میں بیالیس آدمی قتل کر دیئے ہیں۔

18 اکتوبر۔حکومت برطانیہ نے ایک اعلان شائع کیا جس میں اردن کے خلاف اسرائیل کے مسلح حملے پر سخت تشویش کا اظہار کیا گیا۔حکومت امریکہ نے اس حملے کو دردناک قرار دیا۔اعلان ہو گیا کہ امریکہ سے اسرائیل کو جو اقتصادی امداد جاری تھی وہ ملتوی کی جاتی ہے،اس لیے کہ اسرائیل دریائے اردن پر پن بجلی کے منصوبے کے متعلق کام روکنے پر آمادہ نہیں ہوا۔اسرائیل نے مطالبہ مان لیا تو امریکہ نے امداد از سر نو جاری کر دی۔

یکم نومبر۔شاہ اردن نے اعلان کیا کہ اسرائیل کے ساتھ عرب حکومتیں کبھی صلح نہ کریں گی اور دریائے اردن سے فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں اسرائیل سے تعاون ہو ہی نہیں سکتا۔

2 نومبر۔پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے اعلان کیا کہ پاکستان کی حکومت اسلامی جمہوری حکومت ہوگی،مگر کامن ویلتھ کو ترک نہ کیا جائے گا۔

نومبر میں فلپینز کے صدر کا انتخاب ہوا،جس میں میگا سائی سائی کامیاب ہوا اور 30 دسمبر کو اس نے اپنے عہدے کا کاروبار سنبھال لیا۔

2 دسمبر۔ہندوستان اور روس کے درمیان باہم تجارت کا معاہدہ ہوا۔

5 دسمبر۔یوگوسلافیا نے اٹلی کے ساتھ سمجھوتا کر لیا اور ٹریسٹ کی متنازعہ فیہ حد سے فوجیں ہٹا لیں۔

16 دسمبر۔صدر امریکہ نے اعلان کیا کہ اگر یورپ میں اجتماعی دفاع کا نظام قائم نہ کیا گیا تو امریکہ

کے قانون کے مطابق فوجی امداد میں لازماً تخفیف ہوگی۔

21 دسمبر۔ ایران کی فوجی عدالت نے سابق وزیراعظم مصدق کو بغاوت انگریزی کے تمام الزامات کا مجرم ٹھہرایا، مگر بادشاہ کی طرف سے نرمی کی اپیل پر صرف تین سال قید تنہائی کی سزا دی۔

23 دسمبر۔ روس کے نائب وزیراعظم بیریا پر غداری کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ ماسکو کے اعلان کے مطابق روس کی عدالت عالیہ نے اس کے لیے موت کی سزا تجویز کی۔ چنانچہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو گولی ماردی گئی۔

1954ء میں پیش آنے والے واقعات

8 جنوری۔ جنوبی کوریا کی حکومت نے کمیونسٹوں اور جاپان، دونوں کے متعلق امریکہ کی روش پر نکتہ چینی کی، نیز کہا کہ امریکہ ہمیں امداد نہیں دے رہا۔

19 جنوری۔ فرانسیسی حکومت نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ سدی محمد بن عرفہ نئے سلطان مراکش کو ہسپانوی حلقے میں سلطان تسلیم نہ کیا جائے گا۔ تطوان میں سیاسی اور مذہبی لیڈروں کا ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں مطالبہ کیا گیا کہ مراکش کے ہسپانوی حلقے کو باقی ملک سے الگ کر دیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ فرانس کے ساز باز کے ذریعے سے جائز سلطان کو معزول کرایا۔ اسے اپنی مرضی کے مطابق سلطان تجویز کرنے کا کوئی حق نہیں۔

22 جنوری۔ فرانس نے حکومت ہسپانیہ سے زبردست احتجاج کیا کہ جس سلطان کو فرانسیسی امداد دے رہے ہیں، اس کے متعلق ہسپانوی مراکش میں عرب لیڈروں نے مخالفانہ فیصلہ کیا ہے۔

اسی روز میڈرڈ اور ہسپانیہ کے دوسرے شہروں میں طلباء نے مظاہرے کیے اور نعرے لگائے "برطانیہ مردہ باد۔ جبل طارق ہمیں واپس کیا جائے"۔

25 جنوری۔ چار بڑی طاقتوں کے وزراء خارجہ کی ایک کانفرنس برلین میں شروع ہوئی۔

8 مارچ۔ جاپان اور امریکہ کے درمیان دفاعی معاہدہ ہوا جس کے مطابق امریکہ نے جاپان کو ساز و سامان جنگ اور اسلحہ سازی کی صنعت میں، نیز خوراک وغیرہ کے لیے دس کروڑ ڈالر دینے کا فیصلہ کیا۔

18 مارچ۔ امریکہ میں اعلان کیا گیا کہ یکم مارچ کو پہلے ہائیڈروجن بم کا تجربہ کیا گیا تھا۔ جو ایٹم بم ناگاساکی پر گرایا گیا تھا، اس کے مقابلے میں ہائیڈروجن بم کی تباہ کاری صدہا گنا زیادہ ہے اور اس کا دھچکا ایک سو چھہتر میل تک محسوس کیا گیا۔

25 مارچ۔ مشرقی جرمنی کی حکومت کو روس نے پورے اختیارات دے دیئے، قبضے کے خاتمے کا اعلان کر دیا، مگر حفاظت کی غرض سے فوج عارضی طور پر وہیں رکھی۔

یکم اپریل۔ امریکہ کے سینٹ نے ایلاسکا اور ہوائی جہاز کے لیے ریاستوں کا درجہ منظور کر لیا۔

14 اپریل۔ برطانیہ نے اعلان کیا کہ جب تک روس کی طرف سے خطرہ باقی ہے، برطانیہ اپنی فوجیں یورپ میں رکھے گا اور مجوزہ یورپی فوج کے لیے ایک بکتر بند ڈویژن دے گا۔

22 اپریل۔ امریکہ کے ہوائی جہاز فرانس کی کمکی فوج ہند چینی پہنچا رہے تھے، ہندوستان نے انھیں

اپنی فضا میں سے گزرنے اور کسی مقام پر اترنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

2 مئی۔ ترکی میں انتخابات ہوئے۔ جلال بایار صدر جمہوریہ کی جمہوری پارٹی کو انتہائی کامیابی حاصل ہوئی۔

اردن کی وزارت نے اس بنا پر استعفیٰ دے دیا کہ وہ اسرائیل سے متارکہ کی گفتگو کے لیے تیار نہیں۔ برطانیہ اور امریکہ چاہتے تھے کہ گفتگو کی جائے۔

8 مئی۔ ویٹ منہ کے لیڈر نے اعلان کیا کہ ہم فرانس سے گفت و شنید کے لیے تیار ہیں، بہ شرطیکہ یہ آزادی اتحاد اور جمہوری اصول کے لیے ہو۔

11 مئی۔ امریکہ کے وزیر ڈلس نے اعلان کیا کہ ہند چینی کو جنوبی مشرقی ایشیا میں بڑی اہمیت حاصل ہے، مگر جنوبی و مشرقی ایشیا کو کمیونسٹوں کے اقتدار سے بچانے کے لیے ہند چینی کا وجود ناگریز نہیں۔ امریکہ جنوبی و مشرقی ایشیا کے دفاع کے لیے اتحاد کی فکر میں ہے۔

آئر لینڈ میں ڈی ویلرا کی پارٹی کو شکست ہوئی اور وہاں ملی جلی حکومت بنائی گئی۔

19 مئی۔ صدر امریکہ نے اعلان کیا کہ اگر آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور دوسری ایشیائی قومیں جنوبی و مشرقی ایشیا کے دفاع کے لیے تیار ہو گئیں تو امریکہ برطانیہ کی شمولیت کا انتظار نہ کرے گا۔

20 مئی۔ ہسپانیہ کی حکومت نے پھر یہ دعویٰ دہرایا کہ چرچل نے دوران جنگ میں جبل طارق کی واپسی کا وعدہ کیا تھا۔ چرچل نے اس کی تردید کی۔

25 مئی۔ مراکش میں ایک بم پھٹا، جس میں ایک فرانسیسی سپاہی مارا گیا اور اکتالیس آدمی زخمی ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بم سبک دوش ہونے والے گورنر جنرل کے لیے تھا۔

4 جون۔ فلپینز اور تھائی لینڈ کی حکومتوں نے احتجاج کیا کہ واشنگٹن میں جنوبی و مشرقی ایشیا کی فوجی حیثیت کے متعلق جو گفت و شنید ہو رہی ہے، اس میں ہمیں شریک نہیں کیا گیا۔

5 جون۔ اعلان ہوا کہ امریکہ کی طرف سے آئندہ بارہ مہینے میں ترکی کو بیس کروڑ ڈالر کی قیمت کا فوجی سامان دیا جائے گا۔

11 جون۔ قاہرہ سے اعلان ہوا کہ مصر اور دولت سعودیہ کے درمیان عرب حکومتوں کے مشترکہ دفاع کے لیے سمجھوتا ہو گیا ہے اور دونوں ملکوں کی فوجیں ایک کمان میں رہیں گی۔

27 جون۔ چین کے وزیر اعظم چو این لائی نے نئی دہلی میں اعلان کیا کہ ہمارا ملک تمام ایشیائی ملکوں سے تعاون کے لیے تیار ہے۔ اس نے کہا کہ انقلاب برآمد کی جنس نہیں اور کسی ملک کے باشندوں کی رائے

کے خلاف بیرونی مداخلت کی اجازت کسی کو نہیں دی جا سکتی۔

28 جون۔صدر امریکہ اور چرچل نے اعلان کیا کہ وہ جنوبی و مشرقی ایشیا کے دفاع کے متبادل نظام تیار کر رہے ہیں۔

پنڈت نہرو اور چو این لائی نے اعلان کیا کہ ہند چینی میں جنگ ختم کرنے کا نصب العین یہ ہونا چاہیے کہ وہاں آزاد، جمہوری اور خود مختاری حکومتیں بن جائیں، جو نہ تو جارحانہ مقاصد کے لیے استعمال ہوں اور نہ بیرنی مداخلت کا تختہ مشق بَن سکیں۔

9 اگست۔یوگوسلاویا، یونان اور ترکی نے بیس سال کے لیے اتحاد، سیاسی تعاون اور ایک دوسرے کی امداد کے معاہدے پر دستخط کیے۔

8 ستمبر۔منیلا (فلپائن) میں جنوبی و مشرقی ایشیا کے اجتماعی دفاع کے عہد نامے پر دستخط ہو گئے۔

20 ستمبر۔فرانس نے اس شرط پر مغربی جرمنی کو مغربی یورپ کے دفاع میں شامل کرنے پر آمادگی ظاہر کی کہ برطانیہ بھی اس اتحاد میں شامل ہو جائے۔

21 ستمبر۔جنرل اسمبلی کا نواں اجلاس شروع ہوا اور امریکہ کی یہ قرارداد منظور ہوئی کہ کمیونسٹ چین کی ممبری کا مسئلہ ملتوی رکھا جائے۔پینتالیس ووٹ اس کے حق میں اور گیارہ اس کے خلاف تھے۔

3۔اکتوبر۔نو قوموں کے مدبر لندن میں جمع ہوئے۔ان کا مقصد یہ تھا کہ مغربی جرمنی کو سیاسی اور فوجی اعتبار سے مغربی یورپ میں ضم کر لیا جائے۔برسلز کے معاہدے کو وسعت دے کر جرمنی اور اٹلی کو بھی متحدہ یورپ میں شامل کر لیا جائے۔ساتھ ہی مغربی جرمنی کی حکومت کو یقین دلایا گیا کہ بہت جلد اسے پورے اختیارات حاصل ہو جائیں گے۔

5۔اکتوبر۔یوگوسلاویا اور اٹلی کے نمائندوں نے ٹریسٹ کے معاہدے پر دستخط کر دیئے اور نو سال کے بعد یہ جھگڑا ختم ہو گیا۔حلقہ نمبر 1 مع شہر اٹلی کو مل گیا۔یوگوسلاویا کے حلقے میں مزید علاقے کا اضافہ کر دیا گیا۔

7۔اکتوبر۔حکومت پاکستان کا وزیر خارجہ (چودھری ظفر اللہ خاں) بین الاقوامی عدالت کا جج مقرر ہوا۔

11۔اکتوبر۔روس نے پورٹ آرتھر کے بحری مرکز کو آئندہ جون میں خالی کر دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ شرط یہ لگائی کہ کمیونسٹ چین وہاں صنعت و حرفت کی ترقی کے لیے خاصی رقم کا انتظام کر دے۔

26 اکتوبر۔تحریک اخوان کے ایک ممبر نے مصر کے وزیر اعظم جمال عبدالناصر پر قاتلانہ حملہ کیا، جو

ناکام رہا۔

30 اکتوبر۔صدر جمہوری امریکہ نے پچاسی لاکھ پچاسی ہزار ڈالر کی غذائی جنسیں یورپ بھیجیں کہ یہ ان لوگوں پر خرچ کردی جائیں، جنھیں گزشتہ سیلابوں اور طغیانیوں میں نقصان پہنچا۔

یکم نومبر۔کوریا میں تعمیر نو کے لیے انجمن اقوام متحدہ نے اکیس کروڑ ڈالر کی رقم کا وعدہ کیا تھا، لیکن 1954ء میں (ستمبر تک) صرف بارہ کروڑ تیس لاکھ ڈالر کی رقم پہنچی۔اس لیے نہ سال کا پروگرام پورا ہوسکا، نہ 1955ء کے لیے کام شروع کرنے کا کوئی انتظام تھا۔

3 نومبر۔برطانیہ کے ایک ہوائی جہاز پر گولی چلانے سے جو نقصان پہنچا تھا، اس کے لیے چین نے دس لاکھ ستائیس ہزار چھ سو ڈالر ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔

5 نومبر۔برما اور جاپان کے درمیان معاہدہ ہوگیا اور حالت جنگ ختم ہوئی۔

2 دسمبر۔چیانگ کائی شیک کی حکومت اور امریکہ میں باہمی دفاع کا معاہدہ ہوا۔

11 دسمبر۔اقوام متحدہ کے سیکرٹری نے وزیراعظم چین سے ملاقات کے لیے کہا، تاکہ انجمن اقوام کے ان قیدیوں کی رہائی کے لیے گفتگو کی جائے، جو کوریا کی جنگ میں شریک تھے۔یہ گیارہ امریکی ہواباز تھے۔ وزیراعظم چین نے ملاقات پر آمادگی ظاہر کی۔

21 دسمبر۔امریکہ کے وزیر ڈلس نے شمالی اوقیانوس کی کونسل کے اجلاس منعقدہ پیرس میں شرکت کی اور کہا کہ اگر مغربی یورپ پر حملہ ہوا تو غالباً جوہری اسلحہ جات بھی استعمال کیے جائیں گے۔

1955ء میں پیش آنے والے واقعات

4 جنوری۔ جزائر مارشل میں ایٹم بم کے متعلق جو تجربات بہ ماہ مارچ 1954ء کیے گئے تھے، ان کے نقصانات کی تلافی کے لیے امریکہ نے بیس لاکھ ڈالر کی رقم جاپان کو ادا کی۔

5 جنوری۔ انجمن اقوام متحدہ کے سیکرٹری نے چین کے وزیر اعظم سے ملاقات کی اور گیارہ امریکی ہوا بازوں کے مسئلے پر گفتگو ہوئی، جو چین میں قید تھے۔ سیکرٹری نے بعد میں بیان کیا کہ گفتگو کا مقصد صرف صحیح حالات جاننا تھا۔ اگر امریکہ اور چین کے درمیان تناؤ میں کمی ہوگئی تو امید ہے کہ اسیر ہوا باز رہا کر دیئے جائیں گے۔

10 جنوری۔ مغربی جرمنی کے وزیر آبادکاری نے بیان کیا کہ 184198 جرمنی مشرقی جرمنی سے مغربی جرمنی آئے اور سات ہزار یہاں سے مشرقی جرمنی گئے۔

16 جنوری۔ مصری حکومت نے کہا کہ عراق نے ترکی سے جو عہد نامہ کیا ہے، وہ جمعیت عرب کے لیے خطرے کا باعث ہے۔ مصر نے تمام عرب ملکوں کے وزراء اعظم کو قاہرہ بلایا، تاکہ اس نازک صورت حال پر غور کیا جائے۔

21 جنوری۔ انجمن اقوام کے مرکز سے اعلان ہوا کہ حکومت چین نے اسیر ہوا بازوں کے رشتے داروں کو ملاقات کی اجازت دے دی ہے۔

25 جنوری۔ روس نے جرمنی کے ساتھ حالت جنگ رسمی طور پر ختم کر دی۔

28 جنوری۔ جمعیت متحدہ عرب (عرب لیگ) نے مصر و عراق کے جھگڑے کے متعلق فریقین کے لیے قابل قبول قرارداد مصالحت مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنا دی۔

حکومت برطانیہ نے کینیا میں عفو عام کا اعلان کیا تو ماؤ ماؤ کے دو لیڈروں نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ مشرقی افریقہ کے گورنر کے ایک اعلان میں مندرجہ ذیل اعداد پیش کیے گئے۔

ماؤ ماؤ مقتول	ماؤ ماؤ گرفتار	ماؤ ماؤ معافی طلب
7811	1193	828

یہ اٹھائیس مہینے کے اعداد ہیں۔ اس دوران میں تیس یورپین، انیس ایشیائی اور ایک ہزار تین سو سولہ کارکنان نظم و نسق ماؤ ماؤ کے ہاتھوں مارے گئے۔

8 فروری۔ روس کے وزیر اعظم مالنکوف نے استعفیٰ دے دیا اور بلگانن وزیر اعظم ہوا۔ مارشل زوکاف

کو وزیر دفاع بنایا گیا۔

17 فروری۔ حکومت برطانیہ نے اعلان کیا کہ وہ بھی ہائیڈروجن بم بنا سکتی ہے۔

22 فروری۔ جنوبی و مشرقی ایشیا کے دفاع میں جو ملک شریک ہوئے تھے، یعنی امریکہ، برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا، فلپینز، پاکستان، نیوزی لینڈ اور تھائی لینڈ، ان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس بنکاک میں شروع ہوئی، جو اس دفاعی نظام کا مرکز قرار پایا تھا۔

24 فروری۔ ترکی اور عراق نے بغداد میں باہم دفاع کا معاہدہ کیا۔

28 فروری۔ امریکہ کے محکمہ مردم شماری نے اعلان کیا کہ یکم جنوری کے اندازے کے مطابق جمہوریہ امریکہ کی آبادی 16,39,30,000 تھی۔ سال بہ سال اضافوں پر نظر رکھی جائے تو سب سے زیادہ اضافہ 1954ء میں ہوا، یعنی 28,23,000۔

13 مارچ۔ امریکہ کے محکمہ خارجہ نے اعلان کیا کہ چیانگ کائی شیک کی حکومت کو فارموسا کی حفاظت کے لیے چار کروڑ اسی لاکھ ڈالر کی رقم، مقررہ رقم سے زیادہ دی جا رہی ہے۔

16 مارچ۔ دوران جنگ میں جو کانفرنس چرچل، روز ویلٹ اور سٹالن کے درمیان یالٹا (کریمیا، روس) میں ہوئی تھی، دس سال کے بعد اس کی کاروائی کے نوٹ شائع کر دیئے گئے۔ چرچل نے کہا کہ ان میں سخت غلطیاں ہیں۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو میں اپنے ووٹ شائع کر دوں گا۔ چرچل نے وزارت عظمیٰ سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کی عمر اسی سال کی ہو گئی تھی۔ ملکہ نے اسے امیری کا منصب دینا چاہا، چرچل نے شکریہ کے ساتھ یہ پیشکش واپس کر دی۔ ایڈن برطانیہ کا نیا وزیر اعظم ہوا ہے۔

18۔ اپریل۔ افریقہ اور ایشیا کی انتیس قوموں کے نمائندوں کی کانفرنس انڈونیشیا میں شروع ہوئی۔ اس میں تجارتی معاملات کے سوا کوئی اہم چیز طے نہ ہو سکی۔

مشہور سائنس اور ریاضی دان ڈاکٹر ایلبرٹ آئن سٹائن نے امریکہ میں وفات پائی۔ اس کی وفات رگ پھٹنے کے باعث ہوئی۔ اسی نے نظریہ اضافیت مرتب کیا تھا، جس کی وجہ سے ایٹم کو توڑنے کا راز منکشف ہوا۔

21 اپریل۔ فرانس کے وزیر اعظم اور ٹیونس کے قومی لیڈر حبیب بورقیبہ کے درمیان معاہدہ ہو گیا، جس کے مطابق ٹیونس کو داخلی آزادی مل گئی۔

30 اپریل۔ ایک انقلابی کمیٹی نے اعلان کر دیا کہ باؤدائی ویت نام کا صدر نہیں رہا۔

5 مئی۔ مغربی جرمنی کی وفاقی حکومت کو پورے اختیارات دے دیئے گئے۔

15 مئی۔امریکہ، برطانیہ،فرانس اور روس کے وزراء خارجہ نے آسٹریا کے ساتھ معاہدے پر دستخط کر دیئے اور آسٹریا کی آزادی بحال ہوگئی۔

16 مئی۔پاکستان اور ہندوستان کے نمائندے سرحدی کشمکشوں کو ختم کرنے کے لیے پروگرام پر متفق ہو گئے۔

24 مئی۔مغربی جرمنی میں مزدوروں کی کمی تھی،اس وجہ سے اٹلی کے ساتھ معاہدہ کر کے وہاں سے مزدور لے لیے گئے۔

7 جون۔حکومت روس نے مغربی جرمنی کے وزیراعظم کو ماسکو بلایا،تاکہ سیاسی اور تجارتی تعلقات کے متعلق بات چیت ہو سکے۔

15 جون۔جمہوریہ فلپینز نے اس امر پر اتفاق کرلیا کہ جاپان پچاس کروڑ ڈالر کی رقم بطور تاوان ادا کرے اور پچیس کروڑ ڈالر کی رقم ارتقائی سکیموں میں لگائے۔اس طرح دوران جنگ کے نقصانات کی تلافی ہو جائے گی۔ فلپینز نے 1948ء میں جس رقم کا مطالبہ کیا تھا،اس میں سے دس فیصد پر راضی ہو گیا۔

9 جولائی۔دنیا کے نومشہور سائنس دانوں نے جن میں سے سات کو نوبل پرائز مل چکا تھا،قوموں سے اپیل کی کہ ہائیڈروجن بم کو استعمال نہ کرنے کا حلف اٹھاؤ،اس لیے کہ اس کا استعمال انسانیت کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔

15 جولائی۔مراکش میں سخت فسادات شروع ہو گئے۔صرف کاسابلانکا میں چوبیس گھنٹوں میں سترہ آدمی مارے گئے۔ان میں سے آٹھ یورپی تھے۔

یکم اگست۔امریکہ اور چین کے نمائندوں کے درمیان جنیوا میں گفتگو شروع ہوئی، تاکہ امریکی شہریوں کو رہا کرایا جاسکے۔حکومت چین نے گیارہ امریکی ہوابازوں کو رہا کر دیا تھا،جنھیں جاسوسی کے الزام میں قید کیا گیا تھا۔

6۔اگست۔امریکہ نے جاپان میں ہوائی جہازوں کے لیے مرکز بنانے کا سمجھوتا کرلیا۔

7۔اگست۔مسٹر محمد علی بوگرا نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور چودھری محمد علی نے 11۔اگست کو وزارت بنائی۔

8۔اگست۔ایٹمی قوت کے امن پرور استعمال کے سلسلے میں پہلی بین الاقوامی کانفرنس جنیوا میں شروع ہوئی۔

11۔اگست۔فلپینز کی پارلیمنٹ نے اپنے صدر مگ سائی سائی کو اختیار دے دیا کہ بڑی بڑی

جاگیروں کو توڑ کر زمین کاشت کاروں کو دے دی جائے۔

12۔اگست۔سوڈان کی پارلیمنٹ نے برطانیہ اور مصر سے درخواست کی کہ وہ نوے دن کے اندر اندر اپنی فوجیں سوڈان سے باہر نکال لیں۔برطانیہ کی فوج نو سو تھی اور مصر کی پانچ سو۔دونوں نے 12 نومبر تک اپنی فوجیں نکال لینے کا اقرار کیا۔

6 ستمبر۔حکومت چین نے اعلان کر دیا کہ وہ بارہ نظر بند امریکی شہریوں کو اجازت نامے دے دے گی۔برطانیہ نے قبرص کو خود اختیار حکومت دینے کا وعدہ کیا۔استنبول میں ہزاروں ترکوں نے یونانیوں کے خلاف مظاہروں میں حصہ لیا۔

7 ستمبر۔انجمن اقوام متحدہ نے متارکہ کے لیے جو مجلس بنائی تھی،اس کے صدر نے سفارش کی کہ مصر اور اسرائیل کے درمیان گیارہ سو گز چوڑا ایک علاقہ ایسا ہونا چاہیے جو بالکل غیر مصافی ہو۔اسی طرح سرحدی کشمکش روکی جا سکتی ہے۔

8 ستمبر۔مغربی جرمنی کا وزیر اعظم اپنے وزیر خارجہ کو ساتھ لے کر گفتگو کے لیے ماسکو پہنچا اور پانچ دن تک بات چیت ہوتی رہی۔جرمن قیدیوں کی رہائی اور جرمنی کے اتحاد کے مسائل زیر غور آئے۔وزیر اعظم جرمنی نے کہا کہ 9626 جرمن روس میں قید ہیں۔انھیں چھوڑ دینے کا وعدہ کر لیا گیا۔بلگانن نے کہا کہ ایک لاکھ روسی شہری مغربی جرمنی میں موجود ہیں۔

29 ستمبر۔انجمن اقوام کی جنرل اسمبلی میں الجزائر کے متعلق حالات کی تحقیقات کا مطالبہ پیش ہوا۔اٹھائیس ووٹ اس کے حق میں آئے اور ستائیس خلاف تھے۔عربی ممالک،روس اور اس کے ساتھیوں،نیز چھوٹی قوموں نے اس کے حق میں ووٹ دیئے۔

10۔اکتوبر۔شمالی اوقیانوس کے معاہدے میں شریک ہونے والے ملکوں کی ایک کانفرنس پیرس میں ہوئی۔فوجی منصوبہ بندی کے لیے جو کمیشن بنایا گیا تھا،اس کے صدر نے کہا کہ روس کا فوجی خطرہ مغربی یورپ کے لیے جتنا اب ہے اتنا کبھی نہ تھا۔

روس نے اعلان کیا کہ وہ تمام پس ماندہ عرب اور ایشیائی ملکوں کو صنعتی،زرعی اور فنی ساز و سامان اور امداد دینے کے لیے تیار ہے۔

11۔اکتوبر۔اسرائیل نے امریکہ سے درخواست کی کہ ہمیں اتنا ہی سامان دیا جائے جتنا روسی بلاک کی طرف سے مصر کو مل رہا ہے۔

14۔اکتوبر۔کولمبو نے منصوبے میں شریک ہونے والی قوموں کے نمائندوں کا ایک اجتماع نئی دہلی

میں ہوا۔اس میں بتایا کہ ایشیا کو سب سے زیادہ ضرور ماہرین فن کی ہے جو اپنا علم دوسروں تک پہنچا سکیں۔

20۔اکتوبر۔مصر اور شام کے درمیان باہمی دفاع کے لیے معاہدہ ہو گیا۔

یکم۔نومبر۔برما کے وزیر اعظم نے ماسکو پہنچ کر اعلان کیا کہ افریقہ اور ایشیا کی کانفرنس کا جو آئندہ اجلاس ہوگا، اس میں روس کو بھی بلانا چاہیے۔

5 نومبر۔فرانس نے سلطان مراکش محمد بن یوسف کو معزول کر کے خاندان کے ایک فرد کو گدی پر بٹھا دیا تھا، اس پر اہل مراکش نے ہنگامے شروع کر دیئے، جو برابر جاری رہے، آخر 5 نومبر کو فرانس نے محمد بن یوسف کو سلطان مراکش تسلیم کر لیا، اور وہ 16 نومبر کو دھوم دھام سے رباط پہنچا۔

16 نومبر۔حبیب بورقیبہ کو جمہوریہ تیونس کا صدر منتخب کر لیا گیا۔

17 نومبر۔روس کا وزیر اعظم بلگانن اور کمیونسٹ پارٹی کا سیکرٹری خردشیف ہندوستان، برما اور افغانستان کے دورے پر روانہ ہوئے۔

ماسکو نے اعلان کیا کہ شام اور روس کے درمیان تجارتی معاہدہ ہو گیا ہے۔شام سے روئی، روغنی اجناس، تمباکو، چمڑا، اون وغیرہ روس لے گا۔ان کے بدلے میں مشین، ٹرک اور دوائیں دے گا۔

21 نومبر۔میثاق بغداد کی کونسل کا اجلاس بغداد میں ہوا جس میں ایران، عراق اور ترکی کے وزراء اعظم اور برطانیہ کا وزیر خارجہ شریک تھے۔دو روز کی گفتگو کے بعد اعلان ہو گیا کہ سیاسی، فوجی اور اقتصادی مقاصد کے لیے مستقل نظام قائم کر دیا گیا ہے، جس کا مرکز بغداد ہوگا۔

حکومت یمن نے اعلان کیا کہ تیل اور معدنیات کے لیے ایک امریکی کمپنی کو اجارہ دے دیا گیا ہے۔

11 دسمبر۔اسرائیلی فوجوں نے بحیرۂ جلیل کے شمالی گوشے کے قریب شامی فوج کی چوکیوں پر حملہ کیا۔ کم از کم اکتالیس شامی جان بحق ہوئے۔

12۔دسمبر۔آٹھ عرب ملکوں کے سفیروں نے واشنگٹن میں سیکرٹری ڈلس کو بتایا کہ امریکہ کے ساتھ عربوں کے تعلقات میں بگاڑ اسرائیل اور صیہونی تحریک کے باعث ہے اور جب تک یہ صورت باقی ہے، بگاڑ جاری رہے گا۔

15 دسمبر۔جمال عبدالناصر نے اقوام متحدہ اور تین بڑی مغربی طاقتوں کے سفیروں کو آگاہ کیا کہ اسرائیلی اقدامات کے خلاف شام اور مصر کی متحدہ قوت استعمال ہوگی۔

17۔ستمبر۔امریکہ اور برطانیہ نے مصر کو یقین دلایا کہ اسوان بند کے لیے خالی امداد دی جائے گی۔ چنانچہ سات کروڑ ڈالر کی ابتدائی امداد پیش کر دی گئی اور مزید امداد کا وعدہ کیا۔بیس کروڑ ڈالر کی رقم عالمی بینک

بطور قرض دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ مصر نے نوے کروڑ ڈالر کا انتظام خود کرنے کا بندوبست کیا۔

18۔دسمبر۔روسی سفیر مقیم قاہرہ نے اعلان کیا کہ حکومت روس اب بھی اسوان بند کی تعمیر میں حصہ لینے کے لیے تیار ہے۔امریکی اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ اور برطانیہ نے جو پیش کش کی تھی، اس سے روس کو باہر رکھا جائے گا۔

26دسمبر۔مصر، دولت عربیہ سعودیہ اور شام نے اپنی فوجیں ایک کمان دار کی تحویل میں دے دیں اور مصری وزیر جنگ کو کمان دار اعظم بنا دیا۔

ملایا کے متعلق اعلان ہو گیا کہ 13۔اگست 1957ء تک وہاں وفاقی حکومت قائم کر دی جائے گی۔

1956ء میں پیش آنے والے واقعات

4 جنوری۔ ماسکو اور پیکنگ کے درمیان ریلوے لائن پر پہلی ٹرین جاری ہوئی۔

5 جنوری۔ ہندوستان نے امریکہ کے ساتھ ایک کروڑ ڈالر کے معاہدے پر دستخط کیے اور اپنی ریلوے لائنوں کے لیے فولادی مصنوعات ایک لاکھ ٹن کی خریدیں۔

7 جنوری۔ یروشلم کے اردنی حلقے میں ہنگامے بپا ہوئے۔ امریکہ کا جھنڈا پھاڑ دیا گیا اور امریکہ کی بحری گارد پر سنگ باری ہوئی۔ اس قسم کے ہنگامے عمان، برون۔ نابلس میں بھی ہوئے۔ یہ جوش میثاق بغداد کے خلاف تھا۔

9 جنوری۔ الجزائر میں فسادات شروع تھے۔ 9 جنوری کو 64 آدمی مارے گئے۔ ساحلی پہاڑی علاقوں میں وسیع علاقوں کا انتظام فوج کے حوالے کر دیا گیا۔

13 جنوری۔ شام اور لبنان کے درمیان دفاعی معاہدہ ہو گیا۔

19 جنوری۔ سوڈان میں جمعیت عرب (عرب لیگ) کا نواں ممبر بنا۔ پہلے ممبر یہ تھے مصر، عراق، اردن، لبنان، لیبیا، دولت سعودیہ، شام اور یمن۔

24 جنوری۔ برطانیہ نے اعلان کیا کہ فالتو سامان جنگ اسرائیل اور مصر کے ہاتھ فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔

2 مارچ۔ شاہ حسین والی اردن نے عرب لیجن کے انگریز کمان دار گلب پاشا اور اس کے دو ساتھیوں کو برطرف کر دیا۔ وہ 1939ء سے اس عہدے پر مامور تھا۔ وزیر اعظم برطانیہ نے کہا کہ یہ برطرفی برطانیہ اور اردن کے خوشگوار تعلقات کے منافی ہے۔

آج مراکش سے فرانس کی سیادت چوالیس کے بعد ختم ہو گئی۔

17 مارچ۔ فرانس نے تیونس کی آزادی تسلیم کر لی اور پچھتر سال کے بعد وہاں فرانس کی سیادت ختم ہوئی۔

23 مارچ۔ پاکستان میں اسلامی جمہوریہ کا اعلان کیا گیا اور میجر جنرل سکندر مرزا جمہوری حکومت کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔

4۔ اپریل۔ انجمن اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے اپنے سیکرٹری جنرل کو اسرائیل اور اس کے چار عرب ہمسایوں کے درمیان متارکہ جنگ کے شرائط کی پابندی کے لیے گفت وشنید کا اختیار دیا۔

برطانیہ، ترکی، عراق، ایران اور پاکستان کے نمائندوں نے کمیونسٹوں کی خفیہ مداخلت کے مسئلے پر غور کیا۔

10۔اپریل۔امام یمن نے دولت سعودیہ کے ساتھ دفاعی معاہدہ کرلیا۔داغ ہمرشول نے قاہرہ میں گفتگو شروع کی اور اعلان کیا کہ مصر اور اسرائیل جنگی اقدامات سے باز رہنے کا اقرار کر چکے ہیں۔

13۔اپریل۔چرچل نے کہا کہ اگر اسرائیل کو روکا جائے گا تو اس اثناء میں مصری روس کو بہم پہنچائے ہوئے جنگی سامان کے استعمال میں مہارت پیدا کرلیں گے۔پھر اسرائیل پر حملہ کریں گے۔ہماری دانش مندی ہی نہیں، عزت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس طرح اسرائیل کو نقصان نہ پہنچے۔

20۔اپریل۔جمال عبدالناصر، سلطان سعود اور امام یمن سے گفتگو کے لیے ریاض گیا۔وہاں پانچ سال کے لیے متحدہ فوجی کمان رکھنے کے سمجھوتے پر دستخط ہوگئے۔

3 مئی۔داغ ہمرشول نے سلامتی کونسل کے سامنے رپورٹ پیش کی کہ مصر، شام، لبنان اور اسرائیل کی سرحدوں پر آتش بازی بند کرنے کا مقصد پورا ہوگیا ہے۔

لندن کے ایک اخبار نے خبر شائع کی کہ چیکوسلواکیا اور شام کے درمیان جنگی سامان کی فراہمی کے لیے معاہدہ ہو چکا ہے۔

6 مئی۔مصر اور اردن نے فوجی اتحاد کے لیے معاملے پر اتفاق کا اعلان کیا۔

12 مئی۔فرانس نے بظاہر امریکہ کی رضامندی سے بارہ مزید جیٹ جہاز اسرائیل کے حوالے کیے۔

13 جون۔برطانیہ نے نہر سویز کی حفاظت چوہتر سال کے بعد مصر کے حوالے کردی اور جمال عبدالناصر کے اعلان کے ساتھ مصر نے نہر سویز کا حلقہ سنبھال لیا۔

24 جون۔نئے دستور کے مطابق مصر کے صدر کا انتخاب ہوا۔جمال عبدالناصر ننانوے فیصد ووٹ لے کر صدر بنا۔

یکم جولائی۔روسی کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر خروشیف نے اسرائیل کو انتباہ کیا کہ عرب حکومتوں اور اسرائیل کے درمیان لڑائی کا مطلب یہ ہوگا کہ تیسری عالم گیر جنگ چھڑ جائے۔

19 جولائی۔امریکہ نے اسوان بند کے لیے ابتدائی رقم دینے کا جو وعدہ کیا تھا، اسے واپس لے لیا۔ساتھ ہی برطانیہ نے اپنی پیش کش واپس لے لی۔عالمی بنک نے مصر کو قرضہ دینے کی تجویز منسوخ کردی۔جمال عبدالناصر نے 26 جولائی کو اعلان کردیا کہ نہر سویز کو قومی بنالیا گیا اور اس سے جو آمدنی ہوگی، وہ بند کی تعمیر پر خرچ کی جائے گی۔

2۔اگست۔ برطانیہ کے وزیراعظم نے اعلان کیا کہ ملکہ ایلزبتھ حکومت کو محفوظ فوجیں بلانے کا اختیار دے دے گی، جو پانچ لاکھ سے زیادہ ہیں۔ ساتھ ہی برطانیہ کی وزارت خارجہ نے اعلان کر دیا کہ برطانوی باشندے مصر چھوڑ کر چلے آئیں۔

10۔اگست۔ برطانیہ نے چوبیس حکومتوں کی ایک کانفرنس اس غرض سے لندن میں بلائی کہ نہر سویز کو بین الاقوامی کنٹرول میں لے لیا جائے۔ 16۔اگست کو یہ کانفرنس ہوئی، جس میں مصر اور یونان شریک نہ ہوئے۔ ہندوستان، روس، سیلون اور انڈونیشیا کی طرف سے یہ تجویز پیش ہوئی تھی کہ نہر مصر کے زیر اقتدار رہے، البتہ مختلف قوموں کی ایک کمیٹی مشورے کے لیے بنا لی جائے۔ باقی اٹھارہ قوموں نے امریکہ، آسٹریلیا، ایران، حبشہ اور سویڈن کے نمائندوں کو جمال عبدالناصر سے گفت وشنید کے لیے مقرر کیا۔ آسٹریلیا کا وزیراعظم اس کمیٹی کا صدر مقرر ہوا۔ یہ گفت وشنید کامیاب نہ ہو سکی۔

13۔اگست۔ جمعیت عرب کی نو ممبر قوموں نے آپس میں عہد کیا کہ مصر پر حملہ تمام عرب قوموں پر حملہ متصور ہوگا۔

16۔اگست۔ مصریوں نے لندن کی سویز کانفرنس کے خلاف احتجاج کے طور پر چوبیس گھنٹے ہڑتال جاری رکھی۔

21۔اگست۔ مصری ترجمان نے اعلان کیا کہ اگر برطانیہ وفرانس اپنی فوجیں قبرص سے واپس بلالیں تو مصر نہر کے آئندہ انتظام کے متعلق گفت وشنید کے لیے تیار ہوگا۔

22۔اگست۔ مصر نے واضح کر دیا کہ اگر برطانیہ وفرانس کے پائلٹ نہر میں کام کرنا چھوڑ دیں گے تو مصر تمام دوسری قوموں کے جہازوں کو برطانیہ اور فرانس کے جہازوں پر مقدم رکھے گا۔

28۔اگست۔ دولت سعودیہ نے دس کروڑ ڈالر کی رقم مصر کو قرض کے طور پر دے دی، اس لیے کہ برطانیہ وفرانس نے مصر کی رقمیں روک لی تھیں۔

2 ستمبر۔ جمال عبدالناصر نے کہا کہ میں نہر سویز کے متعلق ہر اس حل کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوں، جس میں مصر کی سیادت پر کوئی زد نہ پڑے۔ فرانس کے وزیراعظم نے کہا کہ حسب ضرورت قوت بھی استعمال کی جائے گی۔

6 ستمبر۔ جو کمیٹی اٹھارہ قوموں نے ناصر کے ساتھ گفتگو کے لیے بنائی تھی، اس کی ناکامی پر آسٹریلیا کے وزیراعظم نے اعلان کیا کہ حالات حد درجہ نازک ہیں۔

11 ستمبر۔ برطانیہ اور فرانس نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ مصر پر اقتصادی دباؤ ڈالا جائے گا تاکہ وہ

نہر کو بین الاقوامی کنٹرول میں دینے پر راضی ہو جائے۔صدر امریکہ نے کہا کہ موجودہ حالات میں قوت کا استعمال ٹھیک نہیں۔

12۔ستمبر۔برطانیہ نے نہر کو استعمال کرنے والوں کی ایک تنظیم بنا دی اور اعلان کیا کہ اس کے ماتحت نہر استعمال کرنے کا سارا انتظام ہو گا اور جہاز آمد ورفت جاری رکھیں گے۔ہندوستان کے وزیر اعظم نے بتایا کہ اس طرح جنگ کا خطرہ بہت بڑھ جائے گا۔امریکہ نے اعلان کر دیا کہ اگر امریکی جہاز روکے جائیں گے تو وہ رخ بدل کر دوسرے راستے سے چلے جائیں گے۔

14 ستمبر۔مصر نے نہر کا پورا انتظام سنبھال لیا اور چار سو غیر ملکی ملازمین، جن میں غیر ملکی پائلٹ بھی شامل تھے، کام چھوڑ کر چلے گئے۔روس نے کہا کہ پائلٹ ہم ضرورت کے مطابق مہیا کر دیں گے۔

17 ستمبر۔نہر کو استعمال کرنے والوں کی ایسوسی ایشن سے پاکستان، سویڈن، ناروے اور ڈنمارک۔

24 ستمبر۔امریکہ نے نہر کا انتظام کرنے والوں کو بتایا کہ امریکی جنگی جہازوں کے لیے روسی پائلٹ قبول نہ کیے جائیں گے۔

27 ستمبر۔پنڈت نہرو وزیر اعظم ہند اور شاہ سعود نے اعلان کیا کہ مصر پر جو دباؤ ڈالا جا رہا ہے، یہ نہر کے متعلق قبضے کو موخر کر دے گا۔

25۔اکتوبر۔اردن، مصر اور شام نے فوجی مفاہمت کر لی اور تینوں کی کمان داری متحد ہو گئی۔

29۔اکتوبر۔اسرائیل نے جزیزہ نمائے سینا کے مصری علاقے پر حملہ کیا اور بتایا کہ یہ حملہ مصری فدائیوں کے چھاپے ختم کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔امریکہ نے سلامتی کونسل کا فوری اجلاس طلب کر لیا۔

30۔اکتوبر۔ناصر نے برطانیہ اور فرانس کو آگاہ کیا کہ مصر نہر سویز کے لیے لڑے گا۔برطانیہ اور فرانس نے الٹی میٹم دے دیا کہ مصر اور اسرائیل اپنی فوجیں نہر سویز سے دس دس میل دور رکھیں۔نہر کی حفاظت کے لیے ہم اپنی فوجیں بھیج دیں گے اور جنگ بند کر دی جائے۔ناصر نے یہ الٹی میٹم ٹھکرا دیا۔فرانس اور برطانیہ نے جنگ شروع کر دی۔صدر امریکہ نے الٹی میٹم کے متعلق فرانس اور برطانیہ سے احتجاج کیا۔بہر حال جنگ شروع ہو گئی۔برطانیہ اور فرانس کے ہوائی جہازوں نے مصری شہروں اور فوجی مقامات پر بم گرائے۔

31۔اکتوبر۔صدر جمہوریہ امریکہ نے اعلان کیا کہ ہمارا ملک کسی بھی حالت میں شریک جنگ نہ ہو گا۔

یکم نومبر۔برطانوی پارلیمنٹ میں لیبر پارٹی نے مصر کے خلاف اختیار کی ہوئی پالیسی کے سلسلے میں وزارت کی مذمت کے لیے تحریک پیش کی۔یہ تحریک 255 کے مقابلے میں 324ء ووٹ سے ناکام ہو گئی۔

لیبر پارٹی کے ایک لیڈر مسٹر بیون نے ایڈن سے استعفیٰ کا مطالبہ پیش کیا۔لندن میں 4 نومبر کو بہت بڑا مظاہرہ ہوا جس میں ایڈن وزارت چھوڑ دو کا مطالبہ کیا گیا۔لیبر پارٹی نے برابر دارالعوام میں اس بات پر زور دیا کہ مصر کے خلاف جنگ بند کی جائے۔12 نومبر کو اعلان ہو گیا کہ ایڈن کثرت کار کے باعث تھک گیا ہے اور وہ تین ہفتے کے لیے آرام کی غرض سے جمیکا چلا گیا۔

4 نومبر۔ہنگری میں ہنگامہ۔اہل ہنگری روس سے مخلصی چاہتے تھے۔اس پر سخت کشمکش شروع ہوگئی۔ روسی فوج انقلابیوں کو دبانے کے لیے پہنچ گئی۔پھر اہل ہنگری نے عام ہڑتال اور پرامن مزاحمت کی تحریک شروع کر دی۔روسی فوج نے ہنگری نے نوجوانوں کو جو تحریک میں لے رہے تھے، گرفتار کر کے باہر بھیجنا شروع کیا۔بیان کیا جاتا ہے کہ تین ہفتے میں پچیس ہزار آدمی ہنگری سے سائبیریا بھیجے گئے۔جو لوگ بھاگ کر آسٹریا میں پناہ گزین ہوئے، ان کی تعداد روزانہ چھ ہزار سے آٹھ ہزار تھی۔30 نومبر تک ایک لاکھ آدمی باہر جا چکے تھے۔ہنگری کا وزیر اعظم امرے ناگی وزارت چھوڑ کر یوگوسلافیا کے سفارتخانے میں پناہ گزین ہوا۔

5 نومبر۔روس نے اعلان کیا کہ وہ شرق اوسط سے جابروں کو نکالنے اور امن قائم کرنے کے لیے قوت استعمال کرنے پر آمادہ ہے۔

انجمن اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک بین الاقوامی جیش تیار کرنے کی منظوری دے دی، تاکہ وہ شرق اوسط میں جنگ بند کرائے۔میجر جنرل برنز (کینیڈا) کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔

6 نومبر۔شرق اوسط میں جنگ کے باعث حالات بہت نازک ہوگئے۔مصر نے تمام قوموں سے اپیل کی کہ برطانیہ، فرانس اور اسرائیل کے جارحانہ اقدام کو روکنے کے لیے آدمیوں، اسلحہ وغیرہ کی امداد دی جائے۔چنانچہ چین نے اعلان کیا کہ اڑھائی لاکھ رضا کار مصر جانے کے لیے تیار ہیں۔ماسکو اور انڈونیشیا نے پچاس پچاس ہزار رضا کاروں کا اعلان کیا۔حکومت روس نے 10 نومبر کو یہ اعلان بھی کر دیا کہ اگر برطانیہ فرانس اور اسرائیل کی فوجیں مصر سے باہر نہ نکلیں تو روسی رضا کاروں کو مصر جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔

7 نومبر۔شام اور دولت عربیہ سعودیہ میں جن پائپ لائنوں کے ذریعے سے تیل آتا تھا انھیں توڑ دیا گیا اور تیل کی مقدار گھٹ گئی، لہٰذا برطانیہ میں تیل کا خرچ دس فیصد گھٹا دیا گیا۔آگے چل کر مزید تخفیف کرنی پڑی۔

7 نومبر۔مصر، اسرائیل، برطانیہ اور فرانس نے جنگ بند کرانے کے لیے اقوام متحدہ کی تجویز منظور کر

لی۔جنرل اسمبلی نے برطانیہ اسرائیل اور فرانس سے مطالبہ کیا کہ وہ فوراً مصر سے فوجیں واپس بلالیں۔

8 نومبر۔ترکی، ایران، عراق اور پاکستان کے بڑے وزیروں کی ایک کانفرنس تہران میں ہوئی، جس میں اسرائیل کے جارحانہ اقدام کی مذمت کی گئی۔ برطانیہ اور فرانس سے کہا گیا کہ اپنی فوجیں واپس بلالیں۔ عراق نے 9 نومبر۔کو فرانس سے سیاسی تعلقات توڑ لیے اور اعلان کر دیا کہ وہ آئندہ میثاق بغداد کی کسی ایسی کانفرنس میں شریک نہ ہوگا جس میں برطانیہ کو شریک کیا جائے گا۔

14 نومبر۔ ہندوستان، انڈونیشیا، برما اور سیلون کے بڑے وزیروں نے مصر اور ہنگری کے خلاف حملوں کی شدید مذمت کی۔ہنگری میں روس کے طرز عمل پر جو نکتہ چینی کی گئی تھی اس کے مقابلے میں مصر کے خلاف برطانیہ اور فرانس کے طرز عمل پر زیادہ نکتہ چینی کی گئی۔

15 نومبر۔انجمن اقوام متحدہ کے ماتحت چھ ہزار فوج فراہم ہوگئی جس میں مختلف قوموں نے حصہ لیا۔

18 نومبر۔ پولینڈ کا ایک وفد گوملکا کے زیر قیادت 14 نومبر کو روس گیا اور چار روز کی گفتگو کے بعد پولینڈ کے لیے زیادہ آزادی کے حقوق حاصل کر لیے۔

جمعیت عرب کے نومبر حکومتوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس بیروت میں ہوئی جس میں اعلان کر دیا گیا کہ جب تک برطانیہ، فرانس اور اسرائیل مصر سے باہر نہ نکل جائیں، ان کے ساتھ سیاسی تعلقات نہ رکھے جائیں۔

24 نومبر۔انجمن اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ مصر پہنچ کر نہر سویز کی صفائی کے لیے گفت وشنید کرے، تاکہ ڈوبے ہوئے جہاز اور تباہ شدہ پل نکالے جائیں اور آمد ورفت دوبارہ شروع ہو جائے۔30 نومبر کو برطانیہ اور فرانس نے دو ہفتوں کے اندر اندر فوجیں ہٹا لینے کا اقرار کر لیا۔

12 دسمبر۔اسرائیل نے اعلان کیا کہ اس کی فوجیں نہر سویز سے تیس میل پیچھے ہٹ گئی ہیں۔22 دسمبر تک برطانیہ اور فرانس کی فوجیں نکل گئیں۔ 31 دسمبر کو اسرائیل نے جزیرہ نمائے سینا کا 4/5 حصہ خالی کر دیا۔غزہ اور خلیج عقبہ کے متعلق لیت ولعل جاری رکھی اور مختلف تحفظات کا مطالبہ کرتا رہا، لیکن آخر روس کے اصرار اور انجمن اقوام متحدہ، نیز امریکہ کے دباؤ کے ماتحت تمام علاقے خالی کر دیئے، اس لیے کہ مصر نے نہر کی صفائی تمام علاقوں کے خالی کرنے پر موقوف رکھی تھی۔

1957ء میں پیش آنے والے واقعات

2 جنوری۔ فرانس نے اعلان کیا کہ 1956ء میں فرانسیسی فوجوں نے اٹھارہ ہزار ساٹھ الجزائری مارے اور دو ہزار چار سو پینتیس فرانسیسی فوجی قوت کے گھاٹ اترے۔

7 جنوری۔ عدن کی شمالی سرحد پر برطانیہ اور یمن کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا۔ امام یمن نے برطانیہ پر الزام لگایا کہ اسے عدن کے علاقے میں تیل مل جانے کی امید ہے، لہٰذا وہ اس علاقے کو یمن کے حوالے کرنے پر آمادہ نہیں۔

9 جنوری۔ اینتھنی ایڈن نے خرابی صحت کی بنا پر استعفیٰ دے دیا اور ہیرلڈ میکملن اس کی جگہ برطانیہ کا نیا وزیر اعظم مقرر ہوا۔

13 جنوری۔ ہندوستان نے دریائے مہاندی پر بند مکمل کر لیا جس کا آغاز 1948ء میں ہوا تھا۔ اس کے لیے اکیس کروڑ ڈالر کی رقم الگ کی گئی تھی۔ تیس لاکھ ڈالر کا سامان امریکہ نے دیا تھا۔

15 جنوری۔ صدر ناصر نے اعلان کیا کہ وہ مصری کمپنیاں مصر میں قائم ہیں، ان میں صرف وہ لوگ حصہ دار ہو سکتے ہیں جو مصر کے شہری ہوں۔ تمام برطانوی اور فرانسیسی بنک اور انشورنس کمپنیوں کو بھی پانچ سال کے اندر اندر یہی راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔

19 جنوری۔ مصر، دولت سعودیہ اور شام نے تین کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر سالانہ کی رقم اردن کو بطور امداد دینے کا فیصلہ کیا۔ پہلے اردن کو یہ رقم برطانیہ سے ملتی تھی۔ ساتھ ہی اعلان ہوا کہ یہ حکومتیں اپنے ملکوں کو کسی اجنبی طاقت کے دائرہ اثر میں نہ جانے دیں گی۔

9 فروری۔ شاہ سعود صدر امریکہ کی دعوت پر امریکہ گئے۔ گفتگو کے بعد ظہران کا ہوائی اڈا مزید پانچ سال کے لیے امریکہ کو ٹھیکے پر دے دیا گیا۔ شاہ سعود نے پچیس کروڑ ڈالر کی رقم مانگی تھی۔ اس کا کوئی ذکر تو نہیں آیا، بیان کیا جاتا ہے اس سے کم رقم دی گئی۔

21۔ فروری۔ انڈونیشیا کے صدر سوکارنو نے اعلان کیا کہ مغربی طور طریقوں کو چھوڑ کر حکومت کا کاروبار چلانے کے لیے نیا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ بار بار ملی جلی حکومتیں بنتیں اور ٹوٹتی رہیں۔ اس سے حالات خاصے بگڑ گئے۔ سوکارنو نے کہا میرے نزدیک صحیح راہ عمل یہ ہے کہ تمام سیاسی پارٹیوں کے نمائندے

جن میں کمیونسٹ بھی شامل ہوں، مناسب تعداد میں لے کر ایک قومی کونسل بنادی جائے جو صدر کے ماتحت ہو اور وہ وزارت کو مشورہ دیتی رہے۔

25 فروری۔ جمال عبدالناصر، شاہ سعود، شکری القوتلی اور شاہ حسین کے درمیان قاہرہ میں بات چیت ہوئی، جس کے بعد اعلان کر دیا گیا کہ مشرق و مغرب کے درمیان جو سرد جنگ جاری ہے، ہم لوگ اس میں کاملاً غیر جانبدار رہیں گے۔

5 مارچ۔ ڈی ویلرا کو پھر انتخابات میں کامیابی حاصل ہوئی اور نظر کی خرابی کے باوجود اس نے از سر نو آئرلینڈ کی وزارت سنبھال لی۔

7 مارچ۔ نہر سویز نے چھوٹے جہازوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی۔ مصر نے اعلان کر دیا کہ صرف مصری تمام انتظامات کریں گے اور جو محصول مقرر ہیں، وہ وصول کیے جائیں گے۔ پھر بڑے جہاز بھی آنے جانے لگے اور انتظام کے لیے حکومت مصر نے ایک مستقل ادارہ قائم کر دیا۔

10 مارچ۔ مصر میں لڑائی شروع ہونے پر دولت سعودیہ نے وہ پائپ لائن بند کر دی تھی، جس کے ذریعے سے تیل بحرین پہنچتا تھا، دس مارچ کو یہ لائن دوبارہ جاری کر دی گئی۔

13 مارچ۔ برطانیہ اور اردن کے درمیان 1948ء کا معاہدہ ختم ہوگیا۔ برطانیہ نے اقرار کیا کہ چھ ماہ میں تمام فوجیں ہٹالی جائیں گی اور برطانیہ کا جو ساز و سامان وغیرہ ہے، اس کے لیے اردن ایک کروڑ انیس لاکھ ڈالر کی رقم چھ سالانہ قسطوں میں ادا کرے گا۔

تنکو عبدالرحمان نے جو ملایا کی وفاقی حکومت کا وزیراعظم ہے، اعلان کیا کہ 31 اگست کو ملایا آزاد ہو جائے گا تو برطانوی فوج گھٹا کر نصف کر دی جائے گی۔

14 مارچ۔ ہندوستان کی کانگرس پارٹی نے ایوان زیریں کے انتخابات میں کم از کم دو تہائی نشستیں حاصل کرلیں اور 29 مارچ کو پنڈت جواہر لال نہرو پھر وزیراعظم منتخب ہوئے۔

17 مارچ۔ جمہوریہ فلپینز کا صدر میگا لی سائی سائی ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں مارا گیا۔ اس کے ساتھ پچیس اور آدمی تھے، ان میں سے صرف ایک اخبار نویس بچا۔ 18 مارچ کو نائب صدر گارشیا نے صدارت کا حلف اٹھایا اور میگا سائی سائی کے پروگرام پر عمل کا اقرار کیا۔

21 مارچ۔ صدر جمہوریہ امریکہ اور وزیراعظم برطانیہ نے بیر موڈا میں ایک کروزر پر چار روز ملاقاتیں

کیں۔آخر میں اعلان ہوگیا کہ شرق اوسط کے متعلق اتفاق رائے ہوگیا ہے اور سویز کے جھگڑے میں جو کشمکش پیدا ہوئی تھی، وہ باقی نہیں رہی۔

22 مارچ۔امریکہ نے اعلان کر دیا کہ وہ میثاق بغداد کی فوجی کمیٹی میں شامل ہو جائے گا۔

24 مارچ۔جنوبی ایران کے صحرائی علاقے میں چار امریکی نمائندے دو جیپوں میں سوار ہو کر جا رہے تھے۔ان کے ساتھ ایک خاتون بھی تھی۔انھیں رہزنوں نے قتل کر دیا۔خاتون کے متعلق خیال کیا گیا کہ وہ زندہ ہے۔حکومت ایران نے خاتون کی رہائی کے لیے فدیے کی رقم پیش کی، لیکن چند روز بعد خاتون کی نعش بھی مل گئی۔ایران کے وزیر اعظم نے استعفیٰ دے دیا اور رہزنوں کی تلاش سرگرمی سے شروع ہوگئی۔

30 مارچ۔مصر کے صدر ناصر نے اعلان کیا کہ کسی اسرائیلی جہاز کو اس وقت تک نہر سویز سے گزرنے کی اجازت نہ دی جائے گی، جب تک عرب مہاجروں کا مسئلہ حل نہ ہو جائے گا۔

حبیب بورقیبہ وزیر اعظم تیونس نے مراکش کا دورہ ختم کیا اور وہاں دونوں ملکوں کے درمیان دوستی اور اتحاد کے معاہدے پر دستخط ہوگئے۔

4 اپریل شوق اردن کے وزیر اعظم سلیمان نابلسی نے کہا کہ اگر روس ہمیں امداد دے گا تو ہم قبول کرلیں گے، بایں ہمہ امریکہ اور روس کے ساتھ تعلقات میں غیر جانب داری پر قائم رہیں گے۔معلوم ہوتا ہے کہ اس اثناء میں شاہ حسین نے امریکہ اور برطانیہ سے خفیہ خفیہ کوئی فیصلہ کر لیا تھا۔10 اپریل کو نابلسی سے استعفیٰ لے لیا اور عبدالحلیم الخمر کو وزیر اعظم بنا دیا۔نئی حکومت نے شاہ حسین اور امریکہ کی امداد کے مخالفوں، دونوں کے نقطہ نگاہ کو ترک کر کے درمیانی راستہ اختیار کیا۔اس کے ارکان میں سے چار نیشنل سوشلسٹ تھے، تین انڈی پنڈنٹ اور ایک کا تعلق بعث پارٹی سے تھا۔باقی دو ممبروں میں سے ایک کا تعلق نیشنل بلاک سے تھا، دوسرے کا دستوری عربی پارٹی سے۔

14 اپریل۔کو فوج کے مختلف عنصروں کے درمیان جھڑپیں شروع ہوگئیں۔ایک فریق مصر کا حامی تھا اور دوسرا شاہ حسین کی حمایت کر رہا تھا۔شاہ حسین نے 15 اپریل کو مارشل لاء کا اعلان کر دیا اور حکومت کو انتہا پسند عناصر سے پاک کر کے اعتدال کا راستہ اختیار کیا۔حسین فخری خالدی کو وزیر اعظم بنا دیا۔کشمکش دیکھ کر امریکہ نے بھی اپنے چھٹے بحری بیڑے کو مشرقی بحیرہ روم میں پہنچنے کا حکم دے دیا۔پھر شاہ حسین نے ان حالات کی ذمہ داری کیمونزم پر ڈال دی۔یہ بھی کہا جانے لگا کہ مصر اصل سازش کا مرکز ہے۔امریکہ نے ایک

کروڑ ڈالر کی رقم شاہ حسین کے لیے منظور کی۔شاہ حسین نے اپنا یہ عزم دہرایا کہ وہ امریکہ کی طرف سے کوئی ذمہ داری قبول نہ کرے گا۔

مصر پر حملے کے دوران میں وہ پائپ لائن خراب کر دی گئی تھی، جو خلیج فارس کے حلقے سے تیل شام کی بندرگاہوں میں پہنچاتی تھی۔اس وجہ سے بعض یورپی حلقوں کی رائے تھی کہ پائپ لائن شام کے بجائے اسرائیل میں سے گزاری جائے۔اسرائیلی وزیر مال نے کہا کہ فرانس اس پائپ لائن کی تعمیر کے لیے خاص دلچسپی کا اظہار کر رہا ہے۔

10۔اپریل۔روس کی کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر خروشیف نے اعلان کیا کہ حکومت کے سامنے ایک نقشہ عمل ہے، جس کے مطابق عوام سے لیے ہوئے قرضوں کی ادائیگی بیس سے پچیس سال تک کے لیے ملتوی کر دی جائے گی اور کوئی سود بھی نہیں دیا جائے گا۔یہ قرضے دو کھرب ساٹھ لاکھ روبل یا پینسٹھ ارب ڈالر کے قریب تھے۔خروشیف نے یہ بھی اعلان کیا کہ عوام نے اپنی رضامندی سے یہ تجویز پیش کی تھی، اگرچہ مغربی سرمایہ دار اسے درست نہیں سمجھیں گے۔

11۔اپریل دولت سعودیہ نے اعلان کیا کہ اسرائیلی جہازوں کو خلیج عقبہ میں سے گزرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

7 مئی۔روسی کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر نے تجویز پیش کی کہ روس کی اقتصادیات کو مختلف حلقوں میں تقسیم کر دیا جائے اور بانوے حلقوں کی کونسلیں بنا دی جائیں، جو پیداوار کی ذمہ دار بن جائیں۔اس طرح نصف سے زیادہ پرانی اقتصادی وزارتیں ختم ہو جائیں گی اور باقی وزارتوں کا انتظام نئے اصول پر کر دیا جائے گا۔

15 مئی۔برطانیہ نے پہلے ہائیڈروجن بم کا تجربہ کرسمس آئی لینڈ میں کیا، جو جزیرہ ہوائی سے بارہ سو میل جنوب میں ہے۔

3 جون۔برطانیہ نے میثاق بغداد کے وزراء کی کونسل میں کہا کہ ہر سال پانچ لاکھ پونڈ کی رقم نقد اور جنس کی صورت میں میثاق بغداد کے ممبر ملکوں کو دی جائے گی، تاکہ وہ فوجی دفاع کے مناسب انتظامات کر لیں۔امریکہ میثاق بغداد کی فوجی کمیٹی میں شامل ہو گیا اور اس نے ایک کروڑ پچیس لاکھ ستر ہزار ڈالر کی رقم میثاق بغداد کے چار ممبر ملکوں کو آئزن ہاور کے منصوبے کے مطابق پیش کی۔

30 جون۔ بین الاقوامی جغرافیائی سال کا آغاز ہوا۔ چونسٹھ ملکوں نے اٹھارہ مہینے کے پروگرام میں حصہ لینے پر آمادگی ظاہر کی۔

3 جولائی۔ مصر میں انقلاب کے بعد پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کا انتخاب ہوا۔ جمال عبدالناصر نے تمام حلقوں کے لیے امیدوار نامزد کر دیئے تھے۔ پچاس لاکھ سے زیادہ مصریوں نے ووٹ دیئے۔ 22 جولائی کو پارلیمنٹ کا افتتاح ہوا۔ ناصر نے ایک بیان میں امریکہ پر الزام لگایا کہ میری حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے سازشیں کی جاری رہی ہیں۔ روس نے مصر کو تین آبدوزیں دی تھیں، ان پر ناصر نے مصری جھنڈے لہرانے کی رسم ادا کی۔

25 جولائی۔ تیونس کی قومی دستور ساز اسمبلی نے تیونس کے فرمانروا سدی محمد الامین پاشا کو معزول کر دیا اور جمہوریت کا اعلان ہو گیا۔ حبیب بورقیبہ وزیراعظم کو صدر چن لیا گیا۔

3 اگست۔ ملایا کے حکمران نے سر عبدالرحمان سلطان جوہور کو پانچ سال کے لیے آزاد ملایا کی وفاقی حکومت کا رئیس اعلیٰ چنا۔ سر عبدالرحمان کو بدستور بادشاہ کا منصب حاصل ہوگا۔

11 اگست۔ سلطان محمد والئی مراکش نے اپنا موروثی لقب چھوڑ کر بادشاہ کا لقب اختیار کر لیا۔ اس لیے کہ سلطنت ختم ہو چکی تھی اور صرف مراکش اس کے قبضے میں رہ گیا تھا۔

20 اگست۔ سلامتی کونسل نے چار ووٹوں کے مقابلے میں پانچ ووٹوں سے گیارہ حکومتوں کا یہ الزام رد کر دیا کہ برطانیہ مصر میں مسلح جارحانہ اقدام کا مرتکب ہوا ہے۔

عمان میں حالت خاصی دیر سے نازک چلی آ رہی تھی۔ غالب بن علی امام عمان نے افریقہ اور ایشیا کی حکومتوں سے اپیل کی تھی کہ عمان میں جارحانہ اقدام کو روکا جائے۔ برطانیہ نے امام عمان کی فوجوں پر ہوائی جہازوں سے بم برسائے اور بمباری سے پیشتر اڑتالیس گھنٹے کا نوٹس بھی نہ دیا۔ برطانیہ کی پیادہ فوج بھی لڑائی میں شریک رہی۔ جب امام کی فوجوں نے سخت مزاحمت کی تو پھر برطانوی جہاز شدید بم باری کرتے رہے۔ 26 اگست پر گولے برسائے، اس لیے کہ عام اطلاع کے مطابق وہاں قومی فوجوں کے تین لیڈر موجود تھے۔

نیویارک ٹائمز نے الجزائر میں دو سال دس مہینے کی جنگ کے سلسلے میں نقصانات کے جو اعداد شائع کیے، وہ ذیل میں درج ہیں:

الجزائری مقتول	36,000 اور اسیر 20,000
فرانسیسی فوجی مقتول	4,000 مجروح اور بے پتا 10,000
غیر مصافی مسلمان مقتول	6,000 3,700 مجروح، بے پتا 2,300
غیر مصافی یورپی	1,000، مجروح 2,700 بے پتا 140

ان اعداد کے علاوہ خود فرانس میں تین سو الجزائری مقتول اور دو ہزار چار سو مجروح ہوئے۔

2 ستمبر۔ چین کے ریڈیو نے اعلان کیا کہ چین سے تبت تک ساڑھے سات سو میل لمبی نئی سڑک تیار ہوگئی ہے۔

19 ستمبر۔ سیلون نے چین کے ساتھ پانچ سال کے لیے ایک سمجھوتا کیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ کم از کم تیس ہزار ٹن ربڑ ہر سال چین کو دیا جائے گا اور دو لاکھ ٹن چاول چین سے خریدے جائیں گے۔

24 ستمبر۔ جنرل اسمبلی کے اجلاس میں یہ معاملہ پیش ہوا کہ چین کو انجمن اقوام متحدہ کا ممبر بنا لینے کا مسئلہ ملتوی کیا جائے۔ سینتالیس ووٹ اس کے حق میں آئے، ستائیس ووٹ خلاف تھے۔ سات ملکوں نے غیر جانبداری اختیار کیے رکھی۔

25 ستمبر۔ شاہ سعود شام پہنچا، تاکہ عربوں کے اتحاد کو از سر نو استوار کرنے کی کوشش کرے۔ عراق کا وزیر اعظم بھی شاہ سعود اور صدر جمہوریہ شام سے بات چیت کے لیے دمشق گیا۔ شاہ مسعود نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ وہ ہر جارحانہ اقدام کے خلاف شام کی مدافعت میں حصہ لے گا۔

26 ستمبر۔ انجمن اقوام کی جنرل اسمبلی نے ہمر شول کو پانچ سال کے لیے بالاتفاق سیکرٹری جنرل چنا۔

5 اکتوبر۔ روس نے ایک مصنوعی سیارہ چھوڑا۔ بیان کیا گیا کہ وہ کرۂ ارض کے گرد اٹھارہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر لگا رہا ہے۔

10۔ اکتوبر۔ شام نے ترکی کے خلاف یہ الزام لگایا کہ ترکی و شامی سرحد پر جارحانہ اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ لبنان نے اعلان کر دیا کہ شام کے خلاف معاندانہ فعل لبنان کے خلاف جارحانہ اقدام متصور ہوگا۔

14۔ اکتوبر کو مصر نے شام کی بندرگاہ لاذقیہ میں فوجیں اتار دیں۔ شاہ سعود نے 20 اکتوبر کو بیچ بچاؤ کی تجویز پیش کی۔ مصر کے سوا تمام عرب حکومتوں نے اس تجویز کی تائید کی۔ 28 اکتوبر کو شام اور روس کے درمیان اقتصادی سمجھوتا ہو گیا، جس کے رو سے روس نے انیس تعمیری منصوبوں میں شام کی امداد کا وعدہ کیا۔ 30 اکتوبر کو

انجمن اقوام متحدہ نے فیصلہ کیا کہ داغ ہمر شمول شام وترکی کے درمیان سمجھوتے کے لیے جائیں۔ جمعیت عرب کی نومبر حکومتوں نے بالاتفاق شام کی حمایت کا حلف اٹھایا۔

11۔اکتوبر۔پاکستان کے وزیراعظم حسین شہید سہروردی نے استعفیٰ دے دیا۔

18۔اکتوبر کو اسماعیل ابراہیم چندریگر نے وزارت سنبھالی اور چار پارٹیوں کو ملا کر نئی حکومت بنائی۔

3۔نومبر۔روس نے دوسرا مصنوعی سیارہ فضا میں بھیجا۔اس کے ساتھ سائنس کے کچھ آلات کے علاوہ ایک کتا بھی سوار کرایا گیا، جو ایک خاص مقام پر بند تھا جہاں ہوا داخل نہ ہوسکتی تھی۔سیارہ زمین سے ایک ہزار چھپن میل کی بلندی پر پہنچا تو محور بنا کر چکر لگانے لگا۔اس کی رفتار 17,895 میل فی گھنٹہ تھی۔

18 نومبر۔مصر اور شام کے درمیان وفاق کا فیصلہ ہوگیا اور شامی پارلیمنٹ نے وفاق کی تصدیق کر دی۔مصر اس سے پیشتر تصدیق کر چکا تھا۔

16۔دسمبر۔پاکستان میں اسماعیل ابراہیم چندریگر کی جگہ ملک فیروز خان نون وزیراعظم بنے۔

26۔دسمبر۔افریقہ اور ایشیا کے باشندوں کی ایک کانفرنس قاہرہ میں منعقد ہوئی۔انتالیس ملکوں کے چار سو نمائندے اس میں شریک ہوئے۔روسی نمائندے نے یقین دلایا کہ حکومت روس اپنی بساط کے مطابق قرض یا امداد کی شکل میں ان قوموں کی مالی مدد کرے گی، نیز حکومت روس تمام ملکوں کی قومی آزادی کی حمایت میں کوئی دقیقہ سعی اٹھا نہ رکھے گی۔

1958ء میں پیش آنے والے واقعات

یکم جنوری۔ افریقہ اور ایشیا کی کانفرنس میں ایک مستقل کونسل بنانے کی تجویز منظور ہوئی، جو تمام ملکوں کے درمیان اتحاد کو مستحکم بنائے گی۔ یوسف الصبائی (مصر) دو سال کے لیے اس کونسل کا صدر منتخب ہوا۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے پاس ایک درخواست پہنچی، جس پر تینتالیس ملکوں کے نو ہزار سائنس دانوں کے دستخط تھے۔ درخواست کا مقصد یہ تھا کہ جوہری بموں کے تجربات کو روکنے کے لیے بین الاقوامی سمجھوتا ہو جانا چاہیے۔

17۔ جنوری۔ میثاق بغداد کی انتظامی کمیٹیوں کا ایک اجلاس انقرہ میں ہوا۔ سیکرٹری ڈلس نے بتایا کہ اگر ان ملکوں پر کمیونسٹوں نے حملہ کیا تو امریکہ زبردست متحرک قوت دفاع کے لیے مہیا کرے گا۔ مشترکہ فوجی منصوبہ بندی کے لیے ایک نظام بن گیا۔ امریکہ نے ایک کروڑ ڈالر کی رقم اس غرض سے منظور کی کہ پاکستان، عراق، ایران اور ترکی کے درمیان وسائل آمد و رفت کی اصلاح ہو جائے۔

31۔ جنوری۔ صدر جمہوریہ شام اس غرض سے قاہرہ پہنچا کہ شام و مصر کے وفاق کا اعلان کر دیا جائے۔

یکم فروری۔ شام اور مصر کے وفاق کا اعلان ہو گیا اور نئے ملک کا نام متحدہ عرب جمہوریہ قرار پایا۔ مصری پارلیمنٹ نے نئی جمہوریت کے لیے ناصر کا وہ پروگرام منظور کر لیا، جو سترہ نکات پر مشتمل تھا۔ اسی روز شاہ حسین نے تجویز پیش کی کہ اردن، عراق اور دولت سعودیہ کے درمیان بھی وفاق ہو جانا چاہیے۔

14 فروری۔ فیصل ثانی شاہ عراق اور حسین شاہ اردن نے دونوں ملکوں کے وفاق کا اعلان کر دیا۔ عراق اور اردن کی پارلیمنٹوں نے اس وفاق کو منظور کر لیا۔

3 مارچ۔ مراکش کی حکومت نے تیونس، الجزائر اور مراکش کے اتحاد کی تجویز پیش کی اور کہا کہ شمالی افریقہ کے جھگڑے کا تصفیہ کرنے کی یہ بہترین صورت ہے۔

جنرل نوری السعید عراق و اردن کے وفاق کے بعد وزیر اعظم بن گیا اور شاہ فیصل ثانی کو اس وفاق کا رئیس قرار دیا گیا۔

3۔ اپریل۔ نہر سویز کی انتظامیہ کمیٹی نے اعلان کیا کہ ہر جہاز سے محصول اس ملک کے سکے میں وصول کیا جائے گا جس کا جھنڈا جہاز پر نصب ہوگا۔

اسی روز جمال عبدالناصر نے اعلان کیا کہ ہم نے پولینڈ سے تین نئی آبدوزیں خرید لی ہیں اور ہمارا آبدوزوں کا بیڑا شرق اوسط میں سب سے قوی ہے۔

7۔اپریل۔عالمی بنک نے اعلان کیا کہ نہر سویز کی اصلاح کے لیے مصر کو ہر ممکن امداد دی جائے گی۔

19۔اپریل۔دولت سعودیہ کے وزیراعظم اور ولی عہد امیر فیصل نے کہا کہ ہمارا ملک کسی وفاق میں شامل نہ ہوگا اور دنوں وفاقوں (اردن وعراق اور شام ومصر) کے ساتھ تعاون جاری رکھے گا۔

20۔اپریل۔گھانا کی حکومت نے الجزائر کی اس حکومت کو تسلیم کر لیا جو آزادی کے مجاہدوں نے ملک سے باہر بنائی تھی۔یہ اعلان آزاد افریقی اقوام کے ایک اجلاس میں ہوا۔

27۔اپریل۔فرانسیسی فوج اور ہوائی جہازوں نے مشرقی الجزائر کے ایک گاؤں پر حملہ کیا اور دو سو پندرہ آدمی موت کے گھاٹ اتار دیے۔

28۔اپریل۔مراکش کی استقلال پارٹی، تیونس کی نئی دستور پارٹی اور الجزائر کے مجاہدین آزادی کی ایک کانفرنس مراکش میں ہوئی، جس میں الجزائر کی آزادی حاصل کرنے کے لیے عملی پروگرام کا فیصلہ ہوا۔

30۔اپریل۔الجزائر، تیونس اور مراکش کے نمائندوں کی ایک کانفرنس میں الجزائر کی انقلابی حکومت بنانے کا اعلان ہوا۔

5۔مئی۔عراق میں نئی پارلیمنٹ کے انتخابات ہوئے۔ایوان کی ایک سو پینتالیس نشستوں میں سے صرف ستائیس میں مقابلہ ہوا۔

9مئی۔پاکستان کی ریپبلکن پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر خاں صاحب ایک قاتل کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے۔

یکم جون۔فرانس کی نیشنل اسمبلی نے چار گھنٹے کی بحث کے بعد جنرل دی گال کو فرانس کا وزیراعظم منتخب کر لیا۔329ووٹ حق میں اور 244ووٹ خلاف آئے۔پندرہ آدمیوں کی وزارت بنائی گی۔

2۔جون۔دی گال نے وزارت سنبھالتے وقت تین خاص قوانین کی منظوری کا مطالبہ کیا تھا،ان میں سے آخری قانون بھی منظور کر لیا گیا،اس لیے کہ دی گال نے کہا تھا کہ اگر اسے منظور نہ کیا گیا تو میں مستعفی ہو جاؤں گا۔اب چھ مہینے کے لیے خاص احکام کے ذریعے سے حکومت کرنے کا اختیار دی گال کو مل گیا۔نیشنل اسمبلی نے یہ تجویز199ووٹوں کے مقابلے میں 337ووٹوں سے منظور کر لی۔

4جون۔دی گال الجزائر پہنچا اور اعلان کیا کہ نوے لاکھ مسلمانوں اور دس لاکھ یورپینوں کے درمیان ہر امتیاز ختم کر دیا جائے گا،سب کے حقوق برابر ہوں گے،لیکن اس سے حالات میں کوئی خوشگوار تغیر پیدا نہ ہوا۔الجزائری مجاہدوں کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ آزادی کامل کے سوا کسی چیز پر راضی نہ ہوں گے۔

برما کے وزیراعظم یونو نے نئی وزارت بنائی اور وزیروں کی تعداد تیس سے گھٹا کر بیس کر دی۔

11 جون۔ سویڈن کی قرارداد کے سلسلے میں انجمن اقوام متحدہ کی مجلس سلامتی نے دس ووٹوں سے فیصلہ کیا کہ انجمن اقوام متحدہ کے ناظر لبنان جائیں، تاکہ وہ باہر سے فوج اور اسلحہ لبنان میں داخل ہونے کی نگرانی کریں۔ چنانچہ تین آدمی بھیج دیئے گئے۔

چین اور جاپان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا، جس کے ماتحت جاپانی ماہی گیروں کو چینی سمندروں میں ماہی گیری کی اجازت تھی۔ اس معاہدے میں دو مرتبہ توسیع ہو چکی تھی۔ اس سال اس کی تجدید سے چین نے اس لیے انکار کر دیا کہ جاپان کی پالیسی چین کے ساتھ غیر دوستانہ رہی۔

بین الاقوامی بنک نے اعلان کیا کہ سویز کمپنی کے حصہ داروں کو معاوضہ دینے کا معاملہ طے ہو گیا ہے۔ جولائی میں معاہدے پر دستخط ہو جائیں گے۔

12 جون۔ نئی دہلی سے اعلان ہوا کہ امریکہ ہندوستان کو سات لاکھ ٹن غذائی اجناس فی الفور بہم پہنچائے گا، تاکہ قحط کے اثرات کم ہو جائیں۔ درآمد و برآمد کے بنک نے پندرہ کروڑ ڈالر کی رقم ہندوستان کے لیے بطور قرض منظور کی، تاکہ ہندوستان کے بیرونی مبادلے میں جو کمی چلی آتی ہے، اسے پورا کرنے میں مدد ملے۔ جاپانی پارلیمنٹ نے دوبارہ نبوسوکی کشی کو چار سال کے لیے وزیراعظم منتخب کیا۔

انجمن اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے بتایا کہ شرق اوسط میں انجمن کی فوج پر 1958ء میں دو کروڑ دو لاکھ ڈالر خرچ ہوں گے۔

17 جون۔ ہنگری کے سابق وزیراعظم امرے ناگی اور سابق جنرل پال مُیلٹر کے خلاف مقدمہ چلایا گیا، جس میں کسی اخباری نمائندے کو یا کسی دوسرے شخص کو جانے کا موقع نہ دیا گیا۔ یہ دونوں شخص 1956ء کے انقلاب کے لیڈر تھے، نیز معلوم ہوا کہ ان دونوں کو نیز دو اور آدمیوں کو موت کی سزا دی گئی۔ اس پر دنیا بھر میں غصے کا اظہار ہوا۔ یہاں تک کہ انجمن اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی خاص کمیٹی نے بھی مذمت کی قرارداد منظور کی۔

20 جون۔ برما کی پارلیمنٹ میں یونو کو بہت تھوڑی اکثریت حاصل تھی، للہٰذا اس نے نئے انتخابات کو ضروری قرار دیا۔ برما میں عوام نے آزادی کی ایک لیگ بنا رکھی ہے، جو فاشزم کی سخت مخالف ہے۔ اس لیگ کی سپریم کونسل نے وزیراعظم یونو کو وزارت سے الگ کر دیا اور اس کی جگہ مہن میا سین کو صدر بنایا۔

امریکہ نے ساڑھے بارہ کروڑ ڈالر کی رقم فلپینز کو اس غرض سے قرض دی کہ نازک اقتصادی صورت حال کا مداوا ہو سکے۔

23 جون۔ امریکہ نے 1958ء کے آغاز میں ہندوستان کے لیے ساڑھے بائیس کروڑ ڈالر کی رقم بطور قرض منظور کی تھی، اس لیے پانچ کروڑ سات لاکھ ڈالر کی فالتو زرعی پیداوار ہندوستان کو دینے کا فیصلہ ہوا۔ ساڑھے سات کروڑ ڈالر نشوو ارتقا کے بعض منصوبوں کے لیے دیئے گئے۔

برطانیہ نے ہوائی جہازوں میں فوج قبرص بھیجی اور وہاں کل سینتیس ہزار برطانوی سپاہ پہنچ گئی۔

25 جون۔ لبنان نے انجمن اقوام متحدہ سے درخواست کی کہ لبنان کی سرحدوں کو محفوظ رکھنے اور اندر داخل ہونے والے آدمیوں اور اسلحہ کو روکنے کے لیے انجمن کی فوج بھیجی جائے۔ لبنان کے وزیراعظم سامی الصلح نے اعلان کیا کہ میں نے کبھی انجمن اقوام متحدہ سے فوج بھیجنے کی درخواست نہیں کی۔

یکم جولائی۔ جوہری قوت کے متعلق مختلف ملکوں کے نمائندوں کے درمیان بات چیت، مثلاً روس، چیکوسلواکیا، رومانیا، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور فرانس۔ قرار پایا کہ اس گفتگو کو صیغہ راز میں رکھا جائے۔

3 جولائی۔ لبنان کی طرف سے الزام لگایا گیا تھا کہ شام سے آدمی اور اسلحہ دھڑا دھڑ لبنان میں داخل ہو رہے ہیں۔ انجمن اقوام متحدہ کے سیکرٹری نے بتایا کہ لبنان میں اقوام متحدہ کے جو ناظر متعین ہیں، ان کا بیان ہے کہ آدمیوں کا کثیر تعداد یا اسلحہ کا کثیر مقدار میں آنا بالکل بے بنیاد ہے۔

امریکہ کا قومی قرضہ 2,76,44,44,38,345 ڈالر پر پہنچ گیا۔

8 جولائی۔ نہری پانیوں کے متعلق پاک و ہند کے درمیان از سر نو گفت و شنید شروع ہوئی۔

13 جولائی۔ متحدہ عرب جمہوریہ اور سویز کمپنی کے حصہ داروں کے درمیان آخری سمجھوتا ہو گیا۔ متحدہ عرب جمہوریہ کے حصہ داروں نے چھ کروڑ اڑتالیس لاکھ ڈالر پانچ قسطوں میں ادا کرنے کا ذمہ اٹھایا۔

14 جولائی۔ عراق میں یکا یک انقلاب ہوا۔ انقلابیوں نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ شاہ فیصل، سابق نائب السلطنت امیر عبدالالہ اور وزیراعظم نوری السعید مارے گئے۔ برطانوی سفارت خانہ لوٹا اور جلایا گیا۔ بریگیڈیر جنرل عبدالکریم القاسم وزیراعظم بن گیا۔

عراق اور شرق اردن کی حکومتوں کا وفاق قائم ہو چکا تھا اور شاہ فیصل اس وفاق کا رئیس قرار پایا تھا۔ اردن کے بادشاہ حسین نے اعلان کیا کہ شاہ فیصل کی وفات کے بعد وفاق کے تمام اختیارات میں نے سنبھال لیے ہیں۔

15 جولائی۔ جمہوریہ لبنان کے رئیس کمیل شمعون نے صدر امریکہ سے امداد کی اپیل کی تھی۔ امریکہ نے پانچ ہزار بحری فوج لبنان میں اتار دی، تاکہ وہ اہل امریکہ کے جان و مال کی حفاظت کرے، نیز لبنان کی آزادی قائم رکھنے میں مدد دے۔ عراق میں مارشل لاء کا اعلان ہو گیا

16 جولائی۔ عراق میں نئی وزارت قائم ہوگئی۔ روس نے امریکہ سے مطالبہ کیا کہ فوج لبنان سے ہٹائی جائے۔ شاہ حسین نے ''ناصریت'' اور کمیونزم کو عراق میں انقلاب کا ذمہ دار قرار دیا۔ برطانیہ کے وزیر خارجہ شرق اوسط کے معاملات کے متعلق مسٹر ڈلس سے گفتگو کے لیے واشنگٹن پہنچا۔ حکومت جاپان نے کہا کہ امریکہ نے لبنان کے سلسلے میں جو قدم اٹھایا ہے، وہ ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔ ترکی، ایران اور پاکستان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس ہوئی۔ دو روز مشورے ہوتے رہے، آخر میں لبنان کے اندر امریکی مداخلت کی ستائش کی گئی۔

17 جولائی۔ شاہ حسین نے برطانیہ سے اپیل کی کہ اردن کی امداد کے لیے ہوائی فوج بھیجی جائے۔

20 جولائی۔ متحدہ عرب جمہوریہ اور حکومت عراق کے درمیان معاہدہ ہوگیا، جس کا مفاد یہ تھا کہ جارحانہ اقوام کے مقابلے کے لیے دونوں ملک متحدہ قوم کی حیثیت میں کام کریں گے۔

24 جولائی۔ ملکہ ایلزبتھ نے اعلان کیا کہ میرا فرزند چارلس شہزادہ ولی عہد مقرر ہوا ہے۔

30 جولائی۔ پاکستان و ایران کی حکومتوں نے عراق کی نئی حکومت کو تسلیم کرلیا۔

31 جولائی۔ لبنان کی مختلف پارٹیوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ جنرل فواد شہاب کو آئندہ کے لیے لبنان کا صدر بنایا جائے۔

یکم اگست۔ شرق اوسط کے متعلق بڑی طاقتوں کے درمیان ایک مشترکہ کانفرنس کی تجویز پیش تھی، جمہوریہ امریکہ کے صدر نے وزیراعظم روس کو اطلاع دی کہ میں مجوزہ کانفرنس میں شریک ہونے کے لیے تیار ہوں۔

برطانیہ نے حکومت عراق کو تسلیم کرلیا۔ شاہ حسین نے اردن اور عراق کا وفاق توڑ دیا۔ امریکہ نے بھی نئی عراقی حکومت کو تسلیم کرلیا۔

3۔ اگست۔ امریکہ کی طرف سے رابرٹ مرفی نے عبدالکریم القاسم وزیراعظم عراق سے ملاقات کر کے یقین دلایا کہ امریکہ نہ عراق کے معاملات میں مداخلت کا خواہاں ہے، نہ کسی داخلی تحریک میں حصہ لینے کا روادار ہے۔

وزیراعظم روس نے پیکن پہنچ کر صدر جمہوریہ چین سے ملاقات کی اور چار روز باہم گفتگو جاری رہی۔

6۔ اگست۔ متحدہ عرب جمہوریہ کا سپہ سالار اعظم مشورے کے لیے سعودی عرب گیا۔

7۔ اگست۔ انجمن اقوام متحدہ کی مجلس سلامتی کا فوری اجلاس شرق اوسط کے سلسلے میں بلایا گیا۔

7۔ اگست۔ بیان کیا گیا کہ اردن کے حکام نے جاسوسی کے ایک حلقے کا پتا چلایا ہے جو ناصر کے لیے

کام کر رہا تھا۔ تیس آدمی گرفتار ہوئے جن میں سے چھ حکومت کے اعلیٰ کارکن تھے۔

13۔اگست۔صدر جمہوریہ امریکہ نے شرق اوسط میں صلح کے لیے اپنی تجاویز کا خاکہ پیش کیا۔اس کا مفاد یہ تھا کہ سرزمین عرب کے نشوو ارتقا کے لیے عرب حکومتیں ایک ادارہ بنائیں اور امن قائم رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی طرف سے ایک فوج نگران کار رہے۔ روس نے مطالبہ کیا کہ امریکی فوج لبنان سے ہٹالی جائے، چنانچہ اس فوج کی واپسی شروع ہوگئی۔

18۔اگست۔سعودی عرب کے نمائندے امیر فیصل نے متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر سے ملاقاتیں کیں۔آخر میں اعلان ہوا کہ دونوں حکومتوں کے درمیان جو اختلافات تھے، وہ ختم ہوگئے ہیں۔

21۔اگست۔دس عرب حکومتوں کی طرف سے، جن میں اردن اور لبنان کی حکومتیں بھی شامل تھیں، ایک قرارداد جنرل اسمبلی میں پیش ہوئی جسے اسمبلی کے تمام ممبروں نے بالاتفاق منظور کیا۔صرف ایک ممبر غیر حاضر تھا۔قرارداد کا مفاد یہ تھا کہ انجمن اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل اردن اور لبنان میں انجمن اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق تمام اصول و مقاصد کی بحالی کے لیے جو ضروری تدابیر اختیار کرنا چاہے، اختیار کرلے، تاکہ شرق اوسط کے ان دو ملکوں سے اجنبی افواج کی واپسی میں سہولت پیدا ہو جائے۔

21۔اگست۔لندن میں برطانیہ اور ایران کے سرکاری نمائندوں کے درمیان جو بات چیت ہو رہی تھی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تجارتی معاہدے کے عارضی مسودے پر اتفاق رائے ہوگیا۔وزارت خارجہ برطانیہ نے بتایا کہ عراق میں انقلاب سے پیشتر اسلحہ دینے کا جو معاہدہ ہو چکا تھا، اس کے مطابق اسلحہ عراق بھیجے جا رہے ہیں۔امریکہ نے بھی کچھ فوجی سامان عراق بھیجا۔

23۔اگست۔شرق اوسط میں تناؤ کم ہوگیا۔لبنان اور شام کی سرحد از سرنو کھل گئی۔قاہرہ کے اخبار بیروت میں بکنے لگے۔حکومت اردن نے اپنے ریڈیو سٹیشنوں کو حکم دے دیا کہ متحدہ عرب جمہوریہ کے خلاف پراپیگنڈے بند کر دیا جائے۔

امریکہ کے سینٹ نے 3,51,80,92,00 ڈالر کی رقم غیر ملکی امداد کے لیے منظور کی۔

24۔اگست۔مشرقی پاکستان کے گورنر نے مسٹر عطاء الرحمان کو وزارت بنانے کی دعوت دی۔مسٹر عطاالرحمان عوامی لیگ کو الیشن پارٹی کے لیڈر تھے۔

25۔اگست۔انجمن اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل شرق اوسط روانہ ہوگیا، تاکہ برطانوی اور امریکی فوجوں کی واپسی کے لیے گفتگو کر کے راستہ ہموار کر دے۔

عراق اور چین کی حکومتوں نے مشترکہ اعلان کیا کہ دونوں ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات قائم ہو

گئے ہیں۔

26۔اگست۔عراق اور یمن نے ایک مشترکہ اعلان میں اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ بین الاقوامی معاملات میں دوش بہ دوش کام کریں گے۔

لبنان کی مخالف پارٹی کے تینتیس لیڈروں نے عہد کیا کہ 24 ستمبر کو جنرل فواد شہاب صدر بن جائے گا تو ہم لوگ کسی ایسے شخص سے تعاون نہ کریں گے جس نے موجودہ حکومت کے کارکنوں کے لیے کام کیا۔

2 ستمبر۔چیانگ کائی شیک اور حکومت چین کے درمیان جزیروں کے متعلق جھگڑا شروع ہو گیا تھا جس نے بڑی نازک صورت اختیار کر لی تھی۔اعلان ہوا کہ چیانگ کائی شیک کی فوج نے حکومت چین کی بارہ تارپیڈو کشتیاں برباد کر دی ہیں۔امریکہ نے 4 ستمبر کو اعلان کر دیا کہ وہ ہر اقدام کا مسلح دفاع کرے گا،البتہ صلح کے لیے گفتگو پر آمادہ ہے۔چنانچہ وارسا میں صلح کے لیے بات چیت شروع ہو گئی،لیکن اس بات پر زور دیا گیا کہ آتش باری جلد سے جلد بند ہو جانی چاہیے۔

3۔ستمبر۔اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کا اعلان کہ امریکہ اور برطانیہ،لبنان و اردن سے فوجیں ہٹا رہے ہیں۔

4۔ستمبر۔لندن میں اعلان ہوا کہ حکومت برطانیہ ہندوستان کو چار کروڑ پاؤنڈ کی امداد دے سکتی ہے، ساتھ ہی امریکہ نے بیس کروڑ ڈالر اور دس کروڑ قرض،نیز مزید امداد کا اعلان کیا۔

نیز امریکہ نے لبنان کو پچیس لاکھ ڈالر بطور تحفہ پیش کیے۔

8 ستمبر۔سائبیریا میں روس نے جوہری قوت کا بہت بڑا کارخانہ قائم کیا جس کی تفصیلات نشر ہوئیں۔

جوہری قوت کے پر امن استعمال کے لیے جنیوا میں کانفرنس ہوئی تھی،اس میں انہتر قوموں کی طرف سے چار ہزار سائنس دان شریک ہوئے اور کانفرنس میں مختلف پہلوؤں پر دو ہزار ایک سو مقالے پڑھے گئے۔

سلطان مسقط نے گوادر کی بندرگاہ تین لاکھ پاؤنڈ کے معاوضے میں حکومت پاکستان کے حوالے کر دی۔

11 ستمبر۔ہندوستان اور پاکستان کے سرحدی معاملات کے متعلق وزیر اعظم ہندوستان اور وزیر اعظم پاکستان کے درمیان سمجھوتا ہو گیا۔

12 ستمبر۔بغداد ریڈیو نے ایک سرکاری فرمان نشر کیا جس کا مفاد یہ تھا کہ کرنل عبدالسلام عارف جو مسلح افواج کے نائب سالار تھے،اپنے عہدے سے سبکدوش کر دیئے گئے۔

14 ستمبر۔ حکومت مراکش نے اعلان کیا کہ امریکہ مراکشی اڈے آہستہ آہستہ خالی کر دینے کا وعدہ کر چکا ہے۔

برطانیہ کی وزارت خارجہ نے اعلان کیا کہ برطانیہ نے 31 مارچ 1959 کو ختم ہونے والے سال کے لیے حکومت اردن کو دس لاکھ پونڈ کی مالی امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

19 ستمبر۔ الجزائر کی آزاد حکومت قائم ہوگئی۔ فرحت عباس وزیراعظم مقرر ہوئے۔ لیبیا، عراق، جمہوریہ متحدہ عرب، تیونس اور مراکش کی حکومتوں نے نئی حکومت کو تسلیم کرلیا۔

23 ستمبر۔ جنرل فواد شہاب لبنان کے صدر بن گئے۔ رسید کرمی وزیراعظم تجویز ہوئے۔ وزارت میں چار مسلمان اور چار مسیحی شامل کیے گئے۔ مسلمانوں میں سے ایک دروزیوں کا نمائندہ تھا۔

27 ستمبر۔ شام کے لیے ویسی ہی زرعی اصلاحات کا قانون نافذ ہوا جیسا مصر میں ستمبر 1956ء میں جاری ہوا۔

28 ستمبر۔ شام میں زرعی اصلاحات ہوئیں۔

30 ستمبر۔ حکومت عراق نے زرعی اصلاحات کا فیصلہ کیا جس میں انفرادی ملکیتیں محدود کردی گئیں۔

یکم اکتوبر۔ تیونس اور مراکش کو جمعیت عرب (عرب لیگ) میں شامل کرلیا گیا۔

8۔ اکتوبر۔ پاکستان کے صدر سکندر مرزا نے 7 اور 8 اکتوبر 1958ء کی درمیان شب کو 12 بجے کے قریب ملک میں مارشل لاء کا اعلان کر دیا۔ مرکزی وزارت اور صوبائی وزارتیں، نیز قانون ساز مجلسیں توڑ دی گئیں۔ جنرل محمد ایوب خاں مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔

8۔ اکتوبر۔ انجمن اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اٹلی، ارجنٹائن اور تیونس کو مجلس سلامتی کا ممبر منتخب کیا۔

9۔ اکتوبر۔ انجمن اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے 1959ء کے لیے ساڑھے چھ کروڑ ڈالر کا بجٹ پیش کیا۔

13۔ اکتوبر۔ عراق اور روس کے درمیان تجارتی معاہدے پر دستخط ہوگئے۔

14۔ اکتوبر۔ انجمن اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے پسماندہ اقوام کے لیے ایک خاص سرمایہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔

17۔ اکتوبر۔ میثاق بغداد کا مرکز انقرہ منتقل کر دیا گیا۔

18۔ اکتوبر۔ جمعیت عرب (عرب لیگ) نے فیصلہ کیا کہ چونتیس کروڑ چالیس لاکھ ڈالر کی رقم

الجزائر کی آزادی کے لیے جمع کی جائے۔

18۔اکتوبر۔ایران اور ترکی کے درمیان تیل کے لیے پائپ لائن بنانے کا معاہدہ ہو گیا۔یہ پائپ لائن ایک ہزار میل سے زیادہ لمبی ہوگی۔ایران کی خواہش تھی کہ یہ اسکندریہ (بحیرہ روم کی مشہور بندرگاہ) پر ختم ہو،لیکن ترکی نے خراسین کی بندرگاہ کو ترجیح دی۔

21۔اکتوبر۔انجمن اقوام متحدہ نے پھر ایک قرارداد کے ذریعے سے جنوبی افریقہ کی حکومت کو کہا کہ نسلی امتیاز کی پالیسی ترک کر دی جائے۔68 ووٹ قرارداد کے حق میں تھے،پانچ خلاف اور چار ملکوں نے کسی طرف ووٹ نہ دیا۔

24۔اکتوبر۔پاکستان کے صدر سکندر مرزا نے جنرل محمد ایوب خان کو پاکستان کا وزیراعظم بنا دیا۔اور پوری کابینہ بارہ آدمیوں کی رکھی۔

27۔اکتوبر۔سکندر مرزا نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور جنرل محمد ایوب خان نے منصب صدارت سنبھال لیا۔دو روز بعد اعلان ہوا کہ جنرل مرزا سے استعفیٰ لینا ضروری ہو گیا تھا،تاکہ ملک میں اصلاحات کے لیے راستہ صاف ہو جائے۔

28۔اکتوبر۔عراق اور متحدہ عرب جمہوریہ کے درمیان بغداد میں ثقافتی معاہدے پر دستخط ہوئے۔

5 نومبر۔میثاق بغداد کی فوجی کمیٹی کا ایک اجلاس انقرہ میں منعقد ہوا جو تین روز جاری رہا۔عراق اس میں شریک نہ ہوا۔

9 نومبر۔حکومت سعودیہ نے ایک اطالوی کمپنی کو تیرہ ہزار مربع میل کے لیے تیل نکالنے کے اجارہ دیا۔اس رقبے میں جزیرہ فرسان بھی شامل رکھا گیا،جو بحیرہ قلزم میں ساحل یمن کے قریب واقع ہے۔

10۔نومبر۔اعلان ہوا کہ نہر سویز کو چوڑا اور گہرا کرنے کے لیے کام شروع کر دیا گیا ہے۔نہر تیس میٹر چوڑی کی جائے گی،یعنی قریباً ایک سو فٹ اور اتنی گہری کر دی جائے گی کہ وہ جہاز بھی اس میں سے گزر سکیں جنھیں سینتیس فٹ تک گہرا پانی درکار ہوتا ہے۔

20 نومبر۔میثاق بغداد کے ماتحت بحری اور فضائی مشق 3 نومبر سے شروع ہو گئی تھی،برطانیہ، پاکستان،امریکہ اور ترکی نے اس مشق میں حصہ لیا۔کل اٹھارہ جہاز مشق میں شامل تھے۔پانچ برطانیہ کے،تین امریکہ کے ایک ترکی کا اور نو پاکستان کے۔25 نومبر کو خلیج فارس سے کراچی پر سخت "حملہ" کیا گیا۔20 کو مشق ختم ہوئی۔

2 دسمبر۔بغداد سے بریگیڈیر عبدالکریم قاسم نے اعلان کیا کہ عراق کی متعدد مشہور شخصیتوں کو حکومت

کے خلاف سازش کے سلسلے میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ سازش میں جو سکیم طے ہوئی تھی، اسے 9 اور 10 دسمبر کو لباس عمل پہنایا جانے والا تھا۔

سیلون کی حکومت نے مشرقی صوبے میں کاغذ کا جو کارخانہ لگایا تھا، اس میں کام شروع ہو گیا اور روزانہ بارہ سے پندرہ ٹن تک کاغذ تیار ہونے لگا۔

13 دسمبر۔ میرزا عثمان علی بیگ جو پاکستان کی طرف سے کینیڈا میں ہائی کمشنر تھے، عراق کے عونی خالد کی جگہ میثاق بغداد کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔

16 دسمبر۔ بحریہ پاکستان نے دو ہزار چھ سوٹن کا ایک تباہ کن جہاز برطانیہ سے خریدا۔

21 دسمبر۔ بانہال (مقبوضہ کشمیر) کی سرنگ 22 دسمبر 1956ء کو کھلی تھی، اس کے مغربی حصے کی توسیع مکمل ہو گئی اور اس میں آمد و رفت جاری کر دی گئی۔ مشرقی حصے کی توسیع 1960 میں پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔ یہ سرنگ سوا سات ہزار فٹ کی بلندی پر بنائی گی ہے اور جموں کی طرف سے کشمیر کے ساتھ تعلق کا واحد ذریعہ ہے۔ پہلے ایک سڑک نو ہزار فٹ کی بلندی پر سے گزرتی ہوئی جاتی تھی۔

22 دسمبر۔ جنرل چیانگ کائی شیک صدر جمہوریہ تیوان (فارموسا) نے اعلان کیا کہ میں تیسری مرتبہ صدارت کا امیدوار نہیں بنوں گا۔ جنرل موصوف کی موجودہ میعاد صدارت مئی 1960ء میں پوری ہو گی۔

24 دسمبر۔ امریکہ نے ہندوستان کو دس کروڑ ڈالر کی رقم قرض دی۔

25 دسمبر۔ فیلڈ مارشل جنرل محمد ایوب خان نے قائداعظم کی سالگرہ کے دن تقریر کرتے ہوئے ہندوستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات کی اہمیت واضح فرمائی۔ ساتھ ہی فرمایا کہ پانیوں کا مسئلہ اور مسئلہ کشمیر طے ہو جانا چاہیے۔

27۔ دسمبر۔ روس اور متحدہ عرب جمہوریہ (مصر و شام) کے درمیان معاہدہ ہوا جس کے مطابق روس، متحدہ عرب جمہوریہ کو اسوان بند کی تعمیر کے لیے چالیس کروڑ روبل (قریباً تین کروڑ تیس لاکھ پاؤنڈ) بطور قرض دے گا۔

29 دسمبر۔ عراق اور ہندوستان کے درمیان تجارتی معاہدہ مکمل ہو گیا۔

1959ء میں پیش آنے والے واقعات

یکم جنوری۔ فیصلہ ہوا کہ 1959ء میں مغربی جرمنی اور اٹلی سے ایک کروڑ ڈالر کا سامان پاکستان آئے گا۔

4 جنوری۔ روس کا نائب وزیراعظم موسیو مکوین امریکہ کے دورے کے لیے واشنگٹن پہنچا اور یہ دورہ 20 جنوری تک جاری رہا۔ مقصد یہ تھا کہ روس اور امریکہ کے درمیان مفاہمت کا دروازہ کھل جائے۔

5 جنوری۔ برطانیہ نے سوڈان کے لیے پچاس لاکھ پونڈ کا سامان منگوانے کا بندوبست کرایا۔

12 جنوری۔ جمعیت عرب (عرب لیگ) عرب ممالک کے نشوو ارتقاء کے لیے جو بنک قائم کرنے کی آرزومند تھی، وہ قائم ہو گیا۔ دسمبر 1958ء کے اواخر میں متحدہ عرب جمہوریہ، دولت سعودیہ اور اردن نے اس کے کنونشن پر دستخط کیے تھے۔ 10 اور 12 جنوری کو بالترتیب لبنان اور لیبیا اس میں شامل ہوئے۔ اس کا سرمایہ دو کروڑ پونڈ رکھا گیا اور اس میں پچھتر فیصد سرمایہ جمع کر دیا گیا۔

13 جنوری۔ روس کی امداد سے شام کے علاقہ میں (متحدہ عرب جمہوریہ) ریلوے لائن بنانے کا فیصلہ ہو گیا۔

15 جنوری۔ حکومت امریکہ نے کولمبو پلان کی ممبری قبول کر لی۔

24 جنوری۔ پاکستان میں زرعی اصلاحات کا اعلان ہو گیا۔

اس اعلان کے مطابق ہر مالک کے لیے زیادہ سے زیادہ پانچ سو ایکڑ آبی اور ایک ہزار ایکڑ تابی ملکیت محفوظ رکھنے کا حق دیا گیا۔

26۔جنوری۔ میثاق بغداد کی وزارتی کونسل کا ایک اجلاس کراچی میں منعقد ہوا، جس کا افتتاح جنرل محمد ایوب خان نے کیا۔ آپ نے افتتاحی تقریر میں مشرق اوسط کی دفاعی تدابیر و ممکنات کی اصلاح و درستی پر خاص زور دیا اور فرمایا کہ ایسا بندوبست ہو جانا چاہیے کہ کسی کو اس علاقے کے امن میں خلل ڈالتے وقت اپنی خیر نظر نہ آئے۔

8 مارچ۔ موصل (عراق) میں بغاوت ہوئی، لیکن اسے جلد سے جلد فرو کر دیا گیا۔ جنرل عبدالوہاب شواف کو باغیوں کا لیڈر بنایا جاتا تھا، وہ مارا گیا۔

12 مارچ۔ انجمن اقوام متحدہ کی اس کونسل نے جس کے ذمے مختلف پس ماندہ علاقوں کی نگرانی ہے، (کونسل آف ٹرسٹی شپ) فیصلہ کر دیا کہ فرانسیسی کامران سے فرانس کی نگرانی ختم کر کے یکم جنوری 1960ء کو

یہ علاقہ آزاد کر دیا جائے۔

31 مارچ۔ تبت میں حکومت چین کی مجوزہ اصلاحات کے خلاف بغاوت ہوئی، جسے فوجی قوت کے بل پر فرو کر دیا گیا۔ دلائی لاما اور اس کے بہت سے ساتھی تبت چھوڑ کر ہندوستان پہنچ گئے، جہاں حکومت نے انھیں پناہ دے دی۔ ساتھ ہی کہہ دیا کہ وہ پناہ کے دوران میں سیاسی سرگرمیاں جاری نہ رکھیں گے۔ اس وجہ سے ہندوستان اور چین کے تعلقات میں اک گونہ تکدر پیدا ہو گیا۔

21 اپریل۔ دولت سعودیہ نے تجویز پیش کی کہ عرب ممالک اپنے خرچ سے ایک پائپ لائن تیار کریں جس کے ذریعے سے دولت سعودیہ، کویت اور عراق کا تیل لبنان اور شام کی بندرگاہوں میں پہنچتا رہے، جو بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ہیں۔ یہ بھی بتایا گیا کہ 1967ء میں خام تیل کی برآمد ایک کروڑ پندرہ لاکھ بیرل پر پہنچ جائے گی۔ اگر پائپ لائن نہ بنائی گئی تو تیل کی بڑی مقدار بڑے بڑے ٹینکروں کے ذریعے سے سمندر کے راستے باہر بھیجنی لازم ہوگی اور وہ ٹینکر راس امید کا چکر لگاتے ہوئے جا سکیں گے۔ اس طرح خرچ بہت بڑھ جائے گا۔

14 مئی۔ جنرل عبدالکریم قاسم وزیر اعظم عراق نے اعلان کیا کہ امریکہ کے صدر مسٹر آئزن ہاور نے مشرق اوسط کے متعلق جس پالیسی کا اعلان کیا ہے اور جو نظریہ پیش فرمایا ہے، عراق کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

یکم جون۔ حکومت عراق نے اعلان کیا کہ عراق نے امریکہ سے جتنے معاہدے کر رکھے تھے، وہ ''خطرناک'' تھے، انھیں منسوخ کر دیا گیا ہے، اس لیے کہ عراق کی خارجہ پالیسی کی روح سے ان معاہدات کو کوئی مطابقت نہیں۔

5۔ اگست۔ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان پانیوں کے متعلق جو تنازع چلا آتا تھا، اس کے متعلق مدت سے عالمی بنک کے زیر اہتمام گفتگو ہو رہی تھی، یہ گفتگو لندن میں پھر شروع ہوئی اور معاملات اس حد تک روبراہ ہو گئے کہ عالمی بنک کے نمائندے نے اعلان کر دیا کہ 1960ء کے نصف اول میں دونوں ملکوں کے درمیان معاہدہ ہو جانے کی امید ہے۔ دونوں ملکوں میں آبیاری کے جو نئے منصوبے مکمل ہوں گے، ان پر تخمیناً چار ارب سڑسٹھ کروڑ روپے کے خرچ کا اندازہ ہے۔ یہ گفتگو بعد میں بھی جاری رہی، یہاں تک کہ مفاہمت کی امید قوی ہو گئی۔

19۔ اگست۔ میثاق بغداد کا نام تبدیل کر دیا گیا۔ آئندہ اسے سنٹرل ٹریٹی آرگنائزیشن (سنٹو) کہا جائے گا۔

23۔ اگست روس اور افغانستان کے درمیان جلال آباد کے زرعی منصوبے کے متعلق سمجھوتا ہو گیا۔ رو

س اس منصوبے کو مکمل کرنے کے لیے امداد دے گا۔ اس پر اڑتیس کروڑ ساٹھ لاکھ افغانی اور اٹھارہ کروڑ چھیاسٹھ لاکھ ڈالر خرچ ہوں گے۔ اس منصوبے سے بجلی بھی پیدا ہوگی اور بنجر زمینوں کی آبیاری کا انتظام بھی ہوگا۔

یکم ستمبر۔ پالم (دہلی) کے ہوائی اڈے پر صدر محمد ایوب خان نے پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کی۔ اس کے بعد جنرل ممدوح ڈھاکہ روانہ ہو گئے۔

14 ستمبر۔ روس کے سائنس دانوں نے ایک راکٹ تیار کر کے چاند پر بھیجا۔ انسانی ساخت کی یہ پہلی چیز تھی جو چاند میں پہنچی۔

15 ستمبر۔ موسیو خروشیف وزیراعظم روس امریکہ کے دورے کے سلسلے میں واشنگٹن پہنچا اور یہ دورہ 27 ستمبر تک جاری رہا۔

18 ستمبر۔ برما آئل کمپنی، کال ٹیکس، شیل وغیرہ کمپنیوں نے مل کر کراچی میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ بنانے کی تجویز کی تھی، یہ تجویز منظور ہو گئی۔

20۔ اکتوبر۔ فیصلہ ہو گیا کہ پاکستان کا وفاقی دارالحکومت راولپنڈی کے قریب پوٹھوار میں بنے گا۔ ا س غرض سے جنوری میں ایک کمیشن مقرر کیا گیا تھا کہ خوب دیکھ بھال کے بعد آخری تجاویز پیش کرے۔ جولائی میں اندازہ کیا گیا تھا، کہ نئے دارالحکومت کی تعمیر پر دو ارب کے قریب رقم خرچ ہوگی۔ ساتھ ہی مختلف دفاتر اور محکمے کراچی سے راولپنڈی منتقل کر دینے کا کام شروع ہو گیا۔

26۔ اکتوبر۔ جنرل محمد ایوب خان نے پاکستان کے لیے بنیادی جمہوریتوں کے قیام کا اعلان کر دیا۔ وزارت پاکستان نے دور انقلاب کی پہلی سالگرہ کے قریب پر جنرل محمد ایوب خان کی گراں بہا خدمات کا ذکر کرتے ہوئے قوم کی طرف سے بطور نشان سپاسگزاری "فیلڈ مارشل" کا اعزاز آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ موصوف نے 26 اکتوبر کو یہ اعزاز قبول کر لینے کا اعلان فرما دیا۔

ہندوستان اور چین کے تعلقات مکدر تو اسی وقت سے تھے جب سے دلائی لاما اور اس کے ساتھیوں نے ہندوستان میں پناہ لی تھی، آہستہ آہستہ تعلقات زیادہ بگڑتے گئے، یہاں تک کہ چین نے ہندوستان کی شمالی سرحد پر بہت سے علاقوں کا مطالبہ پیش کر دیا، بلکہ مختلف علاقوں پر قبضہ بھی جما لیا۔ بگاڑ اس پیمانے پر پہنچ گیا کہ ایک موقع پر پنڈت جواہر لال نہرو کو اعلان کرنا پڑا کہ ان حالات میں سفارتی تعلقات قائم نہیں رہ سکتے۔ تمام جمہوری حکومتوں نے ہندوستان کے نقطہ نگاہ کو حق بجانب قرار دیا۔ آہستہ آہستہ حالات بہتر ہو گئے، لیکن اصل تنازعہ بدستور قائم ہے۔ چین و ہند کے بڑے وزیروں میں گفتگو ہوگی۔

دسمبر۔ امریکہ کے صدر مسٹر آئزن ہاور نے مقاصد امن کو تقویت پہنچانے کی غرض سے ایک لمبا دورہ کیا۔ وہ 4 دسمبر کو رومہ پہنچے، 6 کو انقرہ، 7 کو کراچی، 9 کو کابل، اسی دن دہلی، 14 کو تہران، اسی دن ایتھنز، 17 کو تیونس، 19 کو پیرس، 21 کو میڈرڈ، 22 کو رباط (مراکش)۔ اندازہ کیا گیا کہ سفر تیئیس ہزار میل سے کم نہ ہوگا۔ ہر جگہ معزز مہمان کا پر جوش استقبال ہوا اور ہر جگہ موصوف نے مقاصد امن کے لیے سرگرم کوششیں فرمائیں۔

تمام شُد